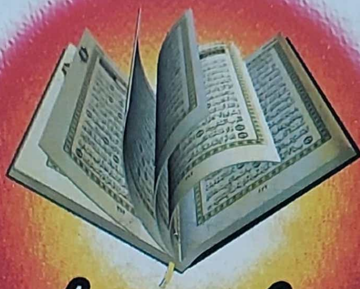


حق پر کون؟



علامہ محمد ظفر عطا آری

حق پر کون؟

مؤلف:

علامہ محمد ظفر عطاری

اسلامک بک کارپوریشن

فضل داد پلازہ۔ اقبال روڈ۔ کمیٹی چوک ○ راولپنڈی

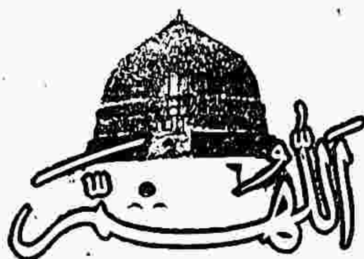
نام کتاب	....	حق پر کون؟
مؤلف	....	علامہ محمد ظفر عطاری
کمپوزنگ	....	شیخ محمد عمران
قیمت	....	350 روپے
سن اشاعت	....	ستمبر 2009ء

اسٹاکسٹ

ضیاء العلوم پبلی کیشنز راولپنڈی
0345-5808018

نفیس قرآن کمپنی
17-الفضل مارکیٹ اُردو بازار لاہور
042-7361460

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ



صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِهٖ
وَصَحْبِهٖ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ

مَوْلَايَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا
عَلٰى حَبِيْبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

مُحَمَّدٌ سَيِّدُ الْكَوْنَيْنِ وَالثَّقَلَيْنِ
وَالْفَرِيْقَيْنِ مِنْ عُرْبٍ وَّمِنْ عَجَمِ

انتساب

فقیر اپنی اس تالیف کو اپنے شیخ امیر اہل سنت امیر دعوت اسلامی
حضرت علامہ مولانا ابوالبلال محمد الیاس عطار قادری رضوی ضیائی دامت برکاتہم العالیہ

و

اپنے استاد محترم حضرت علامہ مولانا مفتی محمد اکمل عطا قادری عطاری دامت فیوضہم

اور

اپنے پیارے وشفیق والدین کریمین کی بارگاہ میں منسوب کرنے کی
سعادت حاصل کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان بزرگوں کے صدقے میری

اور

تمام اہل ایمان کی مغفرت فرمائے۔

آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ علیہ وسلم

محمد ظفر عطاری غفرلہ،
۱۴۲۲ھ جمادی الثانی بروز جمعۃ المبارک

مناجات

المدد اے خدا، سب کے حاجت روا، آج ایمان کی جان خطرے میں ہے
رہزن دین بننے لگے رہنما، حق پرستوں کا ایمان خطرے میں ہے
آہ کشمیر، قبرص، فلسطین، یا اری ٹیریا، روس اور چین میں
حق کی خاطر مسلمان کھولیں زباں جسم خطرے میں ہے جان خطرے میں ہے
عہد انگریز کی سب سے لعنت بڑی، تھا جو وکٹوریہ نے بنایا نبی
اس کے اب پیروکار اس قدر ہو گئے، جس سے نظمِ گلستان خطرے میں ہے
ناچ گانے غضب آج محبوب ہیں، آہ اُم الخبائث کے مشروب ہیں
ہو رہی امیروں میں خرمستیاں، دور حاضر کا انسان خطرے میں ہے
رہزنوں کا ہوا گرم بازار ہے، رہنماؤں سے اب قوم بے زار ہے
غیرتِ دین و ایمان کا بیوپار ہے، آج سچا مسلمان خطرے میں ہے
کیسے تفسیر و تفہیم کے نام سے، کیسے فکر و تدبر نما دام سے
یوں مطالب بتاتے ہیں آیات کے، جن سے مفہوم قرآن خطرے میں ہے
مصطفیٰ ﷺ کے فرامین وردِ زباں مصطفیٰ ﷺ کی انہیں سے کریں کسرِ شاں
کس غضب کی ہیں یہ شوخیاں الاماں، تیرے پیارے کا فرمان خطرے میں ہے
اہل اسلام کو منتشر کر دیا، اب تو ہر فرد ہے ایک فرقہ جدا
دشمنانِ نبی بن گئے اولیاء آج، سچوں کی پہچان خطرے میں ہے
ہم نے مانا کہ بے شک خطا کار ہیں، مالکِ دو جہان ہم گنہگار ہیں
اُمتی ہیں مگر تیرے محبوب ﷺ کے، امتِ شاہِ ذیشان خطرے میں ہے
بہرِ شاہِ اُمم ہو نگاہِ کرم، پھر ترقی کرے قوم یہ دم بدم
شان و شوکت سے اختر بھی چمکے ترا، ذوالمنن وہ پریشان خطرے میں ہے

ترتیب

کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر جگہ موجود ہیں؟ ۵۸

کیا غیر اللہ سے مدد طلب کرنا شرک ہے؟ ۹۵

کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہنا شرک ہے؟ ۱۱۴

کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہماری طرح بشر ہیں؟ ۲۰۸

ہم تقلید کیوں کرتے ہیں؟ ۲۶۲

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تقریظ

حضرت علامہ مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری دامت برکاتہم

شیخ الحدیث، جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور

ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز
چراغ مصطفوی سے شرار بولہبی

خیر و شر اور حق و باطل کے درمیان جنگ اور محاذ آرائی اتنی ہی قدیم ہے جتنی انسانی تاریخ قدیم ہے، انگریز کے پاک و ہند پر مسلط ہونے کے دور میں یہاں ایک خاص منصوبے کے تحت اتنے فرقے کھڑے کئے گئے کہ آپ کو دوسرے ممالک میں اتنے فرقے نہیں ملیں گے۔

فاضل نوجوان مولانا محمد ظفر قادری عطاری سلمہ اللہ تعالیٰ جامعہ رضویہ لاہور کے ہونہار طلباء میں سے ہیں۔ انہوں نے پیشِ نظر کتاب "حق پر کون؟" لکھ کر پاک و ہند کی اکثریت یعنی اہل سنت والجماعت کے مسلک کی حقانیت بیان کی ہے۔ نیز مذہب حنفی کی صداقت دلائل کی روشنی میں پیش کی ہے۔

اٹھارہ عنوانات کے تحت "حق پر کون؟" میں انہوں نے بڑی خوش اسلوبی سے بتایا ہے کہ اہل حق کون ہیں؟ ہر اسلامی بھائی کو اس کتاب کا مطالعہ کرنا چاہیے اور اس کی زیادہ سے زیادہ اشاعت کرنی چاہیے۔

مجموعی طور پر یہ کتاب قابل داد ہے اور آج جس اعتقادی اور فقہی مسائل کی عام آدمی کو ضرورت ہے ان میں اچھے انداز میں رہنمائی کرتی ہے۔



﴿بسم اللہ الرحمٰن الرحیم﴾

تقریظ

حضرت علامہ مولانا محمد صدیق ہزاروی دامت برکاتہم

شیخ الحدیث، جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور

دُشمنانِ اسلام نے مسلمانوں کا کھلے میدان میں مقابلہ کرنے سے عاجز آنے کے بعد سازشوں کا جال پھیلایا اور اس کے لئے مختلف منصوبوں پر عمل کیا۔ ان سازشی منصوبوں میں سے ایک خطرناک منصوبہ یہ تھا کہ مسلمانوں کے مسلم عقائد اور معمولات کے خلاف شرک و بدعت کے فتاویٰ کے ذریعے اس قوم کا شیرازہ بکھیر دیا جائے اور اس پر قوم کمزور ہو جائے گی اور اس کو زیر اثر رکھنا آسان ہو گا۔ چنانچہ بعض عاقبت نااندیش لوگوں نے اس سازش کا شکار ہو کر ایک طرف آقائے دوجہان سید المرسلین حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی ذات و صفات اور آپ ﷺ کے کمالات پر رکیک حملے کر کے آپ ﷺ کی عظمت کو گھٹانے کی مذموم کوشش کی اور دوسری طرف مسلمانوں کے معمولات کو شرک و بدعت کے فتاویٰ کی بھینٹ چڑھایا۔

علامہ محمد ظفر قادری عطاری نہایت ذہین اور سلیقہ شعار فاضل نوجوان ہیں اور اب تک کئی علمی تالیفات کا سہرا ان کے سر سج چکا ہے "حق پر کون؟" میں انہوں نے نہایت تحقیقی اور مثبت انداز میں مسلک اہل سنت والجماعت کو واضح کرنے کے ساتھ ساتھ علمائے دیوبند کی تضاد بیانی کو بھی طشت از بام کیا ہے۔

راقم کے خیال میں یہ کتاب اعتدال سنت ارباب عقل کی ذہن سازی اور حق کی پہچان کے سلسلے میں نہایت معتبر ہے اور اس کتاب کا ہر گھر اور ہر لائبریری کی زینت بننا نہایت ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ علامہ محمد ظفر قادری عطاری کی علمی و دینی خدمات میں دن دگنی رات چوگنی ترقی عطا فرمائے اور اس کتاب کو ملتِ اسلامیہ کے اتحاد کا باعث بنائے۔

آمین بجاہ النبی الامین ﷺ



﴿بسم اللہ الرحمٰن الرحیم﴾

تقریظ

حضرت علامہ مفتی محمد عبدالعلیم دامت برکاتہم

شیخ الحدیث، جامعہ نعیمیہ، لاہور

حضرت علامہ مولانا محمد ظفر قادری عطاری کی کتاب "حق پر کون؟" دیکھنے کا اتفاق ہوا حضرت علامہ نے احقاقِ حق میں بڑی عرق ریزی سے کام لیا ہے۔ کتاب میں اہل سنت اور بدمذہب افراد کے درمیان بنیادی اختلاف کی نشاندہی کی ہے تا کہ ہم صرف دفاعی لائن میں الجھ کر نہ رہ جائیں اور عوام کو سمجھا سکیں کہ ہمارا اختلاف فروعی نہیں بلکہ بنیادی ہے۔

ایسی کتاب کی اشاعت کی دورِ حاضر میں اشد ضرورت ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ حضرت علامہ کی اس سعی کو قبول فرمائے اور ان کی اس کاوش کو مفیدِ اہل سنت والجماعت بنائے۔

آمین بجاہ النبی الامین ﷺ



﴿بسم اللہ الرحمٰن الرحیم﴾

تقریظ

حضرت علامہ مولانا محمد منشا تابش قصوری دامت برکاتہم

مدرس، جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور

نحمدہٗ و نصلی و نسلم علیٰ حبیبہ الکریم

کتاب "حق پر کون؟" پیشِ نظر ہے۔ نہایت عمدہ کتاب و طباعت اور خوبصورت گنبدِ خضریٰ کے عکسِ جمیل سے مزین ہے جو اٹھارہ بنیادی اختلافی عنوانات پر محیط ہے۔ جسے علامہ محمد ظفر قادری عطاری زید علمہ و عملہ کی تحقیق انیق کا بہترین ثمرہ قرار دیا جا سکتا ہے۔ آسان و سہل، عام فہم ہونے کے ساتھ ساتھ دلائل سے مرصّع ہے جو مُستند اور مشہور و معروف کتب کے استفادہ پر مشتمل ہے۔

امید ہے موصوف کے اس ٹھوس اور تحقیقی شاہکار کو قبولیت نصیب ہو گی انشاء اللہ العزیز۔ کیونکہ جس خلوصِ دل سے اسے مرتّب کیا گیا ہے وہی اُس کی قبولیت و محبوبیت کا باعث ہوگا۔

راقم الحروف حضرت مولانا محمد ظفر قادری عطاری کے لئے دعا گو ہے کہ مولیٰ تعالیٰ جل وعلا ان کے علم کو مزید جولانی و تابنا کی عطا فرمائے تا کہ مذہب حق اہل سنت والجماعت کو اپنے ایمان افروز رُوح پرور اور دل کش کتب سے نوازتے رہیں۔ نیز اس کتاب کو مقبول خاص و عام کا شرف عطا فرمائے۔

آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ علیہ وسلم



عرضِ ناشر

حمد ہے اس ذات کے لئے جس نے انسانوں کی ہدایت کے لئے انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو مبعوث فرمایا پھر آخر میں اپنے محبوب دانائے غیوب ﷺ کو مبعوث فرما کر اس پاکیزہ سلسلہ پر ہمیشہ ہمیشہ کے لئے خاتمیت کی مہر ثبت کر دی اور اپنے محبوب آفتاب نبوت مہر رسالت ﷺ کی ظاہری و باطنی تعلیمات کو جاری رکھنے کے لئے علمائے کرام واولیائے عظام رحمہم اللہ کا سلسلہ تا قیامت جاری و ساری کر دیا۔ مبارک ہیں وہ ہستیاں جن کی ذات، جن کی زبان وقلم اور جن کی سیرت مشعلِ راہِ ہدایت ہے۔

انہی نفوسِ قدسیہ میں امیر اہل سنت والجماعت امیر دعوت اسلامی حضرت علامہ مولانا ابوالبلال محمد الیاس عطاری قادری رضوی ضیائی دامت فیوضہم بھی ہیں۔ جنہوں نے لاکھوں مسلمانوں کو راہِ راست پر لا کر سرکارِ مدینہ راحتِ قلب وسینہ ﷺ کی سنتوں کا چلتا پھرتا نمونہ بنا دیا اور لاکھوں نوجوانوں نے آپ کی ذاتِ بابرکت سے فیوض و برکات حاصل کیں جن میں مؤلف کتاب علامہ محمد ظفر قادری عطاری کو وافر حصہ نصیب ہوا یقیناً یہ مؤلف کے لئے بڑی سعادت کی بات ہے کہ انہوں نے زمانے کے بہت بڑے فتنے کی کارستانیوں کو روشناس کرایا اور اپنے عقائد پر ایک جامع کتاب لکھ کر اسلامی بھائیوں کے لئے آسانی مہیا کر دی۔ ہر عام وخاص اس کتاب سے خوب استفادہ کر سکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ مؤلف کی اس سعی کو اپنی بارگاہِ عالیہ میں قبول فرما کر عوام الناس کو اس کتاب سے استفادہ کرنے اور مزید تصنیفات وتالیفات کو آسان فہم کر کے عوام الناس تک پہنچانے کی توفیق رفیق عطا فرمائے۔

آمین بجاہ النبی الامین ﷺ



عرضِ مؤلف

ابتدائے آفرینش سے اس عالمِ رنگ و بو میں کئی مرتبہ بہار آئی اور کئی مرتبہ چمن اجڑا۔ اسلام کے لہلہاتے گلشن کو بہتوں نے سیراب کیا اور بے شمار فتنہ پردازوں نے اسے اجاڑنے کی ناکام کوشش کی۔ ہر دور میں نت نئے فتنے پیدا ہوتے رہے اور حق کے آگے تہ تیغ ہوتے رہے۔ حق و باطل کا یہ معرکہ جو چودہ سو سال سے زائد عرصہ پر محیط ہے دورِ حاضر تک جاری ہے۔

زمانہ قریب میں بھی اُمتِ مسلمہ کے اندر ایک عظیم انتشار پیدا ہوا اور قلیل عرصے میں پورے عالمِ اسلام کو اپنی لپیٹ میں لے لیا اور اس طرح اُمتِ محمدیہ ﷺ دو گروہوں "بریلویت و دیوبندیت" میں تقسیم ہوگئی۔ اس انتشار کے پیچھے کون سے عوامل اثر انداز تھے؟ اس موضوع پر ہماری گفتگو نہیں۔ ہماری گفتگو ان دونوں گروہوں کے عقائد کی نشاندہی کرنا ہے اور پھر یہ ثابت کرنا ہے کہ "حق پر کون ہے؟" تاکہ ہمارے پریشان حال عوام صحیح راہ اختیار کر سکیں۔

قارئین کرام! اس کتاب کے اندر سب سے پہلے عقیدہ پھر قرآن و حدیث سے ثبوت اور بزرگانِ دین رحمہم اللہ کے نظریات و عقائد کا اہتمام کیا گیا ہے اور مسئلہ کی مزید وضاحت کیلئے آخر میں اعتراضات کے جوابات کا بھی التزام کیا گیا ہے۔ ویسے تو اس موضوع پر کافی کام ہو چکا ہے لیکن اس پر ایک جامع کتاب میری نظر سے نہیں گزری اور اگر کوئی جامع کتاب موجود بھی ہے تو انداز دقیق ہونیکی وجہ سے عام لوگ اس سے استفادہ نہ کر سکے۔ لہٰذا اس کتاب کے اندر اس بات کا خاص طور پر خیال رکھا گیا ہے کہ انداز سہل اور بات مختصر ہو تاکہ ہر خاص و عام کیلئے مفید ثابت ہو۔ آخر میں اپنے قارئین کی بارگاہ میں التجاء ہے کہ کم علمی کی وجہ سے اس کتاب میں جس نوعیت کی خامی و غلطی ہو تو براہِ کرم اصلاح فرما دیں انشاءاللہ عزوجل اگلے ایڈیشن میں اس کی تصحیح کر دی جائے گی۔ دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ میری اس ادنیٰ سی کاوش کو اپنی بارگاہِ بے کس پناہ میں شرفِ قبولیت عطا فرمائے اور بتقاضائے بشریت جو بھی خطا سرزد ہوگئی ہو اسے معاف فرمائے۔ (آمین بجاہ النبی الامین ﷺ)

محمد ظفر عطاری عفی عنہ



شرک و بدعت کی حقیقت

شرک ٹھہرے جس میں تعظیم حبیب ﷺ
اس برے مذہب پر لعنت کیجئے



﴿بسم اللہ الرحمٰن الرحیم﴾

توحید وشرک

نہایت افسوس کی بات ہے کہ جس عقیدہ توحید پر اُمتِ مسلمہ کو مجتمع کیا گیا تھا آج اسی اُمت کے اندر جہالت اور عدمِ واقفیت کی وجہ سے بعض لوگوں نے اس عقیدہ توحید کے اندر اپنی خود ساختہ اور من پسند تعریفات ومباحث ایجاد کر کے اس کی حقیقی صورت کو مسخ کر دیا اور ملتِ اسلامیہ میں ایسا انتشار پیدا کر دیا کہ اُمتِ محمدیہ دو ایسے گروہوں میں منقسم ہوگئی کہ ایک دوسرے کے خون کی پیاسی بن گئی۔ اسلام نے جس بنیاد یعنی لا الٰہ الا اللہ پر اُمتِ مسلمہ کو متحد کیا تھا آج بعض گمراہوں نے اس بنیاد کی حقیقی صورت کو مسخ کرنے کی ایسی گھناؤنی سازش کی کہ جس کی بناء پر فتنہ وفساد برپا ہوگیا۔

آج توحید کے برائے نام داعی مسلمانوں کو مشرک و کافر کہنے میں ذرّہ برابر عار محسوس نہیں کرتے اور اُمتِ محمدیہ کا شیرازہ بکھیرنے میں کوئی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیتے۔ کتنے افسوس کی بات ہے کہ پورا کفر، دینِ اسلام کے خلاف متحد ہو چکا ہے لیکن یہ لوگ مسلمانوں پر شرک و بدعت کے فتوے لگا کر کفار کے ناپاک عزائم کو تقویت دے کر دینِ اسلام کی جڑوں کو کھوکھلا کر رہے ہیں۔

اس صورت حال کو مدّ نظر رکھ کر فقیر نے اس موضوع پر قلم اٹھایا تا کہ ہمارے مسلمان بھائی توحید وشرک کی حقیقی صورت کو پہچانیں اور حقیقت حال سے آگاہی حاصل کر کے جان سکیں کہ شرک کیا ہے اور اسلام کے نزدیک شرک کا حقیقی مفہوم کیا ہے۔

کیونکہ شرک ایک ایسا زہر ہلاہل ہے جو انسان کے بربادیٔ ایمان اور اعمال صالحہ کو باطل کرنے کا سبب بنتا ہے۔ یہ ایسا موضوع ہے کہ جس پر ہماری دُنیا وآخرت کی بہتری کا دارومدار ہے۔ اور اس پر عدمِ واقفیت کی بناء پر ہوسکتا ہے کہ کہیں اس غلاظت سے ہمارا دامن آلودہ ہو چکا ہے اور ہماری دُنیا وآخرت کی بربادی کا سامان تیار رکھا ہو۔ لہذا اس کے بارے میں معلومات حاصل کرنا ہر مسلمان پر بے حد لازم وضروری ہے۔

لہٰذا سب سے پہلے توحید وشرک کی تعریف کی جاتی ہے۔

﴿توحید کی تعریف﴾

حضرت علامہ مولانا سید احمد سعید کاظمی رحمۃ اللہ علیہ توحید کی تعریف میں لکھتے ہیں:
"اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات میں کسی کو شریک ہونے سے پاک ماننا یعنی جس طرح اللہ تعالیٰ ہے ویسا کسی کو خدا نہ ماننا اور علم وسماعت و بصارت وغیرہ جیسی صفات اللہ تعالیٰ کی ہیں ایسی صفات کسی کی نہیں یہ عقیدہ رکھنا توحید کہلاتا ہے"۔

﴿شرک کی تعریف﴾

اَلْاِشْرَاکُ هُوَ اِثْبَاتُ الشَّرِيْكِ فِی الْاُلُوْهِيَّةِ بِمَعْنٰی وَاجِبِ الْوُجُوْدِ كَمَا لِلْمَجُوْسِ اَوْ بِمَعْنٰی اِسْتِحْقَاقِ الْعِبَادَةِ كَمَا لِعَبَدَةِ الْاَصْنَامِ (شرح عقائد)

ترجمہ: شرک یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کو واجب الوجود ماننا جیسا کہ مجوسیوں کا عقیدہ ہے۔
یا اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کو لائق عبادت جاننا جیسا کہ بت پرستوں کا عقیدہ ہے۔

واجب الوجود: ایسی ذات جو اپنے موجود ہونے میں کسی دوسرے کی محتاج نہ ہو اور نہ ہی اس کی کوئی ابتداء ہو اور نہ ہی انتہا جیسے اللہ تعالیٰ کی ذات پاک۔ اب اگر کسی نے یہ عقیدہ رکھا کہ جیسے اللہ تعالیٰ کی ذات واجب الوجود ہے اسی طرف کوئی دوسرا بھی واجب الوجود ہے۔

مثلاً کسی نبی یا فرشتے وغیرہ کے بارے میں یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ یہ بھی واجب الوجود ہیں۔ ایسا شخص بے شک مشرک ہے۔

الحمد اللہ اہلسنّت والجماعت میں کوئی شخص ایسا نہیں جو یہ عقیدہ رکھتا ہو کہ رسول اللہ ﷺ یا کوئی ولی، اللہ کی طرح واجب الوجود ہے یا جیسے اللہ تعالیٰ کی کوئی ابتداء نہیں ایسے ہی کسی نبی یا ولی کی ابتداء وانتہا نہیں ایسا عقیدہ کوئی بھی نہیں رکھتا۔

﴿شرک کی اقسام﴾

شرک کی دو قسمیں ہیں۔ (۱) شرک فی الذات (۲) شرک فی الصفات

شرك في الذات: یعنی اللہ تعالیٰ کی ذات پاک میں کسی غیر کو شریک ٹھہرانا مطلب یہ کہ اللہ تعالیٰ کی ذات جیسا کسی دوسرے کو سمجھنا۔ اللہ تعالیٰ کی ذات بابرکت واجب الوجود ہے، لہٰذا کسی دوسرے کو واجب الوجود ماننا شرک فی الذات کہلاتا ہے۔

شِرك فی الصفات: اللہ تعالیٰ کی صفات عالیہ میں کسی غیر کو شریک ٹھہرانا۔ یعنی جس طرح اللہ تعالیٰ

صفات عالیہ کے ساتھ متصف ہے۔ ایسی صفات کسی دوسرے کے لئے ثابت کرنا شرک فی الصفات ہے۔

سوال: سمیع و بصیر اللہ تعالیٰ کی صفات ہیں اگر یہ صفات کسی دوسرے کے لئے ثابت کی جائیں تو کیا یہ شرک ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ سمیع و بصیر ہے اور انسان بھی سمیع و بصیر۔ جیسا کہ قرآن پاک میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ سَمِیۡعٌۢ بَصِیۡرٌ (سورۃ لقمان)

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ سننے اور دیکھنے والا ہے۔

ایک اور جگہ انسان کی صفات بیان فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا۔

فَجَعَلۡنٰهُ سَمِیۡعًۢا بَصِیۡرًا (سورۃ دھر)

ترجمہ: پس ہم نے انسان کو سننے اور دیکھنے والا بنایا۔

تشریح: ان آیاتِ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے سمیع و بصیر کی صفات اپنے لئے بھی بیان فرمائیں اور انسان کے لئے بھی لیکن اللہ تعالیٰ اور انسان کی صفات میں فرق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی یہ صفات ازلی و ابدی ہیں اور بندوں کی یہ صفات اللہ تعالیٰ کی محتاج ہیں اس لئے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ ہیں۔ جبکہ اللہ تعالیٰ کی یہ صفات اپنے قبضۂ قدرت میں ہیں۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ کی صفات میں سے ایک صفت رؤف و رحیم بھی ہے۔ جیسا کہ سورۃ نور میں ارشاد ہوتا ہے:

اِنَّ اللّٰهَ رَءُوۡفٌ الرَّحِیۡمُ (سورۃ نور)

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ رؤف و رحیم ہے۔

ایک دوسرے مقام پر اپنے محبوب کریم رؤف و رحیم ﷺ کے بارے میں ارشاد فرماتا ہے:

وَبِالۡمُؤۡمِنِیۡنَ رَءُوۡفٌ الرَّحِیۡمُ ۔

ترجمہ: اور (رسول اللہ ﷺ) مومنین پر رؤف و رحیم ہیں۔

تشریح: ان دونوں آیاتِ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے لئے بھی اور اپنے حبیب کریم ﷺ کے لئے بھی رؤف و رحیم کی صفات بیان فرمائیں۔

لیکن ان میں فرق بعینہٖ اسی طرف ہوگا جیسا پہلے مذکور ہوا یعنی اللہ تعالیٰ کی یہ صفات ذاتی ہیں اور اپنے قبضۂ قدرت میں ہیں جبکہ رسول اللہ ﷺ کی یہ صفات عطائی اور اللہ تعالیٰ کی حاجت مند ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی صفات قدیم ہیں جبکہ انسان کی صفات حادث ہونے والی یعنی ختم ہونے والی ہیں۔

قدیم: جس کی کوئی ابتداء نہ ہو۔ یعنی یہ نہیں کہہ سکتے کہ اللہ تعالیٰ کی صفات ایک سال پہلے تھیں اب نہیں بلکہ

اس کی صفات ہمیشہ سے ہیں اور ہمیشہ رہیں گی۔

ایک اور مقام پر ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰہِ جَمِیْعًا (سورۃ یونس)

ترجمہ: بے شک عزت صرف اللہ تعالیٰ کے لئے ہے۔

دوسرے مقام پر ارشاد ہے:

وَلِلّٰہِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِہٖ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ (سورۃ منافقون)

ترجمہ: اور بے شک عزت اللہ کے لئے اور اس کے رسول ﷺ کے لئے اور مومنین کے لئے ہے۔

تشریح: پہلی آیت میں عزت صرف اللہ تعالیٰ کے لئے ثابت ہے اور دوسری آیت میں اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ اور مومنین کے لئے ثابت ہے۔

ان آیاتِ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کے لئے بھی جو صفات بیان ہوئیں قرآن نے وہی صفات غیر اللہ کے لئے ثابت کیں۔

اب دل کے اندھوں سے ہم سوال کرتے ہیں کہ کیا اللہ کا قرآن شرک کی دعوت دے رہا ہے کہ جو صفات اللہ تعالیٰ کے لئے بیان ہوئیں وہ صفات انسان کے لئے بھی ثابت کیں؟ یقیناً نہیں۔ قرآن شرک کی دعوت نہیں دیتا بلکہ نام نہاد اپنے قلبی بُغض وعناد کی وجہ سے اہلسنت والجماعت پر شرک کے فتوے لگا کر اپنی جہالت کا اظہار کر کے تفرقہ بازی کو ہوا دیتے ہیں اور فتنہ وفساد کے ابواب کھول کر اُمتِ محمدیہ میں انتشار پیدا کرتے ہیں۔

جیسا کہ ہم نے پہلے عرض کیا کہ چاہیے تو یہ تھا کہ اُمتِ مسلمہ کو متحد کیا جاتا اور کفار کے ناپاک ارادوں کو نیست و نابود کرنے کے لئے مسلمانوں کو ایک پلیٹ فارم پر اکٹھا کر کے دینِ اسلام کی تقویت کے لئے اپنی صلاحیتوں کو استعمال کیا جاتا لیکن افسوس کہ ان لوگوں نے اپنی تمام تر صلاحیتوں کو مسلمانوں کو مشرک و بدعتی ثابت کرنے میں جھونک دیا۔ جبکہ نبی غیب دان ﷺ نے تو ہزاروں سال پہلے ارشاد فرما دیا تھا:

اِنِّیْ لَا اَخْشٰی عَلَیْکُمْ اَنْ تُشْرِکُوْا وَلٰکِنْ اَخْشٰی اَنْ تَنَافَسُوْا (بخاری شریف)

ترجمہ: مجھے اس بات کا کوئی خطرہ نہیں کہ تم خدا کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہراؤ گے لیکن مجھے اس بات کا خوف ہے کہ تم ایک دوسرے سے حسد کرو گے۔

اس حدیثِ پاک میں تو رسول اللہ ﷺ نے اپنی اُمت میں شرک کی موت پر مہر ثبت فرما دی لیکن یہ لوگ اس غلاظت کو زندہ کرنے پر مصر (اصرار کرنے والے) ہیں۔ اللہ تعالیٰ سمجھ عطا فرمائے۔

﴿بدعت کی تعریف﴾

دیوبندیوں، وہابیوں کے نزدیک چونکہ بدعت کا استعمال بھی بہت زیادہ ہے اس لئے اس کے بارے میں بھی جاننا لازم وضروری ہے۔ چنانچہ بدعت کی تعریف میں ملاعلی قاری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

قَالَ النَّوَوِیُّ اَلْبِدْعَۃُ کُلُّ شَیْءٍ عُمِلَ عَلٰی غَیْرِ مِثَالٍ سَبَقٍ وَفِی الشَّرْعِ اِحْدَاثُ مَالَمْ یَکُنْ فِی عَھْدِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ)

ترجمہ: امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ایسی شئی کہ جس کی مثل زمانہ سابق میں نہ ہو اسے بدعت کہتے ہیں۔ اور شریعت میں کسی ایسی چیز کا ایجاد کرنا جو رسول اللہ ﷺ کے زمانہ اقدس میں نہ ہو بدعت کہلاتا ہے۔

ایک تعریف اس طرح بھی کی گئی ہے

"وہ نیا کام جو زمانہ نبوی کے بعد ایجاد ہوا یہ عام ہے کہ اس نئے کام کا تعلق اعتقاد سے ہو یا اعمال سے دینی ہو یا دنیوی"۔

﴿حدیثِ پاک سے بدعت کا ثبوت﴾

مَنْ سَنَّ فِی الْاِسْلَامِ سُنَّۃً حَسَنَۃً فَلَہٗ اَجْرُھَا وَاَجْرُ مَنْ عَمِلَ بِھَا مِنْ بَعْدِہٖ مِنْ غَیْرِ اَنْ یُّنْقَصَ مِنْ اُجُوْرِھِمْ شَیْءٌ وَمَنْ سَنَّ فِی الْاِسْلَامِ سُنَّۃً سَیِّئَۃً کَانَ عَلَیْہِ وِزْرُھَا وَوِزْرُ مَنْ عَمِلَ بِھَا مِنْ بَعْدِہٖ مِنْ غَیْرِ اَنْ یُّنْقَصَ مِنْ اَوْزَارِھِمْ شَیْءٌ ۔

(مسلم شریف۔ مشکوٰۃ شریف ص۳۳)

ترجمہ: جو شخص اسلام میں اچھے طریقے کو رائج کرے گا تو اس کو اس کا ثواب ملے گا اور ان لوگوں کے عمل کا بھی ثواب ملے گا جو اس کے بعد اس کے ایجاد کردہ فعل پر گامزن رہے اور عمل کرنے والوں کے اجر میں کوئی کمی واقع نہیں ہوگی۔

اور جو شخص دینِ اسلام میں کسی برے عمل کو رائج کرے گا تو اس کو اس برے عمل کے رائج کرنے کا بھی گناہ ملے گا اور ان لوگوں کے عمل کا بھی جو اس کے بعد اس کے طریقے پر چلتے رہے اور عمل کرنے والوں کے گناہ میں کچھ کمی نہیں کی جائے گی۔

تشریح: اس حدیث پاک سے پتہ چلا کہ اچھا طریقہ ایجاد کرنے پر ثواب ملتا ہے اور اس اچھے عمل کو بدعتِ حسنہ کہتے ہیں۔ اور جو کوئی برا عمل ایجاد کرے گا اسے اس کا گناہ ملے گا اور اس کو بدعتِ سیئہ کہتے ہیں۔

﴿بدعت کی اقسام﴾

بدعت کی دوقسمیں ہیں۔(۱) بدعتِ اعتقادی (۲) بدعتِ عملی

〈۱〉 بدعتِ اعتقادی: وہ عقائد باطلہ جوحضور نبی کریم ﷺ کی حیاتِ ظاہری کے بعد ایجاد ہوئے۔

جیسے وہابیوں کا عقیدہ ہے کہ:

"اللہ تعالیٰ جھوٹ بول سکتا ہے" یا "رسول اللہ ﷺ کے بعد دوسرا نبی آ سکتا ہے" یا "نماز میں رسول اللہ ﷺ کا خیال بیل گدھے وغیرہ کے خیال سے بدتر ہے۔(نعوذ باللہ من ذالک)

〈۲〉 بدعتِ عملی: اس کی دوقسمیں ہیں۔(الف) بدعتِ حسنہ (ب) بدعتِ سیئہ

〈الف〉 بدعتِ حسنہ: وہ نیا کام جو نہ تو خلاف سنت ہو اور نہ ہی کسی سنت کو مٹانے والا ہو۔ جیسے محفل میلاد شریف منانا یا گیارہویں وعرس بزرگانِ دین رحمہم اللہ منانا وغیرہ۔

بدعتِ حسنہ کی اقسام: بدعتِ حسنہ کی مزید تین قسمیں ہیں۔

(۱) بدعتِ مباح (۲) بدعتِ مستحبہ (۳) بدعتِ واجبہ

〈۱〉 بدعتِ مباح: وہ نیا کام جو خلاف شرع نہ ہو اور بغیر نیت خیر کے کیا جائے۔ جیسے یوم آزادی پاکستان منانا۔ شادی بیاہ پر چراغاں کرنا وغیرہ۔

〈۲〉 بدعتِ مستحبہ: وہ نیا کام جو خلاف شرع نہ ہو اور نیت خیر کے ساتھ کیا جائے اور عوام الناس اس کو ثواب جانتے ہوں۔ جیسے محفل میلاد منانا، خطبہ جمعہ وعیدین میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ذکر کرنا، دینی اجتماعات کا انعقاد کرنا، مساجد کو مزین کرنا وغیرہ۔

〈۳〉 بدعتِ واجبہ: وہ نیا کام جو خلاف شرع نہ ہو اور ترک کرنے کی صورت میں مسلمان حرج میں مبتلا ہو جائیں۔ جیسے قرآن پاک پر اعراب لگانا، دینی مدارس کا قیام، علم صرف ونحو کا اہتمام کرنا وغیرہ۔

〈ب〉 بدعتِ سیئہ: وہ نیا کام جو خلاف سنت ہو یا کسی سنت کو مٹانے والا ہو۔ جیسے پینٹ شرٹ پہننا، کھڑے ہو کر کھانا پینا وغیرہ۔

بدعتِ سیئہ کی تقسیم: (۱) بدعتِ مکروہ تنزیہی (۲) بدعتِ مکروہ تحریمی (۳) بدعتِ حرام

〈۱〉 بدعتِ مکروہ تنزیہی: وہ نیا کام جو خلافِ سنت ہو اور سنتِ غیر موکدہ کو ترک کرنے کا سبب بنے۔ جیسے ننگے سر یا کھڑے ہو کر کھانا پینا وغیرہ۔

〈۲〉 بدعتِ مکروہ تحریمی: وہ نیا کام جو خلاف سنت ہو اور سنتِ موکدہ کو ترک کرنے کا سبب بنے۔ جیسے داڑھی منڈانا یا کٹا کر ایک مٹھی سے کم کر لینا۔

3/3

(۳) بدعتِ حرام: وہ نیا کام جو خلاف شرع ہو اور فرض یا واجب کو ترک کرنے کا سبب بنے۔ جیسے فلمیں ڈرامے دیکھنا، مزارات کو سجدہ کرنا یا بزرگانِ دین رحمہم اللہ کے مزارات پر ڈھول پیٹنا وغیرہ۔

خلاصۂ کلام

خلاصہ کلام یہ ہوا کہ ہر بدعت بری نہیں ہوتی جیسا کہ وہابی دیوبندی حضرات نے سمجھ رکھا ہے ورنہ اس طرف تو کوئی شخص بھی بدعت سے نہیں بچ سکتا بلکہ وہابی دیوبندی خود بھی اس سے محفوظ نہیں رہ سکتے کیونکہ وہ بے شمار ایسے کام کرتے ہیں جن کا قرآن و حدیث میں کہیں بھی ثبوت نہیں۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ بعض بدعتیں اچھی بھی ہوتی ہیں اور اس پر عمل کرنے سے ثواب بھی ملتا ہے جیسا کہ پیچھے حدیثِ پاک میں مذکور ہوا۔ اللہ تعالیٰ سمجھ عطا فرمائے۔





حیاتِ انبیاء علیہم السلام

تو زندہ ہے واللہ تو زندہ ہے واللہ
میری چشم عالم سے چھپ جانے والے



حیاتِ انبیاء علیہم السلام

﴿عقیدۂ اہلسنّت والجماعت﴾

غزالی زماں حضرت علامہ مولانا سید احمد سعید شاہ کاظمی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ تمام انبیائے کرام علیہم السلام بالخصوص رحمۃ اللعالمین ﷺ حیاتِ حقیقی اور جسمانی کے ساتھ زندہ ہیں، اپنی نورانی قبروں میں اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا رزق کھاتے ہیں، سُنتے ہیں، دیکھتے ہیں، جانتے ہیں، کلام فرماتے ہیں اور سلام کرنے والوں کا جواب دیتے ہیں، چلتے پھرتے اور آتے جاتے ہیں جس طرف چاہتے ہیں تصرّفات فرماتے ہیں اور اپنی امتوں کے احوال واعمال کا مشاہدہ فرماتے ہیں۔

(مقالات کاظمی ج ۲ ص ۲)

عقیدے کی وضاحت کرتے ہوئے حضرت علامہ مفتی امجد علی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

انبیاء کرام علیہم السلام اسی حیاتِ حقیقی کے ساتھ زندہ ہیں جیسے دُنیا میں زندہ تھے، کھاتے پیتے ہیں، جہاں چاہتے ہیں آتے جاتے ہیں، تصدیقِ وعدۂ الٰہیہ کے لئے ایک آن کو ان پر موت طاری ہوئی پھر بدستور زندہ ہو گئے ان کی حیات، حیات شہداء سے بہت ارفع و اعلیٰ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ شہید کا ترکہ تقسیم ہوگا اس کی بیوی عدّت کے بعد نکاح کر سکتی ہے بخلاف انبیاء علیہم السلام کے کہ وہاں یہ جائز نہیں یعنی انبیاء علیہم السلام کے وصال ظاہری کے بعد ان کی ازواج رضی اللہ عنہن سے نکاح کرنا منع ہے جس کی وجہ ہے کہ وہ زندہ ہیں۔ (بہار شریعت ج ۱ ص ۱۷)

عقیدے کی وضاحت کے بعد اب ہم حیاتِ انبیاء علیہم السلام کے ثبوت پر قرآن کریم، احادیثِ مبارکہ اور بزرگانِ دین رحمہم اللہ کے نظریات اور آخر میں منکرین کے اکابرین کی کتابوں سے اس کا ثبوت پیش کریں گے۔ امید ہے منکرین عدمِ تعصب وعناد کا مظاہرہ کر کے اپنے عقیدے کی اصلاح کریں گے۔

واللہ یھدی من یشاء الیٰ صراط مستقیم

قرآن سے حیاتِ انبیاء علیہم السلام کا ثبوت

﴿جو اللہ کی راہ میں مارا جائے اسے مُردہ مت کہو﴾

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ بَلْ اَحْيَاءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ

(پارہ ۲ سورہ بقرہ آیت ۱۵۴)

ترجمہ کنز الایمان: اور جو خدا کی راہ میں مارے جائیں انہیں مُردہ نہ کہو بلکہ وہ زندہ ہیں ہاں تمہیں خبر نہیں۔

ایک اور جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ فَرِحِيْنَ بِمَا اٰتَاهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَيَسْتَبْشِرُوْنَ بِالَّذِيْنَ لَمْ يَلْحَقُوْا بِهِمْ مِّنْ خَلْفِهِمْ اَلَّا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ (سورہ آل عمران آیت ۱۶۹ پارہ ۴)

ترجمہ کنز الایمان: اور جو اللہ کی راہ میں مارے گئے ہرگز انہیں مُردہ خیال نہ کرنا بلکہ وہ اپنے ربّ کے پاس زندہ ہیں روزی پاتے ہیں شاد ہیں اس پر جو اللہ نے انہیں اپنے فضل سے دیا اور خوشیاں منا رہے ہیں اپنے پچھلوں کی جو ابھی ان سے نہ ملے کہ ان پر نہ کچھ اندیشہ ہے اور نہ کچھ غم۔

تشریح: یہ آیاتِ مبارکہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات پر دلیل ہیں کیونکہ یہ آیات شہداء کی حیات پر صراحت کے ساتھ دلالت کر رہی ہیں تو انبیاء کرام علیہم السلام کا مرتبہ و مقام شہداء سے بہت اعلیٰ و افضل اور بلند ہے لہٰذا ان کے لئے حیات بدرجہ اولیٰ ثابت ہو جائے گی۔

کیونکہ ایک اُمتی اور عام سپاہی جب اللہ تعالیٰ کی راہ میں قتل ہونے سے اپنی قبر میں زندہ ہے تو ماننا پڑے گا کہ اس اُمتی و غلام کا آقا بھی اپنی قبر میں زندہ ہے۔

حضرت جنید بغداری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

مَنْ كَانَتْ حَيَاتُهٗ بِنَفْسِهٖ يَكُوْنُ مَمَاتُهٗ بِذِهَابِ رُوْحِهٖ وَمَنْ كَانَتْ حَيَاتُهٗ بِرَبِّهٖ فَاِنَّهٗ يَنْتَقِلُ مِنْ حَيَاةِ الطَّبْعِ اَيْ حَيَاةِ الْاَصْلِيْ وَهِيَ حَيَاةُ الْحَقِيْقَةِ وَاِذَا كَانَ الْقَتِيْلُ بِسَيْفِ

الشَّرِيْعَةِ حَيًّا مَرْزُوْقًا فَكَيْفَ مَنْ قُتِلَ بِسَيْفِ الصِّدْقِ وَالْحَقِيْقَةِ (روح البیان)

ترجمہ: وہ شخص جو بنفسہ زندہ ہے وہ اپنی رُوح کے نکلنے سے مُردہ ہو جاتا ہے اور وہ شخص جو اپنے رب تعالیٰ کے ساتھ زندہ ہے تو وہ حیات طبعی سے حیاتِ اصلی کی طرف منتقل ہو جاتا ہے اور یہ حقیقی ہے۔ (لہٰذا ثابت ہوا) کہ جو شریعت کی تلوار سے قتل ہونے والا زندہ ہے اور اسے رزق بھی دیا جاتا ہے تو صدق اور حقیقت کی تلوار سے قتل ہونے والا کیسے مُردہ ہو سکتا ہے۔

﴿حضور ﷺ کا رحمۃ اللعالمین ﷺ ہونا آپ ﷺ کی حیات کا تقاضا کرتا ہے﴾

ایک اور جگہ ارشاد ربانی ہے۔

وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ (سورہ انبیاء پارہ ۱۷ آیت ۱۰۷)

ترجمہ کنز الایمان: اور ہم نے تمہیں نہیں بھیجا مگر رحمت سارے جہان کے لئے۔

تشریح: اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ حضور نبی کریم ﷺ کو تمام عالمین کے لئے رحمت بنا کر بھیجا گیا ہے اور آپ ﷺ کا رحمت ہونا عام ہے، مومن کے لئے بھی اور کافر کے لئے بھی کیونکہ آپ ﷺ کی وجہ سے عذاب کے اندر تاخیر ہوئی اور کفار کے چہرے مسخ نہ ہوئے اور دُنیا میں عذات الٰہی سے محفوظ رہے اور آپ ﷺ کا رحمت ہونا تمام جہانوں کے لئے ہے یعنی عالمِ ارواح ہو یا عالمِ اجسام یا عالمِ دُنیا اور جمیع مخلوقات چاہے ذوی العقول (عقل والے یعنی انسان) اور غیر ذوی العقول (بے عقل یعنی جانور وغیرہ) ہوں۔ لہٰذا ماننا پڑے گا کہ آپ ﷺ اپنی ظاہری حیات میں بھی رحمت ہیں اور بعد وفاتِ ظاہری بھی رحمت۔ اور تمام عالمین کے لئے رحمت ہونا آپ کی حیات کا تقاضا کرتا ہے۔

﴿یہ آیت بھی حیات مصطفیٰ ﷺ کا اعلان کر رہی ہے﴾

وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا (سورہ نساء پارہ ۴ آیت ۶۴)

ترجمہ کنز الایمان: اور جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں تو اے محبوب ﷺ تمہارے حضور حاضر ہوں اور پھر اللہ سے معافی چاہیں اور رسول ﷺ ان کی شفاعت فرمائے تو ضرور اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا پائیں گے۔

تشریح: اس آیت کریمہ میں حضور نبی کریم ﷺ کی بارگاہِ بے کس پناہ میں حاضر ہو کر مغفرت طلب کرنے اور حضور ﷺ کا ان کے لئے شفاعت کرنے کا حکم عام ہے یعنی آپ ﷺ کی حیاتِ ظاہری میں بھی اور آپ کے وصال ظاہری کے بعد بھی آپ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر مغفرت طلب کریں تو حضور علیہ السلام اس

کی شفاعت کریں گے۔ جیسا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

قَدِمَ عَلَيْنَا اَعْرَابِیٌّ بَعْدَ مَادَفَنَّا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِثَلَاثَةِ اَيَّامٍ فَرَمٰى بِنَفْسِهٖ عَلٰى قَبْرِهٖ فَحَثَّا عَلٰى رَاْسِهٖ مِنْ تُرَابِهٖ وَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ وَجِئْتُكَ تَسْتَغْفِرْلِیْ فَنُوْدِیَ مِنَ الْقَبْرِ قَدْ غُفِرَلَكَ ۔

ترجمہ: (حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں) ایک اعرابی رسول اللہ ﷺ کی تدفین کے تین دن بعد ہمارے پاس آیا پس اس نے اپنے آپ کو حضور ﷺ کی قبر شریف کے ساتھ رگڑا اور اپنے سر پر قبر کی مٹی ڈالنا شروع کر دی اور عرض کرنے لگا یارسول اللہ ﷺ میں اپنی جان پر ظلم کر بیٹھا ہوں اور آپ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا ہوں کہ آپ ﷺ میرے لئے مغفرت طلب کریں تو قبر انور سے آواز آئی تحقیق تیری مغفرت کر دی گئی۔

تشریح: اس حدیث پاک سے پتہ چلا کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا عقیدہ تھا کہ حضور ﷺ حیات ہیں اور اپنے غلاموں کی شفاعت فرماتے ہیں ورنہ اعرابی کا قبر انور پر حاضر ہونے اور شفاعت کا سوال کرنے کا اور کیا مطلب ہوسکتا ہے۔

احادیث سے حیاتِ انبیاء علیہم السلام کا ثبوت

﴿انبیاء علیہم السلام کو قبروں میں رزق دیا جاتا ہے﴾

اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ عَلَى الْاَرْضِ اَنْ تَاْكُلَ اَجْسَادَ الْاَنْبِيَآءِ فَنَبِیُّ اللّٰهِ حَیٌّ يُرْزَقُ

(ابن ماجہ۔ مشکوٰۃ شریف ص ۱۲۱)

ترجمہ: بیشک اللہ تعالیٰ نے زمین پر انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے اجسام کو کھانا حرام فرما دیا ہے پس اللہ عزوجل کے نبی زندہ ہوتے ہیں اور انہیں رزق بھی دیا جاتا ہے۔

ایک اور حدیث میں معراج کا واقعہ بیان فرماتے ہوئے سرکارِ دوعالم ﷺ فرماتے ہیں۔

﴿حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی قبر میں نماز پڑھ رہے تھے﴾

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَرْتُ عَلٰى مُوْسٰى وَهُوَ يُصَلِّیْ فِیْ قَبْرِهٖ

(مسلم شریف ج ۲ ص ۲۶۸)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا (معراج کی رات) میں موسیٰ علیہ السلام کی قبر پر سے گزرا تو

آپ علیہ السلام اپنی قبر میں نماز ادا فرما رہے تھے۔

ایک اور حدیث میں معراج کا واقعہ بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

مَرَرْتُ عَلٰی مُوْسٰی لَیْلَۃَ اُسْرِیَ عِنْدَ الْکَثِیْبِ الْاَحْمَرِ وَ ھُوَ قَائِمٌ یُصَلِّیْ فِیْ قَبْرِہٖ (القول البدیع)

ترجمہ: معراج کی رات میں سرخ وادی پر سے موسیٰ علیہ السلام کے پاس سے گزرا تو وہ اپنی قبر میں نماز ادا فرما رہے تھے۔

ایک اور حدیث میں ہے:

کَاَنِّیْ اَنْظُرُ اِلٰی مُوْسٰی وَاقِعًا اِصْبَعَیْہِ فِیْ اُذُنَیْہِ (شفاء السقام ص ۱۳۸)

ترجمہ: گویا کہ میں موسیٰ علیہ السلام کو دیکھ رہا ہوں کہ وہ اپنی انگلیاں کانوں میں رکھے ہوئے ہیں۔

ایک اور جگہ فرمایا:

کَاَنِّیْ اَنْظُرُ اِلٰی مُوْسٰی عَلَیْہِ السَّلَامُ ہَابِطًا مِنَ الثَّنِیَّۃِ بِالتَّلْبِیَۃِ (مسلم شریف ج ۲ ص ۶۲۹)

ترجمہ: گویا کہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو گھاٹی سے تلبیہ کہتے ہوئے اترتا دیکھ رہا ہوں۔

﴿انبیاء کرام علیہم السلام قبور میں نماز پڑھتے ہیں﴾

ایک اور حدیث میں ہے:

اَلْاَنْبِیَاءُ اَحْیَاءٌ فِیْ قُبُوْرِھِمْ یُصَلُّوْنَ (خصائص کبریٰ ص ۲۸۱ ج ۲)

ترجمہ: انبیاء علیہم السلام اپنی قبور میں زندہ ہیں اور نماز بھی پڑھتے ہیں۔

﴿زمین انبیاء کرام علیہم السلام کے جسموں کو نہیں کھا سکتی﴾

ایک اور حدیث میں ہے:

اِنَّ اللّٰہَ حَرَّمَ عَلَی الْاَرْضِ اَنْ تَاْکُلَ اَجْسَادَ الْاَنْبِیَاءِ (ابوداؤد، ابن ماجہ، دارمی، بیہقی، مشکوٰۃ شریف ص ۱۲۰)

ترجمہ: بیشک اللہ تعالیٰ نے زمین پر انبیاء علیہم السلام کے جسموں کو (کھانا) حرام فرما دیا ہے۔

﴿معراج کی رات تمام انبیاء علیہم السلام نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء کی﴾

قَدْ رَاَیْتُنِیْ فِیْ جَمَاعَۃٍ مِنَ الْاَنْبِیَاءِ فَاِذَا مُوْسٰی قَائِمٌ یُّصَلِّیْ فَاِذَا رَجُلٌ ضَرْبٌ جَعْدٌ کَاَنَّہٗ مِنْ رِجَالِ شَنُوْءَۃَ وَاِذَا عِیْسٰی قَائِمٌ یُّصَلِّیْ اَشْبَہُ النَّاسِ بِہٖ صَاحِبُکُمْ یَعْنِیْ نَفْسَہٗ فَقَامَتِ الصَّلٰوۃُ اَمَمْتُھُمْ ۔ (مسلم شریف۔ مشکوٰۃ شریف ص ۵۲۹۔۵۳۰)

ترجمہ: تحقیق میں (یعنی حضور نبی کریم ﷺ) نے اپنے آپ کو انبیاء کرام علیہم السلام کی جماعت میں دیکھا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کھڑے ہو کر نماز ادا فرما رہے تھے آپ علیہ السلام درمیانے قد اور گھنگریالے بالوں والے تھے گویا کہ وہ شنود کے لوگوں میں سے تھے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی کھڑے نماز ادا فرما رہے تھے اور وہ تمہارے صاحب یعنی میرے ہم شکل تھے۔ پھر نماز کھڑی ہوگئی اور میں نے تمام انبیاء علیہم السلام کی امامت کرائی۔

﴿حضور ﷺ کی قبر انور سے اذان کی آواز آتی﴾

جب یزید نے مدینہ شریف پر حملہ کیا اور مسجد نبوی میں اذان دینے اور نماز ادا کرنے پر پابندی عائد کر دی تو اسی دوران صحابہ کرام و تابعین عظام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم نے حضور نبی کریم ﷺ کی قبر انور سے اذان کی آوازیں سنیں جن میں سے چند واقعات ذکر کئے جاتے ہیں۔

چنانچہ حضرت سعید بن میتب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

وَمَايَاْتِيْ وَقْتَ الصَّلٰوةِ اِلَّا سَمِعْتُ الْاَذَانَ مِنَ الْقَبْرِ ۔ (الحاوی للفتاوی ج ۲ ص ۲۶۶)

ترجمہ: کسی بھی نماز کا وقت ایسا نہیں آیا کہ میں نے حضور نبی کریم ﷺ کی قبر انور سے اذان کی آواز نہ سنی ہو۔

ایک اور حدیث میں ہے:

لَمْ اَزَلْ اَسْمَعُ الْاَذَانَ وَالْاِقَامَةَ مِنْ قَبْرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيَّامَ حَرَّةَ حَتّٰى عَادَ النَّاسُ ۔

ترجمہ: (حضرت زبیر بن بقار رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ) میں روزانہ ایام حرۃ کے دوران رسول اللہ ﷺ کی قبر انور سے اذان اور اقامت کی آواز سنتا تھا یہاں تک کہ لوگ واپس آ گئے۔

ایک اور حدیث میں ہے:

كَانَ لَا يَعْرِفُ وَقْتَ الصَّلَاةِ اِلَّا بِهِمْهِمَةٍ مِنْ قَبْرِ النَّبِيِّ ۔ (زرقانی علی المواہب ص ۳۳۳ ج ۵)

ترجمہ: نماز کا پتہ نہیں چلتا تھا لیکن نبی کریم ﷺ کی قبر انور سے گنگناہٹ کی آواز سے پتہ چل جاتا کہ نماز کا وقت ہو گیا ہے۔

﴿وصال ظاہری کے بعد بھی تمہارا درود مجھے پہنچ جاتا ہے﴾

حضور نبی کریم ﷺ کا فرمان عالیشان ہے:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَكْثِرُو الصَّلٰوةَ عَلَيَّ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَاِنَّهُ مَشْهُوْدٌ

يَشْهَدُهُ الْمَلَائِكَةُ فَاِنَّ اَحَدًا لَمْ يُصَلِّ اِلَّا عُرِضَتْ عَلَيَّ صَلَاتُهُ حَتّٰى يَفْرُغَ مِنْهَا قَالَ قُلْتُ بَعْدَ الْمَوْتِ قَالَ وَ بَعْدَ الْمَوْتِ اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ عَلَى الْاَرْضِ اَنْ تَاْكُلَ اَجْسَادَ الْاَنْبِيَآءِ فَنَبِيُّ اللّٰهِ حَيٌّ يُرْزَقُ ۔ (مشکوۃ شریف ص ۱۲۱) (ابن ماجہ) (جلد الافہام ص ۲۳۰)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جمعہ کے دن مجھ پر درود پاک کثرت سے پڑھا کرو کیونکہ یہ یوم مشہود ہے اور اس دن فرشتے حاضر ہوتے ہیں اور جو شخص مجھ پر درود پڑھتا ہے تو اس کے فارغ ہونے تک وہ درود مجھ تک پہنچ جاتا ہے۔ میں (حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ) نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ کیا وصال کے بعد بھی؟ فرمایا ہاں وصال کے بعد بھی۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ وہ انبیاء کرام علیہم السلام کے جسموں کو کھائے۔ پس اللہ کے نبی زندہ ہیں اور انہیں رزق بھی دیا جاتا ہے۔

﴿وصال ظاہری کے بعد بھی تمہارا درود میں سنتا ہوں﴾

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ مِنْ اَفْضَلَ اَيَّامِكُمْ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فِيْهِ خُلِقَ آدَمُ وَفِيْهِ قُبِضَ وَفِيْهِ نَفْخَةٌ وَفِيْهِ صَعْقَةٌ فَاَكْثِرُوْا عَلَيَّ مِنَ الصَّلَاةِ فَاِنَّ صَلَاتَكُمْ مَعْرُوْضَةٌ عَلَيَّ فَقَالَ رَجُلٌ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَيْفَ تُعْرَضُ صَلٰوتُنَا عَلَيْكَ وَ قَدْ اَرَمْتَ يَعْنِيْ بَلَيْتَ فَقَالَ اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ عَلَى الْاَرْضِ اَنْ تَاْكُلَ اَجْسَادَ الْاَنْبِيَآءِ

(ابن ماجہ ص ۷۶)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا تمہارے ایام میں سے افضل و بہتر جمعہ کا دن ہے اس دن میں حضرت آدم علیہ السلام پیدا ہوئے اور اس دن میں آپ کی رُوح مبارک قبض کی گئی اور اس دن صور پھونکا جائے گا۔ لہٰذا اس دن تم مجھ پر درود پاک کی کثرت کیا کرو کیونکہ تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔

(حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ نے عرض کی) یارسول اللہ ﷺ ہمارا درود پاک آپ ﷺ کی بارگاہ میں کیسے پیش کیا جاتا ہے جبکہ آپ ﷺ کا جسم بوسیدہ ہو چکا ہوگا؟ آپ ﷺ نے فرمایا بے شک اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ وہ انبیاء علیہم السلام کے جسموں کو کھائے۔

﴿رسول اللہ ﷺ کی زندگی اور موت میں کوئی فرق نہیں﴾

رسول اللہ ﷺ کا فرمان عالیشان ہے کہ میری زندگی اور میری موت دونوں تمہارے لئے بہتر ہیں۔

(خصائص کبریٰ ج ۲ ص ۲۸۰)

﴾قبرانور سے مغفرت کی بشارت﴿

قَدِمَ عَلَيْنَا اَعْرَابِیٌّ بَعْدَ مَادَفَنَّا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِثَلَاثَةِ اَيَّامٍ فَرَمٰی بِنَفْسِهٖ عَلٰى قَبْرِهٖ فَحَثَّا عَلٰى رَاْسِهٖ مِنْ تُرَابِهٖ وَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ وَجِئْتُكَ تَسْتَغْفِرْلِیْ فَنُوْدِیَ مِنَ الْقَبْرِ قَدْ غُفِرَلَكَ (شواہد الحق ص ۸۷)

ترجمہ: (حضرت علی رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں۔) ایک اعرابی (دیہاتی) رسول اللہ ﷺ کے دفن ہونے کے تین دن بعد ہمارے پاس آیا اس نے اپنے آپ کو حضور ﷺ کی قبر انور پر گرا دیا اور اپنے سر پر قبر انور کی خاک ڈالنا شروع کر دی اور عرض کی یارسول اللہ میں اپنی جان پر ظلم کر بیٹھا ہوں اور اب آپ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوں آپ میرے لئے مغفرت طلب فرمائیں تو قبر سے آواز آئی تجھے بخش دیا گیا۔

خلاصہ: ان احادیثِ مبارکہ سے یہ مسئلہ روز روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ انبیاء کرام علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں انہیں رزق بھی ملتا ہے اور وہ اپنی اُمت کے احوال پر بھی مطلع ہیں اور بعد وصال ظاہری بھی اپنے غلاموں کی بخشش کا سامان کرتے رہتے ہیں۔

اس کے علاوہ بھی کئی احادیثِ مبارکہ حیاتِ انبیاء علیہم السلام پر دلالت کرتی ہیں لیکن طوالت کی وجہ سے انہیں پر اکتفا کیا جاتا ہے۔



حیاتِ انبیاء علیہم السلام کے بارے صحابہ کا عقیدہ

﴿حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا عقیدہ﴾

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

لَـمَّامَرَضَ اَبِیْ اَوْصٰی اَنْ یُّوْتِیَ بِہٖ اِلٰی قَبْرِ النَّبِیِّ وَیُسْتَاْذَنُ لَہٗ وَ یَقُلْ ھٰذَا اَبُوْبَکْرٍ یَدْفَنُ عَـنْـدَکَ یَـا رَسُـوْلَ اللّٰہِ فَاِنْ اَذِنَ لَکُمْ فَادْفِنُوْنِیْ وَاِنْ لَّمْ یُؤْذَنْ بِکُمْ فَاذْھَبُوْ اِلَی الْبَقِیْعِ فَـاُتِـیَ بِـہٖ اِلَی الْبَابِ فَقِیْلَ ھٰذَا اَبُوْبَکْرٍ قَدْ اِشْتَھٰی اَنْ یَدْفِنَ عَنْدَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَـلَیْـہِ وَسَـلَّـمَ وَقَـدْ وَصانَا فَاِنْ اُذِنَ لَنَا دَخَلْنَاوَاِنْ لَّمْ یُوْذَنْ لَنا صَرَفْنَا فُنُوْدِیْنَا اُدْخُلُوْ اوَکَرَامَةً سَمِعْنَا کَلَامًا وَلَمْ نَرَا اَحَدًا (خصائص کبریٰ۔نور الابصار ص ۶۵)

ترجمہ: (حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں) جب میرے والدمحترم حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بیمار ہو گئے تو انہوں نے مجھے وصیت فرمائی کہ مجھے حضور نبی کریم ﷺ کی قبر انور کے پاس لے جانا اور اس طرح اجازت طلب کرنا کہ یارسول اللہ ﷺ یہ ابوبکر ہیں کیا آپ ﷺ کے پاس دفن کر دیں اگر آپ اجازت مرحمت فرما دیں تو مجھے آپ کے پاس دفن کر دینا اور اگر اجازت نہ دیں تو مجھے بقیع شریف میں دفن کر دینا۔ چنانچہ وصال کے بعد جب آپ کو حجرہ مبارکہ کے پاس دروازے پر لایا گیا اور اس طرح کہا گیا کہ یہ ابوبکر ہیں اور خواہش کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس دفن ہوں اور انہوں نے ہم کو وصیت فرمائی تھی کہ اگر آپ اجازت فرمائیں تو ہم داخل ہو جائیں اور اگر آپ اجازت نہ دیں تو ہم واپس چلے جائیں تو حجرہ مبارکہ سے آواز آئی کہ انہیں داخل کر دو ہم نے یہ کلام سنا لیکن بولنے والا نظر نہیں آیا۔

خصائص کبریٰ کی روایت میں ہے کہ حجرہ انور سے آواز آئی دوست کو دوست کے ساتھ ملا دو بے شک دوست اپنے دوست سے ملنے کا مشتاق ہے۔

خلاصہ::اس روایت سے پتہ چلا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا عقیدہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ زندہ ہیں اور اپنے غلاموں کی سُنتے ہیں اور ان کی تمناؤں کو پورا بھی فرماتے ہیں۔

﴿حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا عقیدہ﴾

وَقَعَ رَجُلٌ فِیْ عَلِیٍّ عِنْدَ عُمَرَ ابْنِ الْخَطَّابِ فَقَالَهٗ عُمَرُ ابْنُ الْخَطَّابِ مَحَّكَ اللّٰهُ لَقَدْ اٰذَيْتَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِیْ قَبْرِهٖ ۔

ترجمہ: کسی شخص نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو برا بھلا کہا تو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا اللہ تعالیٰ تجھے ذلیل و رُسوا کرے تحقیق تُو نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قبر مبارک میں اذیت پہنچائی۔

خلاصہ: ثابت ہوا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا یہ عقیدہ ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر انور میں حیات ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم خوشی و مسرت یا دکھ تکلیف بھی محسوس کرتے ہیں۔

﴿حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا عقیدہ﴾

اَحْلِفُ تِسْعًا اَنَّهٗ قُتِلَ قَتْلًا اَحَبَّ اِلَیَّ مِنْ اَنْ اَحْلِفَ وَاحِدَةً اِنِّیْ لَمْ (زرقانی علی المواہب ص۳۱۳ ج ۸)

ترجمہ: (حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ) میں ۹ بار حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت کی قسم کھانا زیادہ پسند کرتا ہوں بہ نسبت اس کے کہ میں ایک مرتبہ کہوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم شہید نہیں کیے گئے۔

خلاصہ: حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کا عقیدہ ہے اور ساتھ ہی قسم کھا کر ارشاد فرما رہے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم شہید ہیں اور شہید قرآن کی رو سے زندہ ہیں اور اسے رزق بھی دیا جاتا ہے لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اپنی قبر میں زندہ ہیں۔

﴿حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا عقیدہ﴾

عَنْ عَائِشَةَ كُنْتُ اَدْخُلُ الْبَيْتِیْ الَّذِیْ فِيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاِنِّیْ وَاضِعُ ثَوْبِیْ وَاَقُوْلُ اِنَّمَا هُوَزَوْجِیْ وَاَبِیْ فَلَمَّا دُفِنَ عُمَرُ مَعَهُمَا فَوَ اللّٰهِ مَادَخَلْتُهٗ اِلَّا وَاَنَا مَشْدُوْدَةٌ عَلَیَّ ثِيَابِیْ حَيَاءً مِنْ عُمَرَ (مسند امام احمد) (مشکوۃ شریف ص۱۵۴)

ترجمہ: (حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ) میں جب اپنے حجرے (یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مزار اقدس) میں داخل ہوتی تو پردہ نہ کرتی تھی اور کہتی کہ یہ میرے شوہر (حضور صلی اللہ علیہ وسلم) اور دوسرے میرے والد محترم (حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ) ہیں (یعنی شوہر اور والد سے پردہ نہیں ہوتا اس لئے میں پردہ نہ کرتی) لیکن جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان دونوں

بزرگوں کے ساتھ دفن ہوئے تو پھر میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے حیاء کی وجہ سے خوب اچھی طرح پردہ کر کے جاتی۔

خلاصہ: ثابت ہوا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا عقیدہ ہے کہ انبیاء و اولیاء اپنی قبروں میں زندہ ہیں ورنہ اپنے شوہر اور باپ سے پردہ نہ کرنے اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے بعد وصال بھی پردہ کرنے کا اور کیا مطلب ہوسکتا ہے۔

ایک اور روایت میں ہے:

اِنَّهَا كَانَتْ تَسْمَعُ صَوْتَ الْوَتْدِ يُوْتِدُ وَالْمِسْمَارُ يَغْرِبُ فِيْ بَعْضِ الدُّوَرِ الْمُلْحِقَةِ بِمَسْجِدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ فَتَوَسَّلَ اِلَيْهِمْ لَا تُؤْذُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ۔

(شفاء السقام ص ۱۵۴۔۱۵۵)

ترجمہ: (حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا) حضور نبی کریم ﷺ کی مسجد کے ساتھ ملحق گھروں میں کیل یا میخ ٹھونکنے کی آواز سنتیں تو ان اہل خانہ کے پاس پیغام بھیجتیں کہ رسول اللہ ﷺ کو اذیت مت دو۔

خلاصہ: پتہ چلا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا عقیدہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنی قبر انور کے اندر زندہ ہیں اور آپ کو شور وغل سے اذیت بھی پہنچتی ہے کیونکہ تکلیف وہی محسوس کرتا ہے جو زندہ ہو۔

﴿حضرت صفیہ کا عقیدہ﴾

اَلَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْتَ رَجَائُنَا ۔

ترجمہ: (حضور نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں التجا کرتے ہوئے حضرت صفیہ عرض کرتی ہیں) یارسول اللہ ﷺ آپ ﷺ ہماری امیدگاہ ہیں۔

خلاصہ: حضرت صفیہ کا حضور ﷺ کی خدمت میں ندا کرنا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ آپ ﷺ اپنی قبر انور میں زندہ ہیں اور اپنے غلاموں کی سنتے ہیں۔

﴿حضرت ابوسعید بن میّب تابعی رضی اللہ عنہ کا عقیدہ﴾

لَيْسَ مِنْ يَوْمٍ لَا تُعْرَضُ عَلَى النَّبِيِّ اَعْمَالُ اُمَّتِهٖ غُدْوَةً وَ عَشِيَّةً فَيَعْرِفُهُمْ بِسِيْمَاهُمْ وَاَعْمَالُهُمْ فَلِذَالِكَ بِشَهِيْدٍ عَلَيْهِمْ ۔ (المواہب الدناج ۲ ص ۳۸۷)

ترجمہ: کوئی دن ایسا نہیں کہ جس میں حضور نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں صبح و شام اعمال پیش نہ ہوتے ہوں اور حضور نبی کریم ﷺ اپنے امتیوں کو ان کی صورتوں اور اعمال کے ساتھ پہچانتے نہ

ہوں اسی وجہ سے آپ ﷺ بروز قیامت ان کی گواہی دیں گے۔

خلاصہ: صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے اقوال ونظریات سے ثابت ہوا کہ حضور نبی کریم ﷺ اپنی قبر انور میں حیات ہیں اور عاصیوں کی بخشش کے لئے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں استغفار بھی کرتے ہیں اور اپنے غلاموں کا درود پاک سنتے اور ان کی حاجتیں بھی پوری کرتے ہیں۔

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے عقائد ونظریات بیان کرنے کے بعد اب چند مستند ومعتبر فقہاء کرام، مفسرین، محدثین اور بزرگانِ دین رحمۃ اللہ علیہم کے نظریات ملاحظہ ہوں۔

بزرگانِ دین رحمۃ اللہ علیہم کے نظریات

﴿ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کا نظریہ﴾

اِنَّهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَيٌّ يُرْزَقُ يَسْتَمِدُّ مِنْهُ الْمَدَدُ الْمُطْلَقُ (مرقاۃ ج ص ۲۸۴)

ترجمہ: بے شک حضور نبی کریم ﷺ زندہ ہیں رزق دیئے جاتے ہیں اور آپ ﷺ سے ہر طرح کی مدد بھی طلب کی جاتی ہے۔

ایک اور جگہ فرماتے ہیں:

لَا فَرْقَ لَهُمْ فِي الْحَالَيْنِ وَلِهٰذَا قِيْلَ اَوْلِيَاءُ اللّٰهِ لَا يَمُوْتُوْنَ وَلٰكِنْ يَنْتَقِلُوْنَ مِنْ دَارٍ اِلٰى دَارٍ (مرقاۃ ص ۲۱۲ ج ۲)

انبیاء کرام علیہم السلام کی دنیاوی اور اخروی زندگی میں کوئی فرق نہیں اسی لئے کہا جاتا ہے کہ اولیاء اللہ مرتے نہیں بلکہ ایک گھر سے دوسرے گھر میں منتقل ہو جاتے ہیں۔

مزید لکھتے ہیں:

اَلْاَنْبِيَآءُ فِيْ قُبُوْرِهِمْ اَحْيَآءٌ (مرقاۃ ج ص ۲۰۹)

ترجمہ: انبیاء کرام علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔

﴿امام قسطلانی کا نظریہ﴾

قَدْ ثَبَتَ اَنَّ الْاَنْبِيَآءَ يَحُجُّوْنَ وَ يُلَبُّوْنَ فَاِنْ قُلْتَ كَيْفَ يُصَلُّوْنَ وَ يَحُجُّوْنَ وَ يُلَبُّوْنَ وَهُمْ اَمْوَاتٌ فِي الدَّارِ وَ لَيْسَتْ دَارُ الْعَمَلِ فَالْجَوَابُ اَنَّهُمْ كَالشُّهَدَاءِ بَلْ اَفْضَلُ مِنْهُمْ وَالشُّهَدَاءُ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ فَلَا يُبْعَدُ اَنْ يَحُجُّوْا وَيُصَلُّوْا۔

ترجمہ: تحقیق ثابت شدہ ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام حج کرتے ہیں اور تلبیہ کہتے ہیں پس اگر تو کہے کہ وہ

کیسے نماز پڑھتے ہیں اور حج ادا کرتے ہیں اور تلبیہ کہتے ہیں حالانکہ وہ اپنے گھروں یعنی قبروں میں ہیں اور قبر دارالعمل نہیں ہے۔ تو جواب یہ ہے کہ وہ شہداء کی طرح ہیں بلکہ ان شہداء سے بھی افضل ہیں اور وہ اپنے ربّ کے پاس رزق دیئے جاتے ہیں لہٰذا اگر وہ حج کریں یا نماز پڑھیں تو یہ عقل سے بعید نہیں۔

﴿علامہ شرنبلالی رحمۃ اللہ علیہ کا نظریہ﴾

وَمِمَّا هُوَ مُقَرَّرٌ عِنْدَ الْمُحَقِّقِيْنَ اَنَّهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَيٌّ يُرْزَقُ مُتَمَتِّعٌ بِجَمِيْعِ الْمَلَاذِ وَالْعِبَادَاتِ غَيْرَ اَنَّهٗ حُجِبَ عَنْ اَبْصَارِ الْقَاصِرِيْنَ عَنْ شَرِيْفِ الْمَقَامَاتِ۔

(مراقی الفلاح ص ۴۴۷)

ترجمہ: محققین کے نزدیک یہ بات تسلیم شدہ ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم زندہ ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو رزق دیا جاتا ہے۔ تمام لذات والی اشیاء اور عبادات سے لذّت حاصل کرتے ہیں۔ لیکن جو بلند مرتبہ پر نہیں پہنچ سکے آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی نظروں سے پوشیدہ ہیں۔

﴿امام زُرقانی رحمۃ اللہ علیہ کا نظریہ﴾

اَلْاَنْبِيَآءُ وَالشُّهَدَآءُ يَاْكُلُوْنَ فِيْ قُبُوْرِهِمْ وَيَشْرَبُوْنَ وَيُصَلُّوْنَ وَ يَصُوْمُوْنَ وَيَحُجُّوْنَ۔

(زُرقانی علی المواھب ج ۵ ص ۳۳۳)

ترجمہ: انبیاء کرام علیہم السلام اور شہداء کرام رحمۃ اللہ علیہ اپنی قبروں میں کھاتے پیتے ہیں اور نماز، روزہ اور حج بھی ادا کرتے ہیں۔

ایک اور جگہ لکھتے ہیں:

لِاَنَّهٗ حَيٌّ فِيْ قَبْرِهٖ يَعْلَمُ بِمَنِيْزُوْرِهٖ وِيَرُدُّ سَلَامَهٗ (زُرقانی ج ۸ ص ۲۹۹)

ترجمہ: آپ (حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم) اپنی قبر میں زندہ ہیں اور اپنی زیارت کرنے والوں کو جانتے ہیں اور سلام کا جواب بھی دیتے ہیں۔

﴿ابراھیم بن شیبان رحمۃ اللہ علیہ کا نظریہ﴾

حَجَجْتُ ثُمَّ حَضَرْتُ الْمَدِيْنَةَ فَتَقَدَّمْتُ اِلَى الْقَبْرِ الشَّرِيْفِ فَسَلَّمْتُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَمِعْتُ مُتَدَاخِلُ الْهُجْرَةِ يَقُوْلُ وَعَلَيْكَ السَّلَامُ۔

(القول البدیع ص ۱۲۰)

ترجمہ: میں حج سے فارغ ہوا پھر مدینہ منورہ حاضر ہوا چنانچہ میں نے رسول اللہ ﷺ کی قبر شریف کے پاس آ کر سلام عرض کیا تو میں نے حجرہ مبارکہ کے اندر سے وعلیکم السلام کی آواز سنی۔

﴿امام نووی رحمۃ اللہ علیہ کا نظریہ﴾

بَلِ الْاَدَبُ اَنْ یَبْعُدَ مِنْهُ كَمَا یَبْعُدُ مِنْهُ لَوْ حَضَرَ فِیْ حَیَاتِهٖ (شواھد الحق ص ۹۳)

ترجمہ: (امام نووی رحمۃ اللہ علیہ حضور نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہونے والے کو ادب سکھاتے ہوئے لکھتے ہیں) ادب یہ ہے کہ قبر انور کی زیارت کرنے والا اتنے فاصلے پر رہے کہ جس طرح وہ اگر آپ کی زندگی میں حاضر ہوتا تو جتنے فاصلے پر ہوتا۔

﴿علامہ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کا نظریہ﴾

اِنَّهٗ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ حَیٌّ فِیْ قَبْرِهٖ یَعْلَمُ بِزَائِرِهٖ ۔ (الجواہر المعظم ص ۴۶)

ترجمہ: بے شک رسول اللہ ﷺ اپنی قبر میں زندہ ہیں اور اپنی زیارت کرنے والوں کو جانتے ہیں۔

ایک اور جگہ لکھتے ہیں:

قَدْ ثَبَتَ حَیَاةُ الْاَنْبِیَآءِ وَلَاشَكَّ اَنَّهَا اَكْمَلُ حَیَاةَ الشُّهَدَآءِ ۔ (الجواہر المعظم ص ۲۶)

ترجمہ: تحقیق انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات ثابت شدہ اور اس میں کوئی شک شبہ نہیں کہ انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات شہداء کی حیات سے زیادہ کامل ہے۔

﴿حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کا نظریہ﴾

مَنْ كَانَتْ حَیَاتُهٗ بِنَفْسِهٖ یَكُوْنُ مَمَاتُهٗ بِذِهَابِ رُوْحِهٖ وَ مَنْ كَانَتْ حَیَاتُهٗ بِرَبِّهٖ فَاِنَّهٗ یَنْتَقِلُ مِنْ حَیَاةِ الطَّبْعِ اَیْ حَیَاةِ الْاَصْلِیْ وَهِیَ حَیَاةُ الْحَقِیْقَةِ وَ اِذَا كَانَ الْقَتِیْلُ بِسَیْفِ الشَّرِیْعَةِ حَیًّا مَرْزُوْقًا فَكَیْفَ مَنْ قُتِلَ بِسَیْفِ الصِّدْقِ وَالْحَقِیْقَةِ

(روح البیان ج ۲ ص ۱۲۵۔۲۶۱)

ترجمہ: جو شخص اپنے نفس کے ساتھ زندہ ہو وہ روح نکل جانے سے مردہ ہو جاتا ہے اور جو اپنے رب تعالیٰ کے ساتھ زندہ ہو وہ مردہ نہیں بلکہ حیات طبعی سے حیات اصلی کی طرف منتقل ہو جاتا ہے۔ جو شریعت کی تلوار سے قتل ہو جائے اور اس کے باوجود زندہ اور اسے رزق بھی دیا جائے تو جو شخص صدق و حقیقت کی تلوار سے قتل ہوا وہ کیسے مردہ ہو سکتا ہے بلکہ وہ اس کی اعلیٰ زندگی ہوگی۔

﴿ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کا نظریہ﴾

وَاِنَّہٗ لَمْ یَقُلْ اَحَدٌ اَنَّ قُبُوْرَھُمْ وَاَرْوَاحَھُمْ غَیْرُ مُعَلَّقَۃٍ بِاَجْسَادِھِمْ لِئَلَّا یَسْمَعُو السَّلَامَ مَنْ یُسَلِّمُ عَلَیْھِمْ وَکَذَا اَوْرَدَاَنَّ الْاَنْبِیَآءَ یُلَبُّوْنَ وَیَحُجُّوْنَ وَنَبِیُّنَا اَوْلٰی بِھٰذِہِ الْکَرَامَۃِ

(جمع الوسائل ص ۳۲۸ ج ۲)

ترجمہ: بے شک یہ بات کوئی بھی نہیں کہتا کہ انبیاء کرام علیہم السلام کی قبور ان کے جسموں سے خالی ہیں اور ان کی ارواح مقدسہ کا ان کے جسموں سے کوئی تعلق نہیں اور جو شخص ان کی بارگاہ میں سلام عرض کرتا ہے وہ نہیں سُنتے۔ لہٰذا انبیاء کرام علیہم السلام کے بارے میں یہ وارد ہوا ہے کہ بے شک یہ حج کرتے ہیں اور تلبیہ کہتے ہیں اور ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کرامات (معجزات) کے سب سے زیادہ حقدار ہیں۔

مزید لکھتے ہیں:

قُلْتُ قَدْ سَبَقَ اَنَّھُمْ اَحْیَآءٌ عِنْدَ رَبِّھِمْ وَاِنَّ اللّٰہَ حَرَّمَ عَلَی الْاَرْضِ اَنْ تَاْکُلَ لُحُوْمَھُمْ ثُمَّ اَجْسَادَھُمْ کَاَرْوَاحٍ لَطِیْفَۃٍ غَیْرُ کَثِیْفَۃٍ فَلَا مَانِعَ لِظُھُوْرِھِمْ فِیْ عَالَمِ الدُّنْیَا وَالْمَلَکُوْتِ عَلٰی وَجْہِ الْکَمَالِ بِقُدْرَۃِ ذِی الْجَلَالِ وَمِمَّا یُؤَیِّدُ تَشَکُّلُ الْاَنْبِیَاءُ عَلٰی وَجْہِ الْجَمْعِ بَیْنَ اَجْسَادِھِمْ وَاَرْوَاحِھِمْ قَوْلُہٗ اِذَا مُوْسٰی قَائِمٌ یُصَلِّیْ فَاِنَّ حَقِیْقَۃَ الصَّلٰوۃِ الْاِتْیَانُ بِالْفِعْلِ الْمُخْتَلِفِ لِا شْبَاحِ لَاَرْوَاحِ (مرقاۃ ج ۱۱ ص ۱۵۷)

ترجمہ: میں کہتا ہوں جیسا کہ یہ بات گزر چکی ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام اپنے ربّ تعالیٰ کے پاس زندہ و حیات ہیں اور بے شک اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام قرار دیا ہے کہ وہ ان کا گوشت کھائے اور ان کے جسم رُوحوں کی طرح لطیف کثافت سے محفوظ ہوتے ہیں لہٰذا ان کے اجسام کے لئے عالمِ دُنیا اور عالمِ ملکوت میں اللہ تعالیٰ کی قدرت سے مکمل طور پر ظاہر ہونے پر کوئی چیز رکاوٹ نہیں۔ (اور معراج کی رات) انبیاء کرام علیہم السلام اپنے رُوح اور جسم کے ساتھ جمع ہونا اس بات میں پختگی پیدا کرتا ہے اور تائید کرتا ہے جس کی دلیل حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ قول ہے کہ میں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کھڑے ہو کر نماز پڑھتے دیکھا۔ لہٰذا نماز ادا کرنا اور دیگر اعمال کا بجالانا اجسام کا کام ہوتا ہے نہ کہ ارواح کا۔

﴿حافظ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ کا نظریہ﴾

قَالَ اَبُوْ عَبْدَاللّٰہِ وَقَالَ شَیْخُنَا اَحْمَدُ بْنُ عُمَرَاِنَّ الْمَوْتَ لَیْسَ بِعَدَمٍ مَحْضٍ وَاِنَّمَا ھُوَ اِنْتِقَالٌ مِنْ حَالٍ اِلٰی حَالٍ وَیَدُلُّ ھٰذَالَکَ اَنَّ الشُّھَدَآءَ بَعْدَ قَتْلِھِمْ وَمَوْتِھِمْ اَحْیَاءٌ عِنْدَ

رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ فَرِحِيْنَ مُسْتَبْشِرِيْنَ هٰذِهٖ صِفَّةُ الْاَحْيَاءِ فِي الدُّنْيَا وَاِذَا كَانَ هٰذَا صِفَةُ الْاَحْيَاءِ فِي الدُّنْيَا وَاِذَا كَانَ هٰذَا فِي الشُّهَدَاءِ كَانَ الْاَنْبِيَآءُ بِذَالِكَ اَحَقُّ وَ اَوْلٰى بِاَنَّ مَوْتَ الْاَنْبِيَآءِ هُوَ رَاجِعٌ اِلٰى اَنْ غِيْبُوْ عَنَّا بِحَيْثُ لَانُدْرِكُهُمْ وَاِنْ كَانُوْا مَوْجُوْدِيْنَ جَاءُوْا ذَالِكَ كَالْحَالِ فِي الْمَلَائِكَةِ فَاِنَّهُمْ اَحْيَاءٌ مَوْجُوْدُوْنَ وَلَاتَرَاهُمْ ۔ (الروح ص ۵۱۔۵۲)

ترجمہ: ابوعبداللہ نے فرمایا کہ ہمارے شیخ احمد بن عمر فرماتے ہیں کہ موت عدم محض نہیں بلکہ ایک حالت سے دوسری حالت میں منتقل ہونے کا نام موت ہے۔ شہداء کے قتل ہو جانے کے بعد اپنے ربّ تعالیٰ کے پاس زندہ ہونا یہ بہت بڑی دلیل ہے انہیں رزق بھی ملتا ہے اور وہ خوش ہوتے ہیں۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ شہداء جب زندہ ہیں تو انبیاء کرام علیہم السلام بدرجہ اولیٰ اس کے حقدار ہیں۔ انبیاء کرام علیہم السلام کی موت کا مطلب یہ ہے کہ وہ ہم سے غائب ہو گئے اور ہم ان کو نہیں دیکھ سکتے حالانکہ وہ زندہ ہیں اور یہ انبیاء علیہم السلام بھی بالکل ملائکہ کی مثل ہو گئے کہ وہ موجود ہیں لیکن ہمیں نظر نہیں آتے۔

﴿علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ کا نظریہ﴾

حَيَاةُ نَبِيِّنَا اَكْمَلُ وَاَتَمُّ مِنْ سَائِرِهِمْ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ (روح المعانی ص ۳۸)

ترجمہ: ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات دوسرے انبیاء کرام علیہم السلام سے کامل واتم ہے۔

﴿امام قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ کا نظریہ﴾

اِنَّ حَيَاةَ الْاَنْبِيَاءِ عَلَيْهِمُ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ ثَابِتَةٌ مَعْلُوْمَةٌ مُسْتَمِرَّةٌ وَنَبِيِّنَا اَفْضَلُهُمْ وَاِذَا كَانَ كَذَالِكَ فَيَنْبَغِيْ اَنْ تَكُوْنَ حَيَاةُ اَكْمَلَ وَ اَتَمَّ مِنْ حَيَاةِ سَائِرِهِمْ

(المواهب الدنیا ص ۳۹۰)

ترجمہ: بے شک انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات ثابت ومعلوم ہے اور دائمی ہے اور ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیاء کرام علیہم السلام سے افضل ہیں اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیاء علیہم السلام سے افضل ہیں تو ثابت ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات بھی ان تمام سے افضل واکمل ہوگی۔

﴿امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کا نظریہ﴾

وَاحْضِرْ قَلْبَكَ لِلنَّبِيِّ وَ شَخْصِهِ الْكَرِيْمِ وَ قُلْ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ وَلْيُصَدِّقْ اَمَلُكَ حَتّٰى بِهٖ يَبْلُغُهٗ وَيَرُدُّ عَلَيْكَ مَا هُوَ مِنْهُ ۔ (احیاء العلوم ج ۱ ص ۱۲۹)

ترجمہ: (سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہونے والے کو ادب سکھاتے ہوئے امام غزالی رحمۃ

اللہ علیہ فرماتے ہیں) اور اپنے قلب میں نبی کریم ﷺ کو حاضر جان کر عرض گزار ہو کہ اے نبی ﷺ آپ ﷺ پر اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اور برکتیں نازل ہوں اور تو اس بات پر یقین رکھ کہ میرا سلام حضور ﷺ کی بارگاہ میں پہنچتا ہے اور آپ ﷺ تیرے سلام سے بہتر جواب ارشاد فرماتے ہیں۔

﴿علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ کا نظریہ﴾

فرمایا ہمارے اصحاب میں سے متکلمین اور محققین نے کہ ہمارے نبی کریم ﷺ اپنے وصال کے بعد زندہ ہیں اور اپنی اُمت کی نیکیوں سے خوش ہوتے ہیں اور اپنے گناہ گار اُمتیوں کے گناہوں پر غمگین ہوتے ہیں اور بے شک جو شخص آپ ﷺ کی بارگاہ میں درود پاک بھیجتا ہے تو وہ درود آپ ﷺ کے پاس پہنچتا ہے۔

(شامی ج ۴ ص ۱۵۱)

﴿امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کا نظریہ﴾

اَلْاَنْبِيَآءُ بَعْدَ قَبْضِ رُدَّتْ عَلَيْهِمْ اَرْوَاحُهُمْ فَهُمْ اَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ كَالشُّهَدَآءِ

(شفاء السقام ص ۱۵۴)

ترجمہ: انبیاء کرام علیہم السلام کی ارواح کو قبض کرنے کے بعد واپس لوٹا دیا جاتا ہے لہٰذا وہ شہداء کی طرح اپنے ربّ تعالیٰ کے پاس زندہ ہیں۔

﴿علامہ تقی الدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ کا نظریہ﴾

اَمَّا حَيَاةُ الْاَنْبِيَآءِ اَعْلٰى وَاَكْمَلُ وَاَتَمُّ مِنَ الْجَمِيْعِ لِاَنَّهَا لِلرُّوْحِ وَ الْجَسَدُ عَلَى الدَّوَامِ عَلٰى مَاكَانَ فِى الدُّنْيَا ۔ (الحاوی للفتاوی ج ۲ ص ۲۶۷)

ترجمہ: بہرحال انبیاء کرام علیہم السلام کی زندگی تمام سے اعلیٰ و اکمل اور اُتم ہے اس لئے کہ ان کی ارواح ان کے اجسام کے ساتھ اس طرح زندہ رہتی ہیں جس طرح دُنیا میں تھیں۔

﴿ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کا نظریہ﴾

لَيْسَ هُنَاكَ مَوْتٌ وَلَافَوْتٌ بَلْ هُوَ اِنْتِقَالٌ مِنْ حَالٍ اِلٰى حَالٍ وَ اِرْتِحَالٌ مِّنَ دَارِ الْحَالِ دَارٌوَ اَنَّ الْمُعْتَمَدَ الْمُحَقِّقَ اَنَّهُ حَيٌّ يُرْزَقُ ۔ (مرقاۃ ج ۱ ص ۲۵۶)

ترجمہ: حضور نبی کریم ﷺ کے لئے نہ موت ہے اور نہ فوت بلکہ ایک حالت سے دوسری حالت میں انتقال ہے اور ایک گھر سے دوسرے گھر کی طرف ہجرت ہے۔ یہ عقیدہ تحقیق شدہ ہے کہ

آپ ﷺ زندہ ہیں اور آپ ﷺ کو رزق بھی دیا جاتا ہے۔

﴿قاضی ابوبکر بن عربی رحمۃ اللہ علیہ کا نظریہ﴾

وَلَا يَمْتَنِعُ رُؤْيَةُ ذَاتِهِ بِجَسَدِهِ الشَّرِيْفَةِ وَرُوْحِهِ وَذَالِكَ لِاَنَّهُ وَسَائِرُ الْاَنْبِيَاءِ اَحْيَاءٌ رُدَّتْ اِلَيْهِمْ اَرْوَاحُهُمْ بَعْدَمَا قُبِضُوْا ۔ (الحاوی للفتاوی ج ۳ ص ۴۵۰)

ترجمہ: حضور نبی کریم ﷺ کا جسمانی اور رُوحانی طور پر دیکھنا ممتنع نہیں اس لئے کہ آپ ﷺ اور تمام انبیاء کرام علیہم السلام زندہ ہیں اور ان کی رُوحیں قبض کرنے کے بعد لوٹا دی جاتی ہیں۔

﴿امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کا نظریہ﴾

حَيَاةُ النَّبِيِّ فِيْ قَبْرِهٖ وَسَائِرُ الْاَنْبِيَاءِ مَعْلُوْمَةٌ عِنْدَنَا عِلْمًا قَطْعِيًّا وَالْقَائِمَةُ عِنْدَنَا مِنَ الْاَدِلَّةِ فِيْ ذَالِكَ وَتَوَاتَرَتْ بِهِ الْاَخْبَارُ ۔ (الحاوی للفتاوی ج ۲ ص ۲۶۴)

ترجمہ: حضور نبی کریم ﷺ کی قبر انور کے اندر حیات اور باقی تمام انبیاء کی حیات ایک ایسا معاملہ ہے جو ہمیں علم قطعی کے ساتھ معلوم ہوا ہے چنانچہ ہمارے نزدیک دلائل قطعی قائم ہو چکے ہیں اور اس بارے میں روایات درجہ تواتر تک پہنچ چکی ہیں۔

﴿علامہ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ کا نظریہ﴾

يُؤْخَذُ مِنْ هٰذِهِ الْاَحَادِيْثِ اَنَّهٗ حَيٌّ عَلَى الدَّوَامِ وَذَالِكَ اَنَّهٗ مَحَالٌ عَادَةً اَنْ يَّخْلُو الْوُجُوْدَ كُلَّهٗ مِنْ وَاحِدٍ سَلَامٌ عَلَيْهِ فِيْ لَيْلٍ وَ نَهَارٍ وَ نَحْنُ نُؤْمِنُ وَ نُصَدِّقُ بِاَنَّهٗ حَيٌّ يُرْزَقُ فِيْ قَبْرِهٖ وَ اِنَّ جَسَدَهُ الشَّرِيْفَ لَا تَاْكُلُهُ الْاَرْضُ وَالْاِجْمَاعُ عَلٰى هٰذَا ۔

(القول البدیع ص ۱۶۷)

ترجمہ: ان احادیثِ مبارکہ سے واضح ہے کہ نبی کریم ﷺ ہمیشہ زندہ ہیں اور یہ بات عادی طور پر محال ہے کہ کوئی دن یا رات آپ ﷺ پر سلام پڑھنے سے خالی ہو اور ہم اس بات پر ایمان رکھتے ہیں اور تصدیق کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ اپنی قبر شریف میں زندہ ہیں اور زمین آپ ﷺ کے جسم شریف کو نہیں کھا سکتی۔ اور آپ ﷺ کی حیات پر اجماع ہے۔

﴿علامہ یوسف بن اسماعیل نبہانی رحمۃ اللہ علیہ کا نظریہ﴾

حَيَاةُ الْاَنْبِيَاءِ فِيْ قُبُوْرِهِمْ ثَابِتَةٌ بِاَدِلَّةٍ كَثِيْرَةٍ اِسْتَدَلَّ بِهَا اَهْلُ السُّنَّةِ وَ كَذَا حَيَاةُ

الشُّهَدَاءِ وَالْاَوْلِيَاءِ ۔ (شواہد الحق ص ۱۲۷)

ترجمہ: حیاتِ انبیاء علیہم السلام اُن کی قبروں میں بے شمار دلائل کے ساتھ ثابت ہے اور اہل سنت نے اسی سے دلیل پکڑی ہے اور اسی طرح شہداء اور اولیاء کی حیات ہے۔

﴿قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ کا نظریہ﴾

بَلْ حَيَاةُ الْاَنْبِيَاءِ مِنْهُمْ وَاَشَدُّ ظُهُوْرُ اٰثَارِهَا فِي الْخَارِجِ حَتّٰى لَا يَجُوْزَ النِّكَاحُ بِاَزْوَاجِ النَّبِيِّ بِخَلَافِ الشُّهَدَاءِ ۔ (تفسیر مظہری ص ۱۵۲ ج ۱)

ترجمہ: انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات زیادہ قوی ہے شہداء کی حیات سے یہاں تک کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن سے نکاح کرنا جائز نہیں بخلافِ شہداء کے (یعنی شہداء کی بیویوں سے نکاح کرنا جائز ہے لیکن حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال ظاہری کے بعد ان کی ازواج رضی اللہ عنہن سے نکاح جائز نہیں جس سے ثابت ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر انور میں زندہ ہیں)۔

﴿شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا نظریہ﴾

وحیاتِ انبیائے کرام علیہم السلام متفق علیه است هیچ کس رادر خلافی نیت حیات جسمانی و دنیاوی حقیقی نه حیات مصنوعی رُوحانی ۔ (مدارج النبوت ج ۲ ص ۲۲۷)

ترجمہ: انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات پر تمام کا اتفاق ہے کسی کو بھی اس میں اختلاف نہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جسمانی حیات، دنیاوی اور حقیقی ہے رُوحانی یا مصنوعی نہیں۔

﴿شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا نظریہ﴾

اِنَّ الْاَنْبِيَاءَ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ لَا يَمُوْتُوْنَ اِنَّهُمْ يُصَلُّوْنَ وَ يَحُجُّوْنَ فِيْ قُبُوْرِهِمْ ۔
(فیوض الحرمین ص ۸۴)

ترجمہ: بے شک انبیاء علیہم السلام فوت نہیں ہوتے وہ اپنی قبور میں نماز پڑھتے ہیں اور حج بھی کرتے ہیں۔

تشریح: بزرگانِ دین کے نظریات سے یہ مسئلہ اظہر من الشمس ہوا کہ انبیاء کرام علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں انہیں رزق بھی ملتا ہے اور جہاں چاہیں تصرف بھی فرما سکتے ہیں اُن کی موت ایک لمحے کے لئے ہوتی ہے تاکہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ "كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ "ہر نفس نے موت چکھنی ہے پورا ہو اس کے بعد ان کی رُوح لوٹا دی جاتی ہے۔

اکابرینِ دیوبند کے نظریات

﴿انور کاشمیری کا نظریہ﴾

مَعْنَاہُ اَرْوَاحُ الْاَنْبِیَاءِ عَلَیْھِمُ السَّلَامُ لَیْسَتْ بِمُعَطَّلَةٍ عَنِ الْعِبَادَاتِ الطَّیِّبَةِ وَالْاَفْعَالِ الْمُبَارَکَةِ بَلْ ھُمْ مَشْغُوْلُوْنَ فِیْ قُبُوْرِھِمْ اَیْضًا کَمَا کَانُوْ مَشْغُوْلِیْنَ حِیْنَ حَیَاتُھُمْ فِیْ صَلٰوةٍ وَ حَجٍّ وَ کَذَالِکَ حَالُ تَابِعِیْھِمْ عَلٰی قَدْرِ مَرَاتِبَ ۔ (فیض الباری ج ۲ ص ۶۴)

ترجمہ: اس حدیث (الانبیا فی قبورھم یصلون ۔انبیاء علیہم السلام اپنی قبور میں زندہ ہیں) کا معنی یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی رُوحیں عبادات و افعال سے معطل نہیں ہوتیں بلکہ اپنی قبور میں اس طرح عبادت کرتی ہیں جیسے ظاہری زندگی میں کرتی تھیں اوراسی طرح تابعین کا حال ہے۔

﴿شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کا نظریہ﴾

دَلَّتِ النُّصُوْصُ الصَّحِیْحَةُ عَلٰی حَیَاةِ الْاَنْبِیَاءِ عَلَیْھِمُ الصَّلٰوةُ ۔ (فتح الملہم ج ا ص ۳۲۵۔۳۲۶)

ترجمہ: نصوص صحیحہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی حیات پر دلالت کرتی ہیں۔

﴿قاسم نانوتوی کا نظریہ﴾

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مثل شمع و چراغ ہے خیال فرمایئے جب اس کو کسی ہنڈیا یا مٹکے میں رکھ کر اُوپر سر پوش رکھ دیا جائے تو اس کا نور بالبداھتہ مستور ہو جاتا ہے زائل نہیں ہوتا۔ (آب حیات ص ۱۲۰)

ایک اور جگہ لکھتے ہیں:

حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم دائمی ہے یہ ممکن نہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات زائل ہو جائے اور حیات مومنین عارضی ہے۔ (آب حیات ص ۱۲۰)

﴿خلیل احمد انبیٹھوی کا نظریہ﴾

عِنْدَنَا وَعِنْدَ مَشَائِخِنَا حَضْرَةُ الرِّسَالَةِ حَیٌّ فِیْ قَبْرِہِ الشَّرِیْفِ کَحَیَاةِ الدُّنْیَوِیَّةِ مِنْ غَیْرِ مُکَلِّفٍ وَھِیَ مُخْتَصَّةٌ بِہٖ وَبِجَمِیْعِ الْاَنْبِیَاءِ وَصَلَوَاتُ اللّٰہِ عَلَیْھِمْ اَجْمَعِیْنَ ۔ (المہند ص ۱۳)

ترجمہ: ہمارے اور ہمارے مشائخ کے نزدیک حضور نبی کریم ﷺ اپنی قبرانور کے اندر زندہ ہیں اور بغیر مکلّف ہونے کے آپ ﷺ کی حیات دُنیا کی زندگی کی مثل ہے اور یہ حیات آپ ﷺ کے ساتھ اور انبیاء کرام علیہم السلام کے ساتھ خاص ہے۔

﴿احمد علی سہارنپوری کا نظریہ﴾

وَالْاَحْسَنُ اَنْ یُّقَالَ اَنَّ حَیَاتَهٗ لَا یَتَّصِقُ بِهَابَلْ یَسْتَمِرُّ حَیًّا اَلْاَنْبِیَآءُ اَحْیَاءٌ فِیْ قُبُوْرِهِمْ ۔

(حاشیہ بخاری ج ۱۰اص ۵۱۷)

ترجمہ: بہتر و افضل یہ ہے کہ آپ ﷺ کے بارے میں اس طرح کہا جائے کہ بے شک آپ ﷺ کی حیات کو موت نہیں آسکتی بلکہ آپ ﷺ ہمیشہ کے لئے زندہ ہیں اور انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔

﴿اعزاز علی کا نظریہ﴾

فَمَثَلُهٗ بَعْدَ وَفَاتِهٖ کَمَثَلِ شَمْعٍ فِیْ حُجْرَةٍ اُغْلِقَ بَابُهَا فَهُوَ مَسْتُوْرٌ عَمَّنْ هُوَ خَارِجُ الْهُجْرَةِ وَلٰکِنْ نُوْرُهٗ کَمَا کَانَ بَلْ اَزْیَدُ وَ لِهٰذِهٖ حَرَّمَ نِکَاحُ اَزْوَاجِهٖ بَعْدُ وَلَمْ یَجْرِ اَحْکَامُ الْمِیْرَاثِ فِیْ تَرْکِهٖ لِاَنَّهُمَا مِنْ اَحْکَامِ الْمَوْتِ ۔ (حاشیہ نورالایضاح ص ۲۰۵)

ترجمہ: پس حضور نبی کریم ﷺ کے پردہ فرمانے کی مثال ایسی ہے کہ جیسے موم بتی کسی حجرے میں رکھ دیں اور پھر دروازہ بند کر دیں تو یہ شمع اس شخص سے جو حجرے سے باہر ہو چھپ جائے گی لیکن اس کی روشنی اسی طرح ہو گی جیسے پہلے تھی بلکہ اس سے بھی زیادہ اسی وجہ سے آپ ﷺ کے پردہ فرمانے کے بعد آپ ﷺ کی ازواج رضی اللہ عنہن سے نکاح کرنا حرام ہے اور آپ ﷺ کے ترکہ میں میراث بھی جاری نہیں ہوتی اس لئے کہ یہ دونوں (یعنی نکاح کرنا اور میراث تقسیم ہونا) موت کے احکام میں سے ہے۔ (یعنی ثابت ہوا کہ آپ ﷺ کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن سے شادی نہ کرنا اور آپ ﷺ کی میراث کا تقسیم نہ ہونا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ آپ ﷺ زندہ ہیں اور نکاح اس شخص کی بیوہ سے ہوتا ہے اور میراث بھی اسی کی تقسیم ہوتی ہے جو فوت ہو جائے)۔

﴿اشرف علی تھانوی کا نظریہ﴾

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی کرامتوں میں سے یہ بھی ہے کہ جب آپ رضی اللہ عنہ کا جنازہ حضور اکرم ﷺ کے مزار مبارک کے سامنے دروازے پر لایا گیا اور آواز دی گئی "السلام علیکم یارسول اللہ" یہ

ابوبکر دروازے پر حاضر ہیں تو دروازہ خود بخود کھل گیا قبر شریف کے اندر سے آواز آئی ایک دوست کو دوسرے دوست کے ہاں داخل کر دو۔ (جمال الاولیاء ص ۲۹)

خلاصۂ کلام

قرآن وحدیث صحابہ کرام رضی اللہ عنہم وبزرگانِ دین رحمہم اللہ کے نظریات اور خود اکابرین دیوبند کے حوالہ جات سے ثابت ہوا کہ انبیاء کرام علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں انہیں رزق ملتا ہے اور اپنے غلاموں کی معروضات سُن کر اُن کی حاجات بھی پوری کرتے ہیں۔ ان کی موت ایک آن ہوتی ہے اور پھر ان کی رُوح لوٹا دی جاتی۔ لہٰذا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات کے منکرین کو فاسد عقیدے سے توبہ کر کے قرآن پاک، احادیثِ مبارکہ اور بزرگانِ دین کے راستے کو اختیار کر کے اپنی آخرت کی فکر کرنی چاہیے اور اپنے عقائد ونظریات درست کر کے مسلمانوں میں انتشار پیدا کرنے کی بجائے اتحاد و یگانگت پیدا کرنے کی کوشش کریں۔

وما علینا الاالبلاغ المبین





کیا رسول اللہ ﷺ

ہر جگہ موجود ہیں؟

لامکاں تک ہے تیری رسائی گیت گاتی ہے تیرے خدائی
وہ جگہ ہی نہیں دو جہاں میں جس جگہ تیرا جلوہ نہیں



حاضر و ناظر

فی زمانہ مختلف فیہ مسائل (جن مسائل میں اختلاف ہے) میں سے ایک موضوع حاضر و ناظر بھی ہے بعض لوگ حاضر و ناظر کی شرعی تعریف میں عدمِ واقفیت کی بناء پر یا فقط بُغض وعناد اور ہٹ دھرمی کی وجہ سے اہلسنّت والجماعت پر اس عقیدۂ حاضر و ناظر میں کفر وشرک اور بدعت کے فتوے لگا دیتے ہیں۔ بصورت ثانی یعنی بُغض وعناد اور ہٹ دھرمی کا تو کوئی علاج ہمارے پاس نہیں ہے اور بصورت اوّل یعنی حاضر و ناظر کی شرعی تعریف معلوم نہ ہونے کی صورت میں ہم اس مسئلہ پر گفتگو کریں گے تا کہ منکرین اہلسنّت والجماعت کے عقیدے اور اُن کے موقف سے آگاہی حاصل کر کے کفر وشرک کے فتوے لگانے سے باز آئیں اور اپنے عقیدے کو درست کریں۔ چنانچہ اس سلسلہ میں سب سے پہلے حاضر و ناظر کی شرعی تعریف اور اہلسنّت والجماعت کا عقیدہ پھر قرآن پاک واحادیثِ مبارکہ اور بزرگانِ دین کے اقوال سے حاضر و ناظر کا ثبوت اور پھر آخر میں منکرین کے اکابرین علماء کے حوالوں سے ثبوت اور معترضین کے سوالات کے جوابات دیئے جائیں گے۔

حاضر و ناظر اور عقیدۂ اہلسنّت

قوّت قدسیہ والا ایک مقام میں رہ کر اپنے ہاتھ کی ہتھیلی کی طرح تمام عالم کو دیکھے اور قریب و دُور کی آواز سُن سکتا ہو اسے ناظر کہتے ہیں۔ اور ایک ہی ساعت میں عالم کی سیر کرنے پر قادر ہو اور یہ اختیار خواہ رُوحانی ہو یا نورانی یا علمی ہو اسے حاضر کہتے ہیں۔ حضور ﷺ اس وقت یا ہر وقت یہاں موجود ہیں یہ ہمارا عقیدہ نہیں ہے۔

حاضر و ناظر کی تعریف میں حضرت علامہ عبدالحکیم شرف قادری صاحب لکھتے ہیں:

اَنَّ نَظْرِیَّۃَ الْحَاضِرِ وَ النَّاظِرِ لَا تَتَعَلَّقُ بِجِسْمِہِ الْاَقْدَسِ الْخَاصِّ وَلَا بَشَرِیَّتِہٖ بَلْ اِنَّمَا تَتَعَلَّقُ بِنُوْرَانِیَّتِہٖ وَرُوْحَانِیَّتِہٖ ۔ (من عقائد اہلسنت ص ۳۲۵)

ترجمہ: بے شک حاضر و ناظر کے نظریہ کا تعلق حضور نبی کریم ﷺ کے جسم اقدس کے ساتھ نہیں ہے اور نہ ہی آپ ﷺ کی بشریت کے ساتھ ہے بلکہ اس نظریہ کا تعلق آپ ﷺ کی نورانیت

اور رُوحانیت کے ساتھ ہے۔

مناظر اسلام حضرت علامہ سعید احمد اسعد صاحب لکھتے ہیں:

ہم اہلسنّت والجماعت نبی مکرم ﷺ کے جسم بشری کے ساتھ ہر جگہ موجود ہونے کا دعویٰ نہیں کرتے ہم یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ جس طرح آسمان کا سورج اپنے جسم کے ساتھ آسمان پر ہے لیکن اپنی روشنی اور نورانیت کے ساتھ روئے زمین پر موجود ہے۔ اسی طرح نبوت کے آفتاب جناب حضرت محمد ﷺ اپنے جسم اطہر، جسم بشری کے ساتھ گنبد خضریٰ میں جلوہ گر ہیں لیکن اپنی نورانیت، رُوحانیت اور علمیت کے ساتھ ہر جگہ جلوہ گر ہیں۔ (مسئلہ حاضر و ناظر)

قرآن سے حاضر و ناظر کا ثبوت

﴿ہم نے آپ ﷺ کو حاضر و ناظر بنا کر بھیجا ہے﴾

اللہ تعالیٰ کا فرمان عالیشان ہے:

یٰاَیُّهَا النَّبِیُّ اِنَّا اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِیْرًا وَّ دَاعِیًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِیْرًا

(سورہ احزاب پارہ ۲۲ آیت ۴۵۔۴۶)

ترجمہ کنز الایمان: اے غیب کی خبریں بتانے والے ہم نے آپ ﷺ کو بھیجا شاہد اور بشارت دینے والا اور ڈر سنانے والا اللہ تعالیٰ کی طرف اس کے حکم سے بلانے والا اور چمکتا ہوا آفتاب۔

تشریح: آیت کریمہ میں لفظ شاہد کا معنیٰ گواہ ہے اور گواہ اسے کہتے ہیں جو موقع پر موجود و حاضر ہوتا ہے اور لفظ شاہد آیت میں حضور ﷺ کے لئے بولا گیا ہے جس سے ثابت ہوا کہ آپ ﷺ اپنی علمیت، نورانیت اور رُوحانیت کے اعتبار سے حاضر و ناظر ہیں۔

سراج آفتاب کو کہتے ہیں اور آفتاب بھی تمام عالم میں ہر جگہ اپنی نورانیت کے لحاظ سے موجود و حاضر ہوتا ہے اسی لئے آپ ﷺ کو آیت میں سراج کہا گیا کیونکہ آپ ﷺ بھی اپنی علمیت و نورانیت سے ہر جگہ حاضر و موجود ہیں۔

﴿آپ ﷺ تمام امتوں کی گواہی دیں گے﴾

ایک اور جگہ ارشاد ہوتا ہے:

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا ۔ (پارہ ۲ سورہ بقرہ آیت ۱۴۳)

ترجمہ کنز الایمان: اور بات یوں ہی ہے کہ ہم نے تمہیں کیا سب امتوں میں افضل کہ تم لوگوں پر گواہ ہو اور یہ رسول ﷺ تمہارے نگہبان و گواہ۔

مزید ارشاد ہوتا ہے:

فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ بِشَهِيْدٍ وَّ جِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ شَهِيْدًا (پارہ ۵ سورہ نساء آیت ۴۱)

ترجمہ کنز الایمان: تو کیسی ہوگی جب ہم ہر اُمت سے ایک گواہ لائیں اور اے محبوب ﷺ تمہیں سب پر گواہ اور نگہبان بنا کر لائیں۔

تشریح: اس آیت کریمہ میں ہے کہ تمام انبیاء کرام علیہم السلام اپنی اُمت کے افعال پر گواہی دیں گے اور حضور نبی کریم ﷺ تمام امتوں کے افعال کی گواہی دیں گے اور گواہی وہی دیتا ہے جو موقع پر حاضر و ناظر ہو اور واقعہ کو ملاحظہ کر رہا ہو۔

ارشاد ربانی ہے:

وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا ۔ (پارہ ۵ سورہ نساء آیت ۶۴)

ترجمہ کنز الایمان: اور اگر جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں تو اے محبوب ﷺ تمہارے حضور حاضر ہوں اور اللہ سے معافی چاہیں اور رسول ان کی شفاعت فرمائیں تو ضرور اللہ کو توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں۔

تشریح: اس آیتِ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ اپنے گناہ گار بندوں کو توبہ کا طریقہ بتاتے ہوئے ارشاد فرما رہا ہے کہ اے میرے بندو! جب تم سے کوئی خطا سرزد ہو جائے تو میرے محبوب ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہو جاؤ اور میرا محبوب تمہارے لئے استغفار کرے تو میں تمہیں بخش دوں گا اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ایک مفلس کے پاس اتنا سرمایہ نہیں کہ وہ مدینہ جا کر حضور ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر توبہ کرے اور حضور ﷺ بھی اس کے لئے دُعا کریں تاکہ اس کی بخشش ہو تو وہ کیا کرے؟ اس کا جواب امام اہلسنّت کیا خوب ارشاد فرماتے ہیں۔ لکھتے ہیں:

توبہ ہم سے چاہتے ہیں اور فوراً چاہتے ہیں اور طریقہ بتاتے ہیں کہ ان ﷺ کے حضور حاضر ہو کر توبہ کرو اگر وہ دُور ہیں تو فوری توبہ کیسے ممکن ہے اور مدینہ طیبہ فوراً حاضر ہونا ہر مسلمان کو کیسے آسان اور اگر گیا بھی تو تریاق از ایراق کا مضمون۔ نہیں نہیں بلکہ یہی معنی ہیں کہ وہ ہر جگہ حاضر ہیں ہر مسلمان کے دل میں تشریف فرما ہیں ہر مسلمان کے گھر میں وہ تشریف فرما ہیں۔

﴿حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حاضر و ناظر کا ثبوت﴾

وَکَذٰلِکَ نُرِیْٓ اِبْرَاھِیْمَ مَلَکُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلِیَکُوْنَ مِنَ الْمُوْقِنِیْنَ ۔

(پارہ ۷ سورۃ الانعام آیت ۷۶)

ترجمہ کنز الایمان: اور اسی طرح ہم ابراہیم کو دکھاتے ہیں ساری بادشاہی آسمانوں اور زمین کی اور اس لئے کہ وہ عین الیقین والوں میں ہو جائے۔

تشریح: اس آیت کریمہ کی تشریح کرتے ہوئے مولانا نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

جس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دین میں بینائی عطا فرمائی ایسے ہی انہیں آسمانوں اور زمین کے ملک دکھاتے ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا اس سے آسمانوں اور زمین کی خلق مراد ہے مجاہد اور سعید بن زبیر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں زمین و آسمان کی نشانیاں مراد ہیں یہ اس طرح کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو صخرہ (پتھر) پر کھڑا کیا گیا اور آپ علیہ السلام کے لئے سموات کھول دئے گئے یہاں تک کہ آپ علیہ السلام نے عرش و کرسی اور آسمانوں کے تمام عجائبات اور جنت میں اپنے مقام کا معائنہ فرمایا آپ علیہ السلام کے لئے زمین کھول دی گئی یہاں تک کہ آپ نے سب سے نیچے کی زمین تک نظر کی اور زمینوں کے تمام عجائبات دیکھے۔

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو تمام عالم دکھائے تو ہمارے آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام حضرت ابراہیم علیہ السلام بلکہ جمیع انبیاء کرام علیہم السلام سے زیادہ ہے لہٰذا یہ عقیدہ رکھنا پڑے گا کہ آپ علیہ السلام نے تمام عالم کا مشاہدہ فرمایا ہے اور تمام عالم آپ علیہ السلام کے سامنے کف دست یعنی ہاتھ کی ہتھیلی کی مثل ہے۔ اور اسی کو حاضر و ناظر کہتے ہیں۔

احادیث سے حاضر و ناظر کا ثبوت

﴿زمین پر بیٹھ کر حوض کوثر کو ملاحظہ فرمایا﴾

فَقَالَ اِنِّیْ بَیْنَ اَیْدِیْکُمْ فَرَطٌ وَاَنَا عَلَیْکُمْ شَھِیْدًا وَاَنَا مَوْعِدُکُمُ الْحُوْضُ وَاِنِّیْ لَاَنْظُرُ اِلَیْہِ وَاَنَا فِیْ مَقَامِیْ ھٰذَا وَاِنِّیْ قَدْ اُعْطِیْتُ مَفَاتِیْحَ خَزَائِنَ الْاَرْضِ ۔

(بخاری شریف۔ مسلم شریف ج ۲ ص ۲۵۰)

ترجمہ: سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں تمہارے آگے پیش رو ہوں اور تمہارا گواہ ہوں اور تمہارے وعدہ کی جگہ حوض کوثر ہے۔ اور میں اسے اس وقت اپنی اسی جگہ سے دیکھ رہا ہوں اور مجھے زمین کے خزانوں کی کنجیاں عطا فرمائی گئی ہیں۔

﴾رسول اللہ ﷺ کے لئے تمام زمین سمیٹ دی گئی﴿

عَنْ ثَوْبَانَ اَنَّ نَبِیَّ اللّٰہِ قَالَ اِنَّ اللّٰہَ ذَوّٰی لِیَ الْاَرْضَ حَتّٰی رَاَیْتُ مَشَارِقَھَا وَمَغَارِبَھَا ۔

(مسلم شریف ج ۲ ص ۳۹۰)

ترجمہ: حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے میرے لئے زمین کو سمیٹ دیا ہے حتیٰ کہ میں نے اس کے مشارق و مغارب کو دیکھ لیا ہے۔

﴾دوران نماز جنت آپ ﷺ کے سامنے﴿

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رَاَیْتُ فِیْ مَقَامِیْ ھٰذَا کُلَّ شَیْءٍ وَعَدْتُّمْ حَتّٰی لَقَدْ رَاَیْتُنِیْ اُرِیْدُ اَنْ اٰخُذَ قِطْفًا مِّنَ الْجَنَّۃِ حِیْنَ رَاَیْتُمُوْنِیْ جَعَلْتُ اُقَدِّمُ ۔

(مسلم شریف ۔ ج ۱ ص ۲۹۶)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں نے اپنی جگہ سے ہر اس شے کو دیکھ لیا ہے جس کا تم سے وعدہ کیا گیا۔ یہاں تک کہ میں نے دیکھ لیا کہ میں جنت کے خوشے توڑ رہا ہوں۔ اور یہ اس وقت کی بات ہے کہ جس دوران تم نے مجھ کو آگے کی طرف بڑھتے ہوئے دیکھا۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی حدیث میں ہے کہ صحابی رضی اللہ عنہ نے سرکارِ دوعالم ﷺ کی بارگاہ میں عرض کی یارسول اللہ ﷺ ہم نے دیکھا کہ آپ ﷺ دوران نماز اپنے مقام پر کھڑے کھڑے کوئی چیز توڑ رہے ہیں اس کے بعد ہم نے آپ ﷺ کو پیچھے ہٹتے دیکھا۔ تو سرکارِ دوعالم ﷺ نے فرمایا۔

اِنِّیْ رَاَیْتُ الْجَنَّۃَ تَنَاوَلْتُ عُنْقُوْدًا وَلَوْ اَصَبْتُہٗ لَاَکَلْتُمْ مِنْہُ مَا بَقِیَتِ الدُّنْیَا ۔

(بخاری شریف ج ۱ ص ۱۴۴)

ترجمہ: بے شک میں نے جنت کو ملاحظہ فرمایا اور ان میں سے ایک خوشہ پکڑا۔ اگر میں یہ خوشہ لے آتا تو دُنیا کی بقا تک تم اسے کھاتے رہتے۔

تشریح: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دُنیا تو دُور کی بات جنت بھی حضور نبی کریم ﷺ کی مبارک نظروں کے سامنے ہے۔ اور جنت و زمین کے درمیان بہت زیادہ فاصلہ ہونے کے باوجود آپ ﷺ اس کی نعمتوں کو حاصل کرنے پر بھی قادر ہیں۔

﴾رسول اللہ ﷺ ہر شخص کی قبر میں تشریف لاتے ہیں﴿

عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ الْعَبْدَ اِذَا وُضِعَ فِیْ قَبْرِہٖ وَتَوَالٰی عَنْہُ اَصْحَابُہٗ اَنْ یَسْمَعَ قَرْعَ نِعَالِھِمْ اَتَاہُ مَلَکَانِ فَیُقْعِدَانِہٖ فَیَقُوْلَانِ مَا کُنْتَ

تَقُوْلُ فِيْ هٰذَا الرَّجُلِ لِمُحَمَّدٍ فَاَمَّا الْمُؤْمِنُ فَيَقُوْلُ اَشْهَدُ اَنَّهٗ عَبْدُاللّٰهِ وَرَسُوْلِه ۔

(بخاری شریف ۔ ج ا ص ۱۷۸ ۔ مسلم شریف)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ جب بندے کو قبر میں رکھا جاتا ہے اور اس کے ساتھی لوٹتے ہیں تو وہ ان کے جوتوں کی آہٹ سنتا ہے تو اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں اور اسے بٹھاتے ہیں پھر کہتے ہیں کہ تو ان صاحب یعنی محمد ﷺ کے متعلق کیا کہتا تھا؟ تو مومن کہہ دیتا ہے کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ﷺ ہیں۔

تشریح: دُنیا کے اندر ایک ہی ساعت میں بے شمار سینکڑوں ہزاروں کی تعداد میں اموات واقع ہوتی ہیں اور ہر مردے سے اُس کی قبر میں حضور نبی کریم ﷺ کے بارے میں سوال ہوتا ہے جس سے پتہ چلا کہ حضور نبی کریم ﷺ بیک وقت سینکڑوں ہزاروں مردوں کی قبر میں تشریف لاتے ہیں اور ایک وقت میں اتنے مقامات پر موجود ہونے کو ہی حاضر و ناظر کہتے ہیں۔

﴿مدینہ پاک میں بیٹھ کر جنگ موتہ کو ملاحظہ فرمایا﴾

نَعَى النَّبِيُّ عَلَيْهِ السَّلَامُ زَيْدًا وَجَعْفَرَ وَابْنَ رَوَاحَةَ لِلنَّاسِ قَبْلَ اَنْ يَّاْتِيَهُمْ خَبَرُهُمْ فَقَالَ اَخَذَ الرَّايَةَ زَيْدٌ فَاُصِيْبَ اِلٰى حَتّٰى اَخَذَ الرَّايَةَ سَيْفٌ مِّنْ سُيُوْفِ اللّٰهِ يَعْنِيْ خَالِدَ بْنَ الْوَلِيْدَ حَتّٰى فَتَحَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ۔ (بخاری شریف ج ۲ ص ۶۱۱ ۔ مشکوۃ شریف باب المعجزات)

ترجمہ: نبی کریم ﷺ نے حضرت زید رضی اللہ عنہ، حضرت جعفر رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن رواحہ رضی اللہ عنہ کی خبر آنے سے پہلے ان کی شہادت کی خبر لوگوں کو دے دی۔ فرمایا کہ اب جھنڈا حضرت زید رضی اللہ عنہ نے اٹھا لیا اور وہ شہید ہو گئے یہاں تک کہ اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار یعنی حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے جھنڈا اٹھا لیا ہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں فتح عطا فرمادی ہے۔

تشریح: یاد رہے کہ یہ واقعہ جنگ موتہ کا ہے اور موتہ مدینہ منورہ سے کافی دُور ایک مقام کا نام ہے جبکہ حضور نبی کریم ﷺ مدینہ منورہ میں تشریف فرما تھے لہٰذا ثابت ہوا کہ آپ ﷺ مدینہ میں بیٹھ کر دوسرے علاقوں کے احوال کو ملاحظہ فرماتے ہیں اور اپنے غلاموں کے حالات سے بھی واقف ہیں۔

﴿ایک ہی آن میں مدینہ پاک سے کربلا کا دورہ﴾

دَخَلْتُ عَلٰى اُمِّ سَلْمَةَ وَهِيَ تُبْكِيْ فَقُلْتُ مَا يُبْكِيْكِ قَالَتْ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَنَامِ وَعَلٰى رَاْسِهٖ وَلِحْيَتِهٖ التُّرَابُ فَقُلْتُ مَالَكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلّٰى

اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ شَھِدْتُ مَقْتَلَ الْحُسَیْنِ اٰنِفًا ۔ (ترمذی شریف۔مشکوٰۃ شریف)

ترجمہ: (حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں) کہ میں حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس حاضر ہوا تو آپ رضی اللہ عنہا رو رہی تھیں میں نے آپ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں عرض کی آپ رضی اللہ عنہا کیوں رو رہی ہیں؟ انہوں نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ ان کے سر اقدس اور داڑھی مبارک میں گرد و غبار ہے۔ میں نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ رضی اللہ عنہ کا کیا حال ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں ابھی ابھی حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت گاہ پر حاضر ہوا تھا۔

معلوم ہوا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب چاہیں مدینہ شریف سے ایک آن میں میدان کربلا تشریف لا سکتے ہیں اور اپنے غلاموں کے احوال کو بھی ملاحظہ فرماتے ہیں۔

﴿زمین و آسمان کی تمام چیزیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ہیں﴾

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان عالیشان ہے کہ میرا ربّ میرے پاس خوبصورت صورت ﴿جو عقل سے ورا اور اس کی جلالت و عزت کے شایان شان ہے﴾ تشریف لایا۔ پس اُس نے فرمایا! اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ملاءِ اعلیٰ آپس میں کس بات پر جھگڑ رہے ہیں؟ میں نے عرض کی! اے میرے ربّ تو بہتر جانتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے اپنا دستِ قدرت میرے دونوں کندھوں کے درمیان رکھا تو میں نے اس کی ٹھنڈک اپنے سینے میں پائی تو میں نے آسمان اور زمین کی تمام چیزوں کو جان لیا، پس جو کچھ مشرق اور مغرب میں تھا اسے بھی جان لیا اور ہر شے مجھ پر روشن ہو گئی اور میں نے اسے پہچان بھی لیا۔ (جامع ترمذی۔سنن دارمی)

﴿رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قیامت تک کی تمام چیزوں کو ملاحظہ فرمایا﴾

اِنَّ اللّٰہَ قَدْ رَفَعَ لِیَ الدُّنْیَا فَاَنَا اَنْظُرُ اِلَیْھَا وَاِلٰی مَا ھُوَ کَائِنٌ فِیْھَا اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَۃِ کَاَنَّمَا اَنْظُرُ اِلٰی کَفِّیْ ھٰذِہٖ جَلِیًّا مِنَ اللّٰہِ جَلَاہُ لِلنَّبِیِّیْنَ مِنْ قَبْلِیْ ۔

(زُرقانی علی المواہب۔معجم کبیر کتاب الفتن)

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ نے میرے لئے دُنیا کو سمیٹ دیا ہے اور میں قیامت تک جو کچھ ہونے والا ہے ہاتھ کی ہتھیلی کی طرح دیکھ رہا ہوں یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک ایسی روشنی ہے جو اس نے میرے لئے اور مجھ سے پہلے انبیاء کرام علیہم السلام کے لئے کی تھی۔

﴿رسول اللہ ﷺ بیک وقت آگے اور پیچھے دیکھتے ہیں﴾

اَقِیْمُوْا صُفُوْفَکُمْ فَاِنِّیْ اُرٰیکُمْ مِنْ وَّرَائِیْ ۔ (مشکوٰۃ شریف)

ترجمہ: (حضور نبی کریم ﷺ نے صفیں سیدھی کرنے کے دوران اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ارشاد فرمایا) اپنی صفوں کو سیدھا رکھو کیونکہ میں تمہیں اپنے پیچھے بھی دیکھتا ہوں۔

﴿آپ ﷺ اپنے ہر اُمتی کو پہچانتے ہیں﴾

وَقِیْلَ لِرَسُوْلِ اللّٰہِ اَرَءَیْتَ صَلٰوۃَ الْمُعَلِّمِیْنَ عَلَیْکَ مِمَّنْ غَابَ عَنْکَ وَمَنْ یَّاْتِیْ بَعْدَ کَمَا حَالُھُمَا عِنْدَکَ فَقَالَ اَسْمَعُ صَلٰوۃَ اَھْلِ مَحَبَّتِیْ وَاَعْرِفُھُمْ ۔ (دلائل الخیرات)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں عرض کیا گیا کہ آپ ﷺ سے دُور رہنے والوں اور آپ ﷺ کے بعد آنے والے اُمتیوں کا درود پاک آپ ﷺ تک کیسے پہنچے گا؟ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ہم اہل محبت کا درود خود سُنتے ہیں اور اُنہیں پہچانتے بھی ہیں۔

خلاصہ: دُنیا کے مختلف مقامات سے مختلف اوقات میں غلامانِ مصطفیٰ ﷺ درودوں کے پھول نچھاور کرتے رہتے ہیں اور سرکار مدینہ ﷺ اُن کے بارے میں فرما رہے ہیں کہ ہم اُن کا درود سُنتے بھی ہیں اور اُنہیں پہچانتے بھی ہیں۔ جس سے معلوم ہوا کہ حضور نبی کریم ﷺ مدینہ منورہ میں بیٹھ کر پوری دُنیا کو اپنے ہاتھ کی ہتھیلی کی مثل دیکھ رہے ہیں اور آواز بھی سُن رہے ہیں اسی کو تو حاضر و ناظر کہتے ہیں۔

﴿یہ شان ہے خدمت گاروں کی سرکار ﷺ کا عالم کیا ہوگا﴾

وَکَاَنِّیْ اَنْظُرُ اِلٰی عَرْشِ رَبِّیْ بَارِزً وَکَاَنِّیْ اَنْظُرُ اِلٰی اَھْلِ الْجَنَّۃِ یَتَزَاوَرُوْنَ فِیْھَا وَکَاَنِّیْ اَنْظُرُ اِلٰی اَھْلِ النَّارِ یَتَضَاغَوْنَ فِیْھَا ۔ (فقہ اکبر۔ جامع کبیر)

ترجمہ: (حضرت حارثہ بن نعمان رضی اللہ عنہ نے حضور نبی کریم ﷺ کو اپنے ایمان کی کیفیت اور حقیقت بیان کرتے ہوئے عرض کی) گویا کہ میں عرش الٰہی کو دیکھ رہا ہوں اور جنتیوں کو جنت میں ملتے دیکھ رہا ہوں اور جہنمیوں کو جہنم میں چیختے ہوئے دیکھ رہا ہوں۔

اس حدیثِ پاک میں حضرت حارثہ زمین پر کھڑے ہو کر جنت اور دوزخ کے حالات ملاحظہ فرما رہے ہیں۔ یہ تو غلاموں کے ایمان کی کیفیت ہے تو سرکار مدینہ ﷺ کے ایمان کی کیفیت اور حقیقت کا اندازہ کون کرسکتا ہے۔

بزرگانِ دین کے نظریات

﴿حضرت علقمہ رضی اللہ عنہ کا عقیدہ﴾

عَنْ عَلْقَمَةَ قَالَ اِذَا دَخَلْتُ الْمَسْجِدَ اَقُوْلُ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ ۔

ترجمہ: حضرت علقمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں جب بھی مسجد میں داخل ہوتا ہوں تو اس طرح کہتا ہوں۔

اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ ۔

خلاصہ: اس حدیث سے پتہ چلا کہ حضرت علقمہ رضی اللہ عنہ کا یہ عقیدہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہر جگہ موجود ہیں اور آپ اپنے غلاموں کا سلام سُنتے اور اُس کا جواب بھی دیتے ہیں۔

﴿امام قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ کا نظریہ﴾

وَقَدْ قَالَ عُلَمَائُنَا لَافَرْقَ بَيْنَ مَوْتِهٖ وَحَيَاتِهٖ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِيْ مُشَاهَدَتِهٖ لِاُمَّتِهٖ وَمَعْرِفَتِهٖ وَاَحْوَالِهِمْ وَعَزَائِمِهِمْ وَخَوَاطِرِهِمْ وَذٰلِكَ جَلِيٌّ عِنْدَهٗ لَا خَفَآءَ بِهٖ ۔

(مواہب ج ۲ باب زیارۃ قبر شریف)

ترجمہ: اور تحقیق ہمارے علماء کرام نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات اور زندگی میں کوئی فرق نہیں۔ آپ ﷺ اپنی اُمت کو دیکھتے اور ان کے احوال وعزائم اور ان کے ارادوں کو جانتے ہیں اور یہ بات آپ ﷺ کے نزدیک بالکل واضح ہے اس میں کوئی پوشیدگی نہیں۔

﴿ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کا نظریہ﴾

وَقَالَ الْغَزَالِيْ سَلِّمْ عَلَيْهِ اِذَا دَخَلْتَ فِي الْمَسْجِدِ فَاِنَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَحْضُرُ فِي الْمَسْجِدِ ۔ (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ)

ترجمہ: فرمایا امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے کہ جب تم مسجد میں داخل ہو تو رسول اللہ ﷺ پر سلام عرض کرو۔ بے شک آپ ﷺ مسجد میں موجود ہوتے ہیں۔

﴾صاحب تفسیر رُوح البیان کا نظریہ﴿

فَشَاهَدَ خَلْقَهُ وَمَاجَرٰی عَلَيْهِ مِنَ الْإِكْرَامِ وَالْإِخْرَاجِ مِنَ الْجَنَّةِ بِسَبَبِ الْمُخَالَفَةِ وَمَاتَابَ اللّٰهُ عَلَيْهِ إِلٰی آخِرِ مَاجَرَى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَشَاهَدَ خَلْقَ إِبْلِيْسَ وَمَاجَرٰی عَلَيْهِ ۔

(تفسیر روح البیان پارہ ۲۶ سورہ فتح)

ترجمہ: پس رسول اللہ ﷺ نے حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش ان کی تعظیم اور ان کی خطا کی وجہ سے جنت سے نکالا جانا پھر آپ کی توبہ کا قبول ہونا آخر تک کے تمام واقعات پر حاضر و ناظر ہیں۔ اور آپ ﷺ نے ابلیس کی پیدائش اور جو کچھ اس پر بیتی اس پر بھی حاضر و ناظر ہیں۔

﴾صاحب تفسیر صافی رحمۃ اللہ علیہ کا نظریہ﴿

وَأَمَّا بِالنَّظْرِ إِلَى الْعَالَمِ الرُّوْحَانِيْ فَهُوَ حَاضِرُ رِسَالَةِ كُلِّ رَسُوْلٍ وَمَاوَقَعَ مِنْ لَدُنْ آدَمَ إِلٰی أَنْ ظَهَرَ بِجَسَدِهِ الشَّرِيْفِ ۔ (تفسیر صافی سورہ قصص)

ترجمہ: عالمِ رُوحانی کے نقطہ نظر سے رسول اللہ ﷺ ہر رسول کی رسالت اور حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر آپ علیہ السلام کے جسم شریف تک تمام حالات و واقعات پر حاضر و ناظر ہیں۔

﴾امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کا نظریہ﴿

قَالَ الْإِمَامُ الْغَزَالِيْ وَالرَّسُوْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَهُ الْخِيَارُ فِيْ طَوَافِ الْعَالَمِ مَعَ أَرْوَاحِ الصَّحَابَةِ لَقَدْ رَاٰهُ كَثِيْرٌ مِّنَ الْأَوْلِيَاءِ ۔ (روح البیان۔ آخر سورہ ملک)

ترجمہ: امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ عالمِ دُنیا میں سیر فرمانے کا اختیار حاصل ہے اور آپ ﷺ کو کثیر اولیاء کرام نے دیکھا بھی ہے۔

﴾علامہ قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ اور ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کا نظریہ﴿

إِنْ لَّمْ يَكُنْ فِي الْبَيْتِ أَحَدٌ فَقُلْ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ ۔

(شفاء شریف ج ۲ ص ۵۲)

ترجمہ: اگر گھر میں کوئی شخص نہ ہو تو تم اس طرح کہو

"اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ"۔

اس قول کی شرح کرتے ہوئے ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

لِاَنَّ رُوْحَ النَّبِیِّ عَلَیْہِ السَّلَامُ حَاضِرٌ فِیْ بُیُوْتِ اَھْلِ الْاِسْلَامِ ۔

(شرح شفاءنسیم الریاض ج ۳ ص ۴۶۴)

ترجمہ: اس لئے کہ نبی کریم ﷺ کی رُوح مبارک ہر مسلمان کے گھر موجود ہوتی ہے۔

﴿علامہ خفاجی رحمۃ اللہ علیہ کا نظریہ﴾

اَلْاَنْبِیَاءُ عَلَیْھِمُ السَّلَامُ مِنْ جِھَةِ الْاَجْسَامِ وَالظَّوَاھِرِ مَعَ الْبَشَرِ وَ قُوَّتِھِمُ الرُّوْحَانِیَّةِ مَلَکِیَّةٌ وَلِذَاتَرٰی مَشَارِقَ الْاَرْضِ وَ مَغَارِبَھَا تَسْمَعُ اُطِیْطَ السَّمَآءِ وَتَشُمُّ رَائِحَةَ جِبْرِیْلَ اِذَا اَرَادَ تَنَزَّلَ اِلَیْھِمْ ۔ (نسیم الریاض شرح شفاء ج ۳ ص ۵۴۵)

ترجمہ: انبیاء علیہم السلام جسمانی اور ظاہری طور پر بشر کے ساتھ ہوتے ہیں اور ان کی قوتِ رُوحانیہ فرشتوں جیسی ہیں اس وجہ سے وہ زمین کے مشارق و مغارب کو دیکھ سکتے ہیں اور آسمان کی چڑ چڑاہٹ سُنتے اور جبرئیل علیہ السلام جب اُن کے پاس اترتے ہیں تو اُن کی خوشبو پا لیتے ہیں۔

﴿حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ کا نظریہ﴾

اَلسُّعَدَآءُ الْاَشْقِیَآءُ یُعْرَضُوْنَ عَلَیَّ وَاِنَّ عَیْنِیْ فِی اللَّوْحِ الْمَحْفُوْظِ ۔

ترجمہ: (حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کردہ اپنی قوت و عظمت کا اظہار کرتے ہوئے فرماتے ہیں) تمام خوش قسمت اور بدبخت مجھ پر پیش کئے جاتے ہیں اور میری آنکھ لوح محفوظ پر ہے یعنی میں لوح محفوظ کو دیکھ رہا ہوں۔

مزید لکھتے ہیں:

نَظَرْتُ اِلٰی بِلَادِ اللّٰہِ جَمْعًا　　　كَخَرْدَلَةٍ عَلٰی حُکْمِ اتِّصَالِیْ ۔

ترجمہ: میں نے اللہ تعالیٰ کے تمام ملک کو اس طرح ملاحظہ فرمایا کہ گویا وہ سب میرے سامنے رائی کے دانہ کے برابر ہیں۔

یہ شان ہے خدمت گاروں کی　　　سرکار ﷺ کا عالم کیا ہو گا ؟

﴿امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کا نظریہ﴾

وَاحْضُرْ فِیْ قَلْبِكَ النَّبِیِّ عَلَیْہِ السَّلَامُ وَشَخْصِہِ الْکَرِیْمِ وَقُلْ اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّھَا النَّبِیُّ وَرَحْمَةُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ ۔ (احیاء العلوم ج ۱ فصل ۳)

ترجمہ: (حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نمازی کو تشہد کے دوران تنبیہ کرتے ہوئے فرماتے

ہیں) حضور نبی کریم ﷺ کو اپنے دل میں حاضر و ناظر جان کر اس طرح کہو "اَلسَّلامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ۔

﴿امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کا نظریہ﴾

اَلنَّظْرُ فِیْ اَعْمَالِ اُمَّتِہٖ وَالْاِسْتِغْفَارُ لَھُمْ مِنَ السَّیِّئَاتِ الدُّعَا بِکَشْفِ الْبَلَاءِ عَنْھُمْ وَالرَّدْدَۃُ فِیْ اَقْطَارِ الْاَرْضِ وَالْبَرْکَۃِ فِیْھَا وَحُضُوْرُ جَنَازَۃٍ مِنْ صَالِحِیْ اُمَّتِہٖ فَاِنَّ ھٰذِہٖ الْاُمُوْرَ مِنْ اِشْغَالِہٖ کَمَا وَرَدَتْ بِذَالِکَ الْحَدِیْثِ وَالْآثَارِ ۔ (انتباہ الاذکیا۔ص ۷)

ترجمہ: اپنی اُمت کے اعمال پر نظر رکھنا اور ان کے گناہوں کے لئے مغفرت طلب کرنا اور اپنی اُمت سے بلاؤں کے دُور ہونے کی دُعا کرنا اور زمین میں اِدھر اُدھر تشریف لانا اور زمین میں برکت دینا اور اپنی اُمت کے نیک شخص کی وفات پر اس کے جنازے میں شرکت فرمانا حضور نبی کریم ﷺ کے مشاغل میں سے ہے۔ جیسا کہ اس بارے میں احادیث اور آثار وارد ہوئی ہیں۔

﴿شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ کا نظریہ﴾

بس بایرکه بنده هچناں کے حق سبحانه راپیوسته بجمیع احوال خود ظاهر او باطنا واقف ومطبع بیند رسول اللّٰه ﷺ ظاهر و باطن حاضر دانب الصلوٰة والسلام علیك ۔ (عوارف العارف ص ۱۲۵)

ترجمہ: جس طرح انسان حق سبحانہ وتعالیٰ کو ہر حالت میں ظاہری و باطنی طور پر واقف جانتا و مانتا ہے اسی طرح حضور نبی کریم ﷺ کو بھی ظاہری و باطنی طور پر حاضر و ناظر جانے۔

﴿شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا نظریہ﴾

اگر بعد ازاں گوید کہ حق تعالیٰ جسد شریف دا حلتے و قدرتے بخشیده است که در هر کمانے که خواهد تشریف بخشند کواه بعینه کواه بمثال خواه بر آسمان و خواه بر زمین و خواه درپیریا غیرے صورتے دارد باوجود ثبوت نجبت خاص بقر درهمه حال ۔ (مدارج النبوت ج ۲ ص ۵۰)

ترجمہ: اگر کہا جائے کہ حق تعالیٰ نے حضور نبی کریم ﷺ کے جسم اطہر کو ایسی حالت و قدرت عطا فرمائی ہے کہ جس مکان میں چاہیں تشریف لا سکتے ہیں بعینہٖ اسی جسم کے ساتھ یا جسم مثالی کے ساتھ آسمان پر یا خواہ قبر میں تو یہ بالکل درست ہے۔ ہر حالت میں قبر سے خاص نسبت رہتی ہے۔

ایک اور جگہ لکھتے ہیں:

بوبعضے عرفاگفته اندکه ایں بهمت سیریان حقیقت محمدیه است درزرائر موجودات وافراد ممکنات پس آنحضرت ﷺ درذرات مصلیان موجود حاضر است پس مصلی رابایدکه ازیں معنی آگاه باشد واژیں شهود غافل نه بود تا انور قرب و اصرار معرفت منور و فائذ گرد ۔

(اشعۃ اللمعات کتاب الصلوٰۃ، مدارج النبوت ج ۱ باب ۵)

ترجمہ: (التحیات یعنی تشہد میں حضور نبی کریم ﷺ کو خطاب یعنی اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ کی وضاحت کرتے ہوئے محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں) بعض عارفین فرماتے ہیں کہ تشہّد میں حضور ﷺ کو یہ خطاب (اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ۔ یعنی اے نبی آپ ﷺ پر سلام ہو) اس لئے ہے کہ حقیقت محمدیہ موجودات (کائنات کی ہر موجود اشیاء) کے ذرّہ ذرّہ میں اور ممکنات کے ہر افراد میں سرایت کئے ہوئے ہے لہٰذا آپ ﷺ نمازوں میں حاضر اور موجود ہوتے ہیں لہٰذا نمازی کو چاہیے کہ وہ اِس مفہوم یعنی حضور ﷺ حاضر ہوتے ہیں سے آگاہ رہے اور آپ ﷺ کے حاضر ہونے سے غفلت کا شکار نہ رہے۔ تا کہ آپ ﷺ کی قربت کے نور اور معرفت کے رازوں سے کامیابی حاصل کرے۔

مزید فرماتے ہیں:

آنحضرت ﷺ بحقیقت حیات بے شائبه مجاز و توهم تاویل دائم و باقی است و بر اعمال اُمت حاضر و ناظر و مر طالبان حقیقت را ومتو جهاں آنحضرت ﷺ رامضیض ومربی ۔ (سلوک اقرب السبل بالتوجہ الی سید الرسل مع اخبار ص ۱۶۱)

ترجمہ: آنحضرت ﷺ حقیقی زندگی کے ساتھ دوائم ہیں آپ ﷺ کی حیات میں تاویل اور مجاز کی آمیزش کا وہم تک نہیں ہے اور آپ ﷺ اُمت کے اعمال پر حاضر و ناظر ہیں۔ حقیقت اور آپ ﷺ کی توجہ کو طلب کرنے والے لوگوں کو آپ ﷺ فیض پہنچاتے ہیں اور اُن کی تربیت بھی کرتے ہیں۔

ایک اور جگہ لکھتے ہیں:

ذکر کن اور درود بفست بروئے علیه السلام وباش در حال ذکر ذکر گویا حاضر است پیش تو در حالت حیات ومی بینی تو اور امتادب باجلال و تعظیم وهیبت وحیا وبذانکه ولے علیه السلام می بیند ومی شنود کلام ترا

زیراکه ولے علیه السلام متصف بصفات الیه ویکے از صفات الٰهی آنست ۔

(مدارج النبوت)

ترجمہ: کہ حضور نبی کریم ﷺ کا ذکر پاک کرو اور آپ ﷺ پر خوب درود بھیجو اور حالت ذکر میں اس طرح رہو کہ آپ ﷺ اپنی ظاہری زندگی کی طرح تمہارے سامنے تشریف فرما ہیں اور تم انہیں دیکھ رہے ہو لہٰذا ادب، تعظیم، ہیبت اور حیاء کے دامن کو پکڑے رہو اور جان لو کہ آپ ﷺ تم کو دیکھتے اور تمہارے کلام کو سُن رہے ہیں کیونکہ آپ ﷺ اللہ تبارک و تعالیٰ کی صفات کے ساتھ متصف ہیں۔

﴿شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا نظریہ﴾

والد ماجد قبلہ فرمایا کرتے تھے کہ ماہ رمضان میں میری نکسیر پھوٹ پڑی تو مجھ پر ضعف و کمزوری طاری ہوگئی۔ قریب تھا کہ میں کمزوری کی بناء پر روزہ توڑ دوں مگر رمضان کے روزہ کی فضیلت کے ضائع ہونے کا غم لاحق ہوا اسی غم میں قدرے غنودگی طاری ہوئی تو حضرت پیغمبر ﷺ کو خواب میں دیکھا کہ آپ ﷺ نے مجھے لذیذ اور خوشبودار زردہ عطا فرمایا ہے۔ پھر انتہائی خوشگوار اور ٹھنڈا پانی بھی مرحمت فرمایا جسے میں نے سیر ہو کر پیا تو میں اس غنودگی کے عالم سے نکلا تو بھوک اور پیاس بالکل ختم ہو چکی تھی اور میرے ہاتھوں میں ابھی تک زردہ کے زعفران کی خوشبو تھی۔ عقیدت مندوں نے میرے ہاتھ کو دھو کر پانی کو محفوظ کر لیا اور تبرکاً اس سے روزہ افطار کیا۔ (انفاس العارفین ص ۱۰۰)

ایک اور جگہ لکھتے ہیں:

اِنَّ الْفِضَاءَ مُمْتَلِیٌٔ بِرُوْحِهٖ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ وَهِیَ تَتَمَوَّجُ فِیْهِ تَمَوَّجَ الرِّیْحِ الْعَاصِفَۃُ ۔ (فیوض الحرمین ص ۲۸)

ترجمہ: اس میں کوئی شک نہیں کہ تمام فضاء حضور نبی کریم ﷺ کی رُوحِ انور سے بھری ہوئی ہے اور آپ ﷺ کی رُوحِ پاک اس فضاء میں تیز ہوا کی طرح موجیں مار رہی ہے۔

﴿شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کا نظریہ﴾

رسول علیه السلام مطلع است بنور نبوت هر متدین بدین خود که در کدام درجه زدیں من رسیده و حقیقت ایمان او چیست وحجابے که بدان از ترقی محبوب مائده است کدامست پس اور می شناشدگناهان شمار او درجات ایمان شمار اور اعمال بدونکه شمار او اخلاق نفاق شمار اهند شهادت او در

دُنیا بحکم شرع حق اُمت مقبول و اجب العمل است۔ (تفسیر عزیزی ص۶۳۶)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ اپنی نبوت کے نور سے ہر دین دار کے دین کو جانتے ہیں کہ وہ دین کے کون سے درجہ میں ہے اور اس کی حقیقتِ ایمان کیا ہے اور کون سا حجاب اس کے ترقئی دین میں رکاوٹ ہے۔ پس آپ ﷺ تمہارے گناہوں، تمہارے ایمانی درجات، تمہارے نیک و برے اعمال اور تمہارے اخلاق و نفاق کو بخوبی جانتے ہیں۔ چنانچہ اُمت کے حق میں اُن کی گواہی بحکم شریعت مقبول اور واجب العمل ہے۔

اکابرینِ دیوبند کے نظریات

﴿رشید احمد گنگوہی کا نظریہ﴾

ھم مرید یقین داند که روه شیخ مفید بیك زبان نیست پست هر جا که مرید باشد قریب یا بصید اگرچه از شیخ دو راست اما رُوحانیت اور دور نیست چوں ایں امر محکم دار و هر وقت شیخ را بیان دو اُردو ربط قلب پیدا آیدو هر دم مستفید بود شیخ را بقلب حاصر آورده بلسان حال سوال کند البته رُوح شیخ باذن الله تعالیٰ القاضواهد کرد ۔ (امداد السلوک ص۱۰)

ترجمہ: مرید کو یہ یقین کر لینا چاہیے کہ پیر کی رُوح ایک ہی جگہ مقیّد نہیں ہوتی۔ مرید جس جگہ بھی ہو، چاہے دُور ہو یا نزدیک، اگرچہ مرید ظاہری طور پر پیر کے جسم سے دُور ہے لیکن پیر کی رُوحانیت اس سے دُور نہیں۔ یہ بات جان لینے کے بعد مرید ہر وقت پیر کی یاد دل میں رکھے اور قلبی تعلق اس سے ظاہر ہونا چاہیے اور ہر لمحہ اپنے پیر سے فائدہ حاصل کرتا رہے۔ مرید اپنے پیر کا محتاج ہوتا ہے لہٰذا پیر کو اپنے قلب میں حاضر جان کر زبان سے اس سے طلب کرے تو پیر کی رُوح اللہ تعالیٰ کے اذن سے ضرور القاء کرے گی۔

رشید احمد گنگوہی صاحب کا عقیدہ ہے کہ اولیاء اللہ بعطائے الٰہی رُوحانی طور پر حاضر و ناظر ہو سکتے ہیں اور اپنے مرید کے احوال پر بھی مطلع ہوتے ہیں۔ تو ثابت ہوا کہ جب ایک غلام کے اندر اتنی طاقت ہے کہ وہ مختلف مقامات پر موجود ہو سکتا ہے اور اپنے مریدوں کی داد رسی بھی کر سکتا ہے تو سلطان الانبیاء ﷺ آقائے دو جہاں حضور نبی کریم ﷺ بھی ہر مقام پر حاضر و ناظر ہو سکتے ہیں اور اپنے غلاموں پر نظرِ کرم بھی فرماتے ہیں۔

﴿اشرف علی تھانوی کا نظریہ﴾

ابو یزید سے پوچھا گیا "طی زمین کی نسبت "تو آپ نے فرمایا یہ کوئی چیز کمال کی نہیں۔ دیکھو ابلیس مشرق سے مغرب تک ایک لحظہ میں کر جاتا ہے۔ (حفظ الایمان ص ۷)

مطلب یہ کہ جب شیطان لعین ایک لمحہ میں مشرق و مغرب میں موجود اور حاضر و ناظر ہوسکتا ہے تو انبیاء کرام علیہم السلام اور اولیاء عظام تو بدرجہ اولیٰ کائنات میں تصرف کرنے اور آناً فاناً مختلف مقامات پر حاضر و ناظر ہو سکتے ہیں۔

﴿شبیر احمد عثمانی کا نظریہ﴾

مومن کا ایمان اگر غور سے دیکھا جائے تو ایک شعاع ہے اس نور اعظم کی جو آفتاب نبوت سے پھیلتا ہے آفتاب نبوت پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام ہوئے بنا بریں مومن (من حیث ھو مومن۔ اس حیثیت سے کہ وہ مومن ہے) اگر اپنی حقیقت سمجھنے کے لئے حرکت فکری شروع کرے تو اپنی ایمانی ہستی سے پیشتر اس کو پیغمبر علیہ السلام کی معرفت حاصل کرنی پڑے گی اس اعتبار سے کہہ سکتے ہیں کہ نبی کا وجود مسعود ہماری ہستی سے زیادہ ہم سے نزدیک ہے۔ (حاشیۃ القرآن)

خلاصہ کلام

قارئین محترم! الحمد للہ قرآن کریم، احادیث مبارکہ، مفسرین و محدثین وفقہائے کرام کے نظریات اور آخر میں منکرین کے اکابرین کی کتابوں کے حوالہ جات سے یہ مسئلہ بالکل واضح ہو گیا کہ حضور نبی کریم ﷺ بعطائے الٰہی اپنی نورانیت، رُوحانیت اور علمیت کے لحاظ سے ہر جگہ حاضر و ناظر ہیں اور جب چاہیں جس وقت چاہیں جہاں چاہیں اپنے جسد انور کے ساتھ کسی بھی مقام پر تشریف لا سکتے ہیں اور اپنی اُمت کے احوال کو ملاحظہ فرمانے کے ساتھ ساتھ ان کی حاجت روائی بھی فرماتے ہیں۔

قرآن و حدیث کی روشنی میں اپنے عقیدے کی وضاحت کے بعد اب منکرین حاضر و ناظر کی طرف سے کئے گئے چند اعتراضات اور پھر اُن کے جوابات پیش کئے جائیں گے۔ تاکہ جن بھائیوں کے دل میں ابھی تک شک وشبہ یا تردّد باقی ہے اللہ کرے ان کو ہماری بات سمجھ آ جائے اور ان کا تردّد ختم ہو جائے ورنہ ہٹ دھرمی وضد بازی کا علاج تو حکیم جالینوس کے پاس بھی نہیں تھا۔ اللہ تعالیٰ ہدایت نصیب فرمائے۔ (آمین بجاہ النبی الامین ﷺ)

اعتراضات کے جوابات

اعتراض: ہر جگہ حاضر و ناظر ہونا فقط اللہ تعالیٰ کی صفت ہے غیر اللہ کے لئے حاضر و ناظر کا عقیدہ رکھنا شرک ہے۔

جواب (۱): اللہ تعالیٰ جگہ اور مکان سے پاک ہے لہٰذا ہر جگہ اللہ تعالیٰ حاضر و ناظر ہے کا لفظ بولنا ہی صحیح نہیں ورنہ اللہ تعالیٰ کے لئے جگہ کا ہونا لازم آئے گا۔ بلکہ ہر موجود اللہ تعالیٰ کے سامنے ہے اور وہ ہر موجود کو دیکھتا ہے۔ بقول تمہارے اگر تسلیم بھی کر لیا جائے کہ حاضر و ناظر ہونا اللہ تعالیٰ کی صفت ہے تو جواب یہ ہوگا کہ یہ اس کی ذاتی صفت ہے اور حضور نبی کریم ﷺ کی یہ صفت اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ ہے یعنی آپ کی یہ صفت عطائی ہے۔ لہٰذا شرک کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

جواب (۲): حاضر و ناظر فقط اللہ تعالیٰ کی صفت نہیں کیونکہ منکر نکیر بھی دُنیا میں ہر میت کی قبر میں سوالات کے لئے موجود ہوتے ہیں اور ابلیس کو بھی اللہ تعالیٰ نے ایسی طاقت عطا فرمائی ہے کہ وہ ایک ہی آن میں مشرق و مغرب میں موجود ہوتا ہے۔ لہٰذا آپ کے قاعدہ کے مطابق آپ خود مشرک ہوئے کیونکہ آپ بھی تسلیم کرتے ہیں کہ منکر نکیر ایک ہی وقت میں ہزاروں، لاکھوں مردوں سے سوالات کرتے ہیں اور قبر میں موجود ہوتے ہیں۔

حدیثِ پاک میں ہے کہ منکر نکیر ہر مُردہ سے حضور نبی کریم ﷺ کے بارے میں یہ سوال کرتے ہیں ''مَا كُنْتَ تَقُوْلُ فِيْ هٰذَا الرَّجُلِ'' یعنی تو اس مرد یعنی حضور ﷺ کے بارے میں کیا کہا کرتا تھا۔

درسِ نظامی کا ہر طالب علم جانتا ہے کہ "ھذا" اسم اشارہ قریب نظر آنے والی اور محسوس کی جانے چیزوں کے لئے وضع ہوا ہے۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ ہمارے حضور ﷺ سوالات کے دوران ہر مردے کی قبر میں تشریف لاتے ہیں اسی کو تو حاضر و ناظر کہتے ہیں۔

اعتراض: رسول اللہ ﷺ اگر حاضر و ناظر ہیں تو پھر تم مدینہ کیوں جاتے ہو؟

جواب: اللہ تعالیٰ جب ہر جگہ موجود ہے تو تم خانہ کعبہ کیوں جاتے ہو؟ یاد رکھو! جس طرح خانہ کعبہ اللہ تعالیٰ کی تجلیات کا مرکز ہے اسی طرح مدینہ شریف خصوصاً مزار نبوی بھی اللہ تعالیٰ کے انوار و تجلیات کا مرکز ہے۔

اعتراض: اگر رسول اللہ ﷺ حاضر و ناظر ہیں تو منبر پر بیٹھ کر تقریریں کیوں کرتے ہو کیونکہ اس سے لازم آئے گا کہ حضور ﷺ نیچے تشریف فرما ہوں گے اور تم منبر پر۔ اور پھر چاہیے کہ امامت بھی نہ کرواؤ کیونکہ حضور ﷺ حاضر و ناظر ہیں اور آپ کے ہوتے ہوئے امامت کے مصلیٰ پر کھڑے ہونا بے ادبی ہے۔

جواب: حاضر و ناظر کی تعریف میں ہم نے بیان کیا تھا کہ حضور ﷺ جب چاہیں جہاں چاہیں اور جس وقت

چاہیں تشریف لا سکتے ہیں۔ اس وقت یا ہر وقت حضور ﷺ اپنے جسم بشری کے ساتھ ہر جگہ موجود ہیں یہ ہمارا عقیدہ نہیں لہٰذا بے ادبی کا احتمال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ اور بالفرض اگر حضور ﷺ اس وقت حاضر و ناظر ہوں بھی سہی تو قرآن یا حدیث میں یہ کہاں لکھا ہے کہ حضور ﷺ کی موجودگی میں کوئی منبر پر یا امامت کے مصلیٰ پر کھڑا نہیں ہوسکتا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حضور ﷺ کی زندگی میں مصلیٰ پر کھڑے ہو کر امامت کرائی ہے اور سرکارِ دوعالم ﷺ نے ان کے پیچھے نماز ادا فرمائی۔ جیسا کہ حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ کے بارے میں ہے۔ اور حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کو منبر پر بٹھایا اور خود نیچے تشریف فرما ہوئے۔

تیسرا یہ کہ حضور ﷺ خود تو حاضر و ناظر ہیں یعنی ہمیں دیکھ رہے ہیں لیکن ہم آپ ﷺ کو نہیں دیکھ سکتے۔ بے ادبی اس صورت میں ہوتی جب ہم آپ ﷺ کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہوں اور اس کے باوجود بھی امامت کروا رہے ہوں۔

چوتھا یہ کہ یہ عالمِ دُنیا ہے اور آپ ﷺ عالمِ برزخ میں تشریف فرما ہیں لہٰذا عالمِ دُنیا پر عالمِ برزخ کے احکام لاگو نہیں ہو سکتے۔ لہٰذا آپ کا اعتراض لغو ہے۔

اعتراض: اگر رسول اللہ ﷺ حاضر و ناظر بھی ہیں اور نور بھی ہیں جیسا کہ سنیوں کا عقیدہ ہے تو پھر ضروری ہے کہ رات میں اندھیرا نہ ہوتا لہٰذا ثابت ہوا کہ رسول اللہ ﷺ نہ حاضر ہیں اور نہ نور۔

جواب: اللہ تعالیٰ نور بھی ہے اور موجود بھی ہے لیکن اس کے باوجود رات کو اندھیرا ہوتا ہے۔ قرآن نور بھی ہے اور حاضر بھی لیکن پھر بھی اندھیرا چھا جاتا ہے تو تمہارے خود ساختہ قاعدے کے مطابق معاذ اللہ خدا اور قرآن بھی نہ نور ہیں اور نہ ہر جگہ موجود۔ اسی طرح فرشتے نور بھی ہیں اور حاضر بھی لیکن اس کے باوجود دُنیا پر تاریکی چھا جاتی ہے۔ اب اُن کے بارے میں کیا کہو گے۔

اعتراض: قرآن و حدیث میں رسول اللہ ﷺ کے لئے کہیں بھی حاضر و ناظر کا لفظ نہیں آیا پھر تم رسول اللہ ﷺ کے لئے حاضر و ناظر کا لفظ کیوں بولتے ہو؟

جواب (۱): قرآن کریم اور احادیثِ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کے لئے بھی حاضر و ناظر کا لفظ کہیں بھی نہیں آیا پھر تم کیوں اللہ تعالیٰ کو حاضر و ناظر کہتے ہو؟

جواب (۲): قرآن میں حضور نبی کریم ﷺ کے لئے حاضر و ناظر کا لفظ استعمال ہوا ہے جس پر پیچھے ہم نے مکمل بحث کی ہے۔





چاہیں تو اشاروں سے اپنے کایا ہی پلٹ دیں دُنیا کی
یہ شان ہے خدمت گاروں کی سرکار ﷺ کا عالم کیا ہوگا

اختیاراتِ انبیاء
علیہم السلام

سورج اُلٹے پاؤں پلٹے چاند اشارے سے ہو چاک
اندھے نجدی دیکھ لے قدرت رسول اللہ ﷺ کی



عقیدۂ اہلسنّت والجماعت

ہمارا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور نبی کریم ﷺ کو بے شمار احکام تفویض (سونپنا) فرمائے ہیں۔ لہٰذا آپ ﷺ جس چیز کو جس کے لئے چاہیں حلال فرمادیں اور وہی چیز دوسرے کے لئے حرام فرمادیں۔ جسے چاہیں جنت عطا فرمادیں اور جسے چاہیں جہنم کی وعید سنادیں۔

عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

صحیح اور مختار مذہب یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کو احکام تفویض فرمائے گئے ہیں آپ ﷺ جسے چاہیں جو چاہیں فرمائیں۔ ایک فعل ایک کے حق میں حرام قرار دے دیں اور دوسرے کے حق میں وہی فعل مباح فرمادیں۔ ایسی مثالیں بہت موجود ہیں۔ (مدارج النبوت)

قرآن سے اختیارِ مصطفیٰ ﷺ کا ثبوت

﴿اللہ و رسول ﷺ کو تمہارے معاملات پر مکمل اختیار ہے﴾

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗۤ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ ۔ (پارہ ۲۲ سورہ احزاب آیت ۳۶)

ترجمہ کنز الایمان: اور نہ کسی مسلمان مرد نہ مسلمان عورت کو پہنچتا ہے کہ جب اللہ اور رسول ﷺ کچھ حکم فرمادیں تو انہیں اپنے معاملہ کا کچھ اختیار رہے۔

شان نزول: یہ آیت کریمہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا بنت جحش اسد یہ اور ان کے بھائی عبداللہ ابن جحش اور ان کی والدہ امیمہ بنت عبدالمطلب، حضور ﷺ کی پھوپھی کے حق میں نازل ہوئی۔ کہ حضور ﷺ نے زید ابن حارثہ رضی اللہ عنہ کے نکاح کے لئے زینب رضی اللہ عنہا کو پیغام دیا۔ جسے زینب رضی اللہ عنہا اور ان کے گھر والوں نے قبول نہ کیا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ تو پھر حضرت زینب رضی اللہ عنہا اور ان کے گھر والے راضی ہو گئے اور حضرت زید رضی اللہ عنہ کا نکاح زینب رضی اللہ عنہا سے کر دیا گیا۔

معلوم ہوا کہ حضور نبی کریم ﷺ کے حکم کے سامنے اپنے ذاتی معاملات میں بھی مومن کو حق نہیں ہوتا۔ اگر حضور ﷺ کسی پر اس کی منکوحہ بیوی حرام کر دیں تو حرام ہو جائے گی۔ جیسا کہ حضرت کعب رضی اللہ عنہ کے بارے میں آپ ﷺ نے حکم فرمایا تھا۔ غرض یہ کہ حضور ﷺ ہمارے دین و دُنیا اور جان و مال کے مالک ہیں

اور آپ ﷺ کا حکم ماں باپ کے حکم سے زیادہ اہم ہے۔ بلکہ حضور ﷺ کا حکم خدا کا حکم ہے کہ اس میں ذرّہ برابر تردّد کرنا گمراہی ہے۔ دیکھو عورت کو اپنے نفس کا بھی اختیار نہیں۔ آپ ﷺ جس کے ساتھ نکاح کا حکم فرما دیں اسی سے کرنا پڑے گا۔ معلوم ہوا اللہ تعالیٰ نے حضور نبی کریم ﷺ کو بے شمار اختیارات سے نوازا ہے۔

﴾رسول اللہ ﷺ کے اختیارات کا منکر مومن نہیں﴿

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ۔ (پارہ ۵ سورہ نساء آیت ۶۵)

ترجمہ کنز الایمان: تو اے محبوب ﷺ تمہارے ربّ کی قسم وہ مسلمان نہ ہوں گے جب تک آپس کے جھگڑے میں تمہیں ﷺ حاکم نہ بنائیں پھر جو کچھ تم حکم فرما دو اپنے دلوں میں اسے رکاوٹ نہ پائیں اور جی سے مان لیں۔

شان نزول: اس آیت کریمہ کا شان نزول یہ ہے کہ اہل مدینہ پہاڑی پانی سے اپنے کھیت سیراب کرتے تھے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ اور ایک انصاری کے کھیت ملے ہوئے تھے ان دونوں کا اس پانی کے متعلق جھگڑا ہو گیا کہ پہلے کون اپنے کھیت کو پانی دے۔ یہ مقدمہ بارگاہِ رسالت میں پیش ہوا۔ حضور ﷺ نے فیصلہ فرمایا کہ پہلے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ پانی دیں پھر انصاری کیونکہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کا کھیت اُوپر کی جانب تھا۔ یہ فیصلہ انصاری کو ناگوار گزرا۔ اس کے منہ سے نکل گیا کہ زبیر رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے پھوپھی زاد قریبی ہیں۔ اس پر یہ آیت کریمہ اُتری۔ اس آیت کریمہ کے تحت فقہائے کرام فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ کے فیصلے کا انکار کرنے والا مرتد ہے لہٰذا ثابت ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کے اختیارات کا منکر مومن نہیں۔

خلاصہ: ان آیاتِ مبارکہ سے ثابت ہوا کہ حضور نبی کریم ﷺ کی حاکمیت تسلیم کرنا اور آپ ﷺ کی اطاعت وفرمانبرداری کرنا واجب ہے اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو اختیارات سے نوازہ ہے لہٰذا آپ ﷺ جب کسی چیز کے بارے میں حکم فرما دیں تو وہ واجب العمل ہو جاتا ہے۔

احادیث سے اختیاراتِ مصطفیٰ ﷺ کا ثبوت

﴾موت پر انبیاء کرام علیہم السلام کو اختیار ہے﴿

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَآءَ الْمَلَكُ الْمَوْتِ اِلٰى مُوْسٰى فَقَالَ لَهٗ اَجِبْ رَبَّكَ قَالَ فَلَطَمَ مُوْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ عَيْنَ مَلَكِ الْمَوْتِ فَفَقَاَهَا

قَالَ فَرَجَعَ الْمَلَكُ اِلَى اللّٰهِ تَعَالٰى فَقَالَ اِنَّكَ اَرْسَلْتَنِىْ اِلٰى عَبْدِكَ لَا يُرِيْدُ الْمَوْتَ وَقَدْ فَقَاَ عَيْنِىْ قَالَ فَرَدَّ اللّٰهُ اِلَيْهِ عَيْنَهٗ وَقَالَ اِرْجِعْ اِلٰى عَبْدِىْ فَقُلْ اَلْحَيَاتُ تُرِيْدُ فَاِنْ كُنْتَ تُرِيْدَ الْحَيَاةَ فَضَعْ يَدَكَ عَلٰى مَتْنِ ثَوْرٍ فَمَا تَوَارَتْ يَدُكَ مِنْ شَعْرَةٍ فَاِنَّكَ تَعِيْشُ بِهَا سَنَةً قَالَ ثُمَّ قَالَ ثُمَّ تَمُوْتُ قَالَ فَالْاٰنَ مِنْ قَرِيْبٍ رَبِّ اَمِتْنِىْ مِنَ الْاَرْضِ الْمُقَدَّسَةِ رَمْيَةً بِحَجَرٍ ۔ (بخاری شریف ج ۱ص ۴۸۳۔ مسلم شریف ج ۲ص ۲۶۷)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس ملک الموت آئے اور آپ علیہ السلام سے عرض کی کہ اپنے ربّ تعالیٰ کے پاس چلئے یعنی آپ علیہ السلام کے وصال کا وقت ہو چکا ہے اور میں رُوح قبض کرنے آیا ہوں۔ تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ملک الموت کو طمانچہ مارا اور ان کی آنکھ باہر نکال دی ملک الموت علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں واپس لوٹ گئے اور عرض کی اے میرے ربّ تعالیٰ تو نے مجھے ایسے بندے کی طرف بھیجا جو موت کا ارادہ نہیں رکھتا اور اس نے میری آنکھ بھی نکال دی ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے ملک الموت کو آنکھ واپس لوٹا دی اور پھر فرمایا کہ جاؤ اور میرے بندے موسیٰ علیہ السلام سے عرض کرو کہ کیا آپ مزید زندگی کا ارادہ رکھتے ہیں؟ اگر ارادہ رکھتے ہیں تو اپنے ہاتھ بیل کی پشت پر رکھیں اور جتنے بال ہاتھ کے نیچے آئیں اتنے سال آپ علیہ السلام کو مزید زندگی عطا کی جائے گی تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اس کے بعد پھر کیا ہوگا؟ ملک الموت نے عرض کی پھر آپ کو موت آئے گی۔ تو آپ علیہ السلام نے فرمایا اب تو قریب ہے (مطلب یہ کہ آپ علیہ السلام نے رُوح قبض کرنے کی اجازت دے دی)۔ پھر عرض کی اے میرے ربّ تعالیٰ بیت المقدس سے پتھر پھینکے جانے کے فاصلہ کی مقدار پر میری رُوح قبض کر لے۔

﴿موت بھی حضور ﷺ سے اجازت مانگ کر آتی ہے﴾

وَعَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّ رَجُلًا مِنْ قُرَيْشٍ دَخَلَ عَلٰى اَبِيْهِ عَلِيِّ بْنِ حُسَيْنٍ فَقَالَ اَلَا اُحَدِّثُكَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بَلٰى حَدِّثْنَا عَنْ اَبِى الْقَاسِمِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَمَّا مَرِضَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَتَاهُ جِبْرَائِيْلُ فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ اِنَّ اللّٰهَ اَرْسَلَنِىْ اِلَيْكَ تَكْرِيْمًا لَّكَ وَتَشْرِيْفًا لَّكَ خَاصَّةً لَّكَ يَسْئَلُكَ عَمَّا هُوَ اَعْلَمُ بِهٖ مِنْكَ يَقُوْلُ كَيْفَ تَجِدُكَ قَالَ اَجِدُنِىْ يَا جِبْرِيْلُ مَغْمُوْمًا وَاَجِدُنِىْ يَا جِبْرِيْلُ مَكْرُوْبًا ثُمَّ جَآءَ الْيَوْمَ الثَّانِىَ فَقَالَ لَهٗ ذَالِكَ فَرَدَّ عَلَيْهِ النَّبِىُّ صَلَّى

6

اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَمَارَدَّ اَوَّلَ یَوْمٍ ثُمَّ جَآءَہُ الْیَوْمَ الثَّالِثَ فَقَالَ لَہٗ کَمَا قَالَ اَوَّلَ یَوْمٍ وَرَدَّ عَلَیْہِ کَمَارَدَّ عَلَیْہِ وَجَآءَ مَعَہٗ مَلَکٌ یُقَالُ لَہٗ عِزْرَائِیْلُ عَلٰی مِائَۃِ اَلْفِ مَلَکٍ کُلُّ مَلَکٍ عَلٰی مِائَۃِ اَلْفِ مَلَکٍ فَاسْتَاْذَنَ عَلَیْہِ فَسَاَلَہٗ عَنْہُ ثُمَّ قَالَ جِبْرِیْلُ ھٰذَا مَلَکُ الْمَوْتِ یَسْتَاْذِنُ عَلَیْکَ مَااسْتَاْذَنَ عَلٰی آدَمِیٍّ قَبْلَکَ وَلَا یَسْتَاذِنُ عَلٰی آدَمِیٍّ بَعْدَکَ فَقَالَ اِئْذَنْ لَہٗ فَسَلَّمَ عَلَیْہِ ثُمَّ قَالَ یَا مُحَمَّدُ اِنَّ اللّٰہَ اَرْسَلَنِیْ اِلَیْکَ فَاِنْ اَمَرْتَنِیْ اَنْ اَقْبِضَ رُوْحَکَ قَبَضْتُ وَاِنْ اَمَرْتَنِیْ اَنْ اَتْرُکَہٗ تَرَکْتُہٗ فَقَالَ وَتَفْعَلُ یَا مَلَکَ الْمَوْتِ قَالَ نَعَمْ بِذَالِکَ اُمِرْتُ اَنْ اُطِیْعَکَ قَالَ فَنَظَرَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِلٰی جِبْرِیْلَ فَقَالَ جِبْرِیْلُ یَا مُحَمَّدُ اِنَّ اللّٰہَ قَدْ اِشْتَاقَ اِلٰی لِقَائِکَ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لِمَلَکِ الْمَوْتِ اِمْضِ لِمَا اُمِرْتَ بِہٖ فَقَبَضَ رُوْحَہٗ ۔ (مشکوٰۃ شریف ص ۵۴۹۔ بیہقی شریف۔ دلائل النبوت)

ترجمہ: حضرت جعفر بن محمد رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ قبیلہ قریش کا ایک مرد اُن کے والد حضرت علی بن حسین رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور کہا کہ میں تمہیں رسول اللہ ﷺ کے بارے میں خبر نہ دوں۔ آپ نے کہا کیوں نہیں۔ وہ بولا کہ جب رسول اللہ ﷺ بیمار ہوئے تو آپ ﷺ کی بارگاہ میں جبرائیل علیہ السلام حاضر ہوئے اور عرض کی یا محمد ﷺ اللہ تعالیٰ نے مجھے آپ کے پاس خاص طور پر آپ ﷺ کی عزت و احترام کے لئے بھیجا ہے۔ اللہ تعالیٰ جو آپ سے زیادہ جاننے والا ہے وہ پوچھتا ہے کہ آپ ﷺ اپنے آپ ﷺ کو کیسا محسوس کر رہے ہیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا اے جبرئیل علیہ السلام میں اپنے آپ کو غمزدہ اور تکلیف میں پا ہوں۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام دوسرے دن حاضر ہوئے تو پھر وہی بات پوچھی تو آپ ﷺ نے بھی وہی جواب دیا جو پہلے دیا تھا اور تیسرے دن بھی وہی جواب دیا۔ لیکن اس مرتبہ حضرت جبرئیل علیہ السلام کے ساتھ ایک فرشتہ جس کا نام اسماعیل علیہ السلام تھا تشریف لایا اور یہ فرشتہ ایسے ایک لاکھ فرشتوں کا سردار تھا جن میں سے ہر فرشتہ ایک ایک لاکھ فرشتوں پر سردار تھا۔ اس فرشتے نے آپ ﷺ سے اجازت طلب کی پھر آپ ﷺ نے اُن کے بارے میں پوچھا تو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے کہا یہ موت کا فرشتہ ہے آپ ﷺ سے اجازت طلب کرتا ہے اس فرشتے نے آپ ﷺ سے پہلے نہ کسی سے اجازت طلب کی تھی اور نہ آپ ﷺ کے بعد کسی سے اجازت طلب کریں گے۔ آپ ﷺ نے اسے اجازت مرحمت فرمائی پھر اس فرشتے نے عرض کی یا محمد ﷺ اللہ تعالیٰ نے مجھے آپ کے پاس بھیجا ہے تاکہ آپ ﷺ مجھے اجازت دیں کہ میں آپ ﷺ کی رُوح مبارک قبض کرلوں اور اگر آپ نے رُوح قبض کرنے کی اجازت مرحمت نہ فرمائی تو میں رُوح قبض نہیں

کروں گا۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا اے ملک الموت کیا تم یہ کام کرو گے؟ فرشتے نے عرض کی مجھے اسی کا حکم ارشاد ہوا ہے اور فرمایا گیا ہے کہ آپ ﷺ کی اطاعت کروں۔ حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کی طرف دیکھا تو انہوں نے عرض کی یا محمد ﷺ اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کی ملاقات کا مشتاق ہے تو رسول اللہ ﷺ نے ملک الموت علیہ السلام سے فرمایا کہ جو تجھے حکم دیا گیا ہے وہ کر ڈالو چنانچہ ملک الموت نے آپ ﷺ کی رُوح مبارک قبض کر لی۔

تشریح: موت کا ایک وقت متعین ہے جس آدمی کا وقت پورا ہو جائے تو اس کی رُوح قبض کرنے میں ذرّہ برابر دیر نہیں کی جاتی اور اس کی بلا اجازت موت کا فرشتہ اس کی رُوح قبض کر لیتا ہے۔

لیکن قربان جایئے رسول اللہ ﷺ کی عظمت و بزرگی پر کہ موت بھی آپ ﷺ سے اجازت لے کر آتی ہے کہ آپ ﷺ پسند فرمائیں تو آپ ﷺ کی رُوح مبارک قبض ہو گی۔ اور اگر آپ ﷺ چاہیں تو موت واپس چلی جائے گی۔

لہٰذا معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو اپنی موت پر اختیار عطا فرمایا ہے چاہیں تو قبول کر لیں اور چاہیں تو ملک الموت کو واپس لوٹا دیں اور آپ ﷺ کسی بھی چیز میں تصرف کرنے پر بعطائے الٰہی قادر ہیں۔

﴿مجھے اللہ نے اختیارِ عطا فرمایا ہے﴾

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیْ قَالَ خَطَبَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ النَّاسَ وَقَالَ اِنَّ اللّٰہَ خَیَّرَ عَبْدًا بَیْنَ الدُّنْیَا وَ بَیْنَمَا عِنْدَہٗ فَاخْتَارَ ذٰلِکَ الْعَبْدُ مَا عِنْدَ اللّٰہِ قَالَ فَبَکٰی اَبُوْبَکْرٍ فَتَعَجَّبْنَا لِبُکَائِہٖ اَنْ یُّخْبِرَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَنْ عَبْدٍ خُیِّرَ وَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ھُوَ الْمُخَیَّرُ وَ کَانَ اَبُوْبَکْرٍ ھُوَ اَعْلَمُنَا ۔

(بخاری شریف ج ۱ ص ۵۱۶)

ترجمہ: حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے خطبہ ارشاد فرمایا اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے بندے کو اختیار عطا فرمایا ہے کہ وہ دُنیا کو لے لے یا اس چیز کو جو اللہ تعالیٰ کے پاس ہے (سرکارِ دو عالم ﷺ کی بات سُن کر) حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ رو پڑے۔ ہمیں ان کے رونے پر بڑی حیرت ہوئی کہ رسول اللہ ﷺ نے تو کسی بندے کے بارے میں خبر دی کہ اسے اختیار دیا گیا ہے (حضور نبی کریم ﷺ کے وصال ظاہری کے بعد معلوم ہوا کہ) جس بندے کو اختیار عطا کیا گیا وہ رسول اللہ ﷺ ہی تو تھے۔ اس سے ہمیں معلوم ہوا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہم میں سب سے زیادہ علم رکھتے تھے۔

﴿نماز میں اختیار مصطفیٰ ﷺ﴾

شرعی مسئلہ ہے کہ جب کوئی شخص حالت نماز میں ہو اور دوران نماز اسے کوئی بلائے تو اس پر واجب و ضروری ہے کہ پہلے نماز مکمل کر لے پھر اس کو جواب دے۔ اگر دوران نماز جواب دیا تو نماز فاسد ہو جائے گی۔ کیونکہ نماز میں کلام مفسد نماز ہے۔ لیکن اگر کوئی نمازی نماز پڑھ رہا ہو اور رسول اللہ ﷺ اس کو آواز دیں تو اس نمازی پر واجب ہو جاتا ہے کہ اپنی نماز چھوڑ کر حضور نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہو جائے خدمت بجا لانے کے بعد جہاں سے نماز چھوڑی تھی وہیں سے ادا کر لے تو اس کی نماز ہو جائے گی۔ یعنی دوران خدمت گویا کہ وہ نماز میں ہی ہے۔

جیسا کہ حدیث پاک میں ہے:

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدَ ابْنِ الْمُعَلّٰی قَالَ کُنْتُ اُصَلِّیْ فِی الْمَسْجِدِ فَدَعَانِی النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَلَمْ اُجِبْہُ ثُمَّ اَتَیْتُہٗ فَقُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اِنِّیْ کُنْتُ اُصَلِّیْ قَالَ اَلَمْ یَقُلِ اللّٰہُ "اِسْتَجِیْبُوْا لِلّٰہِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاکُمْ"۔ (بخاری شریف ج ۲ ص ۶۸۳) (مشکوۃ شریف ص ۱۸۴)

ترجمہ: حضرت سعید بن معلّٰی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں مسجد میں نماز ادا کر رہا تھا کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے بلایا لیکن میں نے نماز میں ہونے کی وجہ سے جواب نہ دیا۔ (نماز سے فراغت کے بعد) میں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ میں نماز میں تھا تو آپ ﷺ نے فرمایا "کیا اللہ تعالیٰ نے نہیں فرمایا جب تمہیں اللہ اور اس کا رسول بلائیں تو تم فوراً ان کی بارگاہ میں حاضر ہو جاؤ۔

تشریح: مطلب یہ کہ تم پر دوران نماز بھی ضروری تھا کہ میری آواز پر میرے پاس حاضر ہو جاتے اس حدیث کے تحت فقہائے کرام فرماتے ہیں کہ جس شخص کو دورانِ نماز حضور نبی کریم ﷺ بلائیں تو اس پر واجب ہے کہ نماز چھوڑ کر آپ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہو جائے۔ اس کی نماز فاسد نہیں ہو گی۔

﴿رسول اللہ ﷺ نے تین فرض نمازیں معاف فرما دیں﴾

ہر مسلمان مرد و عورت اور بوڑھا و بچہ سب ہی جانتے ہیں کہ مسلمانوں پر پانچ نمازیں فرض ہوئیں نہ ان میں کمی ہو سکتی ہے نہ زیادتی۔ لہٰذا ہر مسلمان کو پانچ ہی نمازیں ادا کرنی پڑیں گی۔ لیکن قربان جائیں حبیب پروردگار دو عالم کے مالک و مختار جناب احمد مجتبیٰ ﷺ کے اختیار پر کہ پانچ نمازوں میں بھی کمی بیشی کا اختیار رکھتے ہیں۔ جیسا کہ حدیث سے ثابت ہے:

عَنْ عَبْدِاللّٰہِ بْنِ فُضَالَۃَ عَنْ اَبِیْہِ قَالَ عَلَّمَنِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَکَانَ

فِيمَا عَلَّمَنِىْ وَحَافِظْ عَلَى الصَّلٰوةِ الْخَمْسِ قَالَ قُلْتُ اِنَّ هٰذِهٖ سَاعَاتٌ لِىْ فِيهَا اِشْغَالٌ فَمُرْنِىْ بِاَمْرٍ جَامِعٍ اِذَا اَنَا فَعَلْتُهُ اَجْزَءَ نِىْ فَقَالَ حَافِظْ عَلَى الْعَصْرَيْنِ وَمَا كَانَتْ مِنْ لُغَتِنَا فَقُلْتُ وَمَا الْعَصْرَانِ فَقَالَ صَلٰوةٌ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَصَلٰوةٌ قَبْلَ غُرُوْبِهَا ۔

(ابوداؤد ج ۱ ص ۶۷)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن فضالہ رضی اللہ عنہ اپنے والد محترم سے روایت کرتے ہیں انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے جو تعلیم دی اس میں یہ بھی ارشاد فرمایا کہ پانچوں نمازوں کی حفاظت کرنا میں نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ نماز کے اوقات میں تو میں بہت مشغول ہوتا ہوں۔لہٰذا آپ ﷺ مجھے کوئی ایسا حکم ارشاد فرمائیں کہ وہ میرے لئے کافی ہو جائے تو آپ ﷺ نے فرمایا چلو عصرین یعنی نماز فجر اور عصر کی حفاظت کرلیا کرو راوی کہتے ہیں کہ ہماری لغت میں عصرین کا لفظ نہیں تھا میں نے عرض کی عصرین کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا سورج طلوع ہونے اور غروب ہونے سے پہلے کی دونوں نمازیں۔یعنی فجر اور عصر۔

﴾کفارہ روزہ اور اختیار مصطفیٰ ﷺ﴿

شرعی ضابطہ ہے کہ جب کوئی شخص روزہ توڑ دے تو وہ اس کا کفارہ ادا کرے۔کفارے کی صورت یہ ہے کہ وہ ایک غلام آزاد کرے ورنہ ساٹھ روزے پے در پے رکھے اور اگر اس طرح بھی نہ کر سکے تو ساٹھ مسکینوں کو دو وقت کا کھانا پیٹ بھر کر کھلائے اس کے بعد چوتھی صورت کوئی بھی نہیں۔

لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کریم ﷺ کو اس میں بھی اختیار عطا فرمایا ہے کہ جسے چاہیں مکمل کفارا ہی معاف فرمادیں جیسا کہ حدیث پاک میں ہے۔

عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ بَيْنَمَا نَحْنُ جُلُوْسٌ عِنْدَ النَّبِيِّ اِذْ جَآءَهُ رَجُلٌ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلَكْتُ قَالَ مَالَكَ قَالَ وَقَعْتُ عَلٰى اِمْرَاَتِىْ وَاَنَا صَائِمٌ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلْ تَجِدُ رَقَبَةً تُعْتِقُهَا قَالَ لَا قَالَ فَهَلْ تَسْتَطِيْعُ اَنْ تَصُوْمَ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ قَالَ لَا قَالَ فَهَلْ تَجِدُ اِطْعَامَ سِتِّيْنَ مِسْكِيْنًا قَالَ لَا قَالَ فَمَكَثَ النَّبِىُّ فَبَيْنَا نَحْنُ عَلٰى ذٰلِكَ اُتِىَ النَّبِىَّ بِعَرَقٍ فِيْهَا تَمْرٌ وَالْعِرْقُ الْمِكْتَلُ قَالَ اَيْنَ السَّائِلُ فَقَالَ اَنَا خُذْ هٰذَا وَتَصَدَّقْ بِىْ فَقَالَ الرَّجُلُ اَعَلٰى مَنْ اَفْقَرُ مِنِّىْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَاللّٰهِ مَابَيْنَ لَابَتَيْهَا يُرِيْدُ الْحَرَّتَيْنِ اَهْلُ بَيْتٍ اَفْقَرُ مِنْ اَهْلِ بَيْتِىْ فَضَحِكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى بَدَتْ اَنْيَابُهُ ثُمَّ قَالَ اَطْعِمْهُ

اَهْلَكَ ۔ (بخاری شریف ج ا ص ۲۵۹۔۲۶۰)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ہم نبی کریم ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک شخص حاضر ہوا اور عرض کی یارسول اللہ ﷺ میں ہلاک ہو گیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا. تجھے کیا ہوا عرض کی میں روزے کی حالت میں اپنی بیوی سے ہم بستری کر بیٹھا ہوں تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کیا تیرے پاس غلام ہے تاکہ تو اسے آزاد کرے؟ عرض کی نہیں پھر آپ ﷺ نے فرمایا کیا تو دو مہینے کے روزے پے در پے رکھ سکتا ہے؟ عرض کی نہیں آپ ﷺ نے پھر فرمایا کیا تم ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلا سکتے ہو؟ عرض کی نہیں اس کے بعد حضور نبی کریم ﷺ کچھ دیر ٹھہرے۔ آپ ﷺ کی بارگاہ میں کھجوروں کا ٹوکرا پیش ہوا۔ آپ ﷺ نے فرمایا سائل کہاں ہے اس نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ میں حاضر ہوں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا اس ٹوکرا کو صدقہ کر دو۔ عرض کی یارسول اللہ ﷺ کس کو صدقہ کروں جو مجھ سے زیادہ ضرورت مند ہے، اللہ کی قسم مدینہ شریف کے دونوں کناروں کے درمیان کوئی شخص میرے گھر والوں سے زیادہ محتاج نہیں۔ تو حضور نبی کریم ﷺ اتنے ہنسے کہ آپ ﷺ کے دندان مبارک ظاہر ہو گئے اور فرمایا جاؤ یہ کھجور اپنے گھر والوں کو کھلا دو (تیرا کفارہ ادا ہو جائے گا)۔

﴿زکوٰۃ اور جہاد میں اختیار مصطفیٰ ﷺ﴾

ہر صاحبِ نصاب پر زکوٰۃ فرض ہے کسی صورت معاف نہیں اور اسی طرح جب جہاد فرضِ عین ہو جائے تو مسلمانوں کے بچے بچے پر لازم وضروری ہے کہ وہ میدان جنگ میں کفار کے خلاف جنگ کرے۔

لیکن اللہ تعالیٰ نے حضور نبی کریم ﷺ کو اس میں بھی اختیار فرمایا ہے کہ جسے چاہیں زکوٰۃ سے بری الذمہ فرما دیں جیسا کہ حدیث میں ہے۔

عَنْ عُثْمَانَ بْنِ اَبِی الْعَاصِ اَنَّ وَفْدَ ثَقِیْفٍ لَمَّا قَدِمُوْا عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنْزَلَهُمُ الْمَسْجِدَ لِیَكُوْنَ اَرَقَّ لِقُلُوْبِهِمْ فَاشْتَرَطُوْا عَلَیْهِ اَنْ لَّا یَحْشُرُوْا وَلَا یَعْشُرُوْا وَلَا یُجَبُّوْا (وَلَا یُصَلُّوْا) فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَكُمْ اَنْ لَّا تُحْشُرُوْا وَلَا تُعْشُرُوْا وَلَا خَیْرَ فِیْ دِیْنٍ لَیْسَ فِیْهِ رُكُوْعٌ ۔ (ابوداؤد شریف ج ۲ ص ۷۲)

ترجمہ: حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب قبیلہ ثقیف کا وفد رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا تو اُن کے دل نرم کرنے کے لئے اُنہیں مسجد میں ٹھہرایا گیا۔ اہل وفد نے اسلام میں داخل ہونے کے لئے شرط رکھی کہ نہ تو وہ جہاد میں شمولیت اختیار کریں

گے اور نہ زکوٰۃ دیں گے اور نہ ہی نماز ادا کریں گے۔ تو آپ ﷺ نے جہاد میں شرکت نہ کرنے اور زکوٰۃ ادا نہ کرنے کی اجازت مرحمت فرمائی اور نماز کے بارے میں فرمایا کہ جس دین میں نماز نہیں اس میں کوئی خیر نہیں (یعنی نماز معاف نہ فرمائی)۔

﴿عید قربان اور اختیار مصطفیٰ ﷺ﴾

شرعی مسئلہ ہے کہ اگر بکرا یا بکری کی عمر ایک سال سے کم ہے تو ان کی قربانی کرنا جائز نہیں لہٰذا اگر کسی نے سال سے کم عمر کا بکرا یا بکری ذبح کی تو اُس کی قربانی نہیں ہوگی اسے دوبارہ نیا جانور لے کر قربانی کرنی پڑے گی۔

لیکن حضور نبی کریم ﷺ نے اپنے اصحابی رضی اللہ عنہ کو ایک سال سے کم عمر کی بکری ذبح کرنے کی اجازت مرحمت فرمائی جیسا کہ حدیث پاک میں ہے۔

عَنِ الْبَرَّاءِ بْنِ الْعَاذِبِ قَالَ ذَبَحَ اَبُوْ بَرْدَةَ قَبْلَ الصَّلٰوةِ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَبْدِلْھَا فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَیْسَ عِنْدِیْ اِلَّا جَذْعَۃٌ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِجْعَلْھَا مَکَانَھَا وَلَنْ تُجْزِیْ عَنْ اَحَدٍ بَعْدَکَ۔

(بخاری شریف ج ۲ ص ۸۳۴۔ مسلم شریف ج ۲ ص ۱۵۴)

ترجمہ: حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ابودردہ رضی اللہ عنہ نے عید کی نماز سے پہلے ہی قربانی کا جانور ذبح کر لیا تو نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا دوبارہ قربانی کرو تو انہوں نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ میرے پاس صرف ایک بکری کا بچہ ہے جو ایک سال سے کم عمر کا ہے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اسی کی قربانی کر لو لیکن تمہارے علاوہ دوسرے کو یہ کافی نہیں ہوگا۔ (یعنی تمہیں ہی میں ایسا کرنے کی اجازت دیتا ہوں لیکن اور کوئی اس طرح نہیں کرسکتا)

﴿فرضیت حج اور اختیار مصطفیٰ ﷺ﴾

یٰاَیُّھَا النَّاسُ اِنَّ اللّٰہَ کَتَبَ عَلَیْکُمُ الْحَجَّ فَقَامَ الْاَقْرَعُ بْنُ الْحَابِسِ فَقَالَ اَفِیْ کُلِّ عَامٍ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَوْ قُلْتُھَا نَعَمْ لَوَجَبَتْ وَلَوْ وَجَبَتْ لَمْ تَعْمَلُوْا بِھَا وَلَمْ تَسْتَطِیْعُوْا! (مشکوٰۃ شریف ص ۲۲۱۔ احمد۔ نسائی۔ دارمی)

ترجمہ: (رسول اللہ ﷺ نے فرمایا) اے لوگو! بے شک اللہ تعالیٰ نے تم پر حج فرض کر دیا ہے۔ تو حضرت اقرع بن حابس رضی اللہ عنہ کھڑے ہو گئے اور عرض کی یارسول اللہ ﷺ کیا ہر سال حج فرض

ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا اگر میں نے ہاں کر دی تو ہو جائے گا اور اگر ہر سال حج فرض ہو گیا تو تم اس کی ادائیگی کی طاقت نہیں رکھتے۔

خلاصہ: معلوم ہوا کہ حضور نبی کریم ﷺ کو اختیار حاصل ہے کہ جب چاہیں اور جس کے بارے میں چاہیں اسے فرض کر دیں اور چاہیں تو اسے معاف فرما دیں جیسا کہ آپ ﷺ نے حدیث میں فرمایا کہ "اگر میں نے حج کی فرضیت پر ہاں کہہ دی تو ہر سال حج فرض ہو جائے گا"۔

﴿ریشمی لباس اور اختیارِ مصطفیٰ ﷺ﴾

ہر مسلمان کو یہ مسئلہ اچھی طرح معلوم ہے کہ کسی بھی مسلمان مرد کو ریشمی لباس پہننا چاہے عذر کی بناء پر ہی کیوں نہ ہو جائز نہیں لیکن رسول اللہ ﷺ کو اختیار ہے کہ آپ ﷺ جسے چاہیں ریشمی لباس پہننے کی اجازت مرحمت فرما دیں۔ جیسا کہ حدیث میں ہے:

عَنْ اَنَسٍ قَالَ رَخَّصَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لِلزُّبَیْرِ وَ عَبْدِالرَّحْمَانَ فِیْ لُبْسِ الْحَرِیْرِ لَحُکَّۃٍ بِھِمَا ۔ (بخاری شریف ج ۲ ص ۸۶۸)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے خارش کے مرض کی وجہ سے حضرت زبیر اور حضرت عبدالرحمان رضی اللہ عنہما کو ریشمی لباس پہننے کی اجازت مرحمت فرمائی۔

﴿حالتِ جنابت میں دخولِ مسجد اور اختیارِ مصطفیٰ ﷺ﴾

جب کسی شخص پر حالتِ جنابت طاری ہو یعنی غسل کرنا واجب ہو تو وہ غسل جنابت کئے بغیر مسجد میں داخل نہیں ہو سکتا۔ لیکن حضور ﷺ نے حالتِ جنابت میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مسجد میں جانے کی اجازت عطا فرمائی۔

جیسا کہ حدیثِ پاک میں ہے:

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بَعَلِیٍّ یَا عَلِیُّ لَا یَحِلُّ لِاَحَدٍ اَنْ یَّجْنِبَ فِیْ ھٰذَا الْمَسْجِدِ غَیْرِیْ وَغَیْرُکَ ۔ (ترمذی شریف ج ۲ ص ۲۱۴)

ترجمہ: حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے علی رضی اللہ عنہ میرے اور تمہارے بغیر کسی کو حلال نہیں کہ وہ حالتِ جنابت میں مسجد کے اندر داخل ہو۔

﴿جنت عطا فرما دی﴾

جو شخص نیک اعمال کرے گا اسے اللہ تعالیٰ جنت میں داخل فرمائے گا اور جو برے اعمال اپنائے گا اس کے لئے دوزخ ہے۔ چنانچہ جنت و دوزخ میں جانے کا دارومدار اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کے عدل پر ہے۔

لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب پاک صاحب لولاک ﷺ کو یہ بھی اختیار عطا فرمایا ہے کہ جس کو جنت عطا فرمادیں اس کے لئے جنت واجب ہو جاتی ہے۔

جیسا کہ حدیثِ پاک میں مذکور ہے:

عَنْ رَبِیْعَةَ بْنِ کَعْبِ الْاَسْلَمِیْ قَالَ کُنْتُ اَبِیْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاَتَیْتُہٗ بِوَضُوْئِہٖ وَحَاجَتِہٖ فَقَالَ لِیْ سَلْ فَقُلْتُ اَسْئَلُکَ مُرَافَقَتَکَ فِی الْجَنَّةِ قَالَ اَوَ غَیْرَ ذَالِکَ قُلْتُ ھُوَ ذَاکَ قَالَ فَاَعِنِّیْ عَلٰی نَفْسِکَ بِکَثْرَةِ السُّجُوْدِ ۔ (مسلم شریف ج ۱ ص ۱۹۳)

ترجمہ: حضرت ربیعہ بن کعب اسلمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت کیا کرتا تھا اور آپ ﷺ کی بارگاہ میں وضو اور استنجا کے لئے پانی لایا کرتا تھا (ایک دن حضور نبی کریم ﷺ کا دریائے رحمت جوش میں آ گیا) اور فرمایا مانگ ربیعہ کیا مانگتا ہے، میں نے عرض کی جنت میں آپ ﷺ کی رفاقت کا سوال کرتا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا اس کے علاوہ اور بھی کچھ مانگ۔ میں نے عرض کی بس مجھے یہی کافی ہے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا اپنے معاملہ میں کثرت سجود کے ساتھ میری مدد کر۔ یعنی جنت تجھے مل گئی تم کثرت سے نوافل پڑھا کرو۔

﴿تمام خزانوں کی کنجیاں حضور ﷺ کے پاس ہیں﴾

ہمارے حضور نبی کریم ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے تمام خزانوں کی کنجیاں عطا فرمائی ہیں لہٰذا جسے چاہیں جو چاہیں اور جتنا چاہیں عطا فرما سکتے ہیں جیسا کہ حدیث میں ہے۔

عَنْ عُقْبَةَ اَنَّ النَّبِیَّ خَرَجَ یَوْمًا فَصَلّٰی عَلٰی اَھْلِ اُحُدٍ صَلٰوتَہٗ عَلَی الْمَیِّتِ ثُمَّ انْصَرَفَ اِلَی الْمِنْبَرِ فَقَالَ اِنِّیْ فَرَطٌ لَّکُمْ وَاَنَا شَھِیْدٌ عَلَیْکُمْ وَاِنِّیْ لَاَنْظُرُ اِلٰی حَوْضِیْ الْاٰنَ وَاِنِّیْ اُعْطِیْتُ مَفَاتِیْحَ خَزَائِنَ الْاَرْضِ اَوْ مَفَاتِیْحَ الْاَرْضِ وَاِنِّیْ وَاللّٰہِ مَا اَخَافُ عَلَیْکُمْ اَنْ تُشْرِکُوْا بَعْدِیْ وَلٰکِنِّیْ اَخَافُ عَلَیْکُمْ اَنْ تَنَافَسُوْا فِیْھَا ۔ (بخاری شریف ج ۲ ص ۵۸۵)

ترجمہ: حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک دن نبی کریم ﷺ اُحد والوں کے پاس تشریف لے گئے اور تمام شہداء پر نماز جنازہ ادا فرمائی۔ جس طرح میت کی نماز جنازہ پڑھی جاتی ہے۔ پھر آپ ﷺ منبر پر تشریف فرما ہوئے اور فرمایا میں تمہارے لئے آگے جانے والا ہوں اور میں تم پر گواہ ہوں اور اس وقت میں اپنا حوض ملاحظہ کر رہا ہوں اور مجھے زمین کے خزانوں کی کنجیاں بھی عطا کی گئی ہیں خدا کی قسم میں اپنے بعد تم میں شرک کا خوف نہیں کرتا لیکن مجھے خوف ہے کہ تم ایک دوسرے سے حسد کرو گے۔

﴿تمام زمین اللہ جل جلالہٗ اور اس کے رسول ﷺ کی ہے﴾

عَنْ اَبِیْ ہُرَیْرَۃَ فَقَالَ اِعْلَمُوْا اَنَّمَا الْاَرْضَ لِلّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ وَاِنِّیْ اُرِیْدُ اَنْ اُجْلِیَکُمْ مِنْ ھٰذِہِ الْاَرْضِ فَمَنْ وَجَدَ مِنْکُمْ بِمَالِہٖ شَیْئًا فَلْیَبِعْہُ وَاِلَّا فَاعْلَمُوْا اَنَّ الْاَرْضَ لِلّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ ۔

(مسلم شریف ج ۲ ص ۹۴)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا (اے یہودیو) جان لو کہ بے شک زمین اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی ہے اور میرا ارادہ ہے کہ تمہیں اس زمین (سرزمین حجاز) سے نکال دوں لہٰذا جو شخص اپنے مال کو بیچنے کا ارادہ رکھتا ہے وہ اسے بیچ دے ورنہ پس جان لو کہ بے شک زمین اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی ہے۔

خلاصہ: حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ حضور نبی کریم ﷺ تمام زمین کے مالک ہیں اور اس کے خزانوں کے بھی مالک۔ اور مالک کو اختیار ہوتا ہے کہ اپنی ملکیت میں سے جس کو جو کچھ عطا فرما دے اسے اختیارِ کلی ہے۔

﴿چاند پر اختیار مصطفیٰ ﷺ﴾

جس طرح حضور نبی کریم ﷺ کو زمین کی جمیع اشیاء میں اختیار و تصرّف حاصل ہے اسی طرح آپ ﷺ کو افلاک میں چاند سورج وغیرہ پر بھی اختیار ہے چاہیں تو ڈوبا سورج واپس موڑ لیں چاہیں تو چاند کے دو ٹکڑے کر دیں جیسا کہ حدیث پاک میں ہے۔

عَنْ اَنَسٍ اَنَّہٗ حَدَّثَھُمْ اَنَّ اَھْلَ مَکَّۃَ سَاَلُوْا رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنْ یُّرِیَھُمْ اٰیَۃً فَاَرَاھُمْ اِنْشِقَاقُ الْقَمَرِ ۔ (بخاری شریف ج ۱ ص ۵۱۳۔ مسلم شریف ج ۲ ص ۳۷۳)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اہل مکہ نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کی کہ وہ ہمیں کوئی معجزہ دکھائیں تو حضور نبی کریم ﷺ نے انہیں چاند کے ٹکڑے کرتے ہوئے دکھایا۔

﴿پہاڑوں پر اختیار﴾

رسول اللہ ﷺ جس طرح جاندار اشیاء میں تصرف و اختیار رکھتے ہیں اسی طرح آپ ﷺ بے جان چیزوں میں بھی اختیار کے مالک ہیں جیسا کہ لرزتے پہاڑ کو حکم دے کر ساکن فرما دیں۔

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ اِنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ صَعِدَ اُحُدًا وَ اَبُوْبَکْرٍ وَ عُمَرُ وَ عُثْمَانُ فَرَجَفَ بِھِمْ فَقَالَ اُثْبُتْ اُحُدًا فَاِنَّمَا عَلَیْكَ نَبِیٌّ وَ صِدِّیْقٌ وَ شَھِیْدَانِ ۔

(بخاری شریف ج ۱ ص ۵۱۹)

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ اُحد پہاڑ پر چڑھے اور آپ ﷺ کے ساتھ حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم بھی تھے۔ تو پہاڑ اُن کی ہیبت سے کانپنے لگا۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا اے اُحد ٹھہر جا۔ بے شک تیرے اُوپر ایک نبی ایک صدیق اور دو شہید ہیں۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے پہاڑ پر اپنا پاؤں مبارک بھی مارا۔

﴿اگر میں چاہوں تو پہاڑ میرے ساتھ چلنا شروع ہو جائیں﴾

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا عَائِشَةُ لَوْ شِئْتُ لَسَارَتْ مَعِيَ جِبَالُ الذَّهَبِ ۔ (مشکوۃ شریف ص ۵۲۱)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اے عائشہ رضی اللہ عنہا اگر میں چاہوں تو سونے کے پہاڑ میرے ساتھ چلنا شروع ہو جائیں۔

﴿درختوں پر اختیار مصطفیٰ﴾

مسلم شریف اور مشکوٰۃ شریف میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے حدیث مروی ہے۔ آپ فرماتے ہیں:
ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ محو سفر تھے حتیٰ کہ ہم ایک آب و گیاہ وادی میں اُترے تو رسول اللہ ﷺ قضائے حاجت کے لئے تشریف لے گئے۔ لیکن آپ ﷺ نے کوئی ایسے شے نہ دیکھی جو آپ ﷺ کے لئے پردہ کرتی ہو اسی دوران آپ ﷺ کی نظر مبارک دو درختوں پر پڑی آپ ﷺ ان میں سے ایک درخت کے پاس تشریف لے گئے اور اس درخت کی ایک شاخ پکڑ کر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے اذن سے میرے ساتھ چل تو وہ درخت اُس اُونٹ کی طرح چل پڑا جس کی ناک میں نکیل بندھی ہو اور پکڑنے والے کی اطاعت کرتا ہے۔ یہاں تک کہ آپ ﷺ دوسرے درخت کے پاس پہنچ گئے اور اس درخت کی بھی شاخ پکڑ کر فرمایا کہ اے درخت اللہ کے اذن سے تو بھی میرے ساتھ چل۔ تو وہ بھی پہلے درخت کی طرح آپ ﷺ کے ساتھ چل پڑا حتیٰ کہ جب آپ ﷺ ان درختوں کے درمیان میں تشریف لائے اور دونوں درختوں کو فرمایا کہ اللہ کے اذن سے تم دونوں میرے لئے پردہ بن جاؤ تو دونوں درخت آپس میں مل گئے اور آپ ﷺ نے قضائے حاجت فرمائی۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اس واقعہ کو دیکھ کر سوچ میں پڑ گیا کہ اچانک میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ واپس تشریف لا رہے تھے اور وہ دونوں درخت جدا ہو کر اپنی اپنی جگہ واپس چلے اور اپنے تنوں پر کھڑے ہو گئے۔ (مسلم شریف۔ مشکوٰۃ شریف ص ۵۳۲)

ایک اور حدیث میں ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ایک اعرابی رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ میں آپ ﷺ کی نبوت کا کیسے یقین کروں تو آپ ﷺ نے فرمایا اگر میں کھجور کے اُس درخت کو حکم دوں کہ وہ میرے پاس آ کر گواہی دے کہ میں اللہ تعالیٰ کا رسول ﷺ ہوں تو مان لو گے؟ بولا ہاں تو حضور نبی کریم ﷺ نے اس کو بلایا تو وہ آپ کے پاس حاضر ہو گیا۔ آپ ﷺ نے پھر اس کو واپس جانے کا حکم فرمایا وہ دوبارہ واپس چلا گیا اعرابی یہ دیکھ کر مسلمان ہو گیا۔ (ترمذی شریف ج ۲ ص ۲۰۳)

اختیارِ مصطفیٰ ﷺ کے بارے بزرگانِ دین کے عقائد

﴿ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ﴾

وَمِنْ ثَمَّ عَدَّ اَئِمَّتُنَا مِنْ خَصَائِصِهٖ عَلَيْهِ السَّلَامُ اَنَّهٗ يَخُصُّ مَنْ شَآءَ بِمَا شَآءَ جَعَلَهٗ شَهَادَةُ خَذِيْمَةَ بْنِ ثَابِتٍ شَهَادَتَيْنِ ۔ (مرقاۃ ج ۲ ص ۳۲۳)

ترجمہ: اور اسی وجہ سے ہمارے ائمہ نے اس بات کو حضور نبی کریم ﷺ کی خصوصیات میں شمار کیا ہے کہ آپ جسے چاہیں جس حکم کے ساتھ خاص کر لیں۔ جس طرح آپ ﷺ نے خذیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ کی اکیلی شہادت کو دو بندوں کی شہادت کے قائم مقام فرما دیا۔

﴿امام نووی رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ﴾

قَالَ النَّوَوِیُ لِلشَّارِعِ اَنْ يَّخُصَّ مِنَ الْعُمُوْمِ مَاشَآءَ وَبِالتَّضْحِيَةِ بِالضَّانِ لِاَبِیْ بَرْدَةَ بْنِ دِيْنَارٍ وَغَيْرِهٖ ۔ (مرقاۃ ج ۲ ص ۳۲۳)

ترجمہ: امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ شارع یعنی رسول اللہ ﷺ کے لئے جائز ہے کہ وہ عموم احکام میں سے جس کو چاہیں خاص فرما لیں۔ جس طرح ابو بردہ بن دینار کو آپ ﷺ نے ایک سال سے کم عمر کے بکرے کی قربانی کرنے کی اجازت دے دی۔

﴿تصرُّف واختیار کے بارے علامہ ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ﴾

وَمِنْهُمْ خَتْمُ دَائِرَةُ الْوَلَايَةِ قُطْبُ الْوُجُوْدِ سَيِّدِیْ مُحَمَّدْ شَاذِلِیْ الْبِكْرِیْ الشَّهِيْدُ بِالْحَنْفِیْ الْفَقِيْهِ الْوَاعِظِ اَحَدُ مَنْ صَرَفَهُ اللّٰهُ تَعَالٰی فِی الْكَوْنِ مُمَكِّنَةً مِنَ الْاَحْوَالِ وَنُطْقٌ عَلَی الْمُغِيْبَاتِ ۔ (درمختار ج ۱ ص ۴۱)

ترجمہ: امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے پیروکاروں میں سے ختم دائرۃ الولایت قطب الوجود سیدی محمد شاذلی بکری حنفی فقیہ واعظ آپ ان بزرگوں میں سے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے کائنات میں تصرف، حالات پر قدرت اور غیب کی باتوں کے بیان کرنے کی طاقت عطا فرمائی ہے۔

﴿تصرّف واختیار کے بارے سیدی عبدالعزیز دباغ رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ﴾

لَهُمُ التَّصَرُّفُ فِي الْعَوَالَمِ كُلِّهَا السِّفْلِيَّةِ وَالْعِلْوِيَّةِ وَحَتّٰى فِي الْعَالَمِ الرَّقَا وَهُوَ مَافَوْقَ الْحُجُبِ السَّبْعِيْنَ فَهُمُ الَّذِيْنَ يَتَصَرَّفُوْنَ فِيْهِ وَفِيْ اَهْلِهِ وَفِيْ خَوَاطِرِهِمْ وَتَهَجَّسُ بِهِ فَمَائِرُهُمْ فَلَا يُهَجِّسُ فِيْ خَاطِرِ وَاحِدٍ مِنْهُمْ شَيْءٌ اِلَّا بِاِذْنِ اَهْلِ التَّصَرُّفِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ اَجْمَعِيْنَ ۔ (ابریز شریف ص ۳۲۸)

ترجمہ: انہیں (اولیائے کرام کو) سارے جہان سفلی اور علوی میں تصرف حاصل ہوتا ہے یہاں تک کہ ستر پردوں اور ان کے اوپر بھی یہی وہ حضرات ہیں جنہیں عالم اور خیالات میں تصرف حاصل ہوتا ہے اور جو ان کے دل میں گزرتا ہے تو وہ تصرف کی اجازت ہی سے گزرتا ہے۔ رضی اللہ عنہم اجمعین۔

﴿تصرّف واختیار کے بارے علامہ شطنوفی رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ﴾

قَدْ رَاَيْتُ اَرْبَعَةً مِنَ الْمَشَائِخِ يَتَصَرَّفُوْنَ فِيْ قُبُوْرِهِمْ كَتَصَرُّفِ الْاَحْيَاءِ اَلشَّيْخُ عَبْدُالْقَادِرِ وَالشَّيْخُ مَعْرُوْفِ الْكَرْخِيْ وَالشَّيْخُ الْعَقِيْلُ الْمُنْجِيْ وَ الشَّيْخُ حَيَاءُ بْنُ قَيْسٍ الْحَرَانِيْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ اَجْمَعِيْنَ ۔ (بہجۃ الاسرار ص ۶۳)

ترجمہ: میں (علامہ شطنوفی) نے چار ایسے مشائخ کو دیکھا ہے جو اپنی قبروں میں اس طرح تصرف کرتے ہیں جس طرح زندہ تصرف کرتے ہیں یعنی حضرت شیخ عبدالقادر، شیخ معروف کرخی، شیخ عقیل منجی اور شیخ حیاو بن قیس حرانی رضی اللہ عنہم اجمعین۔

﴿تصرّف واختیار کے بارے حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ کا عقیدہ﴾

وَهِيَ حَالَةُ الْفَنَاءِ الَّتِيْ هُمْ غَايَةُ اَحْوَالِ الْاَوْلِيَاءِ وَالْاَبْدَالِ ثُمَّ قَدْ يَرُدُّ اِلَيْهِ التَّكْوِيْنَ فَيَكُوْنُ جَمِيْعُ مَا يَحْتَاجُ اِلَيْهِ بِاِذْنِ اللّٰهِ وَهُوَ قَوْلُهُ جَلَّ وَ عَلَا فِيْ بَعْضِ كُتُبِهٖ يَا ابْنَ آدَمَ اَنَا اللّٰهُ الَّذِيْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنَا اَقُوْلُ لِلشَّيْءِ كُنْ فَيَكُوْنُ اَطِعْنِيْ اَجْعَلُكَ تَقُوْلُ لِلشَّيْءِ كُنْ فَيَكُوْنُ ۔ (بہجۃ الاسرار ص ۱۰۹)

ترجمہ: اور یہی فنا کی حالت جو اولیاء اللہ و ابدال کی حالتوں کی انتہا ہے پھر ان کو تکوین (یعنی کن کہنا عطا ہو جاتا ہے) پھر ان کو جس چیز کی بھی حاجت ہوتی ہے وہ سب کچھ باذن اللہ ہو جاتا ہے۔ چنانچہ حق سبحانہ جلا و علا کا ارشاد اس کی بعض کتابوں میں ہے کہ اے ابن آدم میں اللہ ہوں میرے سوا دوسرا کوئی معبود نہیں میں وہ ہوں کہ کسی چیز کو کہتا ہوں ہو جا تو وہ ہو جاتی ہے۔ تو بھی میری اطاعت کر میں تجھے بھی ایسا کر دوں گا کہ تو بھی کسی چیز کو کہے گا کہ ہو جا تو وہ ہو جائے گی۔

﴿شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ﴾

وَلِلنَّقْشَبَنْدِيَّةِ تَصَرُّفَاتٌ عَجِيبَةٌ مِنْ جَمْعِ الْهِمَةِ عَلٰى مُرَادٍ فَيَكُوْنُ عَلٰى وَفَقِ الْهِمَةِ وَالتَّاثِيرِ فِى الطَّالِبِ وَدَفْعِ الْمَرْضِ عَنِ الْمَرِيْضِ وَاَفَاضَةِ التَّوْبَةِ عَنِ الْعَاصِىْ وَالتَّصَرُّفِ فِىْ قُلُوْبِ النَّاسِ حَتّٰى يُحِبُّوْا وَ يُعَظِّمُوْا وَفِىْ مُدْرِكِهِمْ حَتّٰى تَتَمَثَّلَ فِيْهَا وَاقِعَاتٌ عَظِيْمَةٌ وَالْاِ طْلَاعِ عَلٰى نِسْبَةِ اَهْلِ اللّٰهِ مِنَ الْاَحْيَاءِ وَاَهْلِ الْقُبُوْرِ وَالْاَشْرَافِ عَلٰى خَوَاطِرِ النَّاسِ وَمَا يَخْتَلِفُ فِيْهِ الصُّدُوْرُ وَكَشْفِ الْوَقَاعِ الْمُسْتَقْبِلَةِ وَدَفْعِ الْبَلِيَّةِ النَّازِلَةِ وَغَيْرِهَا وَنَحْنُ نُنَبِّهُكَ عَلٰى نُمُوْذَجٍ مِنْهَا ۔ (القول الجمیل ص ۱۰۳)

ترجمہ: اور نقشبندی حضرات کو عجیب تصرفات حاصل ہیں۔ ہمت باندھنا مراد پر تو مراد ہمت کے مطابق ہو جاتی ہے اور طالب میں تاثیر کرنا اور بیماری کو مریض سے دفع کرنا اور گناہ گار کو توبہ کی توفیق دلانا اور لوگوں کے دلوں پر تصرفات کرنا تاکہ وہ محبوب و معظم ہو جائیں یا ان کے خیالات میں تصرف کرنا تاکہ ان میں واقعات عظیمہ متمثل ہو اور آگاہ ہو جانا اہل اللہ کی نسبت پر زندہ ہوں یا اہل قبور اور لوگوں کے خطرات قلبی پر اور جو ان کے سینوں میں خلجان کر رہا ہے اس پر مطلع ہونا اور آئندہ کے واقعات کا منکشف ہونا اور نازل ہونے والی بلاؤں کا دفع کرنا اور سوائے ان کے اور بھی تصرفات ہیں اور ہم تجھ کو اے کتاب کے دیکھنے والو بطور نمونہ بعض تصرفات پر آگاہ کرتے ہیں۔

﴿عبدالحق محدث دہلوی کا عقیدہ﴾

ومذہب صحیح و مختار آنست کہ اکام مفوض است بحضرت رسالت صلی اللہ علیہ وسلم بھر کہ وہ بھر چہ خواھد حکم کند و بردیگر مباح گرد انبدو ایں را امثلہ بسیار است ۔ (مدارج النبوت ج ۲ ص ۳۲۷)

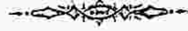
ترجمہ: صحیح اور مختار مذہب ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو احکام تفویض فرمائے گئے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم

جسے چاہیں جو چاہیں فرمائیں۔ایک فعل ایک کے حق میں حرام قرار دے دیں اور دوسرے کے حق میں وہی فعل مباح فرمادیں۔ایسی مثالیں بہت موجود ہیں۔

خلاصہ کلام

قارئین کرام! بزرگانِ دین کے نظریات سے ثابت ہوا کہ جب ایک غلام کو اللہ تعالیٰ نے تصرفات و اختیارات اور علوم غیبیہ عطا فرمائے ہیں تو سرکارِ دوعالم ﷺ کے تصرّفات و اختیار اور علوم غیبیہ کا عالم کیا ہوگا اور ساتھ ہی قرآن پاک، کثیر احادیثِ مبارکہ اور بزرگانِ دین کے اقوال وعقائد سے ثابت ہوا کہ انبیاء کرام علیہم السلام خصوصاً سرورِ کائنات فخرِ موجودات احمدِ مختار حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو اور اولیاء کرام رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ تعالیٰ نے بے شمار اختیارات سے نوازا ہے لہٰذا انبیائے کرام علیہم السلام کو مطلقاً بے اختیار کہنا اُن کی عظمت وشان کو گھٹانا ہے اور یہ بہت بڑا ظلم ہے۔اللہ تعالیٰ سمجھ عطا فرمائے اور فاسد عقائد اختیار کرنے سے محفوظ فرمائے۔
(آمین بجاہ النبی الامین ﷺ)





کیا غیرُ اللہ سے مدد طلب کرنا شرک ہے؟

لے اُن ﷺ کی پناہ آج مدد مانگ اُن ﷺ سے
پھر نہ مانیں گے قیامت میں اگر مان گیا



الاستمداد (مدد طلب کرنا)

اس عالمِ لاہوتی پر اگر تھوڑی سی بھی توجہ کی جائے تو یہ بات اظہر من الشمس (سورج سے بھی زیادہ واضح) ہو جاتی ہے کہ اس جہان فانی کا سارا نظام باہم مدد و اعانت سے چل رہا ہے اور یہ قانونِ فطرت ہے کہ ہم ایک دوسرے کی مدد کے محتاج ہیں اور جب تک ہم ایک دوسرے سے باہمی تعاون کے ساتھ پیش نہ آئیں تو پورا نظام زندگی متاثر اور مفلوج ہو کر رہ جاتا ہے۔

انسان اپنی پیدائش سے لے کر قبر تک دوسرے انسان کا محتاج اور ضرورت مند ہے پیدائش کے وقت دائی کا، پرورش کے لئے والدین کا، تعلیم کے میدان میں اساتذہ کا، ملازمت وحصولِ رزق کے لئے عزیز و اقرباء اور اغنیاء کا، یہاں تک کہ میدانِ محشر میں حصولِ جنت اور نجات دوزخ کے لئے حضور تاجدار مدینہ ﷺ کی شفاعت اور نیک اعمال کا محتاج و مستعین (مدد طلب کرنے والا) ہے۔

انسان کا غیر اللہ سے مدد طلب کرنا مجازی طور پر اور بعطائے الٰہی ہے جب کہ اللہ تعالیٰ حقیقی کارساز اور فاعلِ حقیقی ہے۔

حضرت علامہ مفتی وقار الدین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

فعل کی نسبتیں دو طرح کی ہوتی ہیں کبھی فاعلِ حقیقی کی طرف اور کبھی فاعلِ مجازی کی طرف۔ یہ استعمال ہر زبان میں ہوتا ہے اُردو میں بھی اور عربی میں بھی اور قرآن و حدیث میں بھی اُس کے پہچاننے کے لئے متکلم (بولنے والے) کے اعتقاد پر دارومدار ہوتا ہے۔

مثلاً عربی زبان میں بولا جاتا ہے:

اَنْبَتَ الرَّبِیْعُ الْبَقْلَ ۔ ترجمہ: موسم بہار نے سبزی اُگائی۔

اس کے لفظی معنی اگر دیکھے جائیں تو مطلب ہوا کہ موسم فاعل ہے اور وہ فصلیں اُگاتا ہے حالانکہ کھیتی اُگانا صرف اللہ کا کام ہے۔ پانی، کھاد دینا اور موسم وغیرہ کھیتی اُگنے کے اسباب ہیں اور اس سبب کو فاعل بنا کر اس کی طرف نسبت کرنا اسناد مجازی ہے لہٰذا اگر کافر یہ بات کہے تو حقیقت مانا جائے گا اس لئے کہ وہ زمانہ کو ہی فاعلِ حقیقی سمجھتا ہے اور جب مسلمان یہ کہے تو مجاز سمجھا جائے گا اس لئے کہ مسلمان یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ فاعلِ حقیقی صرف اللہ تعالیٰ ہے اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ کہنے والے کا مومن ہونا ہی معنی مجازی مراد لینے

کے لئے کافی ہے اور مومن کے کلام میں زبردستی اسناد حقیقی بنا کر کفر کے معنی پیدا نہیں کئے جائیں گے اُردو زبان میں عام طور پر یہ الفاظ بولے جاتے ہیں دوا نے بیماری دُور کر دی، ڈاکٹر نے مریض اچھا کر دیا، بارش نے زمین کو سرسبز کر دیا، بادلوں نے پانی برسایا وغیرہ۔

ان مثالوں سے کسی کے دل میں یہ خیال بھی نہیں آتا ہے کہ یہ الفاظ کفر ہیں اور ایسا بولنے والا کافر ہے اس لئے کہ بولنے والے مسلمان ہیں اور ان کا مسلمان ہونا ہی اس بات کی دلیل ہے کہ یہ سب اسباب ہیں اور یہ سب نسبتیں مجازی ہیں۔

قرآن کریم میں ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے حضرت مریم علیہا السلام سے کہا:

لِاَهَبَ لَكِ غُلٰمًا زَكِيًّا ۔ (سورہ مریم آیت ۱۹)

ترجمہ: میں تمہیں پاک بیٹا دوں گا۔

اور مسلمان یقین رکھتا ہے کہ اولاد دینا اللہ تعالیٰ کا کام ہے اور جبرئیل امین علیہ السلام نے اپنی طرف لڑکا دینے کی نسبت مجازاً کی ہے۔

اسی طرح ملک الموت اس فرشتے کو کہتے ہیں جس کا کام موت دینا یعنی رُوح نکالنا ہے۔

قرآن کریم میں ہے:

تَوَفَّتْهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ (سورہ محمد آیت ۲۷)

ترجمہ: یعنی فرشتے انہیں موت دیتے ہیں۔

یہ بھی اسناد مجازی ہے اس لئے کہ موت دینا صرف اللہ تعالیٰ کا کام ہے۔

اس تمہید کے بعد یہ بات بالکل ظاہر ہے کہ مسلمان اللہ تعالیٰ کے سوا کسی دوسرے پر مشکل کشا کا لفظ استعمال کرے گا تو اس سے اسناد مجازی ہی مراد ہو گی اس لئے کہ مسلمان یقین رکھتا ہے کہ حقیقی مشکل کشا صرف اللہ تعالیٰ ہے یعنی مشکلیں حل کرنے کا فاعلِ حقیقی اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں ہے اور قائل (کہنے والے) کا مسلمان ہونا اس بات کا قرینہ ہے کہ یہ اسناد مجازی ہے۔ دیوبندیوں نے مسلمانوں کو کافر و مشرک بنانے کے لئے نسبتوں کو اسناد حقیقی قرار دیا حالانکہ وہ خود بھی ایسے الفاظ بولتے ہیں۔ مثلاً مدرسے کا چندہ مانگنے جاتے ہیں تو یہی کہتے ہیں کہ ہماری مدد کیجئے، اگر کسی مصیبت میں پھنس جاتے ہیں تو یہی کہتے ہیں کہ آپ کے ہاتھ ہے آپ میری مشکل دُور کیجئے، مشکل دُور کر سکتے ہیں وغیرہ وغیرہ۔

غیر اللہ سے مدد طلب کرنے کے ثبوت میں بے شمار آیات قرآنی دلالت کرتی ہیں جن میں سے چند مندرجہ ذیل ہیں۔

7/7

قرآن پاک سے استمداد کا ثبوت

﴿حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے مدد مانگی﴾

اللہ تعالیٰ کا فرمان عالیشان ہے:

قَالَ مَنْ اَنْصَارِیْ اِلَی اللّٰہِ قَالَ الْحَوَارِیُّوْنَ نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰہِ ۔ (پارہ۳ سورہ آل عمران آیت ۵۲)

ترجمہ کنز الایمان: (حضرت عیسیٰ علیہ السلام) بولے کون میرے مددگار ہوتے ہیں؟ اللہ کی طرف حواریوں نے کہا ہم دین خدا کے مددگار ہیں۔

اس آیت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنی قوم سے مدد طلب کر رہے ہیں۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ غیر اللہ سے مدد طلب کرنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی سنت ہے اب اگر یہ شرک ہوتا تو اللہ کا نبی اس کا ارتکاب کبھی نہ کرتا۔ اور دوسرا یہ کہ نبی کی مدد گویا خدا کی مدد ہے کیونکہ ان لوگوں نے حضرت عیسیٰ کی مدد کی مگر انہیں انصار اللہ کہا گیا اب بھی ان کے دین والوں کو نصاریٰ کہتے ہیں۔

ایک اور جگہ ارشاد ہوتا ہے:

﴿نیکی کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد کرو﴾

وَتَعَاوَنُوْا عَلَی الْبِرِّ وَالتَّقْوٰی وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَی الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ ۔ (پارہ۶ سورہ مائدہ آیت ۲)

ترجمہ کنز الایمان: اور نیکی اور پرہیزگاری پر ایک دوسرے کی مدد کرو اور گناہ اور زیادتی پر باہم مدد نہ کرو۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ خود ایک دوسرے کی مدد کرنے کا حکم فرما رہا ہے لہٰذا ثابت ہوا کہ غیر اللہ سے مدد مانگنا شرک نہیں اگر یہ شرک ہوتا تو اللہ تعالیٰ شرک کی تلقین کبھی نہ فرماتا بلکہ اس کے نزدیک تو شرک سب سے بڑا گناہ ہے۔

﴿اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کی مدد کرنے کا حکم دیا﴾

مزید ارشاد ہوتا ہے:

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰہَ یَنْصُرْکُمْ ۔ (پارہ۲۶ سورہ محمد آیت ۷)

ترجمہ کنز الایمان: اے ایمان والو! اگر تم دین خدا کی مدد کرو گے اللہ تمہاری مدد کرے گا۔

اللہ تعالیٰ قادر مطلق ہونے کے باوجود بندوں سے اپنے دین کی مدد کرنے کا حکم ارشاد فرما رہا ہے۔ اس سے پتہ لگا کہ اللہ کے بندوں کی مدد لینا شرک نہیں جب ربّ غنی ہو کر اپنے بندوں سے مدد مانگ رہا ہے تو بندہ استمداد سے کیسے بے پرواہ ہو سکتا ہے۔

﴿اللہ نے انبیاء علیہم السلام کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کرنے کا حکم دیا﴾

ارشاد ہوتا ہے:

لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ ۔ (پارہ ۳ سورہ آل عمران آیت ۸۱)

ترجمہ کنز الایمان: تو ضرور ضرور اس پر ایمان لانا اور اس کی مدد کرنا۔

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ انبیاء کرام علیہم السلام سے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کرنے کا عہد لے رہا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ صالحین بعد وفات بھی مدد کرتے ہیں کیونکہ انبیاء علیہم السلام سے دینِ محمدی کی مدد کا عہد لیا گیا۔ حالانکہ ربّ تعالیٰ جانتا تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں یہ حضرات وفات پا چکے ہوں گے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے مدد کی اس طرح کہ شب معراج پچاس نمازوں کی پانچ کرا دیں۔

ایک اور جگہ ارشاد باری ہے:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ۔ (پارہ ۲ سورہ بقرہ آیت ۱۵۳)

ترجمہ کنز الایمان: اے ایمان والو صبر اور نماز سے مدد چاہو۔

اس آیت میں صبر اور نماز سے مدد مانگنے کا حکم دیا جا رہا ہے حالانکہ نہ صبر خدا ہے اور نہ نماز خدا۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ غیر اللہ سے مدد مانگنا جائز و مستحسن ہے۔

﴿حضرت ذوالقرنین نے قوم سے مدد مانگی﴾

حضرت ذوالقرنین نے قوم سے مدد طلب کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

فَاَعِيْنُوْنِيْ بِقُوَّةٍ ۔ (پارہ ۱۶ سورہ کہف آیت ۹۵)

ترجمہ کنز الایمان: میری مدد طاقت سے کرو۔

اس آیت میں حضرت ذوالقرنین اپنی قوم سے مدد مانگ رہے ہیں۔ جس سے معلوم ہوا کہ غیر اللہ سے مدد مانگنا حضرت ذوالقرنین کی بھی سنت مبارکہ ہے۔

ایک اور جگہ ارشاد ہے:

﴿ہم نے آپ ﷺ کو اپنی اور مسلمانوں کی مدد سے قوّت دی﴾

اَيَّدَكَ بِنَصْرِهٖ وَبِالْمُؤْمِنِيْنَ ۔ (پارہ ۱۰ سورہ انفعال آیت ۶۲)

ترجمہ کنز الایمان: جس نے تمہیں زور دیا اپنی مدد کا اور مسلمانوں کا۔

ایک اور جگہ ارشاد فرمایا:

﴿اللہ کے فرشتے بھی مدد کرتے ہیں﴾

فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ مَوْلٰهُ وَجِبْرِيْلُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمَلٰٓئِكَةُ بَعْدَ ذٰلِكَ ظَهِيْرٌ ۔

(پارہ ۲۸ سورہ تحریم آیت ۴)

ترجمہ کنز الایمان: تو بے شک اللہ تعالیٰ ان کا مددگار ہے اور جبرئیل علیہ السلام اور نیک ایمان والے اور اس کے بعد فرشتے مدد پر ہیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے بندے مددگار ہیں کیونکہ اس آیت میں حضرت جبرئیل علیہ السلام اور صالح مسلمانوں کو مولیٰ یعنی مددگار فرمایا گیا اور فرشتوں کو ظہیر یعنی معاون قرار دیا گیا۔

﴿حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بھائی کی مدد کا سوال کیا﴾

وَاجْعَلْ لِّيْ وَزِيْرًا مِّنْ اَهْلِيْ هٰرُوْنَ اَخِي اشْدُدْ بِهٖ اَزْرِيْ ۔ (پارہ ۱۶ سورہ طٰہٰ آیت ۲۹۔۳۰)

ترجمہ کنز الایمان: خدایا میرے بھائی کو نبی بنا کر میرا وزیر کر دے میری پشت کو ان کی مدد سے مضبوط کر دے۔

اس سے معلوم ہوا کہ اللہ کے ماسوا سے قوت و مدد حاصل کرنا جائز ہے اور یہ توکل کے بھی خلاف نہیں اور توحید کے بھی منافی نہیں۔

قرآن پاک کی ان آیات سے ثابت ہوا کہ غیر اللہ سے مدد طلب کرنا جائز ہے بلکہ خود ربّ تعالیٰ نے مدد کرنے کا حکم ارشاد فرمایا ہے اور انبیاء کرام علیہم السلام نے خود بھی غیر اللہ سے مدد طلب کی۔



احادیث سے استمداد کا ثبوت

﴿اے اللہ کے بندو میری مدد کرو﴾

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ اِنَّ الْمَلَائِکَةَ فَضْلًا سِوَی الْحِفْظَةِ یَکْتُبُوْنَ مَا سَقَطَ وَرَقُ الشَّجَرِ فَاِذَا اَصَابَتْ اَحَدَکُمْ عَرْجَةٌ فِی السَّفَرِ فَلْیُنَادِ اَعِیْنُوْنِیْ یَا عِبَادَاللّٰهِ رَحِمَکُمُ اللّٰهُ ۔

(امام بزاز۔ کشف الاستار۔ المصنف۔ امام ابن ابی شیبہ)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔ فرماتے ہیں کہ لکھنے والے فرشتوں کے سوا اللہ تعالیٰ نے ایسے ملائکہ مقرر فرمائے ہیں جو درختوں کے ان پتوں کو لکھ لیتے ہیں جو گر پڑتے ہیں۔ پس جب دوران سفر تم میں سے کسی شخص کو کوئی مصیبت پہنچے تو وہ اس طرح نداء کرے۔

"اے اللہ کے بندو میری مدد کرو اللہ تعالیٰ تم پر رحم فرمائے"۔

ایک اور حدیث میں ہے:

﴿اے اللہ کے بندو میری سواری روکو﴾

عَنْ عَبْدِاللّٰهِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ اَنَّهٗ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا انْفَلَتَتْ دَابَّةُ اَحَدِکُمْ بِاَرْضٍ فَلَاةٍ فَلْیُنَادِ یَا عِبَادَاللّٰهِ اِحْبِسُوْا یَا عِبَادَ اللّٰهِ اِحْبِسُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ فِی الْاَرْضِ حَاضِرٌ یَسْتَحْبِسُهٗ ۔ (تفسیر کبیر۔ عمل الیوم واللیلۃ)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب تم میں سے کسی کی سواری ویران زمین میں بھاگ جائے تو چاہیے کہ وہ اس طرح نداء کرے۔

"اے اللہ کے بندو اسے روکو کیونکہ اللہ تعالیٰ کے کچھ بندے زمین میں ہوتے ہیں جو اسے روک لیتے ہیں"۔

﴿اللہ تعالیٰ کے غائب بندے مدد کرتے ہیں﴾

ایک اور حدیث میں ہے:

عَنْ عُتْبَةَ بْنِ غَزْوَانَ عَنْ نَبِيِّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا ضَلَّ اَحَدُكُم شَيْءٌ اَوْ اَرَادَ عَوْناً وَّهُوَ بِاَرْضٍ لَيْسَ بِهَا اَنِيْسٌ فَلْيَقُلْ يَا عِبَادَ اللّٰهِ اَعِيْنُوْنِيْ فَاِنَّ عِبَادَ اللّٰهِ لَانَرَاهُمْ وَقَدْ جُرِبَ ذَٰلِكَ ۔ (حصن حصین۔طبرانی مجمع الزوائد)

ترجمہ: حضرت عتبہ بن غزوان رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم میں سے کوئی شخص جب کوئی شے گم کر بیٹھے اور وہ کسی غیر مانوس جگہ پر ہو تو چاہیے کہ وہ اس طرح کہے

"اے اللہ کے بندو میری مدد کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ کے کچھ بندے ہوتے ہیں جن کو ہم نہیں دیکھ پاتے" یہ نسخہ میرا آزمودہ ہے۔

ان احادیثِ مبارکہ سے معلوم ہوا کہ غیر اللہ سے مدد طلب کرنا جائز ہے اور خود حضور نبی کریم ﷺ نے سواری کے گم ہونے کی صورت میں غیر اللہ سے مدد طلب کرنے کی اجازت مرحمت فرمائی اور اس کی تلقین بھی کی۔

استمداد کے بارے میں بزرگانِ دین کے نظریات

﴾امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا نظریہ﴿

امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ سرکارِ دوعالم ﷺ کی بارگاہِ بے کس پناہ میں عرض کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

يَآ اَكْـرَمَ الثَّـقَـلَيْـنِ يَآ كَنْـزَ الْوَرٰى
بَـذْلِـىْ بَـجُـوْدِكَ وَاَرْضِـنِـىْ بِرِضَـاكَ
اَنَـا اُطْـامِـعُ بِـالْـجُوْدِ مِنْكَ لَمْ يَكُنْ
لِاَبِـىْ حَـنِـيْـفَةَ فِـى الْاَنَـامِةِ سِـوَاكَ

(قصیدہ نعمان)

ترجمہ: اے موجودات سے زیادہ تعظیم والے، اے وری کے خزانے، مجھے بھی اپنی جناب سے عطا فرمایئے اللہ تعالیٰ نے جیسے آپ ﷺ کو راضی کیا ہے مجھے بھی راضی کیجئے میں آپ ﷺ کی جودت وسخاوت کا طلب گار ہوں مخلوق میں آپ ﷺ کے سوا ابوحنیفہ کا کوئی نہیں۔

﴾امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کا نظریہ﴿

قَالَ الْاِمَامُ الشَّافِعِيْ قَبْرُ مُوْسٰى الْكَاظِمِ تَرْيَاقٌ مُجَرَّبٌ الْاِجَابَةِ الدُّعَاءِ وَقَالَ الْاِمَامُ الْغَزَالِىْ مَنْ يَسْتَمِدُّ فِىْ حَيَاتِهٖ يَسْتَمِدُّ بَعْدَ وَفَاتِهٖ ۔ (حاشیہ مشکوٰۃ شریف ص ۱۵۴۔ باب زیارۃ القبور)

ترجمہ: امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ کی قبر شریف دعاء کی قبولیت کے لئے آزمودہ تریاق (غم مٹانے کی جگہ) ہے اور حجۃ الاسلام امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جس سے زندگی میں مدد مانگی جا سکتی ہو اس سے وفات کے بعد بھی مدد حاصل کی جا سکتی ہے۔

﴿حضرت علامہ یحییٰ بن شرف نووی رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ﴾

قُلْتُ حَكَى لِيْ بَعْضُ شُيُوْخِنَا الْكِبَارِ فِي الْعِلْمِ اَنَّهُ اِنْفَلَتَتْ لَهُ دَابَّةٌ اَظُنُّهَا بَغْلَةٍ وَكَانَ يُصَرِّفُ هٰذَا الْحَدِيْثَ فَقَالَهُ فَحَبَسَهَا اللّٰهُ عَلَيْهِمْ فِي الْحَالَةِ وَكُنْتُ اَنَا مَرَّةً مَعَ جَمَاعَةٍ فَانْفَلَتَتْ مِنْهَا بَهِيْمَةً وَعَجَزُوْا عَنْهَا فَقُلْتُهُ فَوَقَفَتْ فِي الْحَالِ بِغَيْرِ سَبَبِ سِوَى هٰذَا الْكَلَامِ ۔ (الکتاب الاذکار)

ترجمہ: میرے بعض مشائخ نے مجھ سے فرمایا جو جلیل القدر علماء میں سے ہیں کہ ایک دفعہ صحراء میں ان کی سواری بھاگ گئی اور وہ اس حدیث کو جانتے تھے (کہ اے اللہ کے بندو اسے روک لو) انہوں نے یہی کلمات کہے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی سواری کو اسی وقت روک لیا۔

مزید فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں ایک جماعت کے ساتھ تھا پس جماعت میں سے کسی کی سواری بھاگ گئی اور وہ اس کو روکنے سے عاجز رہے تو میں نے وہی الفاظ کہے (جو حدیث میں وارد ہوئے کہ اے اللہ کے بندو اسے روک لو) تو وہ سواری بغیر کسی ظاہری سبب کے ان کلمات کی برکت سے رک گئی۔

﴿ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کا نظریہ﴾

حدیث میں وارد ہونے والے الفاظ یا عباد اللہ کی تشریح کرتے ہوئے ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

اَلْمُرَادُ بِهِمُ الْمَلَائِكَةُ اَوِ الْمُسْلِمُوْنَ مِنَ الْجِنِّ اَوْ رِجَالُ الْغَيْبِ الْمُسْلِمُوْنَ بِالْاَبْدَالِ ۔ (الحرز الثمین)

ترجمہ: (اے اللہ کے بندو) سے مراد ملائکہ یا مسلمان جن یا نیک مسلمان مرد یعنی اولیاء کرام مراد ہیں جو ہماری نظروں سے پوشیدہ ہوتے ہیں۔

﴿حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ کا نظریہ﴾

مَنِ اسْتَغَاثَ بِيْ فِيْ كُرْبَةٍ كُشِفَتْ عَنْهُ وَمَنْ نَادٰى بِيْ بِاسْمِيْ فِيْ شِدَّةٍ فُرِجَتْ عَنْهُ

وَمَنْ تَوَسَّلَ بِیْ اِلَی اللّٰہِ فِیْ حَاجَتِیْ قُضِیَتْ ۔

ترجمہ: جو شخص تکلیف کے وقت مجھ سے مدد طلب کرے تو اس کی تکلیف دُور ہو جائے گی اور جو شدت کے وقت میرے نام کے ساتھ نداء دے تو وہ مصیبت دُور ہو جائے گی اور حاجت کے وقت اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں میرا وسیلہ پیش کرے تو اس کی حاجت پوری ہو جائے گی۔

﴿علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ کا نظریہ﴾

اِنَّ الْاِنْسَانَ اِذَا ضَاعَ شَیْءٌ وَاَرَادَ اَنْ یَرُدَّہُ اللّٰہُ فَلْیَقِفْ عَلٰی مَکَانٍ عَالٍ مُسْتَقْبِلُ الْقِبْلَۃَ وَیَقْرَاُ الْفَاتِحَۃَ وَیُھْدِیْ ثَوَابَہٗ لِلنَّبِیِّ عَلَیْہِ السَّلَامُ ثُمَّ یُھْدِیْ ثَوَابَھَا السَّیِّدِیْ اَحْمَدَ ابْنَ عِلْوَانَ یَقُوْلُ یَا سَیِّدُ یَا اَحْمَدَ ابْنِ عِلْوَانَ اِنْ لَمْ تَرُدَّ عَلَیَّ ضَالَّتِیْ وَاِلَّا نَزَعْتُکَ مِنْ دِیْوَانِ الْاَوْلِیَاءِ فَاِنَّ اللّٰہَ یَرُدُّ ضَالَّتَہٗ بِبَرْکَتِہٖ ۔ (درمختار ج ۳ باب اللقطہ)

ترجمہ: جب کسی انسان کی کوئی چیز گم ہو جائے اور وہ چاہتا ہو کہ اللہ تعالیٰ اس کی چیز واپس لوٹا دے تو کسی اونچے مقام پر قبلہ رُخ کھڑے ہو کر سورہ فاتحہ پڑھے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا ثواب ایصال کرے پھر اس کا ثواب سید احمد بن علوان کو ہدیہ کرے اور کہے اے میرے سردار احمد بن علوان اگر آپ میری چیز نہیں لوٹائیں گے تو میں آپ کو اولیائے کرام رحمۃ اللہ علیہم کے دفتر سے خارج کر دوں گا تو اللہ تعالیٰ ان کی برکت سے گمشدہ چیز واپس لوٹا دے گا۔

﴿امام بوصیری رحمۃ اللہ علیہ کا نظریہ﴾

یَآ اَکْرَمَ الْخَلْقِ مَالِیْ مَنْ اَلُوْذُ بِہٖ
سِوَاکَ عِنْدَ حُلُوْلِ الْحَادِثِ الْعَمَمِ

(قصیدہ بردہ شریف)

ترجمہ: اے مخلوقات میں سب سے زیادہ عظمت والے میرا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بغیر کوئی نہیں جس کی میں مصیبت کے وقت پناہ لوں۔

﴿عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا نظریہ﴾

امام غزالی گفتہ ہرکہ استمداد کردہ شو بولے از حیات استمداد کردہ مے شود ہولے بعد از وفات یکے از مشائخ از گفتہ دیدم چھار کس راز مشائخ کہ تصرف می کنند درقبول حور مانند تصرفھا ایں شاں در حیات خود یا

یشتر قویس مے گویند که امداد می نزاست ومن مے گویند که امداد میت قوی تر باولیاء راتصرف دراکن حاصل است و آں زیست مگر ارواح ایں شاں راو ارواح باقی است۔ (اشعۃ اللمعات باب زیارۃ القبور)

ترجمہ: امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا جس سے اس کی زندگی میں مدد لینا جائز ہے اس سے بعد وفات بھی مدد طلب کرنا جائز ہے مشائخ عظام میں سے ایک نے فرمایا ہے کہ میں نے چار ایسے مشائخ کو دیکھا ہے کہ وہ اپنی قبور میں اس طرح تصرف کرتے ہیں جس طرح اپنی زندگی میں تصرف کرتے تھے یا اس سے بھی بڑھ کر۔ ایک قوم کہتی ہے کہ زندہ کی امداد قوی تر ہے اور میں کہتا ہوں کہ میت کی امداد قوی تر ہے۔ شیخ نے فرمایا ہاں کیونکہ وفات یافتہ بزرگ حق تعالیٰ کی بارگاہ میں اس کے سامنے ہیں۔

﴿شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کا نظریہ﴾

قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِفْضِ عَلَيْنَا مِمَّا اَفَاضَ اللّٰهُ عَلَيْكَ جِئْنَاكَ رَاغِبِيْنَ فِيْ خَيْرِكَ وَاَنْتَ رَحْمَةٌ لِّلْعَالَمِيْنَ فَانْبَسِطْ اِلَيَّ اِنْبِسَاطًا عَظِيْمًا حَتّٰى تَخَيَّلْتُ كَانَ عَطَافَةُ رِدَاءِهٖ لَفَتْنِيْ وَغَشِيَتْنِيْ ثُمَّ غَطَّنِيْ غِطَّةً وَّتُبْدِيْ لِيْ وَاَظْهَرَلِيَ الْاَسْرَارَ وَعَرَّفَنِيْ بِنَفْسِهٖ وَاَمَدَّنِيْ اِمْدَادًا عَظِيْمًا اِجْمَالِيًّا وَعَرَّفَنِيْ كَيْفَ اسْتَمَدُّ بِهٖ فِي الْحَوَائِجِ وَكَيْفَ يَرُدُّ هُوَ اِلَيَّ مَنْ يُصَلِّيْ عَلَيْهِ وَكَيْفَ مُنْبَسِطًا اِلٰى مَنْ اَطْرِيْ فِيْ مَدْحِهٖ وَاَلَحَ عَلَيْهِ ۔ (فیوض الحرمین ص ۲۸)

ترجمہ: (روزہ انور پر حاضری کے دوران شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ سرکارِ دوعالم ﷺ کی بارگاہ میں عرض کرتے ہوئے لکھتے ہیں) میں نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ اس میں سے مجھے بھی عطا فرمائیں جو اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو عطا فرمایا ہے ہم آپ ﷺ کی بارگاہ میں آپ ﷺ کی عطا کی طرف رغبت کرنے والے ہیں اور آپ ﷺ رحمۃ للعالمین ہیں تو آپ ﷺ نے مجھ پر نظر کرم فرمائی یہاں تک کہ میں نے خیال کیا کہ آپ ﷺ کی عطا کی چادر نے مجھے لپیٹ لیا اور مجھے ڈھانپ لیا اور چھپالیا اور مجھ پر رموز واَسرار ظاہر فرما دیئے اور آپ ﷺ نے خود مجھے عرفان بخشا اور میری عظیم امداد فرمائی اور مجھے ارشاد فرمایا کہ میں کس طرح آپ ﷺ سے مدد طلب کروں اور آپ ﷺ کس طرح جواب دیتے ہیں جس وقت آپ ﷺ پر کوئی درود پڑھے تو آپ ﷺ کتنے خوش ہوتے ہیں جب آپ کی کوئی خوب مدح کرے یا آپ ﷺ سے گریہ و

زاری کرے۔

ایک اور جگہ لکھتے ہیں:

نَادِ عَلِيًّا مَظْهَرُ الْعَجَائِبِ تَجِدْهُ عَوْنًا لَّكَ فِي النَّوَائِبِ كُلُّ هَمٍّ وَغَمٍّ سَيَنْجَلِي بِوَلَا يَتِكَ يَا عَلِيُّ يَا عَلِيُّ يَا عَلِيُّ ۔ (الانتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ ص ۱۳۸)

ترجمہ: پکار حضرت علی رضی اللہ عنہ کو جن کی ذات مظہر العجائب ہے تو تو انہیں مصیبتوں اور پریشانیوں میں اپنا مددگار پائے گا آپ رضی اللہ عنہ کی ولایت کے سبب سے ہر رنج وغم عنقریب دُور ہو جائے گا۔ یاعلی یاعلی یاعلی۔

﴿شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا نظریہ﴾

بـایـد فهمید که استعانت از غیر بوجهو که اعتماد باشد اور اعواب الٰهی نداء نـه حـرام است واگر التفات محض بجانب حق است دارد یکے از مظاهر عون الٰهی دانستـه و بـکـار خـانـه اسبـاب و حـکـمـت او تـعالی در آں نموده بغیر استـعـانـت ظـاهـر نـمـایـد دور از عـرفان نخواهد بود بدر شرع نیز جائز و رواست در انبیاء و اولیاء نوع استعانت تعبیر کرده اندر در حقیقت ایں نوع استعانت بغیر نیست بلکه استعانت بحضرت حق است لا غیر۔ (فتح العزیز ص ۲۰)

ترجمہ: جاننا چاہیے کہ بھروسہ کے طریقے پر غیر اللہ سے مدد مانگنا کہ اس کو مدد الٰہی نہ جانے حرام ہے اور اگر توجہ اللہ تعالیٰ کی طرف ہے اور اس کو اللہ تعالیٰ کی مدد کا مظہر جان کر اور اللہ تعالیٰ کی حکمت اور کارخانہ اسباب جان کر غیر اللہ سے مدد مانگنا جائز ہے تو عرفان سے دُور نہیں ہے اور یہ شریعت میں جائز ہے اور اسے انبیاء علیہم السلام و اولیاء رحمۃ اللہ علیہم کی امداد کہتے ہیں لیکن حقیقت میں یہ اللہ تعالیٰ کے غیر سے مدد مانگنا نہیں بلکہ اسی کی مدد سے ہے۔

ایک اور جگہ لکھتے ہیں:

افـعـال عـادی الٰهی را مثل بـخشیدن فرزنـد و توسیع رزق و شفاء مریض دا مثال ذلك را مشرکانه نسبت به ارواح خبیثه اصنام می نمایند وی کافر شوید از تـاثیـر الٰهی خـواص مـخـلـوقـات از می دانند از ادویه و مغافیر یا دعائے صلحاء بندگان او که هم از جناب اور درخواسته انجانج مطلب می کنانند می فهمند و در ایمان ایشار خلل نمی او فتد ۔ (تفسیر عزیزی)

ترجمہ: افعال باری تعالیٰ مثلاً لڑکا دینا، رزق بڑھانا، بیمار کو اچھا کرنا اور اس کی مثل کو مشرکین خبیث رُوحوں اور بتوں کی طرف نسبت کرتے ہیں اور کافر ہو جاتے ہیں جبکہ مسلمان ان امور کو حکم الٰہی یا اس کی مخلوق کی خاصیت سے جانتے ہیں جیسا کہ دوائیں وغیرہ اس کی نیک بندوں کی دعائیں کہ وہ بندے ربّ کی بارگاہ سے مانگ کر لوگوں کی حاجت روائی کرتے ہیں اور ان مومنین کے ایمان میں اس سے کوئی خلل نہیں آتا۔

اکابرین دیوبند کے نظریات

دیوبندیوں کے پیشوا اور قابل اعتماد حضرات غیر اللہ سے مدد کے بارے میں اپنے نظریات کا اظہار کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

﴿محمد بن علی بن شوکانی کا نظریہ﴾

قَالَ فِیْ مَجْمَعِ الزَّوَائِدَ رِجَالُهُ الثِّقَاتُ وَفِی الْحَدِیْثِ دَلِیْلٌ عَلٰی جَوَازِ الْاِسْتِعَانَةِ بِمَنْ لَّا یَرَاهُ الْاِنْسَانُ مِنْ عِبَادِ اللّٰهِ مِنَ الْمَلَائِکَةِ وَصَالِحِ الْجِنِّ وَلَیْسَ فِیْ ذٰلِکَ بَاْسٌ وَمَا یَجُوْزُ الْاِنْسَانُ اَنْ یَسْتَعِیْنَ بِبَنِیْ آدَمَ اِذَا عَثَرَتْ دَآبَّةٌ اَوْ اِنْفَلَتَتْ ۔

ترجمہ: مجمع الزوائد میں ہے کہ حدیث (یعنی اے اللہ کے بندو اسے روکو) کے راوی ثقہ (قابل بھروسہ) ہیں اور اس حدیث میں ان انسانوں سے مدد حاصل کرنا جائز ہے جن کو انسان نہیں دیکھ سکتے جیسا کہ فرشتے اور نیک جن اور اس (مدد طلب کرنے) میں کوئی حرج نہیں جیسا کہ جب سواری بھاگ جائے تو بنی آدم سے مدد طلب کرنا جائز ہے۔

﴿حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کا نظریہ﴾

آسرا دُنیا میں ہے از بس تمہاری ذات کا
تم سوا اوروں سے ہر گز نہیں ہے التجا
بلکہ دن محشر کے بھی جس وقت قاضی ہو خدا
آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دامن پکڑ کر یہ کہوں گا برملا
اے شہ نور محمد صلی اللہ علیہ وسلم وقت ہے امداد کا

(امداد المشتاق ص ۱۱۶)

ایک اور جگہ لکھتے ہیں:

یا محمد مصطفیٰ ﷺ فریاد ہے اے حبیب کبریاء فریاد ہے
سخت مشکل میں پھنسا ہوں آج کل اے میرے مشکل کشا فریاد ہے

(کلیات امدادیہ ص ۹۰۔ نالہ امداد غریب ص ۲۲)

﴿اشرف علی تھانوی کا نظریہ﴾

اشرف علی تھانوی صاحب سے سوال ہوا:

سوال: حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مشکل کشا کہنا جائز ہے کہ نہیں؟

جواب: اگر مشکلات کھنیہ مراد ہیں تب تو جائز نہیں اور اگر مشکلات علمیہ مراد ہیں تو جائز ہے۔

(ملفوظات حکیم الامت ج ۵ ص ۱۸۱)

ایک اور مقام پر لکھتے ہیں:

جو استعانت و استمداد بااعتقاد علم و قدرت مستقل (غیر محتاج) ہو وہ شرک ہے اور جو بااعتقاد علم و قدرت غیر مستقل (محتاج) ہو اور وہ علم قدرت کسی دلیل سے ثابت ہو جائے تو جائز ہے۔ خواہ مستمد منہ (جس سے مدد طلب کی جائے) حی (زندہ) ہو یا میت۔ (امداد الفتاویٰ ج ۴ ص ۹۹ باب کتاب العقائد)

حضور نبی کریم ﷺ کی بارگاہِ بے کس پناہ میں عرض کرتے ہوئے تھانوی صاحب لکھتے ہیں:

یَا شَفِیْعَ الْعِبَادِ خُذْ بِیَدِیْ
اَنْتَ فِی الْاِضْطِرَارِ مُعْتَمَدِیْ
دستگیری کیجئے میرے نبی ﷺ
کش مکش میں تم ہی ہو میرے ولی
لَیْسَ لِیْ مَلْجَاءٌ سِوَاكَ اَغِثْ
مَسَّنِیَ الضُّرُّ سَیِّدِیْ سَنَدِیْ
بجز تمہارے ہے کہاں میری پناہ
فوج کلفت مجھ پر آ غالب ہوئی
غِشْنِیَ الدَّهْرَ ابْنَ عَبْدِ اللّٰهِ
کُنْ مُغِیْثًا فَاَنْتَ لِیْ مَدَدِیْ
ابن عبد اللہ زمانہ ہے خلاف
اے میرے مولا خبر لیجئے میری

(شیم الطیب ترجمہ شیم الحبیب ص ۱۴۵)

﴿قاسم نانوتوی کا نظریہ﴾

قاسم نانوتوی صاحب حضور نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں عرض کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

کروڑوں جرموں کے آگے یہ نام کا سلام
کرے گا یا نبی اللہ مجھ پر کیا یکار
مدد کر اے کرم احمدی کا تیرے سوا
نہیں ہے قاسم بے کس کا کوئی حامی کار

(قصائد قاسمی ص ۶)

﴿محمود الحسن کا نظریہ﴾

(ایاك نعبد و ایاك نستعین) کی تفسیر کرتے ہوئے محمود الحسن صاحب لکھتے ہیں:

اس کی ذات پاک کے سوا کسی سے حقیقت میں مدد مانگنا بالکل ناجائز ہے ہاں اگر کسی مقبول بندہ کو محض واسطہ رحمت الٰہی اور غیر مستقل سمجھ کر استعانت ظاہری اس سے کرے تو یہ جائز ہے کہ یہ استعانت (مدد طلب کرنا) درحقیقت حق تعالیٰ ہی سے استعانت ہے۔ (حاشیہ القرآن ص ۲)

﴿رشید احمد گنگوہی کا نظریہ﴾

رشید احمد صاحب سے کسی نے سوال کیا:

سوال: اشعار اس مضمون کے پڑھنے "یارسول کبریا فریاد ہے یا محمد مصطفیٰ ﷺ فریاد ہے مدد کر بحر خدا حضرت محمد مصطفیٰ میری تم سے ہر گھڑی فریاد ہے" کیسے ہیں؟

جواب: ایسے الفاظ پڑھنے محبت میں اور خلوت میں بایں خیال کہ حق تعالیٰ آپ ﷺ کی ذات کو مطلع فرمادے یا محض محبت سے بلا کسی خیال کے جائز ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ ج ۱ ص ۶۴ کتاب الحظر والاباحت)

اعتراضات کے جوابات

اعتراض: قرآن پاک کی سورہ فاتحہ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اِیَّاكَ نَعْبُدُ وَاِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ ۔

ترجمہ: ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ سے مدد مانگتے ہیں۔

اس آیت کریمہ میں تو اللہ تعالیٰ صرف اپنے سے مدد مانگنے کا حکم دے رہا ہے اور تم خود اس بات کا اقرار

کرتے ہو کہ غیر اللہ کی عبادت کرنا شرک ہے تو اس آیت میں اللہ تعالیٰ اپنی عبادت کرنے اور اسی سے مدد مانگنے کا حکم دے رہا ہے لہٰذا ثابت ہوا کہ جس طرح غیر اللہ کی عبادت کرنا شرک ہے اسی طرح غیر اللہ سے مدد مانگنا بھی شرک ہے۔

جواب: قرآن کریم میں ارشاد ربانی ہے "

لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ" ۔

ترجمہ: اللہ ہی کی ہیں تمام آسمان و زمین کی چیزیں۔

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ اپنے لئے زمین و آسمان کی تمام چیزوں کی ملکیت و حاکمیت کا دعویٰ فرما رہا ہے لیکن اس کے باوجود آپ لوگ غیر اللہ کو اپنا حاکم و بادشاہ تسلیم کرتے ہیں اور اپنی مقبوضہ اشیاء مثلاً زمین و مکان اور جائیداد کی ملکیت کا بھی دعویٰ کرتے ہیں تو آپ کے قاعدہ کے مطابق آپ بھی مشرک ہوئے۔ لہٰذا اعتراض میں مذکورہ بالا آیت میں مدد مانگنے سے مراد حقیقی مدد ہے مثلاً یہ کہ اے اللہ تعالیٰ ہم تمہیں حقیقی کارساز جان کر تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں اور غیر اللہ سے مدد مانگنے کا مطلب یہ ہے کہ ہم ان سے بعطائے الٰہی اور واسطہ فیض باری تعالیٰ سمجھ کر مدد طلب کرتے ہیں اور اسی طرح جو کچھ زمین و آسمان میں ہے اس کا حقیقی مالک و حاکم اللہ تعالیٰ کی ذات پاک ہی ہے مگر بندوں کی حاکمیت و ملکیت فقط بعطائے الٰہی یعنی اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ ہے اگر یہ تاویل نہ کی جائے تو پھر آپ کے خود ساختہ قاعدے کے مطابق کوئی شخص شرک سے محفوظ نہیں رہ سکتا کیونکہ دُنیا میں ہر کوئی کسی نہ کسی صورت میں غیر اللہ سے مدد طلب کرتا ہے دُنیا کا تقریباً سارا نظام ہی ایک دوسرے کی مدد کے تحت چل رہا ہے انسان اپنی پیدائش سے لے کر بچپنے، جوانی، بڑھاپے، موت، کفن، دفن، قبر تک غیر اللہ کا محتاج ہے کوئی طالب علم استاد کی مدد کے بغیر حصولِ علم نہیں کر سکتا، کورٹ میں کوئی بھی مسئلہ وکیل کی مدد کے بغیر حل نہیں ہوتا، بیمار ڈاکٹروں اور دواؤں کی مدد کا محتاج ہے حالانکہ شفاء دینے والی ذات اللہ تعالیٰ کی ہے۔ نوکری چاہیے تو کسی افسر، وزیر کی سفارش اور اس کی مدد درکار ہوتی ہے حالانکہ رازق اللہ تعالیٰ ہے اور ہر بندے کے رزق کا ضامن ہے لہٰذا ثابت ہوا کہ غیر اللہ سے مدد مانگنا مطلقاً حرام و ناجائز یا شرک نہیں حقیقی کارساز تو اللہ تعالیٰ کی ذات پاک ہی ہے ہر نبی، ہر فرشتہ، ولی، مومن اسی کے محتاج ہیں اللہ تعالیٰ کسی کا محتاج نہیں اور بندے بعطائے الٰہی مدد کر سکتے ہیں۔

الحمد للہ اہل سنت والجماعت کا ہر فرد اس نظریئے سے غیر اللہ سے مدد طلب کرتا ہے کہ وہ واسطہ فیض باری تعالیٰ ہیں لہٰذا یہ شرک نہیں۔

اعتراض: مشکوٰۃ شریف کی حدیث میں ہے:

"لَا اُغْنِیْ عَنْكَ مِنَ اللّٰهِ شَیْئًا"

ترجمہ: میں تمہاری مدد نہیں کر سکتا۔

اس حدیث میں حضور نبی کریم ﷺ نے اپنی لخت جگر فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کی مدد کرنے سے انکار فرمایا لہٰذا ثابت ہوا کہ رسول اللہ ﷺ جب اپنی صاحبزادی کی مدد نہیں کر سکتے تو تمہاری مدد کیا کریں گے۔

جواب: اس حدیث پاک میں حضور تاجدار رسالت ﷺ کا منشاء یہ تھا کہ اے فاطمہ اگر تو ایمان نہ لائی تو میں تم سے اللہ تعالیٰ کا عذاب دُور نہیں کر سکتا اور یہ ارشاد تبلیغ اسلام کے اوائل یعنی شروع میں تھا۔ یہ تو اہل سنت والجماعت کا بھی عقیدہ ہے کہ کافر و مشرک قطعی جہنمی ہیں اور حضور نبی کریم ﷺ ان سے اللہ تعالیٰ کا عذاب دُور نہیں کر سکتے لیکن اپنے مومن گنہگار اُمتیوں کی ان شاء اللہ ضرور مدد فرمائیں گے جیسا کہ احادیث میں وارد ہوا۔

اعتراض: کفار بتوں سے مدد مانگتے تھے تو قرآن نے انہیں مشرک کہا اور تم اولیاء علیہم الرحمہ سے مدد مانگتے ہو لہٰذا تم بھی مشرک ہوئے۔

جواب: آپ کے اس خود ساختہ اور من پسند قاعدے سے نہ کوئی نبی بچے گا اور نہ کوئی مومن بلکہ خود ذات باری تعالیٰ پر بھی معاذ اللہ اعتراض پیدا ہو جائے گا جس نے خود مدد مانگنے کا حکم فرمایا ہے جیسا کہ ارشاد ہوتا ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ يَنْصُرْكُمْ ۔ (پارہ ۲۶ سورہ محمد آیت ۷)

ترجمہ: اے ایمان والو! اگر تم دین خدا کی مدد کرو گے تو اللہ تمہاری مدد کرے گا۔

دوسری جگہ ارشاد فرمایا:

وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ ۔

ترجمہ کنز الایمان: اور نیکی اور پرہیزگاری پر ایک دوسرے کی مدد کرو اور گناہ اور زیادتی پر باہم مدد نہ کرو۔

ان آیاتِ مبارکہ میں خود ربّ تعالیٰ ایک دوسرے سے مدد طلب کرنے کا حکم دے رہا ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے حواریوں سے مدد طلب کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

قَالَ مَنْ اَنْصَارِيْٓ اِلَى اللّٰهِ قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِ ۔

ترجمہ کنز الایمان: (حضرت عیسیٰ علیہ السلام) بولے! کون میرے مددگار ہوتے ہیں۔ اللہ کی طرف حواریوں نے کہا ہم دین خدا کے مددگار ہیں کہا حواریوں نے ہم مدد کریں گے اللہ کے دین کی۔

حضرت ذوالقرنین اپنی قوم سے مدد طلب کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

فَاَعِيْنُوْنِيْ بِقُوَّةٍ ۔ ترجمہ: مدد کرو میری ساتھ قوت کے۔

اب بتائیں اللہ تعالیٰ اور انبیاء کرام علیہم السلام پر آپ کیا حکم لگائیں گے پھر آپ خود، پولیس والوں، وکیلوں،

پٹواریوں اور حاکموں سے مدد مانگتے ہیں حالانکہ یہ سب غیر اللہ ہیں لہٰذا اپنے ضابطے کے مطابق تم بھی مشرک ہوئے۔

درسِ عبرت کے لئے اگر دل کے اندر ذرا سی بھی ایمان کی حرارت ہے اور عقل پر تعصب اور بُغض وعناد کا لبادہ نہ ہو تو آپ کے لئے یہ آیت ہی آنکھیں کھولنے کے لئے کافی ہے۔

وَمَنْ يَّلْعَنِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ نَصِيْرًا ۔ (پارہ ۵ سورہ نساء آیت ۵۲)

ترجمہ: جس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہوتی ہے اس کا مددگار کوئی نہیں ہوتا۔

اعتراض: حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جب آگ میں ڈالا جارہا تھا تو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے مدد کرنے کی پیش کش کی لیکن آپ نے فرمایا اے جبرئیل علیہ السلام مجھے تم سے کوئی حاجت نہیں لہٰذا آپ علیہ السلام کا حضرت جبرئیل علیہ السلام سے مدد طلب نہ کرنا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ غیر اللہ سے مدد مانگنا جائز نہیں تو پھر تم کیوں مانگتے ہو؟

جواب: حضرت جبرئیل علیہ السلام سے مدد نہ مانگنے سے غیر اللہ سے مدد مانگنے کا عدم جواز کہاں ثابت ہو رہا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو فرمایا کہ اے جبرئیل علیہ السلام مجھے تم سے کوئی حاجت نہیں جس سے ہے وہ خود جانتا ہے۔ حقیقت میں یہ امتحان کا وقت تھا اور خوف تھا کہ کہیں زبان سے کوئی حرف شکایت نہ نکل جائے جو اللہ تعالیٰ کو ناگوار گزرے آپ علیہ السلام نے توکل علی اللہ کے دامن کو مضبوطی سے پکڑا ہوا تھا لہٰذا یہ آیت تو آپ کے اللہ کی طرف کامل توکل کرنے پر دلالت کرتی ہے نہ کہ غیر اللہ سے مدد مانگنے کے عدمِ جواز پر۔ دوسرا یہ کہ جب حضرت جبرئیل علیہ السلام نے اپنی مدد کی پیش کش کی تو سوال پیدا ہوگا کہ کیا اللہ کا معصوم فرشتہ ایک نبی کو شرک کی دعوت دے رہا ہے۔ یقیناً نہیں بلکہ حضرت جبرئیل علیہ السلام مدد کی پیش کش کر کے یہ اعلان کر رہے ہیں کہ غیر اللہ سے مدد شرک نہیں۔ یہ آیت تو غیر اللہ سے مدد طلب کرنے کے جواز پر دلالت کرتی ہے نہ کہ عدم جواز پر۔

اعتراض: زندوں سے مدد مانگنا تو ہم تسلیم کرتے ہیں لیکن مُردوں سے مدد مانگنا کہیں سے ثابت نہیں۔ لہٰذا مُردوں سے استعانت شرک ہے۔

جواب: قرآن کریم اور حدیثِ مبارکہ سے کہیں بھی ثابت نہیں کہ زندوں سے تو مدد طلب کرنا جائز ہو اور مُردوں سے منع مردوں سے مدد طلب کرنے کے حرام و ناجائز ہونے پر کہیں بھی تصریح نہیں بلکہ بعد وفات انبیائے کرام علیہم السلام و اولیائے عظام رحمہم اللہ مدد کرتے ہیں۔

جیسا کہ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں جس سے اس کی زندگی میں مدد لینا جائز ہے اس سے بعد وفات بھی مدد طلب کرنا جائز ہے۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

مشائخ عظام رحمہم اللہ میں سے ایک نے فرمایا کہ میں نے چار مشائخ کو دیکھا ہے کہ وہ اپنی قبور میں اس طرح تصرّف کرتے ہیں جس طرح وہ اپنی زندگی میں تصرّف کرتے تھے یا اس سے بھی بڑھ کر ایک قوم کہتی ہے

8

کہ زندہ کی امداد قوی تر ہے اور میں کہتا ہوں کہ میت کی امداد قوی تر ہے شیخ نے فرمایا ہاں کیونکہ وفات یافتہ بزرگ حق تعالیٰ کی بارگاہ میں اس کے سامنے ہیں۔

اُمتِ مسلمہ پر ابتداءً (۵۰) نمازیں فرض ہوئیں لیکن حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مدد سے پانچ ہوئیں اور یہ مدد بعد وفات ہوئی۔

اشرف علی تھانوی صاحب امداد الفتاویٰ میں لکھتے ہیں:

جو استعانت و استمداد با اعتقاد علم و قدرت مستقل ہو وہ شرک ہے اور جو با اعتقاد علم و قدرت غیر مستقل ہو اور وہ علم و قدرت کسی دلیل سے ثابت ہو جائے تو جائز ہے خواہ استمداد منہ (جس سے مدد طلب کی جائے) حی (زندہ) ہو یا میت۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ بعد وفات بھی انبیاء علیہم السلام و اولیاء رحمہم اللہ سے مدد طلب کرنا جائز ہے۔

اعتراض: کیا ولی بیٹا دیتے ہیں جو تم ولیوں کے پاس جا کر بیٹا مانگتے ہو یہ شرک ہے۔

جواب: قرآن کریم میں ارشاد خداوندی ہے۔

قَالَ اِنَّمَآ اَنَا رَسُوْلُ رَبِّكِ لِاَهَبَ لَكِ غُلٰمًا زَكِيًّا ۔ (پارہ ۱۶ سورہ مریم آیت ۱۹)

ترجمہ: اے مریم میں تمہارے ربّ کا رسول (قاصد) ہوں اور تمہیں پاک فرزند دینے کے لئے آیا ہوں۔

اس آیت کریمہ میں حضرت جبرئیل علیہ السلام حضرت مریم رضی اللہ عنہا کو بیٹے کی خوش خبری دے رہے ہیں اور بیٹا دینے کی نسبت اپنی طرف کر رہے ہیں۔

اب تمہارے قاعدے کے مطابق معاذ اللہ جبرئیل علیہ السلام مشرک ہو گئے۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ اپنی طرف سے بیٹا عطا کرنے کی نسبت بعطائے الٰہی تھی۔

شاہ عبدالعزیز تفسیر عزیزی میں لکھتے ہیں:

افعالِ باری تعالیٰ مثلاً لڑکا دینا، رزق بڑھانا، بیمار کو اچھا کرنا اور اس کی مثل کو مشرکین خبیث رُوحوں اور بتوں کی طرف نسبت کرتے ہیں اور کافر ہو جاتے ہیں جبکہ مسلمان ان امور کو حکم الٰہی یا اس کی مخلوق کی خاصیت سے جانتے ہیں جیسا کہ دوائیں وغیرہ یا اس کے نیک بندوں کی دعائیں کہ وہ بندے ربّ کی بارگاہ سے مانگ کر لوگوں کی حاجت روائی کرتے ہیں اور ان مومنین کے ایمان میں اس سے کوئی خلل نہیں آتا لہٰذا ثابت ہوا کہ اولیائے کرام رحمہم اللہ چونکہ اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ اور مقرب ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اپنے مقربین کی دُعا ردّ نہیں فرماتا اور یہ بعطائے الٰہی یعنی اللہ تعالیٰ کی عطا سے ہر چیز عطا کرنے پر قادر ہوتے ہیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات میں سے ہے کہ آپ علیہ السلام مُردوں کو بھی زندہ کرتے تھے تو جو مُردہ زندہ کرنے پر قادر ہو کیا وہ بعطائے الٰہی بیٹا دینے پر قادر نہیں۔

8/8



کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہنا شرک ہے؟

غیظ میں جل جائیں بے دینوں کے دل
یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کثرت کیجئے



نداء یارسول اللہ ﷺ اور ہمارا عقیدہ

ہمارا عقیدہ ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ کو دُور و نزدیک سے یا کے ساتھ نداء کرنا جائز و مستحسن ہے چاہے اس نداء کا تعلق حیاتِ ظاہری کے ساتھ ہو یا آپ ﷺ کے وصالِ ظاہری کے بعد دونوں صورتوں میں نداء کرنا جائز ہے۔

لیکن بعض لوگ رسول اللہ ﷺ کے وصال ظاہری کے بعد اور دُور سے نداء کرنے کو منع کرتے ہیں اور اپنی پرانی روِش کے مطابق اسے شرک و بدعت کہتے ہیں۔

حیاتِ ظاہری میں آپ ﷺ کے روبرو نداء کرنے میں کوئی اختلاف نہیں لہٰذا ہماری بحث بعد وفات اور دُور سے نداء کے بارے میں ہوگی جس کے ثبوت پر احادیثِ مبارکہ، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور بزرگانِ دین رحمہم اللہ بلکہ منکرین نداء یارسول اللہ ﷺ کے اپنے اکابرین کے اقوال ناطق و گواہ ہیں۔ چنانچہ سب سے پہلے احادیثِ مبارکہ پیشِ خدمت ہیں امید ہے منکرین تعصب کی عینک اتار کر حق دیکھنے و سننے اور اس کے آگے سرِ تسلیم خم کرنے میں کسی قسم کی جھجک محسوس نہیں کریں گے۔

واللہ یھدی من یشاء الیٰ صراط مستقیم

احادیث سے نداء یارسول اللہ ﷺ کا ثبوت

﴿یا محمد ﷺ کہنے سے بگڑی بن گئی﴾

اِنَّ رَجُلًا کَانَ یَخْتَلِطُ اِلٰی عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ فِیْ حَاجَتِہٖ وَکَانَ عُثْمَانُ لَا یَلْتَفِتُ اِلَیْہِ وَلَا یَنْظُرُ فِیْ حَاجَتِہٖ فَلَقِیَ عُثْمَانُ بْنُ حُنَیْفٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ فَشَکٰی ذٰلِکَ اِلَیْہِ فَقَالَ لَہٗ عُثْمَانُ بْنُ حُنَیْفٍ اٰتِ الْمِیْضَاۃَ فَتَوَضَّاْ ثُمَّ اٰتِ الْمَسْجِدَ فَصَلِّ فِیْہِ رَکْعَتَیْنِ ثُمَّ قُلْ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ وَاَتَوَجَّہُ اِلَیْکَ نَبِیًّا مُحَمَّدًا نَبِیَّ الرَّحْمَۃِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَا مُحَمَّدُ اِنِّیْ اَتَوَجَّہُ بِکَ اِلٰی رَبِّیْ فِیْ حَاجَتِیْ وَ تَذْکُرُ حَاجَتَکَ وَارْجِعْ اِلَیَّ حَتّٰی اَرُوْحَ مَعَکَ فَانْطَلَقَ الرَّجُلُ صَنَعَ مَا قَالَ لَہٗ ثُمَّ اَتٰی بَابَ عُثْمَانَ رَضِیَ اللّٰہُ

عَنْهُ فَجَآءَ الْبَوَّابُ حَتّٰى اَخَذَهُ بِيَدِهٖ فَاَدْخَلَهُ عَلٰى عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَاَجْلَسَهُ مَعَهُ وَقَالَ مَا حَاجَتُكَ فَذَكَرَ حَاجَتَكَ فَوْقَهَا ثُمَّ قَالَ مَاذَكَرْتُ حَاجَتَكَ حَتّٰى كَانَتْ سَاعَةٌ وَقَالَ مَا كَانَ لَكَ مِنْ حَاجَةٍ فَاْتِنَا ثُمَّ اِنَّ الرَّجُلَ خَرَجَ مِنْ عِنْدِهٖ فَلَقِيَ عُثْمَانَ بْنَ حَنِيْفٍ فَقَالَ لَهُ جَزَاكَ اللّٰهُ خَيْرًا مَا كَانَ يَنْظُرُ فِيْ حَاجَتِيْ وَيَلْتَفِتُ اِلَيَّ حَتّٰى كَلَّمْتَهُ فِيَّ فَقَالَ عُثْمَانُ ابْنُ حَنِيْفٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَاللّٰهِ مَا كَلَّمْتُهُ وَلٰكِنْ شَهِدْتُّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَتَاهُ رَجُلٌ ضَرِيْرٌ فَشَكٰى اِلَيْهِ ذِهَابُ بَصَرِهٖ فَقَالَ لَهُ نَبِيٌّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِئْتِ الْمِيْضَاةَ فَتَوَضَّأْ ثُمَّ صَلِّ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ اُدْعُوْ بَعْضَ الدَّعْوَاتِ قَالَ عُثْمَانُ بْنُ حَنِيْفٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَوَاللّٰهِ مَا تَفَرَّقْنَا وَطَالَ بِنَا الْحَدِيْثُ حَتّٰى دَخَلَ عَلَيْنَا الرَّجُلُ كَاَنَّهٗ لَمْ يَكُنْ بِهٖ فَرْقَطٌ ۔ (معجم امام طبرانی)

ترجمہ: ایک ضرورت مند شخص اپنی ضرورت کے لئے حضرت عثمان ابن عفان رضی اللہ عنہ کی بارگاہ میں حاضر ہوا لیکن حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ (مصروفیت کی وجہ سے) نہ تو اس کی طرف متوجہ ہوتے اور نہ اس کی ضرورت پر نظر فرماتے اس شخص نے حضرت عثمان ابن حنیف رضی اللہ عنہ سے اس بارے میں عرض کیا آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا وضو کرو اور دو رکعت نماز مسجد میں ادا کرو پھر اس طرح دُعا کرو "اے اللہ عزوجل میں تیری بارگاہ میں سوال کرتا ہوں اور اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے تیری طرف متوجہ ہوتا ہوں" "یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم" "میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے ربّ تعالیٰ کی طرف توجہ کرتا ہوں کہ میری حاجت پوری فرما" اور پھر اپنی حاجت بیان کر اور شام کے وقت میرے پاس آنا میں بھی تمہارے ساتھ چلوں گا ضرورت مند شخص نے اسی طرح کہا (جس طرح حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ نے بتایا تھا) پھر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی بارگاہ میں حاضر ہوا دربان نے اس کا ہاتھ پکڑا اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے پاس لے گیا آپ رضی اللہ عنہ نے اسے اپنے پاس بٹھایا اور آنے کی وجہ پوچھی اس نے اپنی حاجت عرض کی آپ رضی اللہ عنہ نے فوراً اس کی حاجت پوری فرمائی اور فرمایا اتنے عرصہ تم نے اپنی ضرورت کا ذکر کیوں نہ کیا اس کے بعد فرمایا جب بھی تمہیں کوئی ضرورت پیش آئے تو ہمارے پاس آ جانا یہ شخص حضرت عثمان ابن حنیف رضی اللہ عنہ سے ملا اور بولا اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ میری حاجت اور میری طرف متوجہ نہ ہوتے تھے یہاں تک کہ آپ رضی اللہ عنہ نے اُن سے میری سفارش کی اور میرا کام ہو گیا۔ حضرت عثمان ابن حنیف رضی اللہ عنہ نے فرمایا اللہ کی قسم میں نے تمہارے بارے میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی بارگاہ میں کچھ بھی نہیں کہا (یعنی میں نے تو تمہاری کوئی سفارش نہیں

کی) اصل میں بات یہ ہے کہ ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں ایک نابینا شخص حاضر ہوا اور اپنے اندھے پن کے بارے میں آپ رضی اللہ عنہ سے عرض کی تو نبی کریم ﷺ نے اسے اسی طرح ارشاد فرمایا کہ وضو کرو اور دو رکعت نماز پڑھ کر یہ دُعا کرو (جو اُوپر مذکور ہوئی) خدا کی قسم ہم اٹھے بھی نہیں تھے اور ابھی باتیں ہی کر رہے تھے کہ وہ اچانک ہمارے پاس آیا اور ایسا لگتا تھا کہ یہ نابینا تھا ہی نہیں۔

خلاصہ: اس حدیثِ پاک میں رسول اللہ ﷺ نے اپنے صحابی رضی اللہ عنہ کو نداء یا محمد ﷺ کی تلقین فرمائی اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کا حضور نبی کریم ﷺ کی حیاتِ ظاہری میں بھی اور بعد از وفات بھی اس پر معمول رہا لہٰذا ثابت ہوا کہ آپ ﷺ کو نداء کرنا جائز و مستحسن اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی سنت ہے۔ اور آپ ﷺ کو نداء کرنے سے بگڑی بنتی ہے اور مشکلیں حل ہوتی ہیں۔

﴿رسول اللہ ﷺ نے خود نداء کرنیکی تلقین فرمائی﴾

حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ نابینا صحابی رضی اللہ عنہ حضور نبی کریم ﷺ کی بارگاہِ بے کس پناہ میں حاضر ہوا اور اپنے حق میں دُعا کی درخواست کی تو سرکار مدینہ ﷺ نے یہ دُعا تلقین فرمائی۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ وَاَتَوَجَّهُ اِلَیْکَ بِمُحَمَّدٍ نَبِیِّ الرَّحْمَةِ یَا مُحَمَّدُ اِنِّیْ قَدْ تَوَجَّھْتُ بِکَ اِلٰی رَبِّیْ فِیْ حَاجَتِیْ ھٰذَا لِتَقْضِیَ اللّٰھُمَّ فَشَفِّعْهُ قَالَ اَبُوْ اِسْحَاقَ ھٰذَا حَدِیْثٌ صَحِیْحٌ ۔ (نسائی، ترمذی، حاکم، بیہقی، ابن خذیمہ، ابن ماجہ، طبرانی)

ترجمہ: اے اللہ عزوجل میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور محمد ﷺ کے وسیلہ سے تیری طرف متوجہ ہوتا ہوں تاکہ میری حاجت پوری ہو جائے اے اللہ حضور نبی کریم ﷺ کی شفاعت میرے حق میں قبول فرما۔

﴿یا محمد ﷺ کہنے سے پاؤں ٹھیک ہو گیا﴾

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

عَنْ عَبْدِالرَّحْمَانِ ابْنِ سَعْدٍ قَالَ خَدَرَتْ رِجْلُ ابْنِ عُمَرَ فَقَالَ لَهٗ رَجُلٌ اُذْکُرْ اَحَبَّ النَّاسِ اِلَیْکَ فَقَالَ یَا مُحَمَّدُ فَانْتَشَرَتْ ۔ (الادب المفرد۔ الشفاء امام ابن سنی)

ترجمہ: حضرت عبدالرحمان بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا پاؤں مبارک سُن ہو گیا ایک شخص نے کہا آپ رضی اللہ عنہ اس کو یاد کریں جو لوگوں میں آپ کو

سب سے زیادہ محبوب ہو تو انہوں نے کہا "یا محمد "صلی اللہ علیہ وسلم تو پاؤں ٹھیک ہو گیا۔

خلاصہ: اس حدیث پاک سے واضح ہوا کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا عقیدہ ہے کہ دکھ تکلیف میں سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نداء کرنے سے تکلیف دُور ہوتی ہے جیسا کہ مذکورہ بالا حدیث سے ثابت ہوا کہ جیسے ہی آپ نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو نداء کی تو آپ کا پاؤں ٹھیک ہو گیا۔

حضرت عیسیٰ اور نداء یا محمد

امام ابن حجر عسقلانی اور امام ابویعلی اپنی سند سے یہ حدیث پاک نقل فرماتے ہیں:

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ وَالَّذِیْ نَفْسُ اَبِی الْقَاسِمِ بِیَدِهٖ لَیَنْزِلَنَّ عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ اِمَامٌ مُقْسِطًا وَاَحْکُمُ عَدْلًا فَلَیَکْسِرَنَّ الصَّلِیْبَ وَلَیَقْتُلَنَّ الْخِنْزِیْرَ وَلَیُصْلِحَنَّ ذَاتَ الْبَیْنِ وَلَیُذْهِبَنَّ الشَّحْنَآءَ وَلَیُعْرَضَنَّ عَلَیْهِ الْمَالُ وَلَا یَقْبَلُهٗ ثُمَّ لَئِنْ قَامَ عَلٰی قَبْرِیْ فَقَالَ یَا مُحَمَّدُ لَاُ جِیْبَنَّهٗ ۔

(ترمذی شریف باب الفتن ۔ الحاوی للفتاویٰ ۔ مسند ابی یعلی)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں ابوالقاسم کی جان ہے ضرور ضرور اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو امام بنا کر نازل فرمائے گا اور وہ عدل کا حکم دیں گے اور صلیب کو توڑیں گے اور خنزیر کو قتل کر دیں گے اور وہ اپنے رشتہ دار و اقرباء میں صلح کرائیں گے اور ان کے درمیان بُغض و کینہ کو دُور کریں گے اُن پر مال و دولت پیش کیا جائے گا وہ اسے قبول نہیں کریں گے اور میری قبر پر حاضر ہو کر کہیں گے "یا محمد "صلی اللہ علیہ وسلم تو میں ان کو جواب دوں گا۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ:

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین مشکل میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نداء کرتے

فَنَادٰی یَا مُحَمَّدُ فَاَرٰی فِی الْمَنَامِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ بَشِّرْ ۔

ترجمہ: (حضرت بلال بن حارث مزنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خلافت کے بعد قحط عام الرمادہ میں قوم نے عرض کی کہ قحط کی وجہ سے لوگ مر رہے ہیں کوئی بکری ذبح کریں آپ نے فرمایا بکریوں میں کچھ بھی نہیں رہا یعنی قحط کی وجہ سے ہڈیوں کا ڈھانچہ بن گئی ہیں قوم نے اصرار کیا تو آخر کار ایک بکری کو ذبح کیا جب کھال اتاری تو اندر سے فقط ایک سرخ ہڈی نکلی یہ دیکھ کر حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اس طرح نداء کی) "یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم "۔ اس کے

بعد حضور نبی کریم ﷺ خواب میں تشریف لائے اور بشارت سنائی۔

(البدایہ والنہایہ ص۹۱ ج ۷۔ الکامل۔ تاریخ ابن اثیر ص ۲۳۵ ج ۲)

﴾دورانِ جنگ مسلمانوں کا نعرہ﴿

امام ابن اثیر جزری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

ثُمَّ بَرَزَ خَالِدٌ وَ دَعَا الْبِرَزَ وَ نَادٰی بِشِعَارِهِمْ وَ كَانَ شِعَارُهُمْ يَا مُحَمَّدَاهُ فَلَمْ يَبْرُزْ اِلَيْهِ اَحَدٌ اِلَّا قَتَلَهٗ ۔ (الکامل فی التاریخ)

ترجمہ: حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے دشمنوں کو للکارا اور انہیں جنگ کرنے کی دعوت دی اور اس وقت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا "یا محمداہ" ﷺ کہنے کا شعار تھا یعنی دورانِ جنگ یا محمد ﷺ کا نعرہ لگاتے تھے۔ پس جو شخص ان کی طرف بڑھتا تھا اسے قتل کر دیتے تھے۔

حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں:

ثُمَّ نَادٰی بِشِعَارِ الْمُسْلِمِيْنَ وَ كَانَ شِعَارُهُمْ يَوْمَئِذٍ يَا مُحَمَّدَاهُ ۔ (البدایہ والنہایہ)

ترجمہ: پھر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کے طریقہ کے مطابق نعرہ لگایا اس وقت مسلمان "یا محمد" ﷺ کا نعرہ لگاتے تھے۔

﴾حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کی نداء﴿

حضور نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں التجاء کرتے ہوئے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا عرض کرتی ہیں:

اَلَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُنْتَ رَجَاءَ نَا وَ كُنْتَ بِنَا بَرًّا لَمْ تَكُ جَافِيًا ۔

(زُرقانی علی المواہب ج ۸ ص ۲۷۴)

ترجمہ: یارسول اللہ ﷺ آپ ﷺ ہماری امیدگاہ ہیں اور آپ ﷺ ہم پر نہایت شفیق تھے اور آپ سخت نہ تھے۔

﴾حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی نداء﴿

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اور دیگر شہداء کربلا کی شہادت کے بعد حضرت زینب رضی اللہ عنہا اپنی دکھ بھری داستان سناتے ہوئے حضور نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں یوں نداء کرتی ہیں:

يَا مُحَمَّدَاهُ يَا مُحَمَّدَاهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هٰذَا حُسَيْنٌ بِالْعَرَاءِ مُزَمَّلٌ بِالدِّمَاءِ مُقَطَّعُ الْاَعْضَاءِ يَا مُحَمَّدَاهُ وَبَنَاتُكَ سَبَايَا وَ ذُرِّيَّتُكَ مَقْتَلَةٌ تَسْفِيْ عَلَيْهَا الصَّبَاءَ يَا

مُحَمَّدَاهُ یَا مُحَمَّدَاهُ ۔

ترجمہ: "یا محمد ﷺ یا محمد ﷺ" یہ حسین رضی اللہ عنہ ہیں جو دُشمنوں کے درمیان خون سے لت پت پڑے ہیں اعضاء کٹ چکے ہیں "یا محمد ﷺ" آپ ﷺ کی بیٹیاں قید ہیں اور آپ ﷺ کی اولاد قتل کردی گئی ہے ہوا نے ان پر خاک ڈال دی ہے "یا محمد یا محمد ﷺ"۔

خلاصہ: احادیثِ مبارکہ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اقوال وافعال سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کو آپ ﷺ کے وصالِ ظاہری کے بعد بھی اور دُور ونزدیک سے نداء کرنا جائز ہے۔

بزرگانِ دین کے نظریات

﴿حضرت شہاب رملی انصاری رحمۃ اللہ علیہ کا نظریہ﴾

سُئِلَ عَمَّا یَقَعُ مِنَ الْعَامَةِ مِنْ قَوْلِهِمْ عِنْدَ الشَّدَائِدِ یَا شَیْخَ فُلَانٍ وَ نَحْوَ ذٰلِكَ مِنَ الْاِسْتِغَاثَةِ بِالْاَنْبِیَاءِ وَالْاَوْلِیَاءِ وَالصَّالِحِیْنَ وَهَلْ لِلْمَشَائِخِ اِغَاثَةٌ بَعْدَ مَوْتِهِمْ اَمْ لَا فَاَجَابَ بِمَا نَصَحَهُ اَنَّ الْاِسْتِغَاثَةَ بِالْاَنْبِیَاءِ وَالْاَوْلِیَاءِ وَالْعُلَمَاءِ وَالصَّالِحِیْنَ جَائِزَةٌ وَ بِالْاَنْبِیَاءِ وَالرُّسُلِ وَالْاَوْلِیَاءِ وَالصَّالِحِیْنَ اِغَاثَةٌ بَعْدَ مَوْتِهِمْ ۔

ترجمہ: شیخ الاسلام شہاب رملی انصاری رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ عوام الناس مصیبت کے وقت یا شیخ فلاں اور انبیاء علیہم السلام و مرسلین و اولیاء اور صالحین کو پکارتے ہیں اور اسی طرح کے کلمات مثلاً (یعنی یارسول اللہ ﷺ، یا علی رضی اللہ عنہ، یا غوث رضی اللہ عنہ وغیرہ) پکارتے ہیں کیا یہ جائز ہے یا نہیں؟ اور اولیاء کرام رحمہم اللہ بعد وفات بھی مدد کرتے ہیں یا نہیں؟ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا کہ بے شک انبیاء و مرسلین و اولیاء و علماء اور صالحین سے مدد طلب کرنا جائز ہے اور وہ انتقال کے بعد بھی مدد فرماتے ہیں۔

﴿حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ کا نظریہ﴾

مَنِ اسْتَغَاثَ بِیْ فِیْ كُرْبَةٍ كُشِفَتْ عَنْهُ وَمَنْ نَادٰی نِیْ بِاسْمِیْ فِیْ شِدَّةٍ فُرِجَتْ عَنْهُ وَمَنْ تَوَسَّلَ بِیْ اِلَی اللّٰهِ فِیْ حَاجَتِیْ قُضِیَتْ لَهٗ وَمَنْ صَلّٰی رَكْعَتَیْنِ یَقْرَءُ فِیْ كُلِّ رَكْعَةٍ بَعْدَ الْفَاتِحَةِ سُوْرَةَ الْاِخْلَاصِ اِحْدٰی عَشَرَةَ مَرَّةً ثُمَّ یُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ السَّلَامِ وَیُسَلِّمُ عَلَیْهِ ثُمَّ یَخْطُوْا اِلٰی جِهَةِ الْعِرَاقِ اِحْدٰی عَشَرَةَ خُطْوَةً یَذْكُرُ فِیْهَا بِاسْمِیْ وَیَذْكُرُ حَاجَةً فَاِنَّهَا تَقْضٰی ۔

ترجمہ: جو شخص تکلیف میں مجھ سے فریاد کرے تو اس کی تکلیف دُور ہو جائے گی اور جو شخص شدت کے وقت میرے نام کے ساتھ نداء کرے اس کی سختی دُور ہو گی اور جو کوئی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں میرا وسیلہ پیش کرے اس کی حاجت پوری ہو اور جو کوئی دو رکعت نماز (نفل) ادا کرے اور نماز کی ہر رکعت میں سورۃ فاتحہ کے بعد گیارہ مرتبہ سورہ اخلاص پڑھے سلام پھیرنے کے بعد رسول اللہ ﷺ پر درود و سلام بھیجے پھر عراق کی جانب گیارہ قدم چلے اور ہر قدم پر میرا نام لے اور اپنی حاجت یاد کرے تو اس کی حاجت پوری ہو گی۔

﴿علامہ جمال بن عبدالقادر بن عمر مکی رحمۃ اللہ علیہ کا نظریہ﴾

سُئِلَتُ عَنْهُ يَقُوْلُ فِیْ حَالِ الشَّدَائِدِ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَوْ يَا عَلِیُّ اَوْ يَا شَيْخُ عَبْدُالْقَادِرِ مَثَلاً هَلْ هُوَ جَائِزٌ شَرْعًا اَمْ لَا؟ اَجَبْتُ نَعَمْ اَلْاِسْتِغَاثَةُ بِاَوْلِيَاءِ وَنِدَائُهُمْ وَالتَّوَسُّلُ بِهِمْ اَمْرٌ مَشْرُوْعٌ وَ شَيْءٌ مَرْغُوْبٌ لَا يُنْكِرُهٗ اِلَّا مُكَابِرٌ وَ مُعَانِدٌ وَ قَدْ حَرَّمَهٗ بَرْكَةُ الْاَوْلِيَاءِ الْكِرَامِ ۔

ترجمہ: (شیخ جمال بن عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں) مجھ سے اس شخص کے بارے میں سوال کیا گیا جو تکلیف کے وقت یارسول اللہ ﷺ، یا علی رضی اللہ عنہ، یا شیخ عبدالقادر رضی اللہ عنہ پکارے کیا یہ ازروئے شرع جائز ہے کہ نہیں؟ میں نے جواب دیا، ہاں اولیائے کرام سے مدد طلب کرنا انہیں نداء کرنا اور ان کو وسیلہ بنانا جائز و پسندیدہ اور مرغوب عمل ہے۔ اس سے فقط وہی انکار کرے گا جو ہٹ دھرم اور عناد پرست ہو۔ اور ایسا شخص اولیائے کرام کی برکات سے محروم رہتا ہے۔

﴿فتاویٰ عالمگیری سے نداء کا ثبوت﴾

ثُمَّ يَقُوْلُ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا نَبِیَّ اللّٰهِ اَشْهَدُ اَنَّكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَيَقُوْلُ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا خَلِيْفَةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا صَاحِبَ رَسُوْلِ اللّٰهِ فِی الْغَارِ فَيَقُوْلُ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا مُظْهِرُ الْاِسْلَامِ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا مُكَسِّرَ الْاَصْنَامِ ۔ (فتاویٰ عالمگیری کتاب الحج ج ۱)

ترجمہ: (حاجی جب حضور نبی کریم ﷺ کے مزار اقدس پر حاضری دے تو اس طرح سلام عرض کرے) "یا نبی اللہ" آپ ﷺ پر سلام میں شہادت دیتا ہوں کہ آپ ﷺ اللہ کے رسول ﷺ ہیں (اور پھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بارگاہ میں یوں سلام عرض کرے) "یا خلیفۃ رسول اللہ" آپ رضی اللہ عنہ پر سلام، اے رسول اللہ ﷺ کے غار کے ساتھی! آپ رضی اللہ عنہ پر سلام ہو۔

(پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں اس طرح کہے) "یا امیر المومنین" آپ رضی اللہ عنہ پر سلام' اے اسلام کو روشن کرنے والے اور بتوں کو توڑنے والے آپ رضی اللہ عنہ پر سلام ہو۔

﴿امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کی نداء﴾

یَا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِیْنَ اَدْرِكْ لِزَیْنِ الْعَابِدِیْنَ
مَحْبُوْسُ اَیْدِی الظَّالِمِیْنَ فِیْ مَوْکَبِ الْمُزْدَحَمِ

(قصیدہ زین العابدین)

"یا رحمۃ اللعالمین" زین العابدین کی مدد کریں
وہ لوگوں کے ہجوم کی قید میں ہے

﴿امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی نداء﴾

یَا سَیِّدَ السَّادَاتِ جِئْتُكَ قَاصِدًا
اَرْجُوْ رِضَاكَ وَاحْتَمِیْ بِحِمَاكَ

(قصیدہ نعمان)

ترجمہ: "یا سیّد السادات" میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں دلی ارادہ سے حاضر ہوا ہوں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا کی امید کرتا ہوں اور خود کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پناہ میں دیتا ہوں۔

﴿امام بوصیری رحمۃ اللہ علیہ کی نداء﴾

یَا اَکْرَمَ الْخَلْقِ مَا لِیْ مَنْ اَلُوْذُ بِهٖ
سِوَاكَ عِنْدَ حُلُوْلِ الْحَادِثِ الْعَمَمِ

(قصیدہ بردہ شریف)

"یا اکرم الخلق" (مخلوق میں سب سے زیادہ کریم) مصیبت کے وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بغیر میرا کوئی نہیں جس کی میں پناہ لوں

﴿مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ کی نداء﴾

زم ھجوری بر آمد جان عالم ترحم یا نبی اللہ ترحم
نہ آخر رحمتہ للعالمینی زمحرو ماں چرا فارغ نشینی

ترجمہ: جدائی سے عالم کی جان نکلی جا رہی ہے رحم فرماؤ "یا نبی اللہ" رحم فرماؤ۔ کیا آپ رحمۃ

اللعالمین نہیں پھر مجرموں سے فارغ کیوں بیٹھے ہیں۔

معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کی نداء

یارسول اللہ بحال عصیاں کن یك نظر
تا شود زاں یك نظر کار فقیراں ساخ تند

ترجمہ: "یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عاصیوں کے احوال پر ایک نظر فرمائیں تاکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر کرم سے فقیروں کی بگڑی بن جائے۔

حضرت شمس تبریز رحمۃ اللہ علیہ کی نداء

یارسول اللہ حبیب خالق یکتا توئی
برگزیدہ ذوالجلال پاك بے ھمتا توئی

ترجمہ: "یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم" آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تبارک وتعالیٰ کے محبوب و برگزیدہ ہیں۔

عبدالحق محدث دہلوی کا نظریہ

ذکر کشف ارواح یا احمد یا محمد در دو طریق است یك طریق آنست یا احمد رادر راست بگوید و یا محمد در چپا بگوئد ودف دل ضرب کند یارسول اللہ طریق دوم آن است کہ یا محمد رادر راست بگوئد وا چبا یا محمد و دردل وھم کند یا مصطفی دیگر ذکریا محمد یا محمد یا علی یا حسن یا حسین یا فاطمہ شش طرفے ذکر کند کشف جمیع ارواح شود و دیگر اسمائے ملائکہ مقرب ھمیں تاثیر دارند یا جبرئیل یا میکائیل یا اسرافیل یا عزرائیل چھار ضربی دیگر ذکر ھم شیخ یعنی بگوئید یا شیخ یا شیخ ھزار بار بگوئید کہ حرف نداء راز دل بکشد طرف راست ھر دو لفظ شیخ را در دل ضرب کند۔ (اخبار الاخیار)

ترجمہ: (ارواح کشف کا طریقہ بیان کرتے ہوئے محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں) "یا احمد صلی اللہ علیہ وسلم، یا محمد" صلی اللہ علیہ وسلم کے ارواح کشف کے ذریعہ ذکر کرنے کے دوطریقے ہیں:

(۱) "یا احمد" صلی اللہ علیہ وسلم کو دائیں طرف اور بائیں طرف "یا محمد" صلی اللہ علیہ وسلم کہے اور دل پر "یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم" کی ضرب لگائے۔

(۲) "یا محمد ﷺ "دائیں طرف اور "یا محمد ﷺ بائیں طرف کہے اور دل میں یا مصطفیٰ کا وھم کرے اور "یا محمد ﷺ یا محمد"، یا علی رضی اللہ عنہ، یا حسن رضی اللہ عنہ، یا حسین رضی اللہ عنہ، یا فاطمہ رضی اللہ عنہا" ان کا چھ طرف ذکر کرے سارے ارواح کا کشف حاصل ہو جائے گا۔

اور دوسرے ملائکہ مقرب کے اسماء بھی تاثیر رکھتے ہیں "یا جبرئیل علیہ السلام، یا میکائیل علیہ السلام، یا اسرافیل علیہ السلام، یا عزرائیل" علیہ السلام کی چار ضربیں لگائے۔

اپنے شیخ کا بھی ذکر کرے "یا شیخ یا شیخ" ہزار مرتبہ کہے حرف نداء (یا) کو دل سے کھینچے اور دائیں طرف پھر لفظ شیخ کا دل پر ضرب لگائے۔

﴿شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا نظریہ﴾

وَصَلِّ عَلَيْكَ اللّٰهُ يَا خَيْرَ خَلْقِهٖ
وَيَا خَيْرَ مَامُوْلٍ وَيَا خَيْرَ وَاهِبِ
وَيَا خَيْرَ مَنْ يُرْجٰى لِكَشْفِ رَزِيَّةٍ
وَمِنْ جُوْدِ قَدْ فَاقَ جُوْدَ السَّحَائِبِ
وَاَنْتَ مُجِيْرِیْ مِنْ هُجُوْمِ ظُلْمَةٍ
اِذَا انْشَبَتْ فِی الْقَلْبِ شَرَّ الْمَخَالِبِ

(اطیب النعم فی مدح سید العرب والعجم)

ترجمہ: "یا خیر خلق" اے کائنات میں سب سے زیادہ بہترین آپ ﷺ پر اللہ کا درود ہو اے سب سے بہترین امید کی جگہ اور بہترین عطا فرمانے والے اے وہ بہترین کہ جس سے ہر مشکل کے دُور ہونے کی امید کی جاتی ہے اور اے سب سے بہتر کہ جس کی جود وسخاوت برستے بادلوں سے بھی زیادہ ہے۔

﴿شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کا نظریہ﴾

شاہ عبدالعزیز صاحب حضرت شیخ احمد زروق کا کلام نقل فرماتے ہوئے لکھتے ہیں:

اَنَا الْمُرِيْدِیْ جَامِعٌ لِشَدَائِدِهٖ
اِذَا شَدَّ جَوْرُ الزَّمَانِ بِنَكْبَةٍ
اِنْ كُنْتَ فِیْ ضَيْقٍ وَكَرْبٍ وَوَحْشَةٍ
فَنَادِ بِيَا زَرُوْقُ اٰتِ لِسُرْعَةٍ

(بستان المحدثین)

ترجمہ: احمد زروق فرماتے ہیں میں اپنے مرید کی مشکلات کے لئے جامع ہوں جس وقت زمانہ اس پر ستم ظریفی کرے اور اگر تم تنگی و کرب اور وحشت میں مبتلا ہو جاؤ تو اس طرح نداء کرو" یا زروق" تو میں فوراً آ جاؤں گا۔

تفسیر عزیزی میں لکھتے ہیں:

یَا صَاحِبَ الْجَمَالِ وَیَا سَیِّدَ الْبَشَرِ
مِنْ وَجْهِكَ الْمُنِيْرُ لَقَدْ نُوِّرَ الْقَمَرُ
لَا يُمْكِنُ الثَّنَآءُ كَمَا كَانَ حَقُّهٗ
بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

(تفسیر عزیزی پارہ ۳۰ سورہ والضحیٰ)

ترجمہ: "یَا صَاحِبَ الْجَمَال" "یَا سَیِّدَ الْبَشَر" چاند آپ ﷺ کے چہرہ انور کی وجہ سے روشن ہے جس طرح آپ کی ثناء کرنے کا حق ہے اس طرح ثناء کرنا ممکن نہیں اس کے سوا اور کیا کہا جا سکتا ہے کہ خدا کے بعد تو ہی بزرگ و برتر ہے۔

اکابرینِ دیوبند کے نظریات

﴿مولانا حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کا نظریہ﴾

حضور نبی کریم ﷺ کی زیارت کا طریقہ بیان کرتے ہوئے دیوبندیوں کے پیشوا اور اشرف علی تھانوی کے پیر و مرشد لکھتے ہیں:

آنحضرت ﷺ کی صورت کا سفید شفاف کپڑے اور سبز پگڑی اور منوّر چہرے کے ساتھ تصوّر کرے اور:۔

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ کی داہنے

اور

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْكَ یَانَبِیَّ اللّٰهِ کی بائیں

اور

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْكَ یَاحَبِیْبَ اللّٰهِ کی ضرب دل پر لگائے۔ (ضیاء القلوب ص ۲۱)

ایک قصیدے میں لکھتے ہیں:

اگرچہ ناقابل واں کہ پر امید ہے تم سے
کہ پھر مجھ کو مدینے میں بلاؤ یارسول اللہ ﷺ
پڑا ہوں بے طرح گرداب غم میں ناخدا ہو کر
میری کشتی کنارے پر لگاؤ یارسول اللہ ﷺ
پھنسا کر اپنے دامن عشق میں امداد عاجز کو
بس اب قید دو عالم سے چھڑاؤ یارسول اللہ ﷺ

﴿مولانا محمد زکریا کا نظریہ﴾

بندے کے خیال میں اگر ہر جگہ درود وسلام دونوں کو جمع کیا جائے تو زیادہ بہتر ہے یعنی بجائے اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ یَانَبِیَّ اللّٰہِ وغیرہ کے اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہ، اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَانَبِیَّ اللّٰہِ اسی طرح اخیر تک السلام کے ساتھ الصلوٰۃ کا لفظ بھی بڑھا دے تو زیادہ اچھا ہے۔ (تبلیغی نصاب موجودہ نام فضائل اعمال ص ۷۰۲)

﴿اشرف علی تھانوی کا نظریہ﴾

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہ بصیغہ خطاب میں بعض لوگ کلام کرتے ہیں یہ اتصال معنوی ہے لہ الخلق ولا من عالم امر مقید بجهت و طرف و قرب و بعد، وغیرہ نہیں ہے پس اس (نداء یارسول اللہ) کے جواز میں شک نہیں۔ (امداد المشتاق ص ۵۹۔شمائم امدادیہ ص ۵۲)

﴿حسین احمد مدنی کا نظریہ﴾

وہابیہ عرب کی زبان سے بارہا سنا گیا ہے کہ وہ اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہ کو سخت منع کرتے ہیں اور اہل حرمین پر سخت نفریں اس نداء اور خطاب پر کرتے ہیں اور ان کا استہزاء اڑاتے ہیں حالانکہ ہمارے مقدس بزرگانِ دین اس صورت اور جملہ درود شریف کا اگرچہ بصیغہ خطاب و نداء کیوں نہ ہو مستحب و مستحسن جانتے ہیں اور اپنے معتقدین کو اس کا امر (حکم) کرتے ہیں۔

﴿مطیع الحق دیوبندی کا نظریہ﴾

علمائے دیوبند نداء رسول ﷺ کو منع نہیں کرتے۔ یارسول اللہ ﷺ کا اگر بلحاظ معنی باساختہ اس طرح نکلا جیسے عام طور پر مصیبت کے وقت لوگ ماں باپ کو پکارتے ہیں تو بلاشک جائز ہے۔ اگر درود شریف میں معنی کا لحاظ رکھتے ہوئے یارسول اللہ ﷺ کہا جائے تو جائز ہے۔ غلبہ شوق و محبت اور وجد و جوش میں پکارا

جائے تب بھی جائز ہے۔ اگر اس عقیدے سے پکارا جائے کہ اللہ تعالیٰ ہماری اس نداء کو حضور اکرم ﷺ تک اپنے فضل و کرم سے پہنچا دے گا تو اس طرح بھی جائز ہے۔ (عقائد علمائے دیوبند)

﴿سرفراز گکھڑوی کا نظریہ﴾

اگر کوئی شخص عشق و محبت کے نشہ میں سرشار ہو کر یارسول اللہ ﷺ و یا نبی اللہ ﷺ کہے تو بالکل جائز ہے اور صحیح ہے اور ہمارے اکابر اس کے قائل ہیں۔ (تبریز النواظر)

خلاصہ: بزرگانِ دین اور اکابرین دیوبند کے نظریات سے ثابت ہوا کہ دُور و نزدیک اور بعد وفات حضور نبی کریم ﷺ کو نداء کرنا جائز ہے اور بزرگوں کا یہ طریقہ رہا ہے کہ ہر مشکل میں انہوں نے نداء کی اور اکابرین دیوبند کے نزدیک بھی نداء یارسول اللہ ﷺ بالکل جائز ہے لیکن نہایت دکھ سے کہنا پڑ رہا ہے کہ آج کل کے دیوبندی حضرات اسے شرک و بدعت کہتے ہیں انہیں اتنی بھی عقل نہیں کہ ان کے اپنے اکابرین بھی ان کے فتووں کے زد میں آ رہے ہیں۔ اس طرح کے منفی نظریات سے دین کی خدمت نہیں ہوتی بلکہ تفرقہ بازی کو ہوا ملتی ہے جس سے آج پوری اُمتِ مسلمہ بے چینی اور کرب کا شکار ہے۔ اللہ تعالیٰ ہدایت نصیب فرمائے۔

مفسرین کے نزدیک ایک آیت کی تشریح

قرآن پاک میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

لَا تَجْعَلُوْا دُعَاءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَاءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا ۔ (آیت ۶۳ سورہ نور پارہ ۱۸)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ کے پکارنے کو آپس میں ایسا نہ ٹھہرالو جیسا تم میں ایک دوسرے کو پکارتا ہے۔

اس آیت کریمہ کی تشریح کرتے ہوئے مفسرین کرام اپنے نظریات اور نداء یارسول اللہ ﷺ کا ثبوت پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

﴿صاحب تفسیر صاوی رحمۃ اللہ علیہ کی تشریح﴾

لَا تُنَادُوْهُ بِاِسْمِهٖ فَتَقُوْلُوْا يَا مُحَمَّدُ وَ بِكُنْيَتِهٖ فَتَقُوْلُوْا يَا اَبَا الْقَاسِمِ بَلْ نَادُوْهُ وَخَاطِبُوْهُ بِالتَّعْظِيْمِ وَ التَّكْرِيْمِ وَالتَّوْقِيْرِ بِاَنْ يَّقُوْلُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ يَا اِمَامَ الْمُسْلِمِيْنَ ۔

(تفسیر صاوی ج ۳ ص ۱۴۹)

ترجمہ: یعنی حضور نبی کریم ﷺ کو آپ کے نام یا محمد ﷺ یا آپ ﷺ کی کنیت ابوالقاسم کے ساتھ نہ پکارو بلکہ آپ کو تعظیم و تکریم اور توقیر کے ساتھ نداء کرو، یعنی یارسول اللہ ﷺ یا نبی اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم یا امام المسلمین صلی اللہ علیہ وسلم کہہ کر پکارو۔

﴿صاحب تفسیر جلالین رحمۃ اللہ علیہ کا نظریہ﴾

بَلْ قُوْلُوْا یَا نَبِیَّ اللّٰهِ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ۔

ترجمہ: بلکہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس طرح پکارو یا نبی اللہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

﴿صاحب تفسیر جامع البیان رحمۃ اللہ علیہ کا نظریہ﴾

لَا تَدْعُوْا بِاِسْمِهٖ کَمَا یَدْعُوْ بَعْضُکُمْ بَعْضًا قُوْلُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ یَا نَبِیَّ اللّٰهِ ۔

ترجمہ: یعنی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کے ساتھ مت پکارو جیسے تم ایک دوسرے کو پکارتے ہو بلکہ اس طرح پکارو یارسول اللہ یا نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

﴿صاحب تفسیر بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ کا نظریہ﴾

وَلٰکِنْ بِلَقَبِهِ الْمُعَظَّمِ مِثْلُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ یَا نَبِیَّ اللّٰهِ ۔

ترجمہ: اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو لقب عظیم کے ساتھ پکارو مثلاً یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

﴿تفسیر قادری ترجمہ تفسیر حسینی﴾

تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس طرح نہ پکارو جس طرح ایک دوسرے کو نام لے کر پکارتے ہو بلکہ چاہیے کہ تعظیم کے ساتھ پکارو، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس واسطے کہ حق تعالیٰ نے سب انبیائے کرام علیہم السلام کو قرآن مجید میں نام لے کر پکارا اور اپنے حبیب محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے اچھے اوصاف کے ساتھ خطاب کیا۔ (تفسیر حسینی)

﴿اشرف علی تھانوی کی تفسیر﴾

حیات وممات یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال شریف کے بعد بھی دوامی حکم ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تعظیم وتکریم سے پکارا جائے یعنی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہو۔

آیت کریمہ کی تشریح میں مفسرین کرام کی تشریحات سے واضح ہوا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ ظاہری میں بھی اور وصال ظاہری کے بعد بھی نداء کرنا جائز و مستحسن ہے اور مفسرین نے اس بات کی بھی تاکید فرمائی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اچھے اچھے القابات سے نداء کرو۔ (تفسیر کمالین شرح جلالین)

اعتراضات کے جوابات

اعتراض: کیا حضور نبی کریم ﷺ تمہاری نداء کو دُور سے سُن سکتے ہیں؟
جواب: حضرت سلیمان علیہ السلام اگر کئی میل دُور سے چیونٹی کی آواز سُن سکتے ہیں تو ہمارے آقا و مولی ﷺ بھی دُور و نزدیک کی آواز سننے پر قادر ہیں۔

قرآن پاک میں ارشاد ہوتا ہے:

قَالَتْ نَمْلَةٌ يَاأَيُّهَا النَّمْلُ ادْخُلُوْا مَسَاكِنَكُمْ لَا يَحْطِمَنَّكُمْ سُلَيْمَانُ وَجُنُوْدُهُ وَهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ فَتَبَسَّمَ ضَاحِكًا مِّنْ قَوْلِهَا ۔ (سورہ نمل پارہ ۱۹)

ترجمہ: ایک چیونٹی بولی اے چیونٹیو اپنے گھروں کو چلی جاؤ تمہیں کچل نہ ڈالیں سلیمان علیہ السلام اور ان کے لشکر بے خبری میں تو اس (چیونٹی) کی بات سے (حضرت سلیمان علیہ السلام) مسکرا پڑے۔

اس ترقی یافتہ دور میں آج ہر شخص ٹیلی فون، ٹی وی اور ریڈیو وغیرہ کے ذریعے دُنیا کے ہر کونے سے دُور و نزدیک کی آواز سُن سکتا ہے لیکن اتنی ترقی ہونے کے باوجود کوئی سائنسدان ایسا آلہ ایجاد نہیں کر سکا کہ اس کے ذریعے چیونٹی کی آواز سنی جا سکتی ہو لیکن اللہ کا نبی بغیر کسی آلے کے کئی میل دُور سے چیونٹی کی آواز سُن رہا ہے تو کیا سید الانبیاء ﷺ مدینہ شریف میں بیٹھ کر دُنیا کے ہر کونے سے اپنے غلاموں کی آواز نہیں سُن سکتے؟

اعتراض: قرآن کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

لَا تَدْعُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُكَ وَلَا يَضُرُّكَ ۔

ترجمہ: اللہ کے سوا ان کو نہ پکارو جو تم کو نفع و نقصان نہ پہنچا سکیں۔

اس آیت سے تو یہ ظاہر ہو رہا ہے کہ غیر اللہ کو پکارنا منع ہے تو تم یا رسول اللہ کیوں پکارتے ہو؟
جواب: پہلی بات تو یہ ہے کہ یہ آیت بتوں کے حق میں نازل ہوئی کہ یہ کسی نفع و نقصان کے مالک نہیں اور دوسری بات یہ کہ اگر تمہاری بات مان لی جائے کہ یہ آیت انسانوں کے حق میں نازل ہوئی ہے تو پھر اس آیت کریمہ کا مطلب یہ ہے کہ غیر اللہ کو مستقل طاقت کا مالک سمجھ کر اور معبود حقیقی جان کر پکارنا منع ہے غیر اللہ کو مطلقاً پکارنا منع نہیں ورنہ کوئی شخص بھی شرک سے نہیں بچے گا نہ کوئی نبی علیہ السلام، نہ صحابی رضی اللہ عنہ، نہ ولی رحمۃ اللہ علیہ اور نہ کوئی مومن کیونکہ ہر شخص کسی نہ کسی صورت میں دوسرے کو پکارتا ہے۔

اس اعتراض کی مزید وضاحت ہم نے استمداد میں کر دی ہے۔

اعتراض: کسی بھی نبی علیہ السلام یا ولی رحمۃ اللہ علیہ کو دُور سے پکارنا شرک ہے کیونکہ دُور کی آواز اللہ تعالیٰ کی صفت ہے غیر اللہ کی نہیں۔

جواب: بہت ہی بے وقوفانہ اور جاہلانہ اعتراض ہے۔ اللہ تعالیٰ تو کلامِ پاک میں ارشاد فرماتا ہے:

وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ ۔

ترجمہ: ہم اپنے بندے کی شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہیں۔

اللہ تعالیٰ جب اپنے بندے سے قریب تر ہے تو بندے کی آواز بھی اس کے قریب ہے اور جب ہر آواز اللہ تعالیٰ کے قریب ہے تو واضح ہوا کہ اللہ تعالیٰ ہر شخص کی آواز کو قریب سے سنتا ہے۔ اب اگر تمہارے خود ساختہ قاعدہ کو تسلیم کر بھی لیا جائے کہ دُور کی آواز سننا صرف اللہ تعالیٰ ہی کی صفت ہے تو نزدیک کی آواز سننا بھی تو اللہ تعالیٰ کی صفت ہے پھر لازم آئے گا کہ قریب والے کو بھی نہ پکارا جائے کیونکہ یہ بھی شرک ہو جائے گا۔ لہٰذا نہ دُور والے کو پکارو اور نہ قریب والے کو اور شرک سے بچنے کے لئے اپنی زبانوں کو تالے لگالو اور منہ سی لو۔

اعتراض: صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے جب بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پکارا تو کوئی نہ کوئی مطلب بھی بیان کیا لیکن تم لوگ تو کوئی مطلب بیان نہیں کرتے بلکہ خالی پکارتے ہو یہ بدعت ہے۔

جواب: حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب مکہ مکرمہ سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ پہنچے تو اہل مدینہ نے یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نعرے لگائے اور یہ پکارنا کسی مطلب کو بیان کرنے کے لئے نہیں بلکہ خوشی کے لئے تھا جس سے ثابت ہوا کہ خوشی و محبت سے پکارنا صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی سنت ہے اس کو بدعت کہنا ظلم ہے۔

اعتراض: اللہ تعالیٰ کا فرمان عالیشان ہے "اے ایمان والو اپنی آواز کو رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز سے بلند نہ کرو"۔

اس آیت سے ثابت ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بلند آواز کے ساتھ نداء کرنا جائز نہیں تو تم کیوں جلسے جلوسوں میں بلند آواز سے یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نعرہ لگاتے ہو؟

جواب: اس آیت کریمہ کا مطلب یہ ہے کہ جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کلام ارشاد فرما رہے ہوں تو تم اس دوران اپنی آواز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز سے بلند نہ کرو اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہِ بے کس پناہ میں حاضری کے وقت اپنی آوازوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز سے اُونچی نہ کرو اس آیت سے یہ کہاں ثابت ہو رہا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں عدمِ حاضری کے وقت بھی بلند آواز سے پکارنا منع ہے۔

اعتراض: کبھی تم بولتے ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود درود سُنتے ہیں اور پھر یہ کہتے ہو کہ فرشتے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں مومنین کے اعمال پیش کرتے ہیں۔

اب اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود سُن سکتے ہیں اور تمہارے اعمال سے خبردار ہوتے ہیں تو فرشتوں کے اعمال پیش کرنے کا کیا مطلب؟

جواب: حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بے خبر نہیں بلکہ ملائکہ کے پیش کرنے سے مقصود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت و بزرگی دکھانا ہے۔ جیسے اللہ تعالیٰ تمام مخلوقات کے اعمال کو جانتا ہے لیکن اس کے باوجود لوگوں کے اعمال فرشتے ہی اللہ کی بارگاہ میں پیش کرتے ہیں۔ وما علینا الا البلاغ المبین



وسیلہ کے بارے میں
عقیدۂ اہل سنت

وصل مولا چاہتے ہو تو وسیلہ ڈھونڈ لو
بے وسیلہ نجدیو! ہرگز خدا ملتا نہیں



عقیدۂ اہل سنت والجماعت

ہمارا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں انبیاء کرام علیہم السلام و بزرگانِ دین رحمہم اللہ کا وسیلہ پیش کرنا جائز و مستحسن ہے۔

اب اس توسل کا تعلق چاہے انبیاء کرام علیہم السلام و بزرگانِ دین رحمہم اللہ کی حیاتِ ظاہری کے ساتھ ہو یا اُن کی وفات کے بعد، دونوں صورتوں میں وسیلہ پیش کرنا جائز ہے۔

اس کے بارے میں قرآن کریم، احادیثِ مبارکہ اور بزرگانِ دین رحمہم اللہ کے نظریات گواہ ہیں۔ توسل کے ثبوت سے پہلے اس کی حقیقت کو پیشِ نظر رکھنا ضروری ہے۔

﴿وسیلہ کی حقیقت﴾

توسل دُعا کے طریقوں میں سے ایک طریقہ ہے اور توجہ الی اللہ (یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ کرنے) کے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہے مقصود اصلی حقیقی وہ صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی ہی ذاتِ اقدس ہوتی ہے اور جس کو وسیلہ بنایا جاتا ہے وہ تو ایک واسطہ ہی ہوتا ہے اور تقرب الی اللہ کا ذریعہ ہوتا ہے۔

متوسل (وسیلہ پکڑنے والا) جس واسطہ کو بھی وسیلہ بناتا ہے وہ صرف اس وجہ سے بناتا ہے کہ اس بندہ کو اس سے محبت ہے اور یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ اللہ سبحانہ بھی اس واسطہ کو محبوب رکھتا ہے۔ وسیلہ اختیار کرنے والے اگر یہ اعتقاد کر کے وسیلہ کریں کہ جس کو وسیلہ بنایا ہے وہ بذاتِ خود وسیلہ بھی نفع ونقصان کر سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی مثل تو وہ متوسل (وسیلہ بنانے والا) مشرک ہو جائے گا۔

قرآنِ پاک سے وسیلہ کا ثبوت

﴿اپنے ربّ کی طرف وسیلہ تلاش کرو﴾

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَابْتَغُوْۤا اِلَیْهِ الْوَسِیْلَةَ ۔ (پارہ ۶ سورہ مائدہ آیت ۳۵)

ترجمہ کنز الایمان: اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور اس کی طرف وسیلہ ڈھونڈو۔

تشریح: اس آیت کریمہ میں خود رب تعالیٰ اپنے بندوں کو وسیلہ ڈھونڈنے کا حکم ارشاد فرما رہا ہے۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ مسلمان کو اعمال کے ساتھ ساتھ انبیاء علیہم السلام و اولیاء رحمہم اللہ کا وسیلہ بھی ڈھونڈنا چاہیے کیونکہ اعمال تو اتقوا اللہ میں آ گئے تھے پھر وسیلہ کا حکم ہوا۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ وسیلہ کی راہ میں کوشش کرنی چاہیے تاکہ وسیلہ حاصل ہو اور یہ بھی معلوم ہوا کہ کوئی متقی مومن بغیر وسیلہ رب تک نہیں پہنچ سکتا۔

﴿ہمارے محبوب ﷺ کو ہماری بارگاہ کے لئے وسیلہ بناؤ﴾

وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا ۔ (پارہ ۵ سورہ نساء آیت ۶۴)

ترجمہ کنز الایمان: اور اگر جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں تو اے محبوب ﷺ تمہارے حضور حاضر ہوں اور پھر اللہ سے معافی چاہیں اور رسول ﷺ اُن کی شفاعت فرمائے تو ضرور اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں۔

تشریح: اس آیت کریمہ کی وضاحت کرتے ہوئے مولانا نعیم الدین مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

"اس سے معلوم ہوا کہ بارگاہِ الٰہی میں رسول اللہ ﷺ کا وسیلہ اور آپ ﷺ کی شفاعت کار برآری کا ذریعہ ہے سید عالم ﷺ کی وفات شریف کے بعد ایک اعرابی روضہ اقدس پر حاضر ہوا اور روضہ شریف کی خاک پاک اپنے سر پہ ڈالی اور عرض کرنے لگا یا رسول اللہ ﷺ جو آپ ﷺ نے فرمایا ہم نے سنا اور جو آپ ﷺ پر نازل ہوا اس میں یہ آیت بھی ہے "ولو انھم اذ ظلموا" میں نے بے شک اپنی جان پر ظلم کیا اور میں آپ ﷺ کے حضور میں اللہ سے اپنے گناہ کی بخشش چاہنے حاضر ہوا ہوں تو میرے رب سے میرے گناہ کی بخشش کرایئے قبر شریف سے نداء آئی کہ تیری بخشش کی گئی۔

ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض حاجت کے لئے اس کے مقبولان کو وسیلہ بنانا ذریعہ کامیابی ہے۔

﴿کافروں نے بھی آپ ﷺ کو وسیلہ بنایا﴾

وَكَانُوْا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۔ (پارہ ۱ سورہ بقرہ آیت ۸۹)

ترجمہ کنز الایمان: اور اس سے پہلے وہ اسی نبی ﷺ کے وسیلہ سے کافروں پر فتح مانگتے تھے۔

تشریح: اس آیت کریمہ کا شان نزول بیان فرماتے ہوئے مولانا نعیم الدین مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

سید الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت اور قرآن کریم کے نزول سے قبل یہود اپنی حاجات کے

لئے حضور ﷺ کے نام پاک کے وسیلہ سے دُعا کرتے اور کامیاب ہوتے تھے اور اس طرح دُعا کیا کرتے تھے "اللھم افتح علینا وانصرنا بالنبی الامی" یا ربّ عزوجل ہمیں نبی اُمی ﷺ کے صدقہ میں فتح و نصرت عطا فرما۔ اس سے معلوم ہوا کہ مقبولان حق کے وسیلہ سے دُعا قبول ہوتی ہے یہ بھی معلوم ہوا کہ حضور ﷺ سے قبل جہان میں حضور ﷺ کی تشریف آوری کا شہرہ تھا اس وقت بھی حضور ﷺ کے وسیلہ سے خلق کی حاجت روائی ہوتی تھی۔ معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کے توسل سے دعائیں مانگنا بڑی پرانی سنت ہے اوران کے وسیلے کا منکر یہود ونصاریٰ سے بدتر ہے اور حضور ﷺ کے وسیلے سے پہلے ہی خلق کی حاجت روائی ہوتی تھی۔

﴿اللہ کی بارگاہ میں وسیلہ پیش کرنا صالحین کا طریقہ ہے﴾

اُولٰئِكَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ يَبْتَغُوْنَ اِلٰى رَبِّهِمُ الْوَسِيْلَةَ اَيُّهُمْ اَقْرَبُ ۔ (پارہ ۱۵ سورہ بنی اسرائیل آیت ۵۷)

ترجمہ کنز الایمان: وہ مقبول بندے جنہیں یہ کافر پوجتے ہیں وہ آپ ہی اپنے ربّ کی طرف وسیلہ ڈھونڈتے ہیں کہ ان میں کون زیادہ مقرب ہے۔

تشریح: اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ کے مقرب بندے جن کی کفار پوجا کرتے تھے مثلاً حضرت عیسیٰ، حضرت عزیز علیہما السلام یہ خود ایک دوسرے کو وسیلہ بنا کر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں التجائیں کرتے تھے۔ ثابت ہوا کہ اللہ عزوجل کی بارگاہ میں نیک لوگوں کا وسیلہ پیش کرنا انبیاء علیہم السلام ومقربین رحمہم اللہ کا طریقہ ہے۔

احادیثِ مبارکہ سے وسیلہ کا ثبوت

﴿حضرت سیّدنا عباس رضی اللہ عنہ کے وسیلہ سے بارش نازل ہوگئی﴾

اِنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ كَانَ اِذَا قَحَطُوْا اِسْتَسْقٰى بِالْعَبَّاسِ بْنِ عَبْدِالْمُطَّلِبِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ فَقَالَ اَللّٰهُمَّ اِنَّا كُنَّا نَتَوَسَّلُ اِلَيْكَ بِنَبِيِّنَا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتُسْقِيْنَا وَاَنَا اَتَوَسَّلُ اِلَيْكَ بِعَمِّ نَبِيِّنَا فَاسْقِنَا قَالَ فَيُسْقَوْنَ ۔

(بخاری شریف ج ۱ ص ۱۳۷)

ترجمہ: بے شک حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ قحط کے زمانہ میں حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وسیلہ سے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دُعا مانگتے اور عرض کرتے ہم تیری طرف اپنے نبی کریم ﷺ کو وسیلہ بناتے تھے تو تو سیراب فرما دیتا تھا۔ اب ہم تیری بارگاہ میں نبی کریم ﷺ کے چچا (حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو وسیلہ بناتے ہیں تو ہمیں سیراب فرما دے۔

تو راوی کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں سیراب (یعنی بارش نازل) فرمادیتا تھا۔

حضور ﷺ کے وسیلہ سے حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ قبول ہوئی

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَمَّا اقْتَرَفَ آدَمُ خَطًأ قَالَ یَا رَبِّ اَسْئَلُكَ بِحَقِّ مُحَمَّدٍ لِمَا غَفَرْتَ لِیْ فَقَالَ اللّٰہُ یَا آدَمُ وَ کَیْفَ عَرَفْتَ مُحَمَّدًا وَلَمْ اَخْلُقْہُ، قَالَ یَا رَبِّ لِاَنَّكَ لَمَّا خَلَقْتَنِیْ بِیَدِكَ ونَفَخْتَ فِیَّ مِنْ رُوْحِكَ رَفَعْتُ رَاْسِیْ فَرَاَیْتُ عَلٰی قَوَائِمِ الْعَرْشِ مَکْتُوْبًا لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ فَعَلِمْتُ اَنَّكَ لَمْ تُضِفْ اِلٰی اِسْمِكَ اِلَّا اَحَبَّ الْخَلْقِ اِلَیْكَ فَقَالَ اللّٰہُ صَدَقْتَ یَآ آدَمُ اِنَّہٗ لَاَ حَبُّ الْخَلْقِ اِلَیَّ اُدْعُنِیْ بِحَقِّہٖ فَقَدْ غَفَرْتُ لَكَ وَلَوْ لَا مُحَمَّدٌ مَا خَلَقْتُكَ ۔

(المستدرک، خصائص کبریٰ، مواہب الدنیا، شفاء السقام، الوفا، البدایہ)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا حضرت آدم علیہ السلام سے خطا سرزد ہوئی تو انہوں نے عرض کی اے میرے رب عزوجل میں محمد ﷺ کے وسیلہ سے تجھ سے معافی کا طلب گار ہوں تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا اے آدم علیہ السلام تو نے محمد ﷺ کو کیسے جانا حالانکہ میں نے انہیں پیدا بھی نہیں کیا تو آپ علیہ السلام نے عرض کی اے میرے رب عزوجل جب تو نے مجھے اپنے دستِ قدرت سے پیدا فرمایا اور میرے اندر روح ڈالی تو میں نے اپنا سر اُٹھایا اور عرش کے پائیوں پر لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لکھا ہوا دیکھا تو میں نے جان لیا کہ جس کا نام تو نے اپنے نام کے ساتھ جوڑا ہے یقیناً مخلوقات میں سے تمہیں زیادہ عزیز ہے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے آدم علیہ السلام تو نے سچ کہا بے شک وہ (یعنی حضور نبی کریم ﷺ) مجھے مخلوقات میں سب سے زیادہ پیارے ہیں تم نے اسی محبوب ﷺ کے وسیلہ سے مجھے پکارا پس میں نے تمہیں معاف فرمادیا اور اگر محمد ﷺ نہ ہوتے تو میں تجھے پیدا نہ کرتا۔

قبر انور کے وسیلہ سے بارش نازل ہوئی

عَنْ اَبِی الْجَوْزَاءَ قَالَ قَحَطَ اَھْلَ الْمَدِیْنَۃِ قَحْطًا شَدِیْدًا فَشَکَوْا اِلٰی عَائِشَۃَ فَقَالَتْ اُنْظُرُوْا قَبْرَ النَّبِیِّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاجْعَلُوْا مِنْہُ کُوًی اِلَی السَّمَآءِ حَتّٰی لَا یَکُوْنَ بَیْنَہٗ وَبَیْنَ السَّمَآءِ سَقْفٌ قَالَ فَفَعَلُوْا فَمُطِرُوْا مَطَرًا حَتّٰی نَبَتَ الْعُشْبُ وَسَمِنَتِ الْاِبِلُ ۔ (مشکوٰۃ شریف ص ۵۴۵) (سنن دارمی ج ۱ ص ۴۳)

ترجمہ: حضرت ابی جوزاء رضی اللہ عنہ نے فرمایا جب اہل مدینہ شدید قحط میں مبتلا ہوئے تو حضرت

عائشہ رضی اللہ عنہا سے اس کی شکایت کی تو آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ کی قبر انور کی طرف نظر کرو۔ اور آپ ﷺ کی قبر انور میں سے ایک کھڑکی اس طرح کھولو کہ آپ ﷺ سے لے کر آسمان تک کوئی چیز درمیان میں حائل نہ ہو۔ لوگوں نے جب اس طرح کیا تو خوب بارش برسی یہاں تک کہ خوب سبزہ اُگا اور اونٹ خوب موٹے تازے ہو گئے۔

﴿حضور ﷺ کے وسیلہ سے شیر بھی خادم بن گیا﴾

يَـا اَبَـا الْـحَـارِثِ اَنَا مَوْلىٰ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَـانَ مِنْ اَمْرِىْ كَيْتُ وَ كَيْـتُ فَـاَقْبَـلَ الْاَ سَدُ لَهٗ بَصْبَصَةً حَتّٰى اَقَامَ اِلٰى جَنْبِهٖ كُلَّمَا سَمِعَ صَوْتًا اَهْوىٰ اِلَيْهِ ثُمَّ اَقْبَلَ يَمْشِىْ اِلٰى جَنْبِهٖ حَتّٰى بَلَغَ الْجَيْشُ ثُمَّ رَجَعَ الْاَسَدُ ۔ (مشکوٰۃ شریف باب الکرامات ص ۵۴۵)

ترجمہ: (حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ ایک جنگ میں قید سے بھاگ نکلے کہ اچانک آپ رضی اللہ عنہ کے راستے میں ایک شیر آ گیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے شیر سے فرمایا) اے شیر میں رسول اللہ ﷺ کا خادم ہوں اور میرے ساتھ ایسا ایسا ہوا ہے۔ (یعنی آپ رضی اللہ عنہ نے اپنی قید اور اس سے فرار کا واقعہ بیان کیا) تو شیر آپ رضی اللہ عنہ کے قریب آیا اور آپ رضی اللہ عنہ کے ساتھ ساتھ چل پڑا۔ اور جب کہیں سے کوئی آواز سنتا تو فوراً اس طرف چل پڑتا اور پھر حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ کے پاس آ جاتا اور پھر آپ رضی اللہ عنہ کے ساتھ چل پڑتا۔ حتیٰ کہ آپ رضی اللہ عنہ اپنے لشکر میں پہنچ گئے۔

معلوم ہوا کہ جانور بھی غیر اللہ کے وسیلہ کے قائل ہیں اور جو انسان ہو کر وسیلہ کا منکر ہو وہ جانور سے بھی بدتر ہے۔

﴿یہودیوں نے بھی حضور ﷺ کا وسیلہ پیش کیا﴾

اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْئَلُكَ بِحَقِّ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ الَّذِىْ وَعَدْتَنَا اَنْتَ تَخْرُجُ لَنَا فِىْ آخِرِ الزَّمَانِ اَنْ تَنْصُرْنَا عَلَيْهِمْ ۔ (تفسیر قرطبی ج ۲ ص ۲۷۔۲۸)

ترجمہ: (حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ حدیث مروی ہے فرماتے ہیں کہ جب یہودیوں کی قبیلہ غطفان سے لڑائی ہوئی تو انہوں نے حضور نبی کریم ﷺ کے وسیلہ سے اس طرح دُعا کی) اے اللہ ہم تجھ سے اس نبی اُمی ﷺ جو آخری زمانہ میں مبعوث ہوں گے جیسا کہ تو نے وعدہ کیا ہے۔ کے وسیلہ سے سوال کرتے ہیں کہ ہمیں ان پر (یعنی قبیلہ غطفان پر) مدد فرما۔

معلوم ہوا کہ یہودی بھی نبی کریم ﷺ کے وسیلہ سے دشمنوں پر فتح حاصل کر لیتے تھے تو جو شخص کلمہ گو ہو کر نبی ﷺ کے وسیلہ سے انکار کرے یہودیوں سے بھی بدتر ہے۔

﴿رسول اللہ ﷺ نے خود کو وسیلہ بنایا﴾

اَللّٰہُ الَّذِیْ یُحْیِ وَ یُمِیْتُ وَھُوَ حَیٌّ لاَ یَمُوْتُ اِغْفِرْ لِاُمِّیْ فَاطِمَةَ بِنْتِ اَسَدٍ وَلَقِّنْھَا حُجَّتَھَا وَوَسِّعْ عَلَیْھَا مَدْخَلَھَا بِحَقِّ نَبِیِّكَ وَالْاَنْبِیَآءِ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِیْ فَاِنَّكَ اَرْحَمُ الرَّاحِمِیْنَ ۔ (مجمع الزوائد ج ۹ ص ۲۵۷)

ترجمہ: (حضرت علی رضی اللہ عنہ کی والدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا بنت اسد کے انتقال کے وقت دوران دفن حضور علیہ الصلوٰۃ السلام نے اپنا اور سابقہ انبیاء علیہم السلام کا وسیلہ پیش کرتے ہوئے اس طرح دُعا کی) اے اللہ عزوجل جو زندگی اور موت دیتا ہے اور وہ اللہ زندہ ہے اس کو موت نہیں میری ماں یعنی فاطمہ بنت اسد (حضرت علی رضی اللہ عنہ کی والدہ ماجدہ) کی مغفرت فرمائیں دورانِ سوالات، جوابات تلقین فرما اور ان کی قبر کو وسیع فرما اپنے نبی ﷺ اور دیگر انبیاء علیہم السلام جو مجھ سے پہلے گزرے کے وسیلہ سے بے شک تو ارحم الراحمین ہے۔

﴿حضور ﷺ کے وسیلہ سے آنکھیں مل گئیں﴾

اِنَّ رَجُلًا ضَرِیْرَ الْبَصَرَاَتَی النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اُدْعُ اللّٰہَ اَنْ یُّعَافِیَنِیْ قَالَ اِنْ شِئْتَ دَعَوْتُ وَاِنْ شِئْتَ صَبَرْتَ فَھُوَ خَیْرٌ لَّكَ قَالَ فَادْعُهُ قَالَ فَاَمَرَهٗ اَنْ یَتَوَضَّأَ فَیُحْسِنُ وُضُوْءَهٗ وَیُصَلِّیْ رَكْعَتَیْنِ وَیَدْعُوْ بِھَا الدُّعَآءَ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ وَاَتَوَجَّهُ اِلَیْكَ بِنَبِیِّكَ مَحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نَبِیِّ الرَّحْمَةِ یَا مُحَمَّدُ اِنِّیْ اَتَوَجَّهُ بِكَ اِلٰی رَبِّیْ فِیْ حَاجَتِیْ ھٰذِہٖ فَیَقْضِیْھَا اَللّٰھُمَّ شَفِّعْهُ فِیْ فِعْلِ الرَّجُلِ فَقَامَ وَقَدْ اَبْصَرَ ۔

(خصائص کبریٰ ج ۲ ص ۲۰۱) (ترمذی شریف ج ۲ ص ۱۹۷)

ترجمہ: ایک نابینا شخص نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا پس اس نے عرض کی کہ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ سے دُعا کریں کہ مجھے آنکھیں مل جائیں تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا اے شخص اگر تو چاہے تو میں تیرے حق میں دُعا کروں اور اگر چاہے تو تو اس پر صبر کر کیونکہ یہ تیرے لئے بہتر ہے۔

اس نے عرض کی کہ آپ ﷺ دُعا فرما دیں تو رسول اللہ ﷺ نے اسے فرمایا کہ وضو کرو اور دو رکعت نماز (نفل) ادا کرو۔ اور پھر یہ دُعا کرو:

"اے اللہ عزوجل میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور محمد ﷺ کے وسیلہ سے تیری طرف متوجہ ہوتا ہوں یا محمد ﷺ میں آپ ﷺ کے وسیلہ سے اپنے ربّ تعالیٰ کی بارگاہ میں اپنی اس حاجت

(یعنی بینائی کے حصول) کے لئے متوجہ ہوتا ہوں پس میری اس حاجت کو پورا فرما۔ اے اللہ عزوجل میرے حق میں نبی کریم ﷺ کی شفاعت کو قبول فرما"۔

اس شخص نے جب اس طرح کیا اور دُعا کے لئے کھڑا ہوا تو آنکھ والا ہو گیا (یعنی اسے بینائی حاصل ہو گئی)۔

﴿رسول اللہ ﷺ نے خود وسیلہ کی تلقین فرمائی﴾

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیْ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ خَرَجَ مِنْ بَیْتِهٖ اِلَی الصَّلٰوةِ فَقَالَ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ بِحَقِّ السَّائِلِیْنَ عَلَیْكَ وَاَسْئَلُكَ بِحَقِّ مَمْشَایَ هٰذَا فَاِنِّیْ لَمْ اَخْرُجْ شَرًّا وَّلَا بَطَرًا وَّ لَا رِیَاءً وَلَا سُمْعَةً وَخَرَجْتُ اِتِّقَاءَ سُخْطِكَ وَابْتِغَاءَ مَرْضَاتِكَ فَاَسْئَلُكَ اَنْ تُعِیْذَنِیْ مِنَ النَّارِ وَاَنْ تَغْفِرَلِیْ ذُنُوْبِیْ اِنَّهٗ لَا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ اَقْبَلَ اللّٰهُ عَلَیْهِ بِوَجْهِهٖ وَاسْتَغْفَرَ لَهٗ سَبْعُوْنَ اَلْفَ مَلَكٍ ۔

(سنن ابن ماجہ ص ۵۶)

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ جو شخص نماز ادا کرنے کے لئے اپنے گھر سے نکلا اور اس طرح دُعا کی کہ اے اللہ تجھ پر سائلین کا جو حق ہے میں اس حق کے وسیلہ سے سوال کرتا ہوں اور میرے نماز کے لئے جانے کا جو حق ہے اس کے وسیلہ سے تیری بارگاہ میں دُعا کرتا ہوں کیونکہ میں بغیر اُڑنے، اترانے، دکھانے اور منانے کے فقط تیری ناراضگی کے خوف اور تیری رضا حاصل کرنے کے لئے نکلا ہوں اور میں تیری بارگاہ میں سوال کرتا ہوں کہ تو مجھے جہنم سے پناہ عطا فرما اور میری خطا کو معاف فرما دے اور بے شک تیرے بغیر گناہ کی بخشش کسی کے پاس نہیں۔ اللہ تعالیٰ اس بندے کی طرف نظر کرم فرمائے گا اور ستر ہزار ملائکہ اس بندے کے لئے مغفرت کی دُعا کریں گے۔

بزرگانِ دین رحمۃ اللہ علیہم کے عقائد

﴿حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کا عقیدہ﴾

اِذَا سَئَلْتَ مِنَ اللّٰهِ حَاجَةً فَاسْئَلُوْهُ بِیْ ۔ (بہجۃ الاسرار ص ۲۳)

ترجمہ: (حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے غلاموں کو تلقین کرتے ہوئے فرماتے ہیں) کہ جب تم اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں کوئی سوال کرو (یعنی حاجت طلب کرو) تو میرے وسیلے سے طلب کرو۔

﴿امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ﴾

اَنْتَ الَّذِیْ لَمَّا تَوَسَّلَ بِكَ آدَمُ
مِنْ ذِلَّةٍ فَازَوَ هُوَ اَبُوْكَا

(قصیدہ نعمان)

ترجمہ: (امام اعظم رضی اللہ عنہ حضور نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں عرض کرتے ہیں) آپ ﷺ ہی وہ ذات ہیں کہ جب حضرت آدم علیہ السلام نے آپ کو وسیلہ بنایا تو انہیں کامیابی حاصل ہوئی حالانکہ وہ آپ کے باپ تھے۔

﴿امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ﴾

یَآ اَبَا عَبْدَاللّٰهِ اِسْتَقْبِلِ الْقِبْلَةَ وَادْعُوْاَمْ اِسْتَقْبِلِ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَمْ تَعْرِفْ وَجْهَكَ عَنْهُ وَهُوَ وَسِيْلَتُكَ وَوَسِيْلَةُ اَبِيْكَ اٰدَمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ اِلَى اللّٰهِ بَلْ اِسْتَقْبِلْهُ وَاسْتَشْفِعْ بِهٖ فَيُشَفِّعُهُ اللّٰهُ ۔ (شفاء شریف ج ۲ ص ۳۳)

ترجمہ: (رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں حاضری کے دوران خلیفہ ابوجعفر منصور نے حضرت امام مالک رضی اللہ عنہ سے پوچھا) اے ابوعبداللہ میں قبلہ کی طرف منہ کر کے دُعا مانگوں یارسول اللہ ﷺ کی طرف منہ کروں تو آپ (یعنی امام مالک رضی اللہ عنہ) نے فرمایا کہ تم کیسے حضور ﷺ سے اپنا چہرہ پھیر سکتے ہو حالانکہ آپ ﷺ تو آپ کے اور آپ کے باپ یعنی حضرت آدم علیہ السلام کے بھی اللہ کی بارگاہ کے وسیلہ ہیں۔ چنانچہ تم نبی کریم ﷺ کی طرف منہ کر کے دُعا مانگو اور آپ ﷺ سے شفاعت طلب کرو۔ اللہ تعالیٰ نبی کریم ﷺ کی شفاعت قبول فرمائے گا۔

﴿امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ﴾

اِنَّ الْاِمَامَ الشَّافِعِیْ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ فِیْ اَیَّامِ هُوَ بَغْدَادِ كَانَ یَتَوَسَّلُ بِالْاِمَامِ اَبِیْ حَنِیْفَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ یَجِیْءُ اِلٰی قَبْرِهٖ یَزُوْرُ فَیُسَلِّمُهُ عَلَیْهِ ثُمَّ یَتَوَسَّلُ اِلَى اللّٰهِ فِیْ قَضَآءِ حَاجَتِهٖ ۔ (تاریخ خطیب بغدادی ج ۱ ص ۱۲۳)

ترجمہ: (خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں) کہ بے شک امام شافعی رضی اللہ عنہ جب بغداد میں تشریف لاتے تو امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا وسیلہ حاصل کرتے آپ کی قبر انور پر حاضری دیتے اور قبر کی زیارت کرتے اور آپ کو سلام کرتے۔ پھر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اپنی حاجات

کے لئے امام اعظم کا وسیلہ پیش کرتے۔

﴿امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ﴾

تَوَسَّلَ الْاِمَامُ اَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلَ بِالْاِمَامِ الشَّافِعِیْ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنْہُ حَتّٰی تَعَجَّبَ اِبْنُہٗ عَبْدُاللّٰہِ بْنُ اِمَامِ اَحْمَدَ بْنِ حَنْبَلَ مِنْ ذٰلِکَ فَقَالَ الْاِمَامُ اَحْمَدُ اِنَّ الشَّافِعِیَّ کَالشَّمْسِ لِلنَّاسِ وَ کَالْعَافِیَۃِ لِلْبَدَنِ ۔ (شواہد الحق ص ۱۶۶)

ترجمہ: امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ نے ایک دفعہ امام شافعی رضی اللہ عنہ کو اپنا وسیلہ بنایا تو امام احمد بن حنبل کے صاحبزادے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے حیرانگی کا اظہار کیا۔ امام احمد بن حنبل نے صاحبزادے کو فرمایا کہ امام شافعی کی ہستی لوگوں کے لئے تندرستی سورج کی مثل ہے اور بدن کے لئے تندرستی کی مثل ہے۔

﴿حضرت عبید اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا عقیدہ﴾

اَلْعَبْدُ الْمُتَوَسِّلُ اِلَی اللّٰہِ تَعَالیٰ بِاَقْوٰی الذَّرِیْعَۃِ ۔ (شرح وقایہ)

ترجمہ: (اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا وسیلہ پیش کرتے ہوئے حضرت عبید اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں) یہ بندہ (یعنی خود عبید اللہ بن مسعود) اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں قوی ذریعہ (یعنی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم) کا وسیلہ پیش کرتا ہے۔

﴿ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ﴾

بِنَـآءُ عَـلٰی مَاوَعَدَتُّھُمْ مِنَ الْاِ جَابَۃِ وَ کَاَنَّہٗ سَئَلَ اللّٰہَ تَعَالیٰ مُتَوَسِّلٌ بِحُقُوْقِ اللّٰہِ عَلٰی مَخْلُوْقَاتِہٖ وَبِحُقُوْقِ السَّائِلِیْنَ عَلَیْہِ تَعَالیٰ وَالظَّاھِرُ اَنَّ حَقَّ اللّٰہِ ھُوَ اِطَاعَتُہٗ وَثَنَاءُہٗ وَالْعَمَلُ بِاَوَامِرِہٖ وَالنَّھْیُ عَنِ زَوَاجِرِہٖ وَحَقُّ الْعِبَادِ عَلَی اللّٰہِ ثَوَابُھُمُ الَّذِیْ وَدَعَھُمْ بِہٖ فَاِنَّہٗ وَاجِبُ الْاِنْجَازِ ثَابِتُ الْوُقُوْعِ لِوَعْدِہِ الْحَقُّ وَاَخْبَارُہُ الصِّدْقُ ۔

(الحرز الثمین ص ۱۷۶) (ماخوذ شرح مسلم)

ترجمہ: سوال کرنے والے کا اللہ پر اس لئے حق ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے کرم سے ان کی دُعا قبول کرنے کا وعدہ فرمایا ہے گویا کہ بندے نے اللہ تعالیٰ سے بندوں پر اس کے حق کے وسیلہ سے اور سائلین کا اللہ پر جو حق ہے اس کے وسیلہ سے سوال کیا۔ اللہ تعالیٰ کا حق یہ ہے کہ بندے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کریں، اس کی حمد و ثناء کریں، اس کے احکام پر عمل کریں اور اس کی منع کی ہوئی چیزوں

سے رئیس اور بندوں کا اللہ پر یہ حق ہے کہ وہ اپنے وعدہ کے مطابق ان کو ثواب عطا کرے کیونکہ اس کے وعدہ کا پورا ہونا واجب ہے کہ اس کا وعدہ حق ہے اور اس کی خبر صادق ہے۔

﴿امام جزری رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ﴾

اَسْئَلُكَ بِنُوْرِ وَجْهِكَ الَّذِىْ اَشْرَقَتْ لَهُ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ وَبِكُلِّ حَقٍّ هُوَ لَكَ وَبِحَقِّ السَّائِلِيْنَ عَلَيْكَ ۔ (حصن حصین مع تحفۃ الذاکرین ص ۶۸)

ترجمہ: (امام جزری رضی اللہ عنہ اللہ کی بارگاہ میں وسیلہ پیش کرتے ہوئے عرض کرتے ہیں اے میرے ربّ عزوجل) میں تجھ سے سوال کرتا ہوں تیری ذات بے نیاز کے اس نور کے وسیلہ سے جس نور کی وجہ سے آسمان اور زمین منور ومشرف ہیں اور سوال کرتا ہوں تیرے ہر حق کے وسیلہ سے اور سائل کے اس حق کے وسیلہ سے جو تجھ پر ہے۔

ایک اور جگہ لکھتے ہیں:

وَيَتَوَسَّلُ اِلَى اللّٰهِ بِاَنْبِيَائِهٖ وَالصَّالِحِيْنَ ۔ (حصن حصین ص ۳۴)

ترجمہ: (اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں رجوع کرنے والا) اللہ تعالیٰ سے انبیاء کرام علیہم السلام اور نیک لوگوں کا وسیلہ پیش کرے۔

﴿امام ابن ہمام رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ﴾

وَيَسْئَلُ اللّٰهَ حَاجَتَهٗ مُتَوَسِّلًا اِلَى اللّٰهِ بِحَضْرَةِ نَبِيِّهٖ ثُمَّ يَسْئَلُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الشَّفَاعَةَ فَيَقُوْلُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَسْئَلُكَ الشَّفَاعَةَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَسْئَلُكَ الشَّفَاعَةَ وَاَتَوَسَّلُ بِكَ اِلَى اللّٰهِ ۔ (فتح القدیر ج ۳ ص ۹۵)

ترجمہ: امام ابن ہمام رضی اللہ عنہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وسیلہ پیش کرنے کا طریقہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ سے اپنی حاجت کے لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا وسیلہ پیش کر کے سوال کرے اور پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے شفاعت طلب کرتے ہوئے یوں کہے۔ یارسول اللہ! میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کا طلب گار ہوں اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں آپ کو وسیلہ بناتا ہوں۔

﴿علامہ آلوسی کا عقیدہ﴾

ولیت شعری چه مے خواند الشان باستمد ادو امدادی جی این فرقه منکر اند

آنـرا آنـچـه مافے ازآں اینست که داعی محتاج فقیر الی الله دعامے اندو طلب مے کـنـد حاجات خوادارا از جناب عشت و عتارے وتوسل هے کندو طلب مے کـنـد حـاجـت خـودرا از جناب عزت و عتادے و توسل هے کندبرو حنیت ای بـنـده مقرب و مکرم در درگاه عزت وے ومے گوید خداوند ابىرکت این بنده توکه رحمت کردئه بروے والکرام کردئم اور او بلطف وکرمے که بوے داری بر آور ده گـردان حـاجـت مـراکه تو معطی کریمی یاندامے کند این بنده مکرم و مـقـرب راکـه اے بنده خدا اے ولی وے شفاعت کن مراو نجواه از خدا که برهر مسئـول و مـطـلـوب مـراو قـضا کند حاجت مراپس معطی و مسئول ومامول پـروردگـار اسـت تـعـالـیٰ و تـقـدس و نیست این بنده درمیان مگر وسیله و نیست و قادر و فاعل و متعرف درو جود مگر حق سبحانه ۔

(اشعۃ اللمعات ج ۳ ص ۴۰۱۔۴۰۲)

ترجمہ: کاش میری عقل ان لوگوں کے پاس ہوتی جولوگ اولیاء اللہ سے استمداد اور ان کی امداد کا انکار کرتے ہیں یہ اس کا کیا مطلب سمجھتے ہیں؟ جو کچھ ہم سمجھتے ہیں وہ یہ ہے کہ دُعا کرنے والا اللہ تعالیٰ کا محتاج ہے اور اللہ تعالیٰ سے دُعا کرتا ہے اور اسی سے اپنی حاجت طلب کرتا ہے اور اسی اللہ کے ولی کا وسیلہ پیش کرتا ہے اور یہ عرض کرتا ہے کہ اے اللہ تو نے اپنے اس بندہ مکرم پر جو رحمت فرمائی ہے اور اس پر جو لطف وکرم کیا ہے اس کے وسیلہ سے میری اس حاجت کو پورا فرما کہ تو دینے والا کریم ہے دوسری صورت یہ ہے کہ وہ اس اللہ کے ولی کو نداء کرتا ہے اور اس کو مخاطب کر کے یہ کہتا ہے کہ اے بندۂ خدا اور اے اللہ کے ولی میری شفاعت کریں اور اللہ سے یہ دُعا کریں کہ وہ میرا سوال اور مطلوب مجھے عطا کرے اور میری حاجت برلائے سومطلوب کو دینے والا اور حاجت کو پورا کرنے والا صرف اللہ تعالیٰ ہے اور یہ بندہ صرف درمیان میں وسیلہ ہے اور قادر، فاعل اور اشیاء میں تصرف کرنے والا صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ (ترجمہ شرح صحیح مسلم)

﴿شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ﴾

نیسـت صورت استمداد مگر همیں که محتاج طلب کند حاجت خود از جناب عـزت الٰهی بتوسلِ رُوحانیت بنده که مقرب و مکرم درگاه والا است و گوید خـدا ونـدا بـه بـرکـت ایـن بـنده که تو رحمت و اکرام کردتھ اور ابر آور ده

گردان حاجت مرا یاندا کند آں بندہ مقرب و مکرم راکہ اے بندھئہ خدا اوولی وے شفاعت کن مراو نجواہ از خدائے تعالیٰ مطلوب مراتا قضا کند حاجت مراپس نیست بندہ درمیان مگر وسیلہ و قادر و مصطی وسئول پروردگار بست تعالیٰ شانہ دو یہیچ شائبہ مشرک نیست چنانچہ مذکرو ہم کردہ و آں چنانست کہ توسل و طلب دُعا از چالحھال و دوستان خداد د حالت حیات کندو آں جائز ست بتفاق پس آچرا جائز نبا شدو فرقے تیست درارواج کاملاں در حسین حیات و بعد از ممات مگر بہ ترقی کمال ۔

(فتاویٰ عزیزی ج ۲ ص ۱۰۸)

ترجمہ: مدد طلب کرنے کی صورت صرف یہی ہے کہ ضرورت مند اپنی حاجت کو اللہ تعالیٰ سے اس نیک بندے کی رُوحانیت کے وسیلے سے طلب کرے جو اللہ تعالیٰ کی بارگاہِ عالی میں مقرب ومکرم ہے اور کہے خداوند اس بندے کی برکت سے کہ جس پرتو نے رحمت و اکرام فرمایا ہے میری حاجت کو پورا فرما۔ یا اس مقرب بندہ کو پکارے کہ اے بندۂ خدا اور اللہ کے ولی میرے لئے شفاعت کر اور اللہ تعالیٰ سے دُعا کر کہ میرے مقصد کو پورا فرمائے لہٰذا بندہ درمیان میں صرف وسیلہ ہے قدرت دینے والا اور جس سے سوال کیا گیا ہے خدائے تعالیٰ ہی ہے اس میں شرک کا شائبہ تک نہیں جیسا کہ وسیلہ کے منکر نے وہم کیا ہے یہ اسی طرح ہے کہ نیک لوگوں اور اللہ تعالیٰ کے دوستوں کو ظاہری زندگی میں وسیلہ بنایا جاتا ہے ان سے دُعا طلب کی جاتی ہے اور یہ بالاتفاق جائز ہے تو وفات کے بعد وہی بات کیوں جائز نہ ہوگی؟ کاملین کی ارواح میں ظاہری زندگی اور وفات کے بعد صرف اتنا فرق ہے کہ انہیں اور زیادہ کمال حاصل ہو جاتا ہے۔

﴿حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ﴾

وتوسل بوے صلی اللہ علیہ وسلم موجت قضائے حاجت و سبب نجاج مرام است۔

(جذب القلوب ص ۲۲۰)

ترجمہ: حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے وسیلہ چاہنا حاجت پوری ہونے کا سبب اور مقصد میں کامیابی کا باعث ہے۔

ایک اور جگہ لکھتے ہیں:

دیگر سلوات اللہ علیھم بعد از وفات جائز است سید انبیاء بطریق اولی

جائز باشد۔ (جذب القلوب ص ۲۲۱)

ترجمہ: جب دیگر انبیاء علیہم السلام سے بعد وفات توسل جائز ہوا (جیسا کہ قرآن و حدیث سے ثابت ہے) تو سید الانبیاء ﷺ سے بعد وفات توسل بدرجہ اولیٰ جائز ہوگا۔

اکابرین دیو بند کے عقائد

﴿ابن تیمیہ کا عقیدہ﴾

فَنَقُوْلُ قَوْلَ السَّائِلِ اللّٰهَ تَعَالٰی اَسْئَلُكَ بِحَقِّ فُلَانٍ وَفُلَانَ مِنَ الْمَلَائِكَةِ وَالْاَنْبِيَاءِ وَالصَّالِحِيْنَ وَغَيْرِ هِمْ اَوْبِجَاهِ فُلَانَ اَوْ بِحُرْمَةِ فُلَانَ يَقْتَضِىْ اَنَّ هٰؤُلَاءِ لَهُمْ عِنْدَاللّٰهِ جَاهٌ وَهٰذَا صَحِيْحٌ ۔ (فتاویٰ ابن تیمیہ ج ۱ ص ۲۱۱)

ترجمہ: ہم کہتے ہیں کہ سائل جب اللہ تعالیٰ سے کہتا ہے کہ میں تجھ سے فلاں کے وسیلہ اور فلاں فرشتے کے وسیلہ اور انبیاء و صالحین کے وسیلہ سے سوال کرتا ہوں یا فلاں شخص کی حرمت و وجاہت کے وسیلہ سے سوال کرتا ہوں تو اس شخص کی اس دُعا کا تقاضا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ان مقربین جن کا وسیلہ پیش کیا گیا ہے وجاہت وعظمت ہو اور ایسی دُعا کرنا صحیح ہے۔

﴿غیر مقلد قاضی شوکانی کا نظریہ﴾

اَقُوْلُ وَمِنَ التَّوَسُّلِ بِالْاَنْبِيَاءِ مَااَخْرَجَهُ التِّرْمِذِىْ وَقَالَ حَسَنٌ صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ وَالنِّسَائِىْ وَابْنِ مَاجَةَ وَابْنِ خَزِيْمَةَ فِىْ صَحِيْحِهِ وَالْحَاكِمُ وَقَالَ صَحِيْحٌ عَلٰى شَرْطِ الْبُخَارِىْ ۔ (تحفۃ الذاکرین ص ۳۷)

ترجمہ: (وسیلہ کی حدیث پر تبصرہ کرتے ہوئے علامہ شوکانی صاحب لکھتے ہیں) میں (علامہ شوکانی) کہتا ہوں کہ انبیاء کرام علیہم السلام کا وسیلہ پیش کرنے کے جواز پر امام ترمذی کی حدیث بہت بڑی دلیل ہے جو انہوں نے پیش کی اور کہا کہ یہ حدیث حسن، صحیح، غریب ہے اور امام نسائی، ابن ماجہ اور ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں اسے لکھا ہے اور امام حاکم نے فرمایا کہ بخاری کی شرط پر یہ حدیث صحیح ہے۔

﴿غیر مقلد وحید الزمان کا عقیدہ﴾

اِذْثَبَتَ التَّوَسُّلُ بِغَيْرِ اللّٰهِ فَاَیُّ دَلِيْلٍ يَخُصُّهُ بِالْاَحْيَاءِ وَلَيْسَ فِىْ اَثَرِ عُمَرٍ مَا يُئَوْلُ عَلٰى مَنْعِ التَّوَسُّلِ بِالنَّبِىِّ وَهُوَاِنَّمَا تَوَسَّلَ بِالْعَبَّاسِ لَاَ شِرْكَةَ فِى الدُّعَاءِ مَعَ النَّاسِ وَالْاَنْبِيَاءُ

اَحْیَآءٌ فِیْ قُبُوْرِھِمْ وَکَذَا الشُّھَدَآءُ وَالصَّالِحُوْنَ ۔ (ہدیۃ المھدی ص ۴۹-۴۷)

ترجمہ: (جولوگ زندہ بزرگوں کے وسیلہ کے قائل ہیں اور فوت شدہ کے وسیلے کا انکار کرتے ہیں ان کا ردّ کرتے ہوئے وحید الزمان صاحب لکھتے ہیں) جب غیر اللہ کا وسیلہ ثابت ہے تو پھر اس وسیلہ کو زندوں کے ساتھ مخصوص کرنے پر کون سی دلیل ہے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے وسیلہ سے جو دُعا کی تھی وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے وسیلہ کے عدم جواز پر دلیل نہیں بن سکتی۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وسیلہ سے اس لئے دُعا کی تھی تاکہ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو عوام الناس کے ساتھ دُعا میں شریک کرسکیں اور انبیاء کرام علیہم السلام اپنی قبور میں زندہ ہیں اسی طرح شہدا و صالحین بھی زندہ ہیں۔

﴿اشرف علی تھانوی کا نظریہ﴾

توسل بالحی و بالمیت (زندہ اور فوت شدہ کو وسیلہ بنانا) دونوں جائز ہیں اور یہاں جس نوع کا توسل تھا کہ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دُعا کی اور اس دُعا کو وسیلہ بنایا یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس لئے نہ ہوسکتا تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دُعا کرنا علم و اختیار سے خارج تھا۔ پس اس سے مطلق توسل بالمیت کا عدم جواز لازم نہیں آیا باقی صحابہ علیہم الرضوان سے خود ثابت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ توسل کرنے کی تعلیم فرمائی۔ (امداد الفتاویٰ ج ۵ ص ۸۹)

ایک اور جگہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نعل مبارک کے نقش کو وسیلہ بنانے کے بارے میں کہتے ہیں۔ نقشہ نعل مقدس حضور سرورِ دوعالم مخبر بنی آدم صلی اللہ علیہ وسلم نہایت قوی البرکت سریع الاثر پایا گیا ہے اسی لئے اسلامی خیر خواہی کے باعث اس کی ہوئی کہ تمثال خیر النعال صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانوں کی نذر کی جائے کہ اپنے پاس رکھ کر برکات حاصل کریں اور اس کے توسل سے اپنی حاجات و معروضات جناب باری تعالیٰ میں قبول کرائیں۔

پھر لکھتے ہیں:

بہتر یہ ہے کہ آخر شب میں اٹھ کر وضو کر کے تہجد جس قدر ہوسکے پڑھے اس کے بعد گیارہ بار کلمہ طیبہ، گیارہ بار استغفار پڑھ کر اس نقشے (نعل پاک کے نقش) کو باادب اپنے سر پر رکھے اور بتضرع (عاجزی کے ساتھ) تمام جناب باری تعالیٰ میں عرض کرے کہ الٰہی جس مقدس پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے نقشہ نعلِ شریف کو سر پر لئے ہوں ان کا ادنیٰ درجے کا غلام ہوں، الٰہی اس نسبتِ غلامی پر نظر فرما کر بہ برکت اس نعل شریف کے میری فلاں حاجت پوری فرما۔ (زاد السعید ص ۲۰ نیل الشفا ص ۲)

﴿رشید احمد گنگوہی کا عقیدہ﴾

توسل خواہ احیاء سے ہو یا اموات سے ذوات سے ہو یا اعمال سے اپنے اعمال سے ہو یا غیر کے اعمال

10/10

سے، بہرحال اس کی حقیقت اور ان سب صورتوں کا مرجع توسل برحمۃ اللہ تعالیٰ ہے بایں طور کہ فلاں مقبول بندہ پر جو رحمت ہے اس کے توسل سے دُعا کرتا ہوں۔ (احسن الفتاویٰ ج ۱ ص ۳۲۲)

﴿خلیل احمد سہارن پوری کا عقیدہ﴾

ہمارے نزدیک اور مشائخ کے نزدیک دعاؤں میں انبیاء وصلحاء واولیاء وشہداء وصدیقین کا توسل جائز ہے۔ ان کی حیات میں یا بعد وفات بایں طور کہے۔

"یا اللہ میں فلاں بزرگ کے توسل سے تجھ سے دُعا کی قبولیت اور حاجت براری چاہتا ہوں"۔

(المہند ص ۳۱)

﴿محمد سرفراز خان صفدر کا عقیدہ﴾

ہمارے نزدیک اور ہمارے مشائخ کے نزدیک دعاؤں میں انبیاء علیہم السلام و اولیاء رحمۃ اللہ علیہ وصدیقین رحمۃ اللہ علیہم کا توسل جائز ہے ان کی حیات میں یا بعد وفات کے بایں طور کہے کہ یا اللہ میں بوسیلہ فلاں بزرگ کے تجھ سے دُعا کی قبولیت اور حاجت براری چاہتا ہوں اسی جیسے اور کلمات کہے چنانچہ اس کی تصریح فرمائی ہے ہمارے شیخ مولانا شیخ محمد اسحاق دہلوی ثم المکی نے پھر مولانا رشید احمد گنگوہی نے بھی اپنے فتاویٰ میں اس کو بیان فرمایا ہے جو چھپا ہوا آج کل لوگوں کے ہاتھ میں موجود ہے اور یہ مسئلہ اس کی پہلی جلد کے صفحہ نمبر ۹۳ پر مذکور ہے جس کا جی چاہے دیکھ لے۔ (تسکین الصدور ص ۴۱۳)

﴿محمد قاسم نانوتوی کا نظریہ﴾

بحق الاکه او جان جهان است فدائے روضئه اش هفته آسمان است به آن کو رحمة اللعالمین است به درگا بهت شفیع المذنبین است به حق سرور عالم محمد به حق برتر عالم محمد به ذات پاك خود کاں اسل هستی است ازو قائم بلند یهاو پستی است به حق شیر یزداں شاه مرداں درعلم لدنی فیض رحماں به حق خواجه مودود چشتی که سگ رافیض او ساز و بهشتی به حق اال که شاه اولیاء شددر ابوسه گاه اولیاء شد معین الدین حسن سنجر که برخاك نه دیده چرخ چوں اومرد چالاك۔ (قصائد قاسمی ص ۶)

ترجمہ: (اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر بزرگانِ دین کا وسیلہ پیش کرتے ہوئے قاسم نانوتوی صاحب التجا کرتے ہوئے کہتے ہیں) اس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل جو جہاں کی

جان ہیں جن کے روضۂ انور پر آسمان و زمین قربان ہیں (میری آرزو پوری کر) وہ نبی ﷺ جو سارے جہانوں کے لئے رحمت ہیں اور تیری درگاہ میں گناہ گاروں کے شفیع ہیں ان کے طفیل جو عالم کے سردار ﷺ ہیں اور جہان بھر سے اعلیٰ حضرت محمد ﷺ ہیں وہی جن کی ذات اقدس تمام کائنات کی جڑ ہے اور جن سے تمام بلندیاں اور پستیاں قائم ہیں اور اس شیر یزداں شاہ مرداں (یعنی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے طفیل جو علم لدنی اور فیضِ رحمانی کے دروازے ہیں اور حضرت خواجہ مودود چشتی رحمۃ اللہ علیہ کے طفیل جن کا فیض کتے کو بہشتی بنا دیتا ہے اور ان کے طفیل جو اولیاء اللہ کے بادشاہ ہیں اور جن کی درگاہ اولیاء اللہ کی بوسہ گاہ ہے۔ یعنی حضرت خواجہ معین الدین حسن سنجری کہ اس زمین و آسمان پر ان کا ثانی نہیں دیکھا۔

﴿اسماعیل دہلوی کا نظریہ﴾

قطبیت و غوثیت و ابدالیت و غیرہ ھاھمہ
از عہد کرامت مھد حضرت مرتضیٰ تا (رضی اللہ عنہ)
دنیا ھمہ بواسطنہ الیشان است و در سلطنت
دخلے اس کہ برسیا حسین عالم ملکوت محفی نیست

(صراط مستقیم ص ۵۸)

ترجمہ: قطبیت، غوثیت اور ابدالیت وغیرہا تمام مناصب حضرت علی مرتضی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ مبارکہ سے لے کر دُنیا کے اختتام تک سب انہی کے وسیلہ و واسطہ سے ہیں اور سلاطین کی سلطنت اور امیروں کی امیری میں انہیں ایسا دخل ہے جو سیاحین عالمِ ملکوت پر ظاہر ہے۔

ایک اور جگہ لکھتے ہیں:

طالب کو چاہیے کہ پہلے باوضو دو زانو بطور نماز بیٹھ کر اس طریقہ کے بزرگوں حضرت خواجہ معین الدین سنجری اور حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمہم اللہ وغیرہ حضرت کے نام کا فاتحہ پڑھ کر بارگاہِ خداوندی میں ان بزرگوں کے توسط اور وسیلہ سے التجا کرے اور نیاز بے انداز آہ وزاری بے شمار کے ساتھ اپنے کام کے فتح باب کے لئے دُعا کر کے ذکر دوضربی شروع کرے۔ (صراط مستقیم اُردو ص ۲۲۱)

﴿حسین احمد مدنی کا نظریہ﴾

یہ مقدس اکبر ہمیشہ اولیاء کرام رحمہم اللہ وانبیاء عظام علیہم السلام سے توسل کرتے رہتے ہیں اور اپنے مخلصین کو اس کی ہدایت کرتے رہتے ہیں۔ (شہاب ثاقب ص ۵۶)

اعتراضات کے جوابات

غیر اللہ سے توسل کے بارے میں معترضین طرح طرح کے اعتراض کر کے وسیلہ کا انکار کرتے ہیں لہٰذا قارئین کی خدمت میں اعتراضات اور پھر ان کے جوابات پیش کئے جاتے ہیں۔

تمام اعتراضات اور ان کے جوابات حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ کے رسالہ "وسیلہ اولیاء اللہ" سے ماخوذ ہیں۔

اعتراض: ربّ تعالیٰ کفار کا کفریہ عقیدہ بیان کرتا ہے۔

"مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَا اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى" .

یعنی ہم نہیں پوجتے ان کو مگر اس لئے کہ ہمیں ربّ تعالیٰ سے قریب کر دیں۔

معلوم ہوا کہ کفار بتوں کو خدا نہیں مانتے مگر خدا رسی کا وسیلہ سمجھتے تھے جسے شرک کہا گیا ہے لہٰذا ثابت ہوا کہ کسی کو وسیلہ سمجھنا شرک ہے۔

جواب: اس کے دو جواب ہیں ایک یہ کہ وسیلہ ماننے کو ربّ عزوجل نے کفر نہیں فرمایا بلکہ ان کے پوجنے کو شرک کہا فرمایا "نعبدھم" ہم اس لئے انہیں پوجتے ہیں کہ کسی کو پوجنا واقعی شرک ہے اگر کوئی عیسیٰ علیہ السلام یا کسی ولی کی عبادت کرے وہ مشرک ہے الحمد للہ مسلمان کسی وسیلہ کی پوجا نہیں کرتے۔

دوسرے یہ کہ مشرکین نے بتوں کو وسیلہ بنایا جو خدا کے دشمن ہیں مسلمان اللہ کے پیاروں کو وسیلہ سمجھتا ہے وہ کفر اور یہ ایمان۔ دیکھو مشرک گنگا کا پانی لاتا ہے تو مشرک اور مسلمان آب زمزم لاتے ہیں وہ مومن ہیں کیونکہ مسلمان آب زمزم کی اس لئے تعظیم کرتا ہے کہ وہ سمجھتا ہے کہ یہ پانی حضرت اسماعیل علیہ السلام کا معجزہ ہے اور پیغمبر کی تعظیم ایمان ہے اسی طرح مشرک ایک پتھر کے آگے سر جھکاتا ہے وہ مشرک ہے آپ بھی کعبہ کے سامنے سجدہ کرتے ہیں بلکہ مقام ابراہیم کو سامنے لے کر حج میں نماز پڑھتے ہیں آپ مومن ہیں کیوں؟ اس لئے کہ کافر کے پتھر کو بت سے نسبت ہے اسی لئے وہ اس تعظیم سے کافر ہے اور ان چیزوں کو نبیوں علیہم السلام سے نسبت ہے ان کی تعظیم عین ایمان ہے۔

وسیلہ دو قسم کا ہے۔ وسیلہ ہدیٰ اور وسیلہ ہویٰ۔

یعنی ہدایت کا وسیلہ اور گمراہی کا وسیلہ۔ نبی، ولی، الہام، وحی، ہدایت کا وسیلہ ہیں اور بت شیطان وسوسے گمراہی کے وسیلے ہیں آیت پیش مذکورہ میں وسیلہ ہویٰ کو اختیار کرنا کفر ہے وہی اس آیت (جو اعتراض میں پیش کی گئی) میں مراد ہے۔

اعتراض: ربّ تعالیٰ فرماتا ہے:

"سَوَاءٌ عَلَيْهِمْ اَسْتَغْفَرْتَ لَهُمْ اَمْ لَمْ تَسْتَغْفِرْلَهُمْ لَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ"

ترجمہ: برابر ہے کہ آپ ﷺ ان کے لئے دُعا مغفرت کریں یا نہ کریں اللہ تعالیٰ نہیں بخشے گا۔

معلوم ہوا کہ نبی ﷺ کی دُعا مغفرت کا وسیلہ نہیں جب آپ ﷺ کی دُعا کا وسیلہ نہیں تو دیگر اولیاء رحمہم اللہ کا ذکر ہی کیا ہے۔

جواب: یہ آیت اُن منافقین کے حق میں اُتری ہے جو حضور ﷺ کے منکر تھے اور دیوبندیوں کی طرح براہ راست ربّ تک پہنچنا چاہتے تھے اسی آیت سے پہلے یہ ہے۔

"وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا يَسْتَغْفِرْلَكُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ لَوَّوْرُءُ وْسَهُمْ وَرَاَيْتَهُمْ يَصُدُّوْنَ وَهُمْ مُسْتَكْبِرُوْنَ"

جب ان منافقوں سے کہا جاتا ہے کہ آؤ رسول اللہ ﷺ تمہارے لئے دعائے مغفرت کریں تو آپ ﷺ سے یہ لوگ یعنی منافق منہ موڑ لیتے ہیں اور غرور کرتے ہوئے حاضری بارگاہ سے رک جاتے ہیں۔

پھر فرمایا کہ اے محبوب ﷺ جو آپ ﷺ سے بے نیاز ہوں اور آپ ﷺ اپنی رحمت سے ان کے لئے دعائے مغفرت کر بھی دیں تو ہم اُنہیں نہیں بخشیں گے کیونکہ ہم نہیں چاہتے کہ کوئی تمہارے وسیلہ کے بغیر جنت میں جائے۔

اس آیت سے تو وسیلہ کا ثبوت ہے نہ کہ نفی۔

اعتراض: ربّ تعالیٰ قیامت کے بارے میں فرماتا ہے۔

يَوْمَ لَّا بَيْعٌ فِيْهِ وَلَا خُلَّةٌ وَّلَا شَفَاعَةٌ اور کہیں فرماتا ہے فَمَا تَنْفَعُهُمْ شَفَاعَةُ الشَّافِعِيْنَ ۔

یعنی اس دن نہ تجارت ہوگی نہ دوستی کام آئے گی نہ کسی کی سفارش۔

معلوم ہوا کہ قیامت میں سارے وسیلے ختم ہو جائیں گے۔

جواب: یہ سب آیتیں کافروں کے لئے ہیں مسلمانوں سے ان کا کوئی تعلق نہیں اس لئے آگے ربّ عزوجل فرماتا ہے۔

"وَالْكَافِرُوْنَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ" ترجمہ: اور کافر ظالم ہیں۔

مسلمانوں کے لئے ربّ فرماتا ہے:

"اَلْاَخِلَّاءُ يَوْمَئِذٍ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ اِلَّا الْمُتَّقِيْنَ"

ترجمہ: اُس دن سارے دوست دشمن بن جائیں گے سوا پرہیزگاروں کے۔

کفار کی آیت مومن پر پڑھنا بے دینی ہے نیز فرماتا ہے:

"يَوْمَ لَا يَنْفَعُ مَالٌ وَّلَا بَنُوْنَ اِلَّا مَنْ اَتَى اللّٰهَ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ"

ترجمہ: اس دن مال واولاد کام نہ آئے گی سوا اس کے جو ربّ کے پاس سلامت دل لے کر آوے۔
معلوم ہوا کہ مومن کا مال واولاد قیامت میں کام نہ آویں گے۔

اعتراض: قرآن کریم فرماتا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے بیٹے کنعان کی شفاعت فرمائی تو آپ علیہ السلام سے فرمایا گیا۔

"یَا نُوْحُ اِنَّہٗ لَیْسَ مِنْ اَھْلِکَ اِنَّہٗ عَمَلٌ غَیْرُ صَالِحٍ"

اے نوح (علیہ السلام) یہ آپ (علیہ السلام) کے گھر والوں سے نہیں اس کے اعمال خراب ہیں۔
معلوم ہوا کہ عمل خراب ہونے پر نبی ولی وسیلہ نہیں۔

جواب: جی ہاں، اس کنعان کا عمل خراب یہ تھا کہ وہ نبی علیہ السلام کے وسیلے کا منکر تھا اور طوفان آنے پر وہ آپ علیہ السلام کے دامن میں نہ آیا۔

حضرت نوح علیہ السلام نے فرمایا تھا:

"یٰبُنَیَّ ارْکَبْ مَّعَنَا وَلَا تَکُنْ مَعَ الْکٰفِرِیْنَ"

ترجمہ: اے بیٹا ہمارے ساتھ سوار ہو جا کافروں کے ساتھ نہ رہو۔

تو اس نے جواب دیا:

"قَالَ سَاٰوِیْ اِلٰی جَبَلٍ یَّعْصِمُنِیْ مِنَ الْمَآءِ"

ترجمہ: میں پہاڑ کی پناہ لے لوں گا وہ مجھ کو پانی سے بچا لے گا۔

اس لئے غرق ہو گیا اب جو نبیوں علیہم السلام کے وسیلے کا منکر ہے وہ اس سے عبرت پکڑے۔ اس آیت میں تو وسیلہ کا ثبوت ہے نہ کہ انکار۔ حضرت نوح علیہ السلام کا وسیلہ قبول کر لیتا تو ہرگز غرق نہ ہوتا۔

اعتراض: حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت لوط علیہ السلام کی قوم کے لئے دُعا کرنا چاہی تو فرما دیا گیا:

"اے ابراہیم ان کے لئے دُعا نہ کرو۔ ان پر عذاب آ کر ہی رہے گا"

دیکھو پیغمبر علیہ السلام کی دُعا غیر مقبول ہوئی۔

جواب: قوم لوط کافر تھی اور کفار کے لئے کوئی وسیلہ مفید نہیں کیونکہ وہ نبی کے وسیلہ کے منکر ہوتے ہیں۔ قرآن فرماتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ناراض ہو کر سامری سے فرمایا:

"اِذْھَبْ فَاِنَّ لَکَ فِی الْحَیٰوۃِ اَنْ تَقُوْلَ لَا مِسَاسَ"

خبیث تجھے اپنی زندگی میں یہ نوبت پہنچ جائے گی کہ تو لوگوں سے کہتا پھرے گا کہ مجھ کو کوئی نہ چھونا۔ کلیم صلوات اللہ علیہ وسلامہ کے منہ سے یہ نکلی ہوئی بات ایسی درست ہوئی کہ اس کے جسم میں یہ تاثیر ہو گئی کہ جو اسے چھوتا اسے بھی بخار ہو جاتا اور خود سامری کو بھی۔ ان خدا تعالیٰ کے پیاروں کی زبان کا یہ عالم ہے۔

انبیاء کرام علیہم السلام کی دُعا ضرور قبول ہوتی ہے رہیں ان کی وہ دعائیں جو ان کے خلاف ربّ کا فیصلہ ہو چکا ہو اور قلم چل چکا ہو اگر پیغمبر ایسی دُعا کریں تو انہیں سمجھا کر روک دیا جاتا ہے اس روکنے میں ان کی انتہائی عظمت کا اظہار ہوتا ہے یعنی اے پیارے یہ کام نہیں ہوسکتا کیونکہ ناممکن ہو چکا ہے اور ہمیں یہ منظور نہیں کہ تمہاری زبان خالی جاوے لہٰذا تم اس بارے میں دُعا ہی نہ کرو۔

اعتراض: حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قحط کے موقع پر حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وسیلہ سے بارش مانگتے تھے اور فرماتے تھے الٰہی ہم اپنے نبی ﷺ کے وسیلہ سے بارش مانگتے تھے تو اللہ تعالیٰ بارش بھیجتا تھا اور اب ان کے چچا کے وسیلے سے بارش مانگ رہے ہیں بارش بھیج پس بارش آتی تھی۔ معلوم ہوا کہ وفات یافتہ بزرگوں کا وسیلہ پکڑنا منع ہے۔ زندوں کا وسیلہ پکڑنا جائز دیکھو۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پردہ فرمانے کے بعد حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وسیلہ پکڑا حضور ﷺ کا وسیلہ چھوڑ دیا۔

جواب: اس کے دو جواب ہیں ایک الزامی دوسرا تحقیقی۔ الزامی جواب تو یہ ہے کہ اگر وفات یافتہ بزرگوں کا وسیلہ پکڑنا منع ہے تو چاہیے کہ حضور ﷺ کی وفات کے بعد کلمہ شریف میں سے حضور ﷺ کا اسم شریف علیحدہ کر دیا جاتا صرف لا الٰہ الا اللہ رکھا جاتا اور التحیات میں حضور ﷺ کو سلام بند کر دیا جاتا درود شریف ختم کر دیا جاتا کیونکہ یہ سب حضور پرنور ﷺ سے وسیلہ ہی تو ہیں حالانکہ یہ سارے کام باقی رہ گئے معلوم ہوا کہ وسیلہ مصطفیٰ ﷺ بعد وفات بھی ویسے ہی ہے۔

قرآن پاک فرما رہا ہے کہ حضور ﷺ سے پہلے والی اُمتیں حضور ﷺ کے اسم شریف کے وسیلہ سے دعائیں مانگتی تھیں۔

"وَكَانُوْا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْا"

ترجمہ: اور اس سے پہلے وہ اسی نبی ﷺ کے وسیلہ سے کافروں پر فتح مانگتے تھے۔

موسیٰ علیہ السلام نے اپنی وفات کے بعد مسلمانوں کی امداد فرمائی کہ پچاس نمازوں کی پانچ کرا دیں بتاؤ یہ وفات یافتہ بزرگوں کا وسیلہ ہے کہ نہیں نیز جب حضور ﷺ کی پیدائش سے پہلے ان کے اسم مبارک کے وسیلہ سے دعائیں قبول ہوتی تھیں تو کیا اب ان کے اسم شریف کی تاثیر بدل گئی ہرگز نہیں دوسرا تحقیقی جواب یہ ہے کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا فرمان یہ بتا رہا ہے کہ حضور انور ﷺ کے صدقہ سے ان کے اولیاء کا بھی وسیلہ جائز ہے یعنی وسیلہ نبی سے خاص نہیں حضرت عباس رضی اللہ عنہ نبی نہ تھے ولی تھے۔

نیز یہ بھی معلوم ہو رہا ہے کہ جس کو نبی ﷺ سے نسبت ہو جائے اس کا بھی وسیلہ جائز ہے کیونکہ وہ فرماتے ہیں۔

"وَاِنَّا نَتَوَسَّلُ اِلَيْكَ بِعَمِّ نَبِيِّنَا"

یعنی ہم اپنے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے چچا کے وسیلہ سے بارش مانگتے ہیں ہاں اگر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ فرماتے کہ مولا عزوجل اب تک ہم تیرے نبی پاک ﷺ کے وسیلہ سے دُعا کرتے تھے اب ان کی وفات کے بعد ان کا وسیلہ چھوڑ دیا اب حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے طفیل دُعا کرتے ہیں تب تمہاری دلیل درست ہوتی مگر نفی کا ذکر نہیں لہٰذا دلیل غلط ہے انبیاء علیہم السلام و اولیاء رحمہم اللہ کا وسیلہ صحیح ہے۔

اعتراض: جب خدا تعالیٰ سب کا ربّ ہے اور اس کا نام ربّ العالمین ہے تو پھر کسی وسیلہ کی کیا ضرورت ہے ہر شخص اس کے دروازے پر بلا واسطہ جاوے اور فیض لے وسیلہ کا مسئلہ اس کے ربّ العالمین ہونے کے خلاف ہے۔

جواب: اس اعتراض کے دو جواب ہیں ایک الزامی دوسرا تحقیقی۔

الزامی جواب تو یہ ہے کہ ربّ تعالیٰ رازق العباد ہے اور شافی الامراض ہے پھر تم رزق تلاش کرنے کے لئے امیروں کے پاس اور شفاء لینے کے لئے حکیموں کے پاس کیوں جاتے ہو۔ تمہارا ان لوگوں کے پاس جانا خدا تعالیٰ کے رازق اور شافی ہونے کے خلاف ہے وہ احکم الحاکمین ہے پھر مقدمہ کچہری کے حکام کے پاس کیوں لے جاتے ہو؟

جناب وسیلے ربّ تعالیٰ کے دروازے ہیں یا اس کے چکران کے ہاتھوں سے جو کچھ ہوتا ہے وہ ربّ تعالیٰ کی طرف سے ہی ہوتا ہے اسی طرح اولیاء اللہ رحمہم اللہ و انبیاء کرام علیہم السلام ربّ تعالیٰ کے مختار خدام ہیں۔

تحقیقی جواب یہ ہے کہ ان وسیلوں کی ضرورت ربّ تعالیٰ کو نہیں بلکہ ہم کو ہے جیسے روٹی کو توے کے ذریعے سے گرم کیا جاتا ہے تو آگ گرم کرنے میں توے کی محتاج نہیں بلکہ روٹی کو احتیاج ہے۔

اعتراض: وسیلہ کے مسئلہ سے لوگ بدعمل ہو جائیں گے جب انہیں خبر ہو گئی کہ حضور ﷺ بخشوا لیں گے تو پھر عمل کرنے کی زحمت کیوں گوارا کریں؟

جواب: یہ اعتراض ایسا ہے جیسے آریہ کہتے ہیں کہ توبہ کے مسئلے سے بدعملی اور زکوٰۃ کے مسئلے سے بیکاری بڑھ جاتی ہے کیونکہ جب مسلمانوں کو خبر ہے کہ توبہ سے گناہ بخشے جاتے ہیں تو پھر خوب گناہ کر کے توبہ کر لیا کریں گے اور جب غریبوں کو خبر ہو کہ مالداروں کی زکوٰۃ ہزاروں روپیہ سالانہ نکلتی ہے پھر کمائی کیوں کریں جب ملے یوں تو محنت کرے کیوں؟

جناب جیسے توبہ کی قبولیت کا یقین نہیں مالداروں کی زکوٰۃ ملنے کا یقین نہیں ملے یا نہ ملے۔ ایسے ہی اگر بدعملی کی گئی تو یقین نہیں وسیلہ نصیب ہو یا نہ ہو میں تو کہتا ہوں کہ وسیلہ کے انکار سے بدعملی بڑھے گی کیونکہ جب گنہگار شفاعت سے مایوس ہو گا تو خوب گناہ کرے گا کہ دوزخ میں تو جانا ہی ہے لاؤ دو گناہ اور کر لو۔

جب تک بلی کو جان بچنے کی امید رہتی ہے تب تک چیتے سے بھاگتی ہے مگر جب پھنس کر جان سے مایوس ہو تو چیتے پر حملہ کر دیتی ہے کیونکہ مایوسی دلیری پیدا کرتی ہے۔

اعتراض: ربّ تعالیٰ فرماتا ہے:

"اللہ جسے چاہے گا بخشے گا اور جسے چاہے عذاب دے گا"

جن نبیوں علیہم السلام اور ولیوں رحمہم اللہ کو تم مغفرت کا وسیلہ سمجھتے ہو خود ان کی مغفرت یقینی نہیں۔ نہ معلوم ان کی بخشش ہو یا نہ ہو۔ اگر وہ تمہارے وسیلے ہیں تو بتاؤ اگر خدا تعالیٰ انہیں پکڑے تو ان کا وسیلہ کون بنے گا۔

جواب: اس کے دو جواب ہیں ایک عالمانہ دوسرا صوفیانہ۔

عالمانہ جواب یہ ہے کہ بندے تین طرح کے ہیں ایک وہ جن کے جہنمی ہونے کی خبر دی گئی جیسے ابولہب اور اس کی بیوی جمیلہ وغیرہ۔ دوسری وہ جن کے جنتی ہونے کی خبر دی گئی جیسے انبیاء علیہم السلام وصحابہ کرام رضی اللہ عنہم علیہم الرضوان وغیرہ۔ تیسرے وہ جن کے متعلق کوئی خبر نہ دی گئی جیسے ہم لوگ۔

پہلی جماعت کا دوزخی ہونا اور دوسری جماعت کا جنتی ہونا ایسا ہی یقینی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ایک ہونا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا سچا ہونا ایسی ہی اس کی صفت ہے جیسے اس کا ایک ہونا۔

تمہاری پیش کردہ آیات میں تیسری جماعت مراد ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ وعدہ خلافی نہیں کرتا۔ صوفیانہ جواب یہ ہے کہ اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ ربّ تعالیٰ جسے چاہتا ہے اسے نیک اعمال کی توفیق دے کر جنتی بناتا ہے اور جسے چاہتا ہے اسے گمراہ کر کے جہنمی بناتا ہے۔

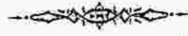
یعنی لوگوں کے جنتی ہونے اور جہنمی ہونے کا ارادہ ہو چکا۔ قیامت میں اس کا ظہور ہوگا ہر ایک کے متعلق قلم چل چکا ہے یہ مطلب نہیں کہ جس نیکوکار کو چاہے جہنمی کر دے اور جس کافر کو چاہے جنتی بنا دے بلکہ جس کو جہنمی ہونا چاہ چکا وہ جہنمی ہو چکا اور جس کو وہ جنتی ہونا چاہ چکا وہ جنتی ہو چکا اب اس کا برعکس ہونا اس آیت کے خلاف ہوگا۔

خلاصۂ کلام

الحمد للہ عزوجل ہماری اس بحث سے یہ مسئلہ روز روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ انبیاء کرام علیہم السلام، اولیائے عظام رحمہم اللہ اور مخلصین کو ان کی حیات میں اور بعد وفات بھی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں بطور وسیلہ پیش کرنا جائز و مستحسن ہے۔ اس وضاحت کے بعد اگر اس کا کوئی انکار کرتا ہے تو ہم اسے ہٹ دھرمی پر ہی محمول کریں گے اور اس کے لئے فقط ہدایت کی ہی دُعا کی جا سکتی ہے ورنہ اور کوئی علاج نہیں۔

و آخر دعوانا ان الحمد للہ ربّ العالمین





رسول اللہ ﷺ کا علمِ غیب

اور کوئی غیب کیا تم سے نہاں ہو بھلا
جب نہ خدا ہی چھپا تم پر کروڑوں درود



علمِ غیب

﴿غیب کی تعریف﴾

وہ پوشیدہ چیز جسے انسان حواس خمسہ یعنی کان، ناک، ہاتھ، زبان اور آنکھ سے معلوم نہ کر سکے اور نہ بداھتہ عقل اس کا ادراک کر سکے۔

پانی کے لئے مدینہ غائب نہیں یا تو خود اپنی آنکھوں سے دیکھنے کی سعادت حاصل کر چکا ہے یا کسی حاجی وغیرہ سے سُن کر کہہ رہا ہے۔

غیب کی اقسام: غیب کی دو اقسام ہیں۔

(۱) جو دلائل سے معلوم ہو سکے جیسے جنت دوزخ، جن وملائکہ۔ کیونکہ قرآن پاک سے انہیں جانا گیا ہے۔

(۲) جو دلائل سے معلوم نہ ہو سکے مثلاً علم قیامت، انسان کی موت، انسان کے نیک بخت یا بد بخت ہونے کا علم۔

نوٹ: (۱) وہ پوشیدہ شے جو بذریعہ آلات جانی جائے وہ علمِ غیب نہیں کیونکہ یہ حواس سے معلوم ہوئی اور قاعدہ ہم نے بیان کر دیا کہ جو حواس سے معلوم ہو وہ غیب نہیں لہٰذا کوئی آلہ چھپی چیز ظاہر کر دے تو وہ غیب نہیں۔

(۲) علمِ غیب کے متعلق تین باتوں کا ذہن نشین رکھنا ضروری ہے اور ان تین چیزوں کا تعلق ضروریات دین سے ہے اور شرعی ضابطہ ہے کہ ضروریات دین کا انکار کفر ہے۔

الف) اللہ تعالیٰ عالم الغیب بالذات ہے اس کا علم ذاتی ہے کسی کا عطا کردہ نہیں اور اللہ تعالیٰ کے بتائے بغیر کوئی نبی یا ولی یا مومن ایک حرف تک نہیں جا سکتا۔

ب) اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب نبی کریم ﷺ، انبیاء کرام علیہم السلام اور دیگر مقربین کو علمِ غیب عطا فرمایا۔

ج) اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب پاک صاحب لولاک ﷺ کو تمام مخلوقات سے زیادہ علمِ غیب عطا فرمایا۔

﴿اہل سنت والجماعت کا عقیدہ﴾

حضور سید دوعالم ﷺ کے علمِ اقدس کے بارے میں ہمارا مسلک یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو روز اوّل سے روز آخرتک کا علم دیا اور تمام علوم مندرجہ لوح محفوظ نیز اپنی ذات وصفات کی معرفت سے متعلق بہت اور بے شمار علوم عطا فرمائے جمیع جزئیات خمسہ کا علم دیا جس میں خاص وقت قیامت کا علم بھی شامل ہے احوال جمیع مخلوقات تمام ما کان و ما یکون (جو کچھ ہو چکا اور جو ہوگا) کا علم عطا فرمایا لیکن بایں ہمہ حضور ﷺ کا علم عطائی ہونے کی وجہ سے حادث ہے اور اللہ تعالیٰ کا علم ذاتی وقدیم۔ سرکار مدینہ ﷺ کا علم ہرگز اللہ تعالیٰ کے علم کے مساوی (برابر) نہیں علم رسول اللہ ﷺ متناہی ہے۔

(مقالات کاظمی ص ۱۱۱، ج ۲)

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تدریجاً علمِ غیب عطا کیا گیا جس وقت قرآن کی آخری آیت نازل ہوئی آپ ﷺ کا علم مکمل ہوگیا۔ نیز ہمارا دعویٰ یہ نہیں کہ نبی ﷺ نے جمیع معلومات الٰہیہ کا احاطہ کرلیا ہے یہ مخلوق کے لئے محال ہے۔

﴿علم الٰہی اور علم رسول میں فرق﴾

مسئلہ علمِ کلی میں عام طور پر مبتدعین دیوبند کہا کرتے ہیں کہ جب کل اشیاء کا علم حضور ﷺ کے لئے مان لیا تو پھر آپ ﷺ کا علم اللہ کے علم کے مساوی ہوگیا اس لئے اس مقام پر علمِ کلی کی وضاحت نہایت ضروری ہے پس جاننا چاہیے کہ علمِ کلی کا یہ مطلب نہیں ہے کہ جو خدا عزوجل کا علم ہے وہ حضور ﷺ کو سب حاصل ہے بلکہ مخلوقات اور لوح محفوظ کے کل علوم حضور ﷺ کو حاصل ہیں اور اللہ تعالیٰ کا علم لوح محفوظ میں منحصر نہیں ہے بلکہ کروڑوں الواح بھی اللہ تعالیٰ کے علوم غیر متناہیہ کی متحمل نہیں ہوسکتیں ہمارا اعتقاد ہے کہ حضور ﷺ کا علم نہ اللہ تعالیٰ کے علم کے مثل ہے نہ بعض کی بلکہ ایک ذرّہ کے علم میں بھی حضور ﷺ اور خدا کے علم میں بھی کوئی مماثلت نہیں ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ ہمارے اعتقاد کے مطابق تمام مخلوقات کے علم اور حضور ﷺ کے علم میں وہ نسبت ہے جو قطرے کو سمندر سے ہے یعنی تمام مخلوقات کا علم بمنزلہ قطرہ ہے اور ان کے مقابلہ میں حضور ﷺ کا علم بمنزلہ سمندر ہے اور حضور ﷺ کی نسبت اللہ تعالیٰ کے علم کے ساتھ ایسی بھی نہیں جیسے قطرے کو سمندر سے ہوتی ہے یعنی اگر اللہ تعالیٰ کے علم کو سمندر قرار دیا جائے اور حضور ﷺ کے علم کو اس کے مقابلہ میں قطرہ قرار دیا جائے تو یہ بھی درست نہیں ہے کیونکہ بھی متناہی ہے اور سمندر بھی اور یہ متناہی کی نسبت متناہی کی طرف ہے اور حضور ﷺ کے علم اور اللہ تعالیٰ کی نسبت متناہی کی نسبت غیر متناہی کی طرف ہے اللہ تعالیٰ اور حضور ﷺ کے علم میں

جس طرح مقدار میں کوئی مماثلت نہیں ہے اسی طرح کیفیت اور صفت کے لحاظ سے بھی کسی مماثلت کا تصور نہیں ہے اور جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ کے لئے علمِ کلی ماننے سے آپ کے علمِ کلی کی خدا کے علم سے مساوات لازم آ جاتی ہے ان کے جواب میں ہم اس کے سوا اور کیا کہہ سکتے ہیں کہ "اور ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی ایسی قدر نہیں کی جیسی کرنی چاہیے تھی"۔ (بحوالہ توضیح البیان)

قرآن پاک سے علمِ غیب کا ثبوت

﴿حضرت آدم علیہ السلام کا علمِ غیب﴾

وَ عَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى الْمَلٰٓئِكَةِ ۔ (پارہ ۱ سورۃ بقرہ آیت ۳۱)

ترجمہ کنز الایمان: اور اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو تمام (اشیاء کے نام) سکھائے۔

تشریح: اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو تمام اشیاء کے نام سکھائے تو ہمارے آقا مدنی مصطفیٰ ﷺ کا مقام تمام انبیاء کرام علیہم السلام سے ارفع و اعلیٰ ہے لہٰذا ثابت ہوا کہ حضور علیہ السلام کا علم بھی حضرت آدم بلکہ جمیع انبیاء علیہم السلام سے زیادہ ہے۔

﴿اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو سب کچھ سکھا دیا﴾

ایک اور آیت میں ارشاد ہوتا ہے:

وَعَلَّمَكَ مَالَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ وَ كَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا ۔ (پارہ ۵ سورۃ نساء آیت ۱۱۳)

ترجمہ کنز الایمان: اور تمہیں سکھا دیا جو کچھ تم نہیں جانتے تھے اور اللہ کا تم پر بڑا فضل ہے۔

﴿اللہ تعالیٰ اپنے مقربین کو علمِ غیب عطا فرماتا ہے﴾

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِىْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ۔

(پارہ ۴ سورۃ عمران آیت ۱۷۹)

ترجمہ کنز الایمان: اور اللہ تعالیٰ کی شان یہ نہیں کہ اے عام لوگو تمہیں غیب کا علم دے دے ہاں اللہ چن لیتا ہے اپنے رسولوں میں سے جسے چاہے۔

شانِ نزول: ایک بار نبی کریم ﷺ نے وعظ میں ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے میری ساری اُمت کو پیدائش سے پہلے مجھ پر پیش فرمایا اور مجھے علم دیا گیا کہ کون مجھ پر ایمان لائے گا اور کون نہیں۔ منافقوں نے اس وعظ شریف کا مذاق اُڑایا اور بولے کہ ہم در پردہ کافر ہیں مگر حضور ﷺ ہم کو مومن سمجھے ہوئے ہیں اور دعویٰ یہ کہ

لوگوں کی پیدائش سے پہلے آپ ﷺ مومن و کافر کو پہچانتے ہیں۔ اس پر حضور نبی کریم ﷺ نے منبر پر کھڑے ہو کر فرمایا کہ لوگوں کا کیا حال ہے کہ ہمارے علمِ غیب پر طعن کرتے ہیں۔ اچھا آج سے قیامت تک ہونے والے واقعات میں سے جو چاہو پوچھ لو۔ عبداللہ بن حذافہ نے عرض کیا کہ میرا باپ کون ہے؟ فرمایا! حذافہ، پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ ہم اللہ تعالیٰ کے ربّ ہونے، آپ ﷺ کے نبی ہونے، اسلام کے دین ہونے پر راضی ہیں۔ تب حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ آئندہ اس قسم کے طعنوں سے کیا باز رہو گے۔

اس سے چند مسائل معلوم ہوئے ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ نے حضور نبی کریم ﷺ کو قیامت تک کے ہر واقعہ کی خبر دی ہے اور اپنے خاص غیب پر مطلع فرمایا۔ دوسرا یہ کہ حضور ﷺ کے علمِ غیب پر طعن کرنا منافقوں کا طریقہ ہے۔

اس آیت کی تشریح میں حضرت مولانا نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں (اللہ تعالیٰ) برگزیدہ رسولوں کو غیب کا علم دیتا ہے اور سید الانبیاء حبیب خدا ﷺ رسولوں میں سب سے افضل اور اعلیٰ ہیں اس آیت سے اور اس کے سوا بکثرت آیات و احادیث سے ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو غیوب کے علم عطا فرمائے اور غیوب کے علم آپ کا معجزہ ہیں۔

مزید ارشاد ہوتا ہے:

فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖۤ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ ۔ (پارہ ۲۹ سورۃ جن آیت ۲۷)

ترجمہ کنز الایمان: غیب کا جاننے والا تو اپنے غیب پر کسی کو مسلط نہیں کرتا سوائے اپنے پسندیدہ رسولوں کے۔

تشریح: اس آیت کریمہ سے ثابت ہوا کہ سید الرسل خاتم الانبیاء محمد مصطفیٰ ﷺ مرتضیٰ رسولوں میں سب سے اعلیٰ ہیں اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو تمام اشیاء کے علوم عطا فرمائے جیسا کہ صحاح کی معتبر احادیث سے ثابت ہے اور یہ آیت حضور ﷺ کے تمام مرتضیٰ رسولوں کے لئے غیب کا علم ثابت کرتی ہے۔

﴿نبی غیب بتانے میں بخیل نہیں﴾

ایک اور آیت میں ارشاد ربانی ہے:

وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِيْنٍ ۔ (پارہ ۳۰ سورہ تکویر)

ترجمہ کنز الایمان: اور یہ نبی غیب بتانے میں بخیل نہیں۔

تشریح: اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ اپنے محبوب دانائے غیوب ﷺ کے علمِ غیب کے بارے میں خود

اعلان فرما رہا ہے کہ ہم نے اپنے محبوب کو علمِ غیب عطا فرمایا اور تم جو بھی سوال کرو گے ہمارا رسول غیب کی خبر بتانے میں بخل نہیں کرے گا۔

﴿حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا علمِ غیب﴾

ایک اور جگہ ارشاد ہے:

وَاُنَبِّئُکُمْ بِمَا تَاْکُلُوْنَ وَمَاتَدَّخِرُوْنَ فِیْ بُیُوْتِکُمْ ۔ (پارہ ۳ آیت ۴۹ سورہ عمران)

ترجمہ کنز الایمان: اور تمہیں بتاتا ہوں جو تم کھاتے اور جو اپنے گھروں میں جمع کر رکھتے ہو۔

تشریح: اس آیت کریمہ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا علمِ غیب ثابت ہو رہا ہے کہ آپ علیہ السلام ہر شخص کے کھانے اور جو کچھ لوگ گھروں میں جمع کرتے ہیں ان پر بھی آگاہ ہوتے اور ہمارے حضور دانائے غیوب صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے کہیں بلند و بالا ہے لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا علمِ غیب بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے علمِ غیب سے ارفع و اعلیٰ ہے۔

ایک اور آیت میں ہے:

ذَالِکَ مِنْ اَنْبَآءِ الْغَیْبِ نُوْحِیْهِ اِلَیْکَ ۔ (سورہ عمران پارہ ۳ آیت ۴۴)

ترجمہ کنز الایمان: یہ غیب کی خبریں ہیں کہ ہم خفیہ طور پر تمہیں بتاتے ہیں۔

﴿حضرت ابراہیم علیہ السلام کا علمِ غیب﴾

وَکَذَالِکَ نُرِیْٓ اِبْرَاهِیْمَ مَلَکُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۔ (پارہ ۷ آیت ۷۵ سورہ انعام)

ترجمہ کنز الایمان: اور اسی طرح ہم ابراہیم کو دکھاتے ہیں ساری بادشاہی آسمانوں سے زمین کی۔

تشریح: سید نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔ جس طرح حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دین میں بینائی عطا فرمائی ایسے ہی انہیں آسمانوں اور زمین کے ملک دکھائے ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا اس سے آسمانوں اور زمین کی خلق مراد ہے۔ مجاہد اور سعید بن جبیر کہتے ہیں کہ ان آیات سے سمٰوٰت والارض مراد ہیں یہ اس طرح کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو صخرہ (پتھر) پر کھڑا کیا گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے سموات منکشف کئے گئے یہاں تک کہ آپ نے عرش و کرسی اور آسمانوں کے تمام عجائبات اور جنت میں اپنے مقام کا معائنہ فرمایا آپ علیہ السلام کے لئے زمین منکشف (کھول) کر دی گئی یہاں تک کہ آپ علیہ السلام نے سب سے نیچے کی زمین تک نظر کی اور زمینوں کے تمام عجائبات دیکھے اور ہر ظاہر و مخفی چیز ان کے سامنے کر دی گئی اور خلق کے اعمال میں سے کوئی بھی اُن سے چھپا نہ رہا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے غیب پر مطلع ہونے اور زمین و آسمان کے تمام عجائبات کو جان لینے کے بعد یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ ہمارے حضور ﷺ کا علمِ غیب تمام انبیاء علیہم السلام کے علمِ غیب کو محیط ہے اور آپ علیہ السلام کو ما کان و ما یکون (جو کچھ تھا اور جو کچھ ہوگا) کا علم دیا گیا۔

احادیث سے علمِ غیب کا ثبوت

حضور ﷺ کے علمِ غیب پر بے شمار احادیثِ مبارکہ دلالت کرتی ہیں جن میں سے چند معروف احادیث پیشِ خدمت ہیں۔

﴿رسول اللہ ﷺ کو پیدائش سے لے کر دخولِ جنت کا علم ہے﴾

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ حدیث مروی ہے:

قَامَ فِيْنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَقَامًا فَاَخْبَرَنَا عَنْ بَدْءِ الْخَلْقِ حَتّٰى دَخَلَ اَهْلُ الْجَنَّةِ مَنَازِلَهُمْ وَاَهْلُ النَّارِ مَنَازِلَهُمْ حَفِظَ ذٰلِكَ مَنْ حَفِظَهٗ وَنَسِيَ مَنْ نَسِيَهٗ ۔

(بخاری شریف ج ۱ ص ۴۵۳)

ترجمہ: ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ ایک مقام پر کھڑے ہوئے اور آپ ﷺ نے ہمیں تمام مخلوق کی پیدائش کے بارے میں بتایا حتیٰ کہ جنتی اپنے ٹھکانے پر جنت میں داخل ہو گئے اور جہنمی اپنے ٹھکانے پر جہنم میں پہنچ گئے۔ جس شخص نے اس کو (یعنی رسول ﷺ کی باتوں کو) یاد رکھا اس نے یاد رکھا اور جو بھول گیا سو وہ بھول گیا۔

اس حدیثِ پاک میں رسول اللہ ﷺ نے انسان یعنی حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش سے لے کر قیامت تک یہاں تک کہ دخول جنت اور دوزخ کے احوال کے بارے میں بیان فرما دیا۔ پتہ چلا کہ حضور نبی کریم ﷺ کو حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش سے لے کر قیامت تک کا علم عطا کیا گیا ہے۔

﴿رسول اللہ ﷺ نے مشرق سے مغرب تک کو ملاحظہ فرمایا﴾

ایک اور حدیث حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں:

اِنَّ اللّٰـهَ زَوٰى لِيَ الْاَرْضَ فَرَاَيْتُ مَشَارِقَهَا وَمَغَارِبَهَا وَاِنَّ اُمَّتِيْ سَيَبْلُغُ مَلَكُهَا مَازَوٰى لِيْ مِنْهَا ۔ (مسلم شریف ج ۲ ص ۳۹۰)

ترجمہ: (رسول اللہ ﷺ نے فرمایا) اللہ تعالیٰ نے تمام زمین کو میرے لئے سمیٹ دیا ہے چنانچہ

میں نے زمین کا تمام حصہ مشرق سے مغرب تک ملاحظہ فرمایا اور بے شک میری اُمت کی حکومت عنقریب وہاں تک پہنچے گی جہاں تک زمین کو میرے لئے سمیٹا گیا۔

تشریح: پتہ چلا کہ حضور ﷺ کو اپنے وصال ظاہری سے پہلے ہی یہ علم تھا کہ میرے صحابہ، تابعین اور تبع تابعین اور بعد میں آنے والے مسلمان پوری دُنیا پر حکمران ہوں گے اور دین اسلام کا بول بالا ہوگا اور بعد میں یہ ثابت ہو گیا کہ مسلمان دُنیا کے چپے چپے تک پہنچے اور صحراؤں، جنگلوں، پہاڑوں اور سمندروں کو عبور کر کے دین اسلام کے پیغام کو عام کیا۔

﴿آپ ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ و حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر دی﴾

ایک اور حدیث میں ہے جسے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں:

اِنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ صَعِدَ اُحُدًا وَاَبُوْبَکْرٍ وَ عُمَرُ وَ عُثْمَانُ فَرَجَفَ بِھِمْ فَقَالَ اُثْبُتْ اُحُدًا فَاِنَّمَا عَلَیْکَ نَبِیٌّ وَ صَدِیْقٌ وَ شَھِیْدَانِ ۔ (بخاری شریف ج ا ص ۵۱۹)

ترجمہ: بے شک نبی کریم ﷺ اُحد پہاڑ پر چڑھے اس دوران آپ ﷺ کے ساتھ حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما بھی تھے تو پہاڑ ان کی وجہ سے ہلنے لگا تو حضور ﷺ نے اس پر اپنا پاؤں مبارک مارا اور فرمایا اے اُحد ٹھہر جا کیونکہ تیرے اُوپر ایک نبی ایک صدیق اور دو شہید ہیں۔

تشریح: آج کوئی بھی شخص کسی کے بارے میں قطعیت کے ساتھ یہ نہیں بتا سکتا کہ اس کی موت حادثے کی صورت میں ہوگی یا بیماری کی صورت میں، شہادت کی صورت میں ہوگی یا خودکشی کی صورت میں لیکن نبی غیب دان ﷺ نے حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما کی شہادت کی خبر زندگی میں ہی دے دی جیسا کہ بعد میں یہ دونوں شہید ہوئے۔

﴿رسول اللہ ﷺ نے اپنی جائے وفات کی خبر دی﴾

ایک اور حدیث میں ہے کہ فتح مکہ کے دوران رسول اللہ ﷺ نے مدینہ منورہ کے انصار سے ارشاد فرمایا:

اَلْمَحْیَا مَحْیَا کُمْ وَالْمَمَاتُ مَمَاتُکُمْ ۔ (مسلم شریف۔ مشکوۃ شریف ص ۵۷۷)

ترجمہ: میری زندگی اور تمہاری زندگیوں کی جگہ ایک ہے اور میری وفات اور تمہاری وفات کی جگہ ایک ہے۔

تشریح: کوئی شخص اپنی موت کے بارے میں یہ فیصلہ کرنے کا مجاز نہیں اور نہ ہی وہ اپنی جائے وفات کی خبر

11
11

دے سکتا ہے کہ اس کی موت کہاں واقع ہوگی اور اس کا مدفن کہاں ہوگا لیکن حدیثِ پاک سے واضح ہوا کہ حضور پرنور دانائے غیوب ﷺ کو علم تھا کہ مدینہ منورہ میں ہی بقید زندگی گزاریں گے اور مدینہ منورہ میں ہی آپ ﷺ کا وصال ہوگا۔

﴿رسول اللہ ﷺ نے کفار کی مقتل گاہ کی خبر دی﴾

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

هٰذَا مَصْرَعُ فُلَانٍ وَيَضَعُ يَدَهُ عَلَى الْاَرْضِ هٰهُنَا وهٰهُنَا قَالَ فَمَامَاطَ اَحَدُهُمْ عَنْ مَوْضِعِ يَدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ۔ (مسلم شریف۔ مشکوۃ شریف ص ۵۳۱)

ترجمہ: یہ جگہ فلاں کے ڈھیر ہونے کی ہے اور اپنے دست انور کو زمین پر رکھ کر بتایا کہ یہاں یہاں (راوی نے فرمایا) کہ رسول اللہ ﷺ نے جہاں جہاں ہاتھ رکھا کوئی شخص حضور پاک ﷺ کی بتائی ہوئی جگہ سے اِدھر اُدھر نہیں گرا۔

جنگ چھڑ جانے سے پہلے کوئی شخص یہ نتیجہ قائم نہیں کرسکتا کہ فتح کس کی ہوگی اور شکست کون کھائے گا اور کون جنگ میں کہاں مارا جائے گا لیکن حضور نبی کریم ﷺ نے جنگ شروع ہونے سے قبل ہی کفار کے نام لے لے کر ان کی مقتل گاہوں سے بھی آگاہ فرمادیا اور فتح کی بھی بشارت سنا دی۔ لہٰذا یہ حدیث بھی آپ ﷺ کے علمِ غیب پر بہت بڑی دلیل ہے۔

ایک اور حدیث میں ہے:

اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُرِيْنَا مَصَارِعَ اَهْلِ بَدْرٍ بِالْاَمْسِ وَيَقُوْلُ هٰذَا مَصْرَعُ فُلَانٍ غَدًا اِنْشَآءَ اللّٰهُ وَهٰذَا مَصْرَعُ فُلَانٍ غَدًا اِنْشَآءَ اللّٰهُ وَهٰذَا مَصْرَعُ فُلَانٍ غَدًا اِنْشَآءَ اللّٰهُ قَالَ عُمَرُ وَالَّذِيْ بَعَثَهٗ بِالْحَقِّ مَا اَخْطَاءُ وْهُمْ حُدُوْدَ الَّتِيْ حَدَّهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ۔ (مسلم شریف ج ۲ ص ۱۰۲)

ترجمہ: (حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں) بے شک رسول اللہ ﷺ نے ہمیں ایک دن پہلے ہی جنگ بدر میں مشرکین کی مقتل گاہیں (قتل ہونے کی جگہ) دکھا دیں آپ ﷺ نے فرمایا کل انشاء اللہ فلاں مشرک یہاں قتل ہوگا۔ اور فلاں مشرک یہاں مرے گا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اُس ذات کی قسم جس نے آپ ﷺ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا کہ جن مقامات کی حضور ﷺ نے نشاندہی فرمائی اس جگہ سے کوئی مشرک آگے پیچھے نہیں ہوا۔

﴿رسول اللہ ﷺ نے حضرت عمار رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر دی﴾

ایک اور حدیث میں نبی غیب دان ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:

اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِعَمَّارٍ حِيْنَ حَفَرَ الْخَنْدَقَ فَجَعَلَ يَمْسَحُ رَاْسَهٗ وَيَقُوْلُ بُؤْسُ ابْنُ سُمَيَّةَ تَقْتُلُكَ الْفِئَةُ الْبَاغِيَةُ ۔ (مسلم شریف)

ترجمہ: (حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں) کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عمار رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا جس وقت وہ خندق کھود رہے تھے۔ آپ ﷺ نے ان کے سر کے اُوپر اپنا دست شفقت پھیرتے ہوئے فرمایا کہ ابن سمیہ کی سختی کہ تمہیں ایک باغی گروہ شہید کرے گا۔

معلوم ہوا حضور نبی کریم ﷺ اپنے تمام اُمتیوں کی موت سے بھی آگاہ ہیں کہ کون شہید ہوگا اور اسے فلاں گروہ قتل کرے گا۔

﴿آپ ﷺ نے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر دی﴾

مَنْ اَحَبَّ اَنْ يَّنْظُرَ اِلٰى شَهِيْدٍ يَمْشِىْ عَلٰى وَجْهِ الْاَرْضِ فَلْيَنْظُرْ اِلٰى طَلْحَةَ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ ۔

ایک اور حدیث میں حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر دیتے ہوئے فرماتے ہیں۔

ترجمہ: (رسول اللہ ﷺ نے فرمایا) جو شخص کسی شہید کو زمین پر چلتے ہوئے دیکھنا پسند کرتا ہو تو طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ کو دیکھ لے۔

﴿قبر کے اندر عذاب کو ملاحظہ فرمایا﴾

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ مَرَّالنَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِحَائِطٍ مِّنْ حِيْطَانِ الْمَدِيْنَةِ اَوْ مَكَّةَ فَسَمِعَ صَوْتَ اِنْسَانَيْنِ يُعَذِّبَانِ فِىْ قُبُوْرِهِمَا فَقَالَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعَذِّبَانِ وَمَا يُعَذِّبَانِ فِىْ كَبِيْرٍ ثُمَّ قَالَ بَلٰى كَانَ اَحَدُهُمَا لَا يَسْتَتِرُ مِنْ بَوْلِهٖ وَكَانَ الْاٰخَرُ يَمْشِىْ بِالنَّمِيْمَةِ ۔ (بخاری شریف ج ۱ ص ۳۵-۳۴)

ترجمہ: حضور ﷺ مدینہ شریف یا مکہ معظمہ کے باغات میں سے کسی باغ میں تشریف لے گئے تو آپ ﷺ نے دو انسانوں کی آوازیں سنیں جنہیں قبر میں عذاب ہو رہا تھا تو آپ ﷺ نے فرمایا ان دونوں کو قبر میں عذاب ہو رہا ہے لیکن یہ عذاب کسی بڑی بات پر نہیں ان میں سے ایک شخص اپنے پیشاب سے نہیں بچتا تھا اور دوسرا چغلی کرتا تھا۔

تشریح: قبر کا اندرونی معاملہ ایک ایسا معاملہ ہے کہ کوئی شخص بھی کسی میت کے بارے میں نہیں جانتا کہ یہ کس

حالت میں ہے اور اگر قبر کے بوسیدہ ہونے یا ٹوٹ جانے کی وجہ سے میت کے حالات سے آگاہی حاصل ہو بھی جائے کہ فلاں کو عذاب ہو رہا ہے تو وہ یہ قطعیت کے ساتھ نہیں جان سکتا کہ اسے عذاب کس وجہ سے ہو رہا ہے لیکن قربان جائیں نبی غیب دان صلی اللہ علیہ وسلم کے علمِ غیب پر کہ میت پر عذاب کو بھی ملاحظہ فرمایا اور ساتھ یہ بھی بتا دیا کہ اسے فلاں جُرم کی وجہ سے عذاب ہو رہا ہے۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ہر اُمتی کے عمل سے بھی واقف ہیں اور اس کے جنتی یا جہنمی ہونے کا بھی علم ہے۔

﴿آج رات آندھی آئے گی﴾

جیسا کہ حدیث میں ہے:

فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَتَهِبُ عَلَيْكُمُ اللَّيْلَةَ رِيْحٌ شَدِيْدَةٌ فَلَايَقُمْ فِيْهَا اَحَدٌ مِّنْكُمْ فَمَنْ كَانَ لَهُ بَعِيْرٌ فَلْيَشُدَّعِقَالَهُ فَهَبَّتْ رِيْحٌ شَدِيْدَةٌ فَقَامَ رَجُلٌ فَحَمَلَتْهُ الرِّيْحُ حَتّٰى اَلْقَتْهُ بِجَبَلِ طَيٍّ . (مسلم شریف ج ۲ ص ۲۴۶)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آج رات سخت آندھی آئے گی تم میں سے کوئی شخص کھڑا نہ ہو۔ جس شخص کے پاس اونٹ ہوں وہ اس کو رسی کے ساتھ مضبوطی سے باندھ دے۔ پھر سخت آندھی آئی۔ ایک شخص کھڑا ہوا تو ہوا اس کو اڑا لے گئی اور طئی کے پہاڑوں کے درمیان اس کو گرا دیا۔

تشریح: آج آلات کے ذریعے یہ بات معلوم کی جا سکتی ہے کہ آج آندھی آئے گی اور اس کی شدت اتنی ہو گی لیکن آلے کے بعد آندھی یا بارش کے بارے میں خبر دینا ناممکن ہے۔ لیکن اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے آج سے چودہ سو سال پہلے بغیر آلے کے آندھی کی خبر دی اور اس کی شدت سے بھی آگاہ کر دیا اور دوسرا اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے علمِ غیب میں شک کرنے والوں کا انجام نہایت بھیانک ہوتا ہے کیونکہ اگر اس شخص کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے علمِ غیب پر یقین ہوتا تو آندھی میں کبھی کھڑا نہ ہوتا اور ہلاکت سے بچ جاتا کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرما دیا تھا کہ آندھی آئے گی لہٰذا کوئی شخص اپنی جگہ کھڑا نہ ہو۔ علمِ غیب کا انکار یا شک کرنے والوں کو اس حدیث سے عبرت حاصل کرنی چاہیے۔

﴿بادشاہ قیصر و کسریٰ اور علمِ غیب رسول صلی اللہ علیہ وسلم﴾

ایک حدیث میں ہے:

اِذَا هَلَكَ كِسْرٰى فَلَا كِسْرٰى بَعْدَهٗ وَاِذَا هَلَكَ قَيْصَرَ فَلَا قَيْصَرَ بَعْدَهٗ وَالَّذِىْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهٖ لَتُنْفَقَنَّ كُنُوْزُهُمَا فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ . (بخاری شریف ج ۱ ص ۵۱۱)

ترجمہ: (حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم غیب کی خبر بتاتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں) جب کسریٰ ہلاک ہو

جائے گا تو اس کے بعد کوئی کسریٰ نہ آئے گا اور جب قیصر ہلاک ہو گا تو اس کے بعد کوئی قیصر نہیں ہو گا اس ذات پاک کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں محمد ﷺ کی جان ہے ضرور ضرور ان کے خزانے اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کئے جائیں گے۔

﴾کسریٰ کے خزانے اور علمِ غیب رسول ﷺ﴿

ایک اور حدیث میں ہے:

سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَتَفْتَحَنَّ عِصَابَةٌ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ كَنْزَ آلِ كِسْرٰى الَّذِىْ فِى الْاَبْيَضِ ۔ (مسلم شریف۔ مشکوٰۃ شریف ص ۴۶۶)

ترجمہ: (جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں) کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا کہ ضرور ضرور مسلمانوں کی ایک جماعت کسریٰ کے خزانوں کو کھولے گی جو مقامِ ابیض میں ہیں۔

﴾رسول اللہ ﷺ کو پیدائشِ مخلوق سے قیامت تک کا علم ہے﴿

حضرت ابوزید انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ:

قَالَ صَلّٰى بِنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْفَجْرَ وَ صَعِدَ الْمِنْبَرَ فَخَطَبَنَا حَتّٰى حَضَرَتِ الظُّهْرُ فَنَزَلَ فَصَلّٰى ثُمَّ صَعِدَالْمِنْبَرَ فَخَطَبَنَا حَتّٰى حَضَرَتِ الْعَصْرُ ثُمَّ نَزَلَ فَصَلّٰى ثُمَّ صَعِدَ الْمِنْبَرَ فَخَطَبَنَا حَتّٰى غَرَبَتِ الشَّمْسُ فَاَخْبَرَنَابِمَا كَانَ وَبِمَا هُوَ كَائِنٌ فَاَعْلَمُنَا اَحْفَظُنَا ۔ (مسلم شریف جلد ۲ ص ۳۹۰)

ترجمہ: (حضرت ابوزید انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں) رسول اللہ ﷺ نے ہمیں فجر کی نماز پڑھائی اور منبر پر تشریف لے گئے اور ہمیں خطبہ ارشاد فرمایا حتیٰ کہ ظہر کا وقت آ گیا آپ ﷺ منبر سے اُترے اور نماز پڑھائی پھر منبر پر تشریف لے گئے اور خطبہ دیا حتیٰ کہ عصر کا وقت آ گیا آپ ﷺ منبر سے اُترے اور نماز پڑھائی پھر منبر پر جلوہ افروز ہوئے تقریر فرمائی یہاں تک کہ سورج غروب ہو گیا پس آپ ﷺ نے ہمیں ہر اُس بات کی خبر دی جو ہو چکی اور جو ہونے والی ہے تو ہم میں سے سب سے زیادہ جاننے والا وہ شخص ہے جسے آپ ﷺ کی بتائی ہوئی باتیں زیادہ یاد ہیں۔

تشریح: اس حدیث پاک سے یہ مسئلہ اظہر من الشمس (سورج سے بھی زیادہ روشن) ہو جاتا ہے کہ آپ ﷺ کو پیدائشِ مخلوق سے لے کر قیامت تک کے تمام احوال کا علم عطا فرمایا گیا ہے اسی طرح کی ایک اور حدیث کو امام ترمذی اپنی سند سے لکھتے ہیں:

صَلّٰی بِنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَوْمًا صَلٰوةَ الْعَصْرِ بِنَهَارٍ ثُمَّ قَامَ خَطِیْبًا فَلَمْ یَدَعْ شَیْئًا یَکُوْنَ اِلٰی قِیَامِ السَّاعَةِ اِلَّا اَخْبَرَ نَابِهٖ حَفِظَهٗ مَنْ حَفِظَهٗ وَنَسِیَهٗ مَنْ نَسِیَهٗ ۔

(ترمذی شریف ج ۲ ص ۴۲)

ترجمہ: (حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں) کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک دن ہمیں عصر کی نماز اوّل وقت میں پڑھائی پھر آپ خطبہ کے لئے کھڑے ہوئے قیامت تک کی کوئی شے نہ چھوڑی جس کی ہمیں خبر نہ دی ہو جس نے ان باتوں کو یاد رکھا اس نے یاد رکھا اور جو بھول گیا سو وہ بھول گیا۔

﴿آپ ﷺ کو قیامت تک کے تمام فتنوں کا علم ہے﴾

ایک حدیث پاک میں ہے:

وَاللّٰهِ لَا اَدْرِیْ اَنَسِیَ اَصْحَابِیْ اَمْ تَنَاسَوْا وَاللّٰهِ مَاتَرَكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مِنْ قَائِدِ فِتْنَةٍ اِلٰی اَنْ تَنْقَضِیَ الدُّنْیَا یَبْلُغُ مَنْ مَعَهٗ ثَلٰثُ مِائَةٍ فَصَاعِدًا اِلَّا قَدْ سَمَّاهُ لَنَا بِاسْمِهٖ وَاسْمِ اَبِیْهِ وَاسْمِ قَبِیْلَتِهٖ ۔

ترجمہ: (حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے) کہ اللہ کی قسم میں نہیں کہہ سکتا کہ میرے ساتھی بھول گئے ہیں یا بھولنے کو ظاہر کرتے ہیں خدا کی قسم دُنیا کے ختم ہونے تک جتنے بھی فتنے پیدا ہوں گے جن کے ساتھیوں کی تعداد تین سو سے زائد ہے ان کے نام اُن کے باپ کے نام اور ان کے خاندان کے نام سب کچھ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں بتائے۔

سبحان اللہ، معلوم ہوا کہ حضور نبی کریم ﷺ تمام فتنہ پردازوں کے مع والدین کے نام حتیٰ کہ خاندان کے نام تک کو جانتے ہیں۔

﴿امام مہدی علیہ السلام اور علم مصطفیٰ ﷺ﴾

حضرت امام مہدی رضی اللہ عنہ کی خبر دیتے ہوئے رسول اللہ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:

فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَلْمَهْدِیُّ مِنِّیْ اَجْلَی الْجَبْهَةِ اَقْنَی الْاَنْفِ یَمْلَاُ الْاَرْضَ قِسْطًا وَعَدْلًا کَمَا مُلِئَتْ ظُلْمًا وَجَوْرًا یَمْلِكُ سَبْعَ سِنِیْنَ ۔

(ابوداؤد شریف ج ۲ ص ۲۴۰، مشکوٰۃ شریف ۴۷۰)

ترجمہ: حضرت امام مہدی رضی اللہ عنہ مجھ سے کشادہ پیشانی اور بلند ناک والے ہوں گے زمین کو عدل و انصاف سے بھر دیں گے جس طرح وہ ظلم و جور سے بھر چکی ہوگی اور سات سال تک

حکومت کریں گے۔

﴿قبر کے اندرونی احوال اور علمِ مصطفیٰ ﷺ﴾

قبر کے حالات بیان فرماتے ہوئے غیب دان رسول ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:

خَرَجَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَقَدْ غَرَبَتِ الشَّمْسُ فَسَمِعَ صَوْتًا قَالَ یَھُوْدُ تُعَذَّبُ فِیْ قُبُوْرِھَا ۔

ترجمہ: (حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں) کہ حضور نبی کریم ﷺ غروب آفتاب کے وقت کہیں باہر تشریف لے گئے تو آپ ﷺ نے ایک آواز سنی اور فرمایا کہ یہودیوں کو ان کی قبور میں عذاب ہو رہا ہے۔

﴿فتح خیبر اور علمِ مصطفیٰ ﷺ﴾

لَاُعْطِیَنَّ ھٰذِہِ الرَّایَۃَ غَدًا رَجُلًا یَفْتَحُ اللّٰہُ عَلٰی یَدَیْہِ ۔ (بخاری ج ۲ ص ۶۰۵)

جنگِ خیبر میں جب خیبر کا قلعہ فتح نہیں ہو رہا تھا تو سرکارِ دوعالم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

ترجمہ: کل کے دن میں یہ جھنڈا ایسے شخص کو عطا کروں گا جس کے ہاتھ پر اللہ تعالیٰ فتح عطا فرمائے گا۔

اس کے بعد حضور نبی کریم ﷺ نے وہ جھنڈا حضرت علی رضی اللہ عنہ کو عطا فرمایا اور خیبر کا قلعہ فتح ہو گیا۔ جس سے ثابت ہوا کہ آپ ﷺ کو علم تھا کہ کل حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ سے فتح ہو گی جس کی حضور ﷺ نے پہلے ہی خبر دے دی۔

﴿تیرے پیٹ سے خلفاء کا باپ پیدا ہو گا﴾

ایک اور حدیث میں ہے:

مَرَرْتُ بِالنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنَّکَ حَامِلٌ بِغُلَامٍ فَاِذَا وَلَدَتْہُ فَاْتِیْنِیْ بِہٖ قَالَتْ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اِنّٰی لِیْ ذٰلِکَ وَقَدْ تَحَالَفَتْ قُرَیْشٌ اَنْ لَّا یَاْتُو النِّسَآءَ قَالَ ھُوَ اَمَا خَبَّرْتُکِ قَالَتْ فَلَمَّا وَلَدَتْہُ اَتَیْتُہٗ فَاَذَّنَ فِیْ اُذُنِہِ الْیُمْنٰی وَاَقَامَ فِی الْیُسْرٰی وَاَلْھَاہُ مِنْ رِیْقِہٖ وَسَمَّاہُ عَبْدُاللّٰہِ وَقَالَ اِذْھَبِیْ بِاَبِی الْخُلَفَآءِ فَاَخْبَرَتِ الْعَبَّاسَ فَاَتَاہُ فَذَکَرَہٗ فَقَالَ ھُوَ مَا اَخْبَرْتُھَا ھٰذَا اَبُو الْخُلَفَاءِ حَتّٰی یَکُوْنَ مِنْھُمُ السَّفَّاحُ حَتّٰی یَکُوْنَ مِنْھُمُ الْمَھْدِیُّ ۔

(دلائل النبوۃ، الدولۃ المکیۃ ۱۵۳)

ترجمہ: (حضرت اُم الفضل، حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی زوجہ محترمہ ارشاد فرماتی ہیں) میں نبی کریم ﷺ کے پاس سے گزری تو آپ ﷺ نے فرمایا بے شک تو حاملہ ہے اور وہ لڑکا ہے جب یہ بچہ پیدا ہو تو تم اسے میرے پاس لے کر آنا۔ آپ (حضرت اُم الفضل) نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ مجھے حمل کیسے ہوگا کیونکہ قریش کے مردوں نے تو قسمیں کھا رکھی ہیں کہ وہ عورت کے قریب ہی نہیں آئیں گے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا حقیقت وہی ہے جو میں نے تمہیں فرمائی ہے (ام الفضل فرماتی ہیں) جب بچہ پیدا ہوا تو میں اس کو آپ ﷺ کی بارگاہ میں لے آئی تو آپ ﷺ نے بچہ کے سیدھے کان میں اذان پڑھی اور الٹے کان میں اقامت ارشاد فرمائی اور اپنا لعاب مبارک بچے کے منہ میں ڈالا اور اس کا نام عبداللہ رکھا اور مجھے فرمایا جاؤ خلفاء کے باپ کو لے جاؤ میں (ام الفضل) نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے یہ واقعہ بیان کیا تو حضرت عباس، حضور نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور اس واقعہ کا ذکر کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا یہ حقیقت ہے کہ یہ بچہ خلفاء کا باپ ہے حتیٰ کہ ان سے سفاح ہوگا اور انہی سے مہدی ہوگا۔

تشریح: اس ترقی یافتہ دور میں آلات کے ذریعے عورت کے پیٹ میں حمل کے بارے میں معلوم ہو جاتا ہے کہ بچہ ہے یا بچی لیکن اتنی ترقی ہونے کے باوجود یہ کوئی بھی نہیں بتا سکتا کہ یہ بچہ خوش بخت ہوگا یا بد بخت، غلام ہوگا یا بادشاہ، لیکن قربان جائیں حضور نبی کریم ﷺ کے علمِ غیب پر کہ بغیر آلے کے پیٹ کے اندر موجود بچے کے بارے میں بھی آگاہ فرمایا اور ساتھ یہ بھی بتا دیا کہ یہ خلفاء یعنی بادشاہوں کا باپ ہے اور خوش بخت ہے۔

﴿آپ ﷺ نے حضرت زید رضی اللہ عنہ، حضرت جعفر رضی اللہ عنہ، حضرت ابن رواحہ رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر دی﴾

نَعَی النَّبِیُّ عَلَیْهِ السَّلَامُ زَیْدًا وَجَعْفَرَ وَابْنَ رَوَاحَةَ لِلنَّاسِ قَبْلَ اَنْ یَّاْتِیَهُمْ خَبْرَهُمْ فَقَالَ اَخَذَ الرَّایَةَ زَیْدٌ فَاُصِیْبَ اِلٰی حَتّٰی اَخَذَ الرَّایَةَ سَیْفٌ مِّنْ سُیُوْفِ اللّٰهِ یَعْنِیْ خَالِدَ بْنَ الْوَلِیْدَ حَتّٰی فَتَحَ اللّٰهُ عَلَیْهِم ۔ (بخاری ج ۲ ص ۶۱۱)

ترجمہ: حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت زید رضی اللہ عنہ، حضرت جعفر رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن رواحہ رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر آنے سے پہلے ہی ان کے شہید ہونے کی خبر دے دی۔

آپ ﷺ نے فرمایا حضرت زید رضی اللہ عنہ نے جھنڈا پکڑا اور وہ شہید ہو گئے پھر حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے جھنڈا اٹھایا وہ بھی شہید ہو گئے پھر حضرت ابن رواحہ رضی اللہ عنہ نے جھنڈا سنبھالا وہ بھی شہید کر دیے گئے اس واقعہ کے

دوران آپ ﷺ کی آنکھوں سے آنسو بھی جاری تھے۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا اب جھنڈا اُس کے پاس ہے جو اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار ہے یعنی حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ، حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں فتح عطا فرمائی۔

تشریح: سینکڑوں میل دُور بیٹھ کر جنگ موتہ کے حالات کی خبر دینا یہاں تک کہ ایک ایک سالار کے جھنڈا اُٹھانے اور اُس کے شہید ہونے کی اطلاع دینا غیب نہیں تو اور کیا ہے؟

﴿غائب الغیوب اللہ تعالیٰ کا دیدارِ پاک﴾

اللہ تعالیٰ کی ذات پاک غائب الغیوب ہے لیکن ہمارے حضور دانائے غیوب ﷺ نے اپنے ربّ کا بھی دیدار کیا ہے جیسا کہ حدیث میں ہے:

رَاَیْتُ رَبِّیْ عَزَّوَجَلَّ فِیْ اَحْسَنِ صُوْرَۃٍ قَالَ فِیْمَا یَخْتَصِمُ الْمَلَاُ الْاَعْلٰی قُلْتُ اَنْتَ اَعْلَمُ قَالَ فَوَضَعَ کَفَّیْہِ بَیْنَ کَتِفَیْ فَوَجَدْتُ بَرْدَھَابَیْنَ ثَدْیَیْ فَعَلِمْتُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۔ (مشکوٰۃ شریف ص ۵۴۸۔ دارمی)

ترجمہ: (حضور نبی کریم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں) میں نے اپنے ربّ تعالیٰ کو احسن صورت میں دیکھا (جیسا کہ اس کی شان کے لائق ہے) میرے ربّ نے فرمایا ملا اعلیٰ کے فرشتے کسی معاملے میں جھگڑ رہے ہیں؟ میں نے عرض کی اے میرے ربّ تو بہتر جانتا ہے تو اللہ تعالیٰ نے اپنا دست قدرت میرے کندھوں کے درمیان میں رکھا تو مجھے اس کی ٹھنڈک سینے میں محسوس ہوئی جس کی وجہ سے میں نے زمین اور آسمان کی چیزوں کو جان لیا۔

اس حدیثِ پاک سے پتہ چلا کہ جب حضور نبی کریم ﷺ نے اپنے ربّ کو اپنے سر کی آنکھوں سے دیکھ لیا تو اس کے بعد اور کون سا غیب باقی رہ جاتا ہے؟

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اور کوئی غیب کیا تم سے نہاں ہو بھلا
جب نہ خدا ہی چھپا تم پر کروڑوں درود

﴿آپ ﷺ کو ہر شخص کے جنتی و جہنمی ہونے کا علم ہے﴾

ایک اور حدیث میں ہے:

قَامَ عَلَی الْمِنْبَرِ فَذَکَرَ السَّاعَۃَ وَذَکَرَاَنَّ بَیْنَ یَدَیْھَا اُمُوْرًاعِظَامًاثُمَّ قَالَ مَامِنْ رَجُلٍ اَحَبَّ اَنْ یَّسْاَلَ عَنْ شَیْءٍ فَلْیَسْئَلْ عَنْہُ فَوَاللّٰہِ لَا تَسْئَلُوْنِیْ عَنْ شَیْ ءٍ اِلَّااَخْبَرْتُکُمْ بِہٖ

مَـادُمْـتُ فِـیْ مَـقَـامِـیْ هٰـذَا فَقَالَ رَجُلٌ فَقَالَ اَیْنَ مَدْخَلِیْ قَالَ النَّارُ فَقَامَ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ حُذَافَةَ فَقَالَ مَنْ اَبِیْ قَالَ اَبُوْكَ حُذَافَةُ ثُمَّ كَثِیْرًانِ یَقُوْلَ سَلُوْنِیْ سَلُوْنِیْ ۔

(بخاری شریف ۔ کتاب الاعتصام)

ترجمہ: حضور نبی کریم ﷺ منبر اقدس پر کھڑے ہوئے اور قیامت کا ذکر فرمایا کہ اس قیامت سے قبل عظیم واقعات رونما ہوں گے پھر آپ ﷺ نے فرمایا جو شخص مجھ سے جو بات پوچھنا چاہے پوچھ سکتا ہے اللہ کی قسم جب تک میں اس منبر پر جلوہ گر ہوں تم ہم سے کچھ نہ پوچھو مگر ہم تمہیں اس کی خبر دے دیں گے۔ (یعنی جو کچھ پوچھو گے ہم اس کی خبر دیں گے) ایک شخص کھڑا ہوا اور عرض کی کہ میرا ٹھکانہ کہاں ہے؟ آپ نے فرمایا آگ میں (یعنی جہنم میں)۔ پھر عبداللہ بن حزافہ کھڑے ہوئے اور عرض کی میرا باپ کون ہے؟ آپ نے فرمایا تیرا باپ حزافہ ہے۔ پھر آپ ﷺ بار بار ارشاد فرماتے رہے کہ مجھ سے پوچھو مجھ سے پوچھو۔

﴿علمِ غیب میں طعن کرنا منافقوں کا طریقہ ہے﴾

قَـالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عُرِضَتْ عَلَیَّ اُمَّتِیْ فِیْ صُوَرِهَا فِی الطِّیْنِ كَمَا عُـرِضَـتْ عَـلٰی آدَمَ وَ اُعْـلِـمْـتُ مَـنْ یُّؤْمِنُ بِیْ وَمَنْ یَّكْفُرُ بِیْ فَبَلَغَ ذٰلِكَ الْمُنَافِقِیْنَ قَالُوْا اِسْتِهْزَاءً دَعَا مُحَمَّدٌ اَنَّهٗ یَعْلَمُ مَنْ یُّؤْمِنُ بِیْ وَمَنْ یَّكْفُرُ مِنْ بَعْدُ وَنَحْنُ مَعَهٗ وَمِیْرَفُنَا فَبَـلَـغَ ذٰلِكَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَامَ عَلَى الْمِنْبَرِ فَحَمِدَاللّٰهَ وَاَثْنٰى عَلَیْهِ ثُـمَّ قَـالَ مَابَالُ اَقْوَامٍ طَعَنُوْافِیْ عِلْمِیْ لَا تَسْئَلُوْنِیْ عَنْ شَیْءٍ فِیْمَا بَیْنَكُمْ وَبَیْنَ السَّاعَةِ اِلَّا اَنْبَاْتُكُمْ بِهٖ ۔

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ہم پر ہماری اُمت پیش کی گئی اپنی اپنی صورتوں میں مٹی میں جس طرح حضرت آدم علیہ السلام پر پیش کی گئی اور ہمیں بتا دیا گیا کہ کون ہم پر ایمان لائے گا اور کون ہمارا انکار کرے گا یہ بات جب منافقوں تک پہنچی تو وہ بطور استھزاء کہنے لگے کہ محمد ﷺ سمجھتے ہیں کہ انہیں ایمان داروں اور کافروں کی خبر ہے ہم تو ان کے ساتھ ہیں لیکن ہمیں نہیں جانتے جب یہ بات حضور نبی کریم ﷺ تک پہنچی تو آپ منبر پر تشریف لائے اور اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کے بعد فرمایا کہ ان قوموں کا کیا حال ہوگا جو ہمارے علم میں طعن کرتے ہیں اس وقت سے لے کر قیامت تک کی جس چیز کے بارے میں سوال کرو ہم تمہیں ان کی خبر دیں گے۔

ثابت ہوا کہ حضور نبی کریم ﷺ کے علمِ غیب میں شک کرنا یا طعنہ زنی کرنا اور آپ ﷺ کے علمِ غیب

کی نفی کے لئے طرح طرح کی تاویلیں کرنا منافقوں کا شعار ہے۔ کیونکہ منافق سمجھتے تھے کہ حضور ﷺ سمجھتے ہیں کہ ہم مسلمان ہیں حالانکہ ہم نے تو دل سے کلمہ پڑھا ہی نہیں۔ تو حضور ﷺ کو ان کی بات سے تکلیف ہوئی اور آپ ﷺ نے کھڑے ہو کر فرمایا کہ مجھ سے جو پوچھنا ہے قیامت تک کی ہر بات بتا دوں گا۔ لہٰذا علمِ غیب میں شک کرنے اور طعنہ زنی کرنے والوں کو اس حدیث سے عبرت حاصل کرنی چاہیے۔

بزرگانِ دین کے نظریات

﴿علامہ اسماعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ کا نظریہ﴾

وَمَعْنَى شَهَادَةِ الرَّسُوْلِ عَلَيْهِمْ اِطِّلَاعُهٗ رُتْبَةَ مُتَدَيِّنٍ بِدِيْنِهٖ فَهُوَ يَعْرِفُ ذُنُوْبَهُمْ وَحَقِيْقَةَ اِيْمَانِهِمْ وَاَعْمَالِهِمْ وَحَسَنَاتِهِمْ وَاِخْلَاصِهِمْ وَنِفَاقِهِمْ وَغَيْرِ ذَالِكَ بِنُوْرِ الْحَقِّ۔

(تفسیر روح البیان)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ کی مسلمانوں پر گواہی دینے کا مطلب یہ ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ ہر دیندار شخص کے دینی مرتبہ کو جانتے ہیں پس آپ ﷺ مسلمانوں کے گناہوں، ان کے ایمان کی حقیقتوں اور ان کے اچھے اور برے اعمال کو اور ان کے اخلاص و نفاق اور اس کے علاوہ باتوں کو نورِ حق کے ذریعے جانتے ہیں۔

﴿صاحب تفسیر نیشاپوری رحمۃ اللہ علیہ کے نظریات﴾

يَعْلَمُ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَابَيْنَ اَيْدِيْهِمْ مِنَ الْاُمُوْرِ الْاَوَّلِيَّاتِ قَبْلَ الْخَلَائِقِ وَمَاخَلْفَهُمْ مِنْ اَحْوَالِ الْقِيَامَةِ وَفَزْعِ الْخَلْقِ وَغَضَبِ الرَّبِّ۔ (تفسیر نیشاپوری)

ترجمہ: محمد عربی ﷺ مخلوق کے پہلے کے معاملات اور اس کے بعد کے احوال کو جانتے ہیں اور قیامت کے احوال مخلوق کی گھبراہٹ اور اللہ تعالیٰ کا غضب سب جانتے ہیں۔

﴿علامہ خازن رحمۃ اللہ علیہ کا نظریہ﴾

يَعْنِيْ اَنْ يَّطْلِعَهُمْ عَلَيْهِ مِنْ عِلْمِ غَيْبِهٖ دَلِيْلًا عَلٰى نُبُوَّتِهِمْ فَلَا يُظْهِرُ عَلَى الْغَيْبِ۔

(تفسیر خازن)

ترجمہ: یعنی اللہ تعالیٰ انہیں علمِ غیب پر مطلع فرما دیتا ہے اور وہ انبیاء کرام و رسل علیہم السلام ہیں تاکہ اُن انبیاء و رسل کے علمِ غیب پر مطلع ہونا نبوت کی دلیل بن جائے۔

﴿صاحب تفسیر بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ کا نظریہ﴾

وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِىْ لِرِسَالَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ فَيُوْحِى اللّٰهُ وَيُخْبِرُهٗ بِبَعْضِ الْغَيْبَاتِ اَوْ نَصِيْبٍ لَّهٗ مَايَدُلُّ عَلَيْهِ ۔ (تفسیر بیضاوی)

ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ اپنی رسالت کے لئے جسے چاہتا ہے چن لیتا ہے پس اللہ تعالیٰ وحی فرماتا ہے اور بعض غیوب کی خبر دیتا ہے یا ان کے لئے ایسے دلائل پیدا فرما دیتا ہے جو غیب پر ان کی رہبری کرتے ہیں۔

﴿صاحب تفسیر جمل رحمۃ اللہ علیہ کا نظریہ﴾

وَالْمَعْنٰى وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِىْ اَىْ يَصْطَفِىْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَآءُ فَيُطْلِعُهٗ عَلَى الْغَيْبِ ۔
(تفسیر جمل)

ترجمہ: اور معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے برگزیدہ بندوں میں سے ان کو منتخب فرماتا ہے جو اس کے رسول ہیں پھر ان کو غیب پر مطلع فرماتا ہے۔

﴿صاحب تفسیر کبیر رحمۃ اللہ علیہ کا نظریہ﴾

فَاَمَّا مَعْرِفَةُ ذَالِكَ عَلٰى سَبِيْلِ الْاِعْلَامِ مِنَ الْغَيْبِ فَهُوَ مِنْ خَوَّاصِ الْاَنْبِيَآءِ ۔
(تفسیر کبیر)

ترجمہ: بہر حال غیب پر مطلع ہونا انبیاء کرام علیہم السلام کی خصوصیت ہے۔

ایک اور جگہ لکھتے ہیں:

اَلْمَعْنٰى لٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِىْ اَنْ يَّصْطَفٰى مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَآءُ فَيُطْلِعُهٗ عَلَى الْغَيْبِ (تفسیر کبیر)

ترجمہ: مطلب یہ کہ اللہ تعالیٰ اپنے رسل علیہم السلام میں سے جسے چاہتا ہے چن لیتا ہے پس انہیں غیب پر مطلع فرما دیتا ہے۔

﴿امام قسطلانی کا نظریہ﴾

وَلَا شَكَّ اِنَّ اللّٰهَ اَطْلَعَهٗ اَزْيَدُ مِنْ ذٰلِكَ وَاَلْقٰى عَلَيْهِ عِلْمَ الْاَوَّلِيْنَ وَالْاٰخِرِيْنَ ۔

ترجمہ: کوئی شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سے بھی زیادہ پر مطلع فرمایا ہے (جو حدیث میں مذکور ہوا) اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام اوّلین و آخرین کا علم عطا فرمایا ہے۔

﴿امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کا نظریہ﴾

اِنَّ لَهٗ صِفَةً بِهَا يُدْرِكُ مَا يَكُوْنُ فِى الْغَيْبِ اَمَّا فِى الْيَقْظَةِ اَوْ فِى الْمَنَامِ اِذْبِهَا يَطَّلِعُ اللَّوْحَ الْمَحْفُوْظَ فَيَرٰى مَافِيْهِ مِنَ الْغَيْبِ ۔

ترجمہ: بے شک حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ایک ایسی صفت ہے کہ جس کے سبب آپ آئندہ غیب کی باتیں جان لیتے ہیں چاہے بیداری کی حالت میں یا خواب کی حالت میں کیونکہ اسی صفت کے سبب وہ لوح محفوظ پر مطلع ہیں اور اسی میں غیب کی تمام باتیں ملاحظہ فرما لیتے ہیں۔

﴿قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ کا نظریہ﴾

اِنَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ الْخَلَائِقُ لَدُنْ اٰدَمَ اِلٰى قِيَامِ السَّاعَةِ فَعَرَفَهُمْ كُلَّهُمْ كَمَا عَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا ۔

ترجمہ: بے شک حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر قیامت تک کی تمام مخلوق پیش کی گئی پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب کو پہچان لیا جس طرح حضرت آدم علیہ السلام کو تمام نام سکھائے گئے۔

مزید لکھتے ہیں:

خَصَّ اللّٰهُ تَعَالٰى بِهٖ عَلَيْهِ السَّلَامُ بِالْاِ طّلَاعِ عَلٰى جَمِيْعِ مَصَالِحِ الدُّنْيَا وَالدِّيْنِ مَصَالِحُ اُمَّتِهٖ وَكَانَ فِى الْاُمَمِ وَمَا سَيَكُوْنُ فِىْ اُمَّتِهٖ مِنَ الْقَبْرِ وَ الْقِطْمِيْرِ وَعَلٰى جَمِيْعِ فُنُوْنِ الْمَعَارِفِ كَاَ حْوَالِ الْقَلْبِ وَالْفَرَائِضِ وَالْعِبَادَةِ وَالْحِسَابِ ۔ (شفاء شریف)

ترجمہ: اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مخصوص فرمایا کہ تمام دینی اور دنیاوی مصلحتوں پر مطلع کیا اور اپنی اُمت کی مصلحتوں اور سابقہ امتوں کے حالات اور اپنی اُمت کے آئندہ واقعات پر مطلع کیا اور معرفت کے تمام فنون پر مطلع فرمایا مثلاً قلبی احوال، فرائض، عبادت اور حساب کا علم وغیرہ۔

﴿امام ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کا نظریہ﴾

لِاَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى اِطَّلَعَهٗ عَلَى الْعَالَمِ فَعَلِمَ الْاَوَّلِيْنَ وَالْاٰخِرِيْنَ وَمَا كَانَ وَمَا يَكُوْنُ ۔

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام عالم پر مطلع فرمایا پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اوّلین وآخرین اور جو کچھ اس میں ہو چکا اور جو ہوگا اسے جان لیا ہے۔

﴿امام بوصیری رحمۃ اللہ علیہ کا نظریہ﴾

وَسَعَ الْعَالَمِیْنَ عِلْمًا وَّحِلْمًا
فَهُوَ بَحْرٌ لَّمْ تَعِیَهَا الْاَعْیَآءُ

(قصیدہ بردہ شریف)

ترجمہ: حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے علم وحلم کے سبب عالمین کو گھیر لیا۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایسے سمندر ہیں کہ جسے گھیرنے والے احاطہ نہ کر سکے۔

﴿عبدالعلی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ کا نظریہ﴾

عَلَّمَهُ هُوَ مَا احْتَوٰی عَلَیْهِ الْعِلْمُ الْاَعْلٰی وَمَا اسْتَطَاعَ عَلٰی اِحَاطَتِهَا اللَّوْحُ وَلَا یَلِدُ الدَّهْرُ مِثْلَهٗ مِنَ الْاَزَلِ وَلَمْ یُوْلَدْ اِلَی الْاَبَدِ فَلَیْسَ لَهٗ مَنْ فِی السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضِ كُفُوًا اَحَدٌ ۔ (خطبہ حواشی میر زاہد)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسے علم سکھائے جن پر علوم اعلیٰ بھی مشتمل نہیں اور لوح محفوظ اس کا احاطہ بھی نہیں کر سکتا۔ نہ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح زمانے نے ازل سے کسی کو پیدا کیا اور نہ ہی ابد تک کوئی پیدا ہوگا اور ارض وسماوات میں کوئی بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہمسر نہیں۔

﴿علامہ عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ کا نظریہ﴾

لَهٗ صِفَةٌ بِهَا یُدْرِكُ مَا سَیَكُوْنُ فِی الْغَیْبِ وَیَطَّلِعُ بِهَا مَا فِی اللَّوْحِ الْمَحْفُوْظِ ۔

(فتح الباری ج ۱۶ ص ۲۱)

ترجمہ: حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک صفت یہ ہے کہ وہ آئندہ کی غیبی باتیں جان لیتے ہیں اور لوح محفوظ کی تمام باتوں پر مطلع ہو جاتے ہیں۔

﴿علامہ زُرقانی رحمۃ اللہ علیہ کا نظریہ﴾

قَدْ تَوَارَتِ الْاَخْبَارُ وَ اتَّفَقَتْ مَعَانِیْهَا عَلٰی اِطْلَاعِهٖ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَلَی الْغَیْبِ ۔ (زُرقانی علی المواجب ج ۔ ص ۱۹۸)

ترجمہ: تحقیق احادیث متواترہ اور ان احادیث کے معانی اس پر متفق ہیں کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم غیب پر مطلع ہیں۔

﴿ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کا نظریہ﴾

قَالَ ابْنُ حَجَرٍ اَیْ جَمِیْعُ الْکَائِنَاتِ الَّتِیْ فِی السَّمٰوٰتِ بَلْ وَمَا فَوْقَهَا وَالْاَرْضِ هِیَ بِمَعْنَی الْجِنْسِ اَیْ جَمِیْعُ مَا فِی الْاَرْضِیْنَ السَّبْعِ بَلْ وَمَا تَحْتَهَا .

(مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ج ۱ص ۴۶۳)

ترجمہ: علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کائنات کی تمام چیزیں جو آسمان میں ہیں بلکہ اس کے بھی اُوپر کی چیزوں کو جان لیا ہے اور زمین جو جنس زمین کے معنی میں ہے یعنی ساتوں زمینوں کی تمام چیزیں بلکہ اس سے بھی نیچے سب جان لی ہیں۔

مزید لکھتے ہیں:

عَلَّمَهٗ عَلَیْهِ السَّلَامُ مُحِیْطٌ بِالْکُلِّیَّاتِ وَالْجُزْئِیَّاتِ مِنَ الْکَائِنَاتِ وَغَیْرِهَا .

(مرقاۃ شرح مشکوٰۃ جلد ۵ص ۱۶۲)

ترجمہ: حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا علم کائنات اور اس کے علاوہ کی تمام کلیات اور جزئیات کو گھیرے ہوئے ہیں۔

﴿عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا نظریہ﴾

ایں عبادت است از حصول تمام علوم جزوی و کلی و احاطه آں ۔

(اشعۃ اللمعات ج ۱ص ۳۳۳)

ترجمہ: حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قول کا معنی یہ ہے کہ آپ کو تمام جزوی اور کلی علوم حاصل ہوئے ہیں اور آپ نے ان تمام کا احاطہ فرمالیا ہے۔

ایک اور جگہ فرماتے ہیں:

ازمان آدم تانضخه اولی بروئے علیه السلام منکشف ساختند تاهمه احوال اور الزاول و آخر معلوم گرد دو یاران خودرانیز ازبعضے احوال خبر دا۔

(مدارج النبوۃ ج ۱ص ۱۴۴)

ترجمہ: زمانہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر صور پھونکنے تک سب حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ظاہر فرما دیا گیا تا کہ اوّل سے آخر تک کے تمام احوال آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہو جائیں اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض احوال کی خبر اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بھی دی ہے۔

﴿شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا نظریہ﴾

رسول صلی اللہ علیہ وسلم مطلع ست به نور نبوت بردین هر متدین بدین خود که درکدام درزیه ازیں دین من رسیده؟ وحقیقت ایمان و چیست؟ وحجابے که بداں از ترقی محبوب مائده است کدام است؟۔ (تفسیر عزیزی ج ا ص ۶۳۶)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے نور نبوت سے ہر دین دار کے دین کو جانتے ہیں کہ وہ دین کے کون سے درجے میں ہے اور اس کے ایمان کی حقیقت کیا ہے اور کون سا حجاب اس کے ترقی دین میں رکاوٹ ہے۔

﴿صاحب تفسیر حسینی کا نظریہ﴾

آں علم ماکان ومایکون هست که ح سبحانه در شب اسرابداں حضرت عطا فرمود جانچه در حدیث معراج هست که من درزیر عرش بودم قطره در حلق من ریختنده فعلمت ماکان ومایکون۔

ترجمہ: ما کان اور ما یکون کا علم اللہ تعالیٰ نے معراج کی رات حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمایا چنانچہ حدیث معراج میں ہے کہ ہم (حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم) عرش کے نیچے تھے تو ایک قطرہ ہمارے حلق میں ڈالا گیا پس ہم نے تمام سابقہ اور بعد کے حالات و واقعات جان لئے۔

﴿شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا نظریہ﴾

فارحتی الا یه بتمام علوم و معارف و حقائق و بشارت و اشارات اخبار و آثاروکرامات و کمالات دراحیطه ایں ابهام داخل است وهمه راشامل و کثرت و عظمت اوست که مبهم آور دوبیان نه کرد اشارات بانکه جز علم علام القیوب ورسول محبوبه آں محیط نتو اندشد۔ (مدارج النبوت)

ترجمہ: معراج کی رات اللہ تعالیٰ نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جو تمام علوم اور معارف و حقائق و بشارتیں اور اشارے اور اخبار و آ ثار اور کرامات و کمالات وحی فرمائے وہ اس ابہام (جو آیت میں ہے) میں داخل ہیں اور تمام کو شامل ہیں ان کی کثرت اور عظمت کی وجہ سے انہیں ابہام کے طور پر ذکر فرمایا اس کی وضاحت نہیں کی۔ حقیقت میں یہ اس طرف اشارہ ہے کہ ان تمام علوم کا علم علام الغیوب اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بغیر کوئی احاطہ نہیں کر سکتا۔

اکابرین دیوبند کے نظریات

﴿حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کا نظریہ﴾

لوگ کہتے ہیں کہ علمِ غیب انبیاء و اولیاء کو نہیں ہوتا میں کہتا ہوں اہل حق جس طرف نظر کرتے ہیں دریافت وادراک غیبیات کا (غیب اشیاء کا جاننا) ان کو ہوتا ہے۔ (شائم امدادیہ ص ۱۱۰۔امداد المشتاق ص ۷۶)

﴿شبیر احمد عثمانی کا نظریہ﴾

پیغمبر ہر قسم کے غیوب کی خبر دیتا ہے ماضی سے متعلق ہوں یا مستقبل سے یا اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات سے یا احکام شریعہ سے یا مذہب کی حقیقت و بطلان سے یا جنت و دوزخ کے احوال سے یا واقعات بعد الموت سے اور چیزوں کے بتلانے میں ذرا بخل نہیں کرتا۔ (حاشیہ قرآن ص ۵۹)

﴿قاسم نانوتوی کا نظریہ﴾

علوم اوّلین اور ہیں اور علوم آخرین اور لیکن وہ سب علوم رسول اللہ ﷺ میں مجتمع ہیں۔ (تحزیر الناس ص ۶)

فیوض قاسمیہ میں لکھتے ہیں:

خداوند کریم نے اپنے سب کمالوں سے حصہ کامل آپ ﷺ کو عنایت فرمایا تھا۔ من جملہ کمالات علم جو اوّل درجہ کا کمال ہے اپنے ہی علم میں سے آپ ﷺ کو مرحمت کیا۔ (فیض قاسمیہ ص ۴۲)

﴿اشرف علی تھانوی کا نظریہ﴾

علمِ غیب جو بلاواسطہ ہو تو خاص ہے حق تعالیٰ کے ساتھ اور جو بواسطہ ہے وہ مخلوق کے لئے ہوسکتا۔

(بسط البنان ص ۲)

ایک اور جگہ لکھتے ہیں:

شریعت میں وارد ہوتا ہے کہ رسل علیہم السلام و اولیاء رحمۃ اللہ علیہم غیب اور آئندہ کی خبر دیا کرتے ہیں۔

(تکمیل الیقین ص ۱۳۵)

﴿قاری محمد طیب کا نظریہ﴾

خلاصہ یہ کہ جیسے علمِ غیب اللہ کی ذات کے ساتھ مخصوص ہے جس میں کوئی غیر اللہ شریک نہیں ایسے ہی

اللہ کی جانب سے غیب پر مطلع ہونا رسولوں کے ساتھ مخصوص ہے جس میں کوئی غیر رسول شریک نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہم نے رسول کو غیب پر مطلع کر دیا ہے۔ (علم غیب ص ۴۳۔۳۵۶)

﴿مرتضیٰ حسن در بھنگی کا نظریہ﴾

حفظ الایمان میں اس امر کو تسلیم کیا گیا ہے کہ سرکارِ دو عالم ﷺ کو غیب بعطائے الٰہی حاصل ہے۔

(توضیح البیان ص ۱۴)

خلاصہ کلام: دیوبندیوں کے پیشوا اور معتبر علماء کے حوالہ جات سے ثابت ہوا کہ حضور نبی کریم ﷺ کو علم غیب ہے اور بعطائے الٰہی آپ کو جنت و دوزخ، قیامت، قبر و حشر اور دنیاوی حالات کا علم عطا کیا گیا ہے اور الحمد للہ اہل سنت والجماعت کا بھی یہی عقیدہ ہے کہ حضور ﷺ کو اللہ تعالیٰ کی عطاء سے ہی علمِ غیب پر مطلع کیا گیا ہے اور آپ کا یہ علم نصوص قطعیہ سے ثابت ہے۔ لہٰذا اتنی وضاحت کر دینے کے بعد ہم اس موضوع پر منکرین علمِ غیب کو دعوت فکر دیتے ہیں کہ ہٹ دھرمی کی بجائے عقل و شعور کا مظاہرہ کریں اور اس موضوع پر ہمارے ساتھ ایک ہو جائیں۔

اعتراضات کے جوابات

علمِ غیب کے بارے میں بعض معترضین اس کا انکار کرتے ہیں اور مختلف قسم کے دلائل سے نفی علمِ غیب ثابت کرتے ہیں چنانچہ ان کے اعتراضات اور ہماری طرف سے ان کے جوابات دیئے جاتے ہیں۔

اعتراض: وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ لَا سْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ وَمَامَسَّنِيَ السُّوْءُ ۔

(پارہ ۹ سورہ اعراف آیت ۱۸۸)

ترجمہ: اور اگر میں غیب کی بات جان سکتا تو پھر بھلائیاں حاصل کر لیتا اور مجھے کبھی تکلیف نہ پہنچتی۔

اس آیت میں علمِ غیب کی نفی ہے اور ساتھ آپ ﷺ نے یہ بھی وضاحت فرما دی کہ اگر مجھے علمِ غیب ہوتا تو آنے والے نقصان کو جان لینے کے بعد میں اس سے محفوظ رہ سکتا لہٰذا ثابت ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کو علمِ غیب نہیں۔

ایک اور جگہ قرآن میں اللہ کا فرمان ہے:

لَا اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِيْ خَزَائِنُ اللّٰهِ وَلَا اَعْلَمُ الْغَيْبَ ۔ (پارہ ۱۲ سورہ ہود آیت ۳۱)

ترجمہ: اور میں تمہیں نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں اور نہ یہ کہ میں غیب دان ہوں۔

اس آیت کریمہ میں بھی رسول اللہ ﷺ علم غیب کی نفی فرما رہے ہیں کہ میں علمِ غیب کا دعویٰ نہیں کرتا پھر تم کیوں رسول اللہ ﷺ کے لئے علمِ غیب ثابت کرتے ہو۔

جواب: ان آیات کے مفسرین کرام نے کئی جوابات دیئے ہیں۔

(۱) پہلا یہ کہ اس آیت کریمہ میں علم غیب ذاتی کی نفی ہے کیونکہ علمِ غیب ذاتی فقط اللہ تعالیٰ کی صفت ہے اور علمِ غیب عطائی حضور نبی کریم ﷺ کو حاصل ہے جیسا کہ سابقہ آیاتِ مبارکہ اور احادیث کثیرہ سے ثابت ہے۔

(۲) دوسرا جواب یہ کہ یہاں تواضع وانکساری اور عاجزی کا مظاہرہ فرماتے ہوئے اپنے علمِ غیب کی نفی فرمائی ورنہ پچھلی آیات اور احادیث میں حضور علیہ السلام نے خود علم غریب کا دعویٰ فرمایا ہے پھر اس کا جواب کیا ہوگا؟ لہٰذا ماننا پڑے گا کہ یہ کلام تواضع وانکساری پر مبنی ہے۔

(۳) تیسرا جواب یہ ہے کہ کلِ علمِ غیب کی نفی مراد ہے یعنی اللہ تعالیٰ کے برابر یا اس سے بڑھ کر علمِ غیب کی نفی کی ہے لہٰذا یہ آیت مطلقاً علمِ غیب کی نفی نہیں کرتی۔

اعتراض: وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَاۤ اِلَّا هُوَ ۔ (پارہ ۷ سورہ انعام آیت ۵۹)

ترجمہ: اور اسی کے پاس غیب کی کنجیاں ہیں جنہیں اس کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

اس آیت سے بھی معلوم ہوا کہ غیب کا علم فقط اللہ تعالیٰ کے پاس ہے غیر اللہ کے لئے علمِ غیب ثابت کرنا شرک ہے۔

جواب: اس آیت کریمہ کا مطلب ہے کہ تمام معلومات الٰہیہ کا علم کسی کے پاس نہیں اور یہ ہمارا بھی عقیدہ ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ کا علمِ غیب اللہ تعالیٰ کے علم کے قطرہ برابر بھی نہیں۔ حضور ﷺ کا علمِ غیب دیگر مخلوقات سے زیادہ ہے لیکن تمام معلومات الٰہیہ کا علم آپ کو نہیں اور اللہ تعالیٰ کے عطا کئے بغیر کوئی شخص چاہے نبی ہو یا ولی ایک لفظ تک نہیں جان سکتا۔ لہٰذا اس آیت سے بھی رسول ﷺ کے مطلقاً علمِ غیب کی نفی مراد لینا درست نہیں۔

اعتراض: قرآن میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

قُلْ لَّا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ وَمَا يَشْعُرُوْنَ اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ ۔

(پارہ ۲۰ سورہ نمل آیت ۶۵)

ترجمہ: کہہ دے اللہ کے سوا آسمانوں اور زمین میں کوئی بھی غیب کی بات نہیں جانتا اور انہیں اس کی بھی خبر نہیں کہ کب اٹھائے جائیں گے۔

ایک اور جگہ قرآن پاک میں انبیائے کرام علیہم السلام خود اپنے علمِ غیب کی نفی کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

يَوْمَ يَجْمَعُ اللّٰهُ الرُّسُلَ فَيَقُوْلُ مَاذَا اُجِبْتُمْ قَالُوْا لاَ عِلْمَ لَنَا اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ۔

(پارہ ۷ سورہ مائدہ آیت ۱۰۹)

ترجمہ: جس دن اللہ تعالیٰ سب پیغمبروں کو جمع کرے گا پھر کہے گا تمہیں کیا جواب دیا گیا تھا وہ کہیں گے ہمیں کچھ خبر نہیں تو ہی چھپی باتوں کو جاننے والا ہے۔

اس آیت سے بھی ثابت ہوا کہ انبیائے کرام علیہم السلام کو علمِ غیب نہ تھا۔

جواب: یہاں علمِ غیب کی نفی سے مقصود اللہ تعالیٰ کی بارگاہِ اقدس میں عاجزی اور ادب کا مظاہرہ کرنا ہے یعنی اے مالک ومولا تیرے علم کے مقابلے میں ہمارا علم کچھ نہیں جیسے کوئی بزرگ کسی ماتحت سے سوال کرے تو ماتحت بطور عاجزی کہتا ہے کہ حضور آپ کے سامنے میری کیا حیثیت ہے یعنی میرا علم آپ کے علم کے سامنے کیا حیثیت رکھتا ہے۔ ورنہ پچھلی آیات واحادیث کا کیا جواب دو گے جس میں خود انبیائے کرام علیہم السلام نے علمِ غیب کا دعویٰ کیا اور اللہ تعالیٰ نے بھی ان کے علمِ غیب کی تصدیق فرمائی۔

اعتراض: وَمَا اَدْرِیْ مَا یُفْعَلُ بِیْ وَلاَ بِکُمْ ۔

ترجمہ: اور نہیں جانتا میں کہ کیا کیا جائے گا میرے ساتھ اور تمہارے ساتھ۔

اس آیت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اور دوسرے لوگوں کے ساتھ پیش آنے والے حالات کی نفی کر رہے ہیں جس سے ثابت ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو علمِ غیب نہیں۔

جواب: اس آیت کریمہ کا مطلب یہ ہے کہ میں اپنے قیاس اندازہ سے کچھ نہیں جانتا کہ میرے ساتھ اور تمہارے ساتھ کیا ہوگا یعنی میں جو بھی خبر دیتا ہوں وحی کے ذریعے دیتا ہوں اور یہ تو ہمارا بھی عقیدہ ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جو علم حاصل ہوا وہ اللہ تعالیٰ کے بتانے سے حاصل ہوا ورنہ سابقہ احادیثِ مبارکہ سے ثابت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ارشاد فرمایا کہ مجھ سے پوچھو میں تمہیں سب کچھ بتا دوں گا یہاں تک کہ جنتیوں اور جہنمیوں کی خبریں بھی دیں اور اپنی حیاتِ ظاہری میں کئی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو جنت کی بشارتیں ارشاد فرمائیں اور جہنمیوں کے نام بھی بتائے۔

اعتراض: لاَ تَعْلَمُهُمْ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ ۔ (پارہ ۱۱ سورہ توبہ آیت ۱۰۱)

تم انہیں نہیں جانتے ہم انہیں جانتے ہیں۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کی نفی فرما رہے ہیں۔

جواب: صاحب تفسیر جمل اس آیت کی تشریح میں لکھتے ہیں جسے مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ نے نقل فرمایا۔

فَاِنْ قُلْتَ کَیْفَ نُفِیَ عَنْهُ عِلْمٌ بِحَالِ الْمُنَافِقِیْنَ وَاَثْبَتَهُ فِیْ قَوْلِهٖ تَعَالٰی وَلَتَعْرِفَنَّهُمْ فِیْ

لَحْنِ الْقَوْلِ فَالْجَوَابُ اِنَّ آيَةَ النَّفْيِ نَزَلَتْ قَبْلَ آيَةِ الْاِثْبَاتِ ۔

ترجمہ: اگر تم کہو کہ حضور ﷺ کے منافقین کا حال جاننے کی نفی کیوں کی گئی حالانکہ آیت وَلَتَعْرِفَنَّهُمْ فِيْ لَحْنِ الْقَوْلِ میں اس کے جاننے کا ثبوت ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ (علم غیب کی) نفی کی آیت (علم غیب کے) ثبوت کی آیت سے پہلے اُتری ہے۔

اسی جمل میں زیر آیت وَلَتَعْرِفَنَّهُمْ فِيْ لَحْنِ الْقَوْلِ ہے فَكَانَ بَعْدَ ذَالِكَ لَا يَتَكَلَّمُ مُنَافِقٌ عِنْدَالنَّبِيِّ عَلَيْهِ السَّلَامُ اِلَّا عَرَفَهُ وَيَسْتَدِلُّ عَلٰى فَسَادِ بَاطِنِهٖ وَنِفَاقِهٖ ۔

ترجمہ: اس آیت وَلَتَعْرِفَنَّهُمْ فِيْ لَحْنِ الْقَوْلِ کے بعد کوئی بھی منافق حضور ﷺ کی حرفت میں کلام نہ کرتا تھا مگر حضور ﷺ ان کو پہچان لیتے تھے اور اس کے فساد باطن اور نفاق پر دلیل پکڑتے تھے۔ مطلب یہ ہوا کہ سوال میں مذکورہ بالا آیت میں منافقین کے حالات کے بارے میں علم رکھنے کی نفی کی گئی ہے لیکن بعد میں یہ آیت اُتری وَلَتَعْرِفَنَّهُمْ فِيْ لَحْنِ الْقَوْلِ اور اس میں منافقین کے احوال کو جاننے یعنی علم غیب کا ثبوت ہے نفی والی آیت پہلے اُتری اور اثبات والی آیت بعد میں لہٰذا پہلی نفی والی آیت منسوخ ہو گئی۔

اعتراض: رسول اللہ ﷺ نے عبداللہ بن ابی کی نماز جنازہ پڑھائی اور قمیض بھی عطا کی حالانکہ وہ منافق تھا اگر آپ کو اس کے منافقانہ پن کا علم ہوتا تو اس کی نماز جنازہ کیوں پڑھتے؟

جواب: ایک جنگ میں حضور نبی کریم ﷺ کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی قمیض پھٹ گئی تھی عبداللہ بن ابی کی قمیض کے علاوہ کسی کی قمیض ان کے ناپ کی نہ تھی تو عبداللہ بن ابی کی قمیض حضرت عباس کو پہنائی گئی جس کا بدلہ اتارنے کے لئے حضور ﷺ نے اسے اپنی قمیض عطا فرمائی۔ اور نماز جنازہ پڑھنے کی وجہ یہ تھی کہ عبداللہ بن ابی کا بیٹا جو کہ نیک مسلمان تھا حضور علیہ السلام اس کی دل جوئی اور اُس کی قوم کی تالیف قلب (یعنی کسی کا دل اپنی طرف مائل کرنے کے لئے کوئی ایسا فعل کرنا کہ سامنے والا اس کی راہ چلے) چاہتے تھے تاکہ عبداللہ بن ابی کی قوم حضور علیہ السلام کے اس فعل سے متاثر ہو کر مسلمان ہو جائے جس کا اظہار خود رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا اور آپ ﷺ کے اس فعل سے عبداللہ بن ابی کی قوم کے ایک ہزار لوگ ایمان بھی لے آئے۔

لہٰذا ثابت ہوا کہ حضور نبی کریم ﷺ عبداللہ بن ابی کے منافقانہ پن کے بارے میں جانتے تھے فقط مصلحت کی بناء پر نماز جنازہ پڑھائی۔

اعتراض: يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَيَّانَ مُرْسٰهَا فِيْمَ اَنْتَ مِنْ ذِكْرٰهَا اِلٰى رَبِّكَ مُنْتَهٰهَا ۔

(پارہ ۳۰ سورہ النزعت آیت ۴۴-۴۲)

ترجمہ: آپ ﷺ سے قیامت کی بات پوچھتے ہیں کہ اس کا قیام کب ہوگا؟ آپ کو اس کے ذکر

سے کیا واسطہ۔ اس کے علم کی انتہا آپ ﷺ کے ربّ ہی کی طرف ہے۔

ایک اور جگہ ہے:

يَسْئَلُوْنَكَ كَاَنَّكَ حَفِيٌّ عَنْهَا قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَاللّٰهِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۔

(پارہ ۹ سورہ اعراف آیت ۱۸۷)

ترجمہ: تجھ سے پوچھتے ہیں گویا کہ تو اس کی تلاش میں نکلا ہوا ہے کہ وہ اس کی خبر خاص اللہ ہی کے ہاں ہے لیکن اکثر لوگ نہیں سمجھتے۔

ایک اور آیت میں ہے:

يَسْـئَلُكَ النَّاسُ عَنِ السَّاعَةِ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَاللّٰهِ وَمَا يُدْرِيْكَ لَعَلَّ السَّاعَةَ تَكُوْنُ قَرِيْبًا ۔ (پارہ ۲۲ سورہ احزاب آیت ۶۳)

ترجمہ: آپ ﷺ سے لوگ قیامت کے متعلق پوچھتے ہیں کہہ دو کہ اس کا علم نہیں ہے کہ کب ہو گی۔ اس آیت میں تو علمِ قیامت کی نفی ثابت ہو رہی ہے تم رسول اللہ ﷺ کے لئے قیامت کا علم کیوں مانتے ہو؟

جواب: پہلا جواب یہ ہے کہ آیت حضور علیہ السلام کو قیامت کا علم عطا فرمانے سے پہلے کی ہے کیونکہ کثیر احادیث صحیحہ سے علم قیامت ثابت ہے اور آپ ﷺ نے قیامت کی نشانیاں اور اس کا دن بھی بتا دیا جیسا کہ پیچھے احادیث میں مذکور ہوا اور ہم نے شروع کتاب میں اپنا عقیدہ بیان کیا تھا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تدریجاً (یعنی آہستہ آہستہ) علمِ غیب عطا ہوتا رہا اور آخری آیت نازل ہونے کے دوران آپ ﷺ کا علم مکمل ہو گیا۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ پہلی آیت میں قیامت کے بارے میں سوال کرنے والوں کو جواب دینے سے روکا گیا ہے کیونکہ یہ ایک مخفی معاملہ ہے اور لوگوں پر اس کا ظاہر کرنا مشیت ایزدی کے خلاف ہے۔

نوٹ: یاد رہے کہ جن احادیثِ مبارکہ میں حضور نبی کریم ﷺ نے علمِ غیب کی نفی فرمائی اس کی وجہ علمِ غیب ذاتی کی نفی ہے یا یہ بتانا مقصود تھا کہ میرا علم اللہ تعالیٰ کے علم کے برابر یا زیادہ نہیں مطلقاً علمِ غیب کی نفی نہیں کی۔

اور جن احادیث میں سوال کے دوران آپ ﷺ نے خاموشی اختیار فرمائی تو اس کی وجہ بھی یہ تھی کہ اس بات کا ظاہر کرنا درست نہیں تھا یا کسی اور مصلحت کی بناء پر آپ ﷺ خاموش رہے۔

اور تیسری بات یہ کہ حضور نبی کریم ﷺ کو تدریجاً یعنی یعنی آہستہ آہستہ علمِ غیب عطا ہوا۔ جس وقت قرآن کی آخری آیت نازل ہوئی آپ ﷺ کا علم مکمل ہو گیا یعنی آپ کو ما کان وما یکون (جو کچھ ہوا اور جو کچھ قیامت تک ہوگا) کا علم عطا کیا گیا۔ لہٰذا تمام اعتراضات خود بخود رفع ہو جاتے ہیں۔



نورانیتِ مصطفیٰ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم

تیری نسل پاک میں ہے بچہ بچہ نور کا
تو ہے عین نور تیرا سب گھرانہ نور کا



عقیدۂ اہل سنت والجماعت

نور کے بارے میں عقیدۂ اہل سنت بیان کرتے ہوئے حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ حقیقتاً ازلی وابدی ذاتی نور ہے کہ خود ظاہر ہے جسے اس نے ظاہر فرما دیا وہ ظاہر ہو گیا باقی نبی کریم ﷺ یا قرآن شریف یا اسلام یا فرشتے عطائی طور پر ربّ کے بنانے سے نور ہیں کہ اسی نے انہیں نور بنایا یہ نور بن گئے حضور ﷺ کے ربّ کا نور ہونے کے نہ تو یہ معنی ہیں کہ حضور ﷺ خدا کے نور کا ٹکڑا ہیں نہ یہ کہ ربّ کا نور حضور ﷺ کے نور کا مادہ ہے نہ یہ کہ حضور ﷺ خدا کی طرح ازلی وابدی ذاتی نور ہیں نہ یہ کہ ربّ تعالیٰ حضور ﷺ میں سرایت کر گیا ہے تا کہ شرک وکفر لازم آئے۔

بلکہ صرف یہ معنی ہیں کہ حضور ﷺ بلاواسطہ ربّ عزوجل سے فیض حاصل کرنے والے ہیں اور تمام مخلوق حضور ﷺ کے واسطے سے ربّ عزوجل سے فیض لینے والی ہے جیسے ایک چراغ جلا کر پھر دوسرے چراغ سے ہزاروں چراغ لگا لو۔ باریک شیشہ سورج کے سامنے رکھو کہ وہ چمک جاوے پھر اسے ان شیشوں کی طرف کر دو جو تاریک کوٹھڑی میں ہیں تو اس کے عکس سے تمام شیشے جگمگا جاویں گے ظاہر ہے کہ پہلے شیشے میں نہ تو سورج اتر کر آ گیا نہ اس کا ٹکڑا کٹ کر شیشہ میں سما گیا بلکہ صرف یہ ہوا کہ پہلے شیشے نے بلاواسطہ سورج سے روشنی حاصل کی اور باقی تمام نے اس شیشہ سے کہ اگر یہ پہلا شیشہ درمیان میں نہ ہو تو ساری کوٹھڑی والے شیشے تاریک اور اندھیرے رہ جائیں۔

﴿نور کی تعریف﴾

جو خود ظاہر ہو اور دوسرے کو ظاہر کر دے اسے نور کہتے ہیں۔

نور کی اقسام: نور کی دو قسمیں ہیں۔ (۱) مادی یعنی حسی (۲) معنوی۔

(۱) مادی یا حسی: وہ نور جو حواس خمسہ کے ذریعے جانا جائے جیسے چاند، سورج اور تارے کہ ان میں

جو روشن کیفیت ہوتی ہے اسے نور کہتے ہیں اور یہ نور محسوس کیا جاتا ہے۔

بعض مواقع پر حضور ﷺ سے حسی نور کا بھی ظہور ہوا ہے جیسے احادیثِ مبارکہ سے ثابت ہے کہ جب آپ ﷺ کوئی قول ارشاد فرماتے تو آپ ﷺ کے دندان مبارک سے نور نکلتا دکھائی دیتا۔ جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے:

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ كَانَ اِذَا تَكَلَّمَ رُئِيَ كَالنُّوْرِ يَخْرُجُ مِنْهَا ثَنَايَا ۔

(مواہب الدنیہ ج ۱ص ۲۷۰۔ ترمذی شریف)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ رسول ﷺ کے سامنے کے دو دانتوں میں خلاء تھا جب آپ کوئی کلام ارشاد فرماتے تو ان دونوں دانتوں کے درمیان سے نور نکلتا دکھائی دیتا۔

اسی طرح بخاری شریف کی حدیث میں ہے:

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ فِيْ قَلْبِيْ نُوْرًا وَفِيْ بَصَرِيْ نُوْرًا وَفِيْ سَمْعِيْ نُوْرًا وَ عَنْ يَمِيْنِيْ نُوْرًا وَ عَنْ يَسَارِيْ نُوْرًا وَ فَوْقِيْ نُوْرًا وَ تَحْتِيْ نُوْرًا وَ اَمَامِيْ نُوْرًا وَ خَلْفِيْ نُوْرًا وَ اجْعَلْ لِّيْ نُوْرًا ۔

(بخاری شریف ج ۲ص ۹۳۵۔ مسلم شریف)

ترجمہ: اے اللہ میرے قلب میں نور کر دے میری آنکھوں میں نور کر دے میری سماعت میں نور کر دے میرے دائیں نور کر دے میرے بائیں نور کر دے میرے اُوپر نور کر دے میرے نیچے نور کر دے میرے آگے نور کر دے میرے پیچھے نور کر دے اور مجھے سراپا نور کر دے۔

تشریح: شارحین فرماتے ہیں کہ یہاں نور سے مراد نور حسی ہے جس کی رسول اللہ ﷺ نے دُعا کی۔

﴿۲﴾ معنوی: یعنی وہ صفت کہ جس کے ذریعے جہالت وگمراہی کی تاریکیوں کو دُور کیا جائے یہی وجہ ہے کہ علم کو بھی نور کہتے ہیں اور یہ نور محسوس نہیں کیا جا سکتا۔ یہ بات تو لاریب تسلیم شدہ ہے کہ سرکار مدینہ ﷺ علم کے اعتبار سے نور ہیں اور یہ بھی مسلمہ حقیقت ہے کہ کفر وشرک اور جہالت کے گھٹا ٹوپ اندھیروں کو دُور کرنا فعل انبیاء علیہم السلام ہے اور یہ بات ذہن نشین کرنی چاہیے کہ افضل نور وہی ہے جو علم وہدایت کا نور ہے۔ اسی طرح قرآن ودین اسلام بھی نور ہیں اور یہ نور معنوی ہے۔ مذکورہ بالا تفصیل کے بعد جان لینا چاہیے کہ آپ ﷺ سے نوری کیفیت کا ظہور آپ کی بشریت کے منافی نہیں جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ید بیضا اور آپ ﷺ کے بشر ہونے میں کوئی تفاوت نہیں۔

قرآن سے نور کا ثبوت

﴿تمہارے پاس اللہ کا نور آیا﴾

قَدْ جَاءَ کُمْ مِنَ اللّٰہِ نُوْرٌ وَ کِتَابٌ مُّبِیْنٌ ۔ (پارہ۶ سورۂ مائدہ آیت ۱۵)

ترجمہ کنز الایمان: بے شک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے ایک نور آیا اور روشن کتاب۔

تشریح: اس آیت کریمہ میں نور سے مراد حضور نبی کریم ﷺ کی ذاتِ مقدسہ ہے جیسا کہ مفسرین کرام نے بیان فرمایا اور کتاب مبین سے قرآن مجید مراد ہے۔

﴿آپ ﷺ کا نور طاق میں رکھے چراغ کی مثل ہے﴾

مَثَلُ نُوْرِہٖ کَمِشْکٰوۃٍ فِیْھَا مِصْبَاحٌ اَلْمِصْبَاحُ فِیْ زُجَاجَۃٍ اَلزُّجَاجَۃُ کَاَنَّھَا کَوْ کَبٌ دُرِّیٌّ ۔ (پارہ۱۸ سورۂ نور آیت ۳۵)

ترجمہ کنز الایمان: اس کے نور کی مثال ایسی ہے جیسے ایک طاق کہ اس میں چراغ ہے وہ چراغ ایک فانوس میں ہے وہ فانوس گویا ایک ستارہ ہے۔

تشریح: اس آیت میں بھی نور سے مراد رسول اللہ ﷺ ہیں کیونکہ آیت میں نور کی مثال دی جارہی ہے جب کہ اللہ تعالیٰ کی مثل کوئی چیز نہیں کیونکہ وہ خود فرماتا ہے "لیس کمثلہ شئی" (اللہ کی مثل کوئی شے نہیں) لہٰذا ماننا پڑے گا کہ یہاں نور سے مراد آپ ﷺ ہی ہیں۔

﴿ہم نے آپ ﷺ کو چمکنے والا سورج بنا کر بھیجا﴾

یٰٓاَیُّھَا النَّبِیُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰکَ شَاھِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِیْرًا وَّ دَاعِیًا اِلَی اللّٰہِ بِاِذْنِہٖ وَسِرَاجًا مُّنِیْرًا ۔ (پارہ۲۲ سورۂ احزاب آیت ۴۵، ۴۶)

ترجمہ کنز الایمان: اے غیب کی خبر بتانے والے (نبی) بے شک ہم نے تمہیں بھیجا حاضر و ناظر اور خوش خبری دیتا اور ڈر سناتا اور اللہ کی طرف اس کے حکم سے بلاتا اور چمکا دینے والا آفتاب۔

تشریح: اس آیت کریمہ میں نبی کریم ﷺ کو "سراجاً منیرا" یعنی چمکنے والا سورج کہا یعنی جس طرح سورج اپنے نور سے پورے عالم کو روشن کئے ہوئے ہے اسی طرح حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی اپنے نور سے تمام جہانوں کو منور کئے ہوئے ہیں اور جس طرح چاند، تارے سورج سے روشنی حاصل کر رہے ہیں اسی طرح

تمام عالم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نور سے اپنے آپ کو روشن کئے ہوئے ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کا نور ہیں

يُرِيْدُوْنَ لِيُطْفِئُوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُوْنَ ۔

(پارہ ۲۸ سورہ صف آیت ۸)

ترجمہ کنز الایمان: چاہتے ہیں کہ اللہ کا نور اپنے مونہوں سے بجھا دیں اور اللہ کو اپنا نور پورا کرنا پڑے برا مانیں کافر۔

ایک اور جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

يُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّطْفِئُوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَيَاْبَى اللّٰهُ اِلَّا اَنْ يُّتِمَّ نُوْرَهٗ ۔

(پارہ ۱۰ سورہ توبہ آیت ۳۲)

ترجمہ کنز الایمان: چاہتے ہیں کہ اللہ کا نور اپنے منہ سے بجھا دیں اور اللہ نہ مانے گا مگر اپنے نور کا پورا کرنا پڑے برا مانیں کافر۔

تشریح: ان دو آیات مبارکہ میں بھی نور سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں کیونکہ کفار نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ختم کرنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگایا طرح طرح کے منصوبے بنائے ہجرت کی رات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ختم کرنے کا فیصلہ کن حملہ کرنے کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر کا محاصرہ کیا لیکن اللہ تعالیٰ نے ہر ہر قدم پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حفاظت فرمائی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مشن کو پایہ تکمیل تک پہنچایا۔

احادیث سے نورانیتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا ثبوت

اللہ نے سب سے پہلے آپ کے نور کو پیدا فرمایا

قَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِاَبِىْ اَنْتَ وَاُمِّىْ اَخْبِرْنِىْ عَنْ اَوَّلِ شَىْءٍ خَلَقَهُ اللّٰهُ قَبْلَ الْاَشْيَاءِ قَالَ يَا جَابِرُ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى خَلَقَ قَبْلَ الْاَشْيَاءِ نُوْرَ نَبِيِّكَ مِنْ نُوْرِهٖ فَجَعَلَ ذَالِكَ النُّوْرُ يَدُوْرُ بِالْقُدْرَةِ حَيْثُ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰى وَلَمْ يَكُنْ فِىْ ذَالِكَ الْوَقْتِ لَوْحٌ وَلَا قَلَمٌ وَلَا جَنَّةٌ وَلَا نَارٌ وَلَا مَلَكٌ وَلَا سَمَاءٌ وَلَا شَمْسٌ وَلَا قَمَرٌ وَلَا جِنٌّ وَلَا اِنْسٌ فَلَمَّا اَرَادَ اللّٰهُ تَعَالٰى اَنْ يَّخْلُقَ الْخَلْقَ قَسَّمَ ذَالِكَ النُّوْرَ اَرْبَعَةَ اَجْزَاءٍ فَخَلَقَ مِنْ اَجْزَاءِ الْاَوَّلِ الْقَلَمَ وَمِنَ الثَّانِىْ اللَّوْحَ وَمِنَ الثَّالِثِ الْعَرْشَ ثُمَّ قَسَّمَ اَجْزَاءَ الرَّابِعِ اَرْبَعَةَ اَجْزَاءٍ ۔ (مصنف عبدالرزاق ۔ مواہب اللدنیہ ص ۹ ۔ زرقانی شریف ج ۱ ص ۴۶)

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں عرض کی یارسول اللہ ﷺ میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان ہوں مجھے خبر دیں کہ اللہ تعالیٰ نے تمام اشیاء سے پہلے کس شے کو پیدا فرمایا؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا! اے جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بے شک اللہ تعالیٰ نے تمام اشیاء سے پہلے تیرے نبی ﷺ کے نور کو اپنے نور سے پیدا فرمایا۔ پھر یہ نور اللہ تعالیٰ کی قدرت سے جہاں چاہتا گھومتا تھا اور اس وقت نہ لوح تھی اور نہ قلم نہ جنت تھی اور نہ دوزخ نہ فرشتے تھے اور نہ آسمان نہ سورج تھا اور نہ چاند نہ جن تھے اور نہ انسان پس جب اللہ تعالیٰ نے ارادہ کیا کہ مخلوق کو پیدا فرمائے تو اس نے اس نور کے چار حصے کئے پس پہلے حصہ سے قلم دوسرے سے لوح تیسرے سے عرش اور چوتھے کو پھر چار حصوں میں تقسیم کیا۔

﴿حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نور سے سوئی مل گئی﴾

وَرَدَ فِیْ حَدِیْثِ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالیٰ عَنْهَا کَانَتْ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَلٰی فِرَاشِهٖ فِیْ لَیْلَةٍ مُظْلِمَةٍ فَسَقَطَ مِنْ یَدِهَا الْبَرَّةُ اِلَی الْاَرْضِ فَکَشَفَتْ عَنْ فَجِهِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَوَجَدَتْهَا بِنُوْرِ جَبِیْنِهٖ فَرَفَعَتْهَا ۔

(القول البدیع ص ۲۴۷۔ جواہر البحار ج ۴ ص ۲۴۶)

ترجمہ: وارد ہوا ہے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حدیث میں کہ بے شک ایک دفعہ آپ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ آپ ﷺ کے بستر پر تھیں رات اندھیری تھی تو اچانک آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ہاتھ سے سوئی زمین پر گر پڑی پس وہ سوئی رسول اللہ ﷺ کے چہرۂ انور (کے نور) سے ظاہر ہوگئی پس حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے آپ ﷺ کی پیشانی کے نور سے اس سوئی کو پالیا۔

﴿رسول اللہ ﷺ کا چہرہ انور چاند کی طرح چمکتا تھا﴾

قَالَ حَجَجْتُ حَجَّةَ الْوَدَاعِ فَدَخَلْتُ دَارًا بِمَکَّةَ فَرَاَیْتُ فِیْهَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَجْهُهٗ کَدَائِرَةِ الْقَمَرِ ۔ (بیہقی شریف)

ترجمہ: حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حجۃ الوداع میں شریک تھا پس میں مکہ کے ایک گھر میں داخل ہوا تو میں نے اس میں رسول اللہ ﷺ کو دیکھا اس حال میں کہ آپ ﷺ کا چہرۂ انور چاند کے دائرہ کی طرح چمک رہا تھا۔

﴿حضور ﷺ چاند سے بھی زیادہ حسین ہیں﴾

كَانَ اَحْسَنُ النَّاسِ وَجْهًا وَاَنْوَرُ هُمْ لَوْنًا لَمْ يَعِفْهُ وَاصِفٌ قَطُّ اَلَاشْبَهُ وَجْهُهُ بِالْقَمَرِ لَيْلَةِ الْبَدْرِ وَيَقُوْلُ هُوَ اَحْسَنُ فِى الْحِيْنَا مِنَ الْقَمَرِ اَزْهَرُ اللَّوْنِ نِيْرًا لُوَجْهِ يَتَلَا لَاءُ تَلَالُئِو الْقَمَرِ ۔ (خصائص کبریٰ ج ا ص ۶۷۔ دلائل النبوۃ ج ا ص ۳۰۰)

ترجمہ: (حضرت عائدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں) کہ حضور نبی کریم ﷺ کا چہرہ انور تمام لوگوں میں سے زیادہ خوبصورت اور آپ ﷺ کا رنگ سب سے زیادہ چمکدار تھا جو شخص بھی آپ ﷺ کے حسن و جمال کو بیان کرتا تو چودھویں کے چاند سے مشابہت دیتا اور وہ شخص کہتا کہ آپ ﷺ چاند سے بھی زیادہ حسین و خوبصورت ہیں آپ ﷺ کی رنگت چمکدار اور چہرۂ انور نورانی ہے اور آپ ﷺ کا چہرہ چاند کی طرح چمکتا ہے۔

﴿حضور ﷺ کی طرح روشن چہرہ کسی کا نہیں﴾

قَالَ ابْنُ عُمَرَ مَارَاَيْتُ اَحَدًا اَجْوَدُ وَلَا اَشْجَعُ وَلَا اَضْوَءُ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ۔ (سنن دارمی ج ا ص ۳۳)

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ میں نے آج تک کسی کو رسول اللہ ﷺ کی طرح سخی، بہادر اور نورانی چہرے والا نہیں دیکھا۔

﴿آپ ﷺ کی نورانیت اندھیرے پر غالب رہتی﴾

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَرٰى بِاللَّيْلِ فِى الظُّلْمَةِ كَمَا يَرٰى بِالنَّهَارِ مِنَ الضَّوْءِ ۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ اندھیری رات میں بھی اسی طرح دیکھتے جس طرح دن کے اجالے میں دیکھتے تھے۔

﴿حضور ﷺ کا نور سورج کی روشنی پر غالب آ جاتا﴾

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ لَمْ يَكُنْ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ظِلٌّ وَ لَمْ يَقُمْ مَعَ شَمْسٍ قَطُّ اَلَاغْلَبَ ضَوْئُهُ ضَوْءُ الشَّمْسِ وَلَمْ يَقُمْ مَعَ سِرَاجٍ قَطُّ اَلَاغْلَبَ ضَوْئُهُ عَلٰى ضَوْءِ السِّرَاجِ ۔ (الوفا باحوال مصطفیٰ ص ۴۰۷۔ جمع الوسائل ج ا ص ۱۷۴)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نور سورج کے نور پر غالب آ جاتا اور اسی طرح جب بھی چراغ کے سامنے کھڑے ہوتے تو چراغ پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نور غالب آ جاتا۔

نورانیت کے بارے بزرگانِ دین کے عقائد

﴿امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ﴾

وَفِیْهِ اَقْوَالٌ (اَلْاَوَّلُ) اَنَّ الْمُرَادَ بِالنُّوْرِ مُحَمَّدٌ وَ بِالْكِتَابِ الْقُرْآنُ وَالثَّانِیْ اَنَّ الْمُرَادَ بِالنُّوْرِ الْاِسْلَامُ وَبِالْكِتَابِ الْقُرْآنُ الثَّالِثُ النُّوْرُ وَالْكِتَابُ هُوَالْقُرْآنُ وَهٰذَا ضَعِیْفٌ لِاَنَّ الْعَطْفَ یُوْجِبُ الْمُغَائِرَةَ ۔ (تفسیر کبیر)

ترجمہ: اور اس آیت (قَدْ جَاءَ كُمْ مِنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَ كِتَابٌ مُبِیْنٌ) میں چند اقوال ہیں پہلا قول یہ ہے کہ بے شک نور سے مراد محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور کتاب سے مراد قرآن مجید ہے دوسرا قول ہے کہ نور سے مراد اسلام ہے اور کتاب سے قرآن کریم ہے تیسرا قول یہ ہے کہ نور اور کتاب دونوں سے قرآن مجید مراد ہے اور یہ (یعنی آخری قول) ضعیف ہے اس لئے کہ عطف مغائرت کو واجب کرتا ہے۔

ایک جگہ تحریر فرماتے ہیں:

اِنَّ الْمَلَائِكَةَ اُمِرُوْا بِاَنْ یَّسْجُدُوْا لِاٰدَمَ لِاَجَلِ اَنَّ نُوْرَ مُحَمَّدٍ عَلَیْهِ السَّلَامُ فِیْ جَبْهَةِ اٰدَمَ ۔ (تفسیر کبیر ج ۲ ص ۳۰۲)

ترجمہ: بے شک ملائکہ علیہم السلام کو حکم دیا گیا کہ وہ حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کریں اس کی وجہ یہ تھی کہ نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم ان کی پشت میں تھا۔

﴿ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ﴾

(قَدْ جَاءَ كُمْ مِنَ اللّٰهِ نُوْرٌ) اَیْ فَظُهُوْرُ الْحَقِّ وَالْبَطَالُ الْبَاطِلِ وَاَطْلَقَ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ لِاَنَّهٗ یَهْتَدِیْ بِهٖ مِنَ الظُّلُمَاتِ اِلَی النُّوْرِ ۔ (شرح شفا ج ۱ ص ۴۲)

ترجمہ: (تحقیق اللہ تعالیٰ کی طرف سے نور آیا) یعنی حق کو ظاہر کرنے اور باطل کو مٹانے کے لئے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے نور کا اطلاق اس وجہ سے کیا گیا کہ آپ علیہ السلام کے سبب اندھیروں میں نور کی طرف رہنمائی حاصل ہوتی ہے۔ ایک اور جگہ لکھتے ہیں:

وَالْحَاصِلُ اَنَّ نُوْرَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنْتَقَلَ مِنْ آبَائِهِ الْكِرَامِ اِلٰى اَنْ ظَهَرَ ظُهُوْرًا بَيِّنًا فِيْ ظَهْرِ اِبْرَاهِيْمَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ ۔ (شرح شفا، ج ا ص ۱۴)

ترجمہ: اور حاصل کلام یہ ہے کہ بے شک نور محمد ﷺ اپنے آباء وکرام سے منتقل ہوتا رہا یہاں تک کہ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پشت اطہر میں خوب ظاہر ہوا۔

﴿علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ﴾

وَلَا يَبْعُدُ اَنْ يُرَادَ بِالنُّوْرِ وَالْكِتَابِ الْمُبِيْنِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْعَطْفُ عَلَيْهِ كَالْعَطْفِ عَلٰى مَا قَالَهُ الْجِبَائِيُّ وَلَا شَكَّ فِيْ صِحَّةِ اِطْلَاقِ كُلٍّ عَلَيْهِ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ ۔ (روح المعانی ج ٦ ص ٨٧)

ترجمہ: اور یہ بات بعید نہیں کہ نور اور کتاب مبین دونوں سے نبی کریم ﷺ مراد لئے جائیں اگر جبائی (نحو کے امام) کے عطف کی طرح عطف (یعنی عطف تفسیری) مراد لیا جائے اور آپ ﷺ کی ذات مقدسہ پر نور اور کتاب دونوں کا اطلاق کیا جائے تو بالکل صحیح ہے۔

ایک جگہ لکھتے ہیں:

(قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللّٰهِ نُوْرٌ) عَظِيْمٌ وَهُوَ نُوْرُ الْاَنْوَارِ وَالنَّبِيُّ الْمُخْتَارُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ۔ (روح المعانی)

ترجمہ: (تحقیق اللہ کی طرف سے نور آیا) یعنی عظیم نور اور وہ یعنی نبی کریم ﷺ نوروں کا نور ہیں اور نبی مختار ﷺ ہیں اور حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کا یہی مذہب ہے اور امام زجاج نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے۔

﴿علامہ خازن رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ﴾

(قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللّٰهِ نُوْرٌ) يَعْنِيْ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّمَا سَمَّا اللّٰهُ نُوْرًا لِاَنَّهٗ يَهْتَدِيْ بِهٖ كَمَا يَهْتَدِيْ بِالنُّوْرِ فِي الظَّلَامِ ۔ (تفسیر خازن)

ترجمہ: تحقیق اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمہارے پاس نور آیا یعنی محمد ﷺ آئے اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو نور اس لئے کہا کہ آپ ﷺ کے ذریعے ہدایت حاصل ہوتی ہے جس طرح اندھیرے میں روشنی کے سبب رہنمائی حاصل ہوتی ہے۔

﴿علامہ نسفی رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ﴾

وَالنُّوْرُ مُحَمَّدٌ عَلَيْهِ السَّلَامُ لِاَنَّهٗ يَهْتَدِىْ بِهٖ كَمَا سُمِّىَ سِرَاجًا ۔ (التنزیل)

ترجمہ: نور سے مراد محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سبب ہدایت حاصل ہوتی ہے جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سراج (روشن چراغ) بھی کہا گیا ہے۔

﴿ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ﴾

قَالَ ابْنُ حَجَرٍ اِخْتَلَفَ الرِّوَايَاتِ فِىْ اَوَّلِ الْمَخْلُوْقَاتِ وَ حَاصِلُهَا كَمَا يَنْتَهِىْ فِىْ شَرْحِ شَمَائِلِ التِّرْمِذِىْ اَنَّ اَوَّلَهَا النُّوْرُ الَّذِىْ خُلِقَ مِنْهُ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ ثُمَّ الْمَاءُ ثُمَّ الْعَرْشُ ۔ (مرقاۃ ج ۱ ص ۱۴۶)

ترجمہ: امام ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اوّل مخلوقات کے بارے میں روایات مختلف ہیں اور حاصل کلام وہی ہے جیسا کہ شمائل ترمذی کی شرح میں بیان ہوا ہے کہ بے شک مخلوقات میں سے سب سے پہلے وہی نور جس سے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو پیدا کیا گیا اس کے بعد پانی اور پھر عرش کو (پیدا فرمایا)۔

﴿امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ﴾

قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللّٰهِ نُوْرٌ هُوَ نُوْرُ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ۔ (تفسیر جلالین)

ترجمہ: تحقیق اللہ تعالیٰ کی طرف سے نور آیا اور اس نور سے مراد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

﴿علامہ صاوی مالکی رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ﴾

وَسُمِّىَ نُوْرًا لِاَنَّهٗ يُنَوِّرُ الْبَصَائِرَ وَيَهْدِيْهَا لِلرَّشَادِ وَلِاَنَّهٗ اَصْلٌ كَالنُّوْرِ حِسِّىٌّ وَ مَعْنَوِىٌّ ۔ (صاوی شریف)

ترجمہ: اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نور سے موسوم کیا گیا کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم آنکھوں کو روشنی عطا فرمانے والے ہیں اور ان آنکھوں کے لئے راہ ہدایت ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہر نور کی اصل ہیں چاہے وہ حسی ہو یا معنوی (یعنی ہر مخلوق نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے نور حاصل کیا)

﴿علامہ ابوسعود رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ﴾

قِيْلَ الْمُرَادُ بِالْاَوَّلِ هُوَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَبِالثَّانِىْ الْقُرْآنُ ۔

(تفسیر ابی سعود)

13

ترجمہ: کہا گیا ہے کہ اوّل (یعنی نور سے) رسول اللہ ﷺ کی ذات مقدسہ مراد ہیں اور ثانی (یعنی کتاب مبین) سے قرآن پاک مراد ہے۔

﴿امام بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ﴾

(قَدْ جَاءَ كُمْ مِنَ اللّٰهِ نُوْرٌ) هُوَالنَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُرِيْدُ بِالنُّوْرِ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ۔ (تفسیر بیضاوی)

ترجمہ: (تحقیق اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہمارے پاس نور آیا) یعنی نبی کریم ﷺ اور نور سے مراد محمد ﷺ ہیں۔

﴿علامہ اسماعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ کا ایمان افروز عقیدہ﴾

وَاعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى بَعَثَ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نُوْرًا يُبَيِّنُ حَقِيْقَةَ حَظِّ الْاِنْسَانِ مِنَ اللّٰهِ تَعَالٰى وَاَنَّهُ تَعَالٰى سَمّٰى نَفْسَهُ نُوْرًا بِقَوْلِهِ تَعَالٰى اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضِ لِاَنَّهُمَا كَانَا مَخْفِيَّتَيْنِ فِیْ ظُلْمَةِ الْعَدَمِ فَاللّٰهُ تَعَالٰى اَظْهَرَهُمَا بِالْاِيْجَادِ وَسُمِّیَ الرَّسُوْلُ نُوْرًا لِاَنَّ اَوَّلَ شَیْءٍ اَظْهَرَهُ الْحَقُّ بِنُوْرِ قُدْرَتِهٖ مِنْ ظُلْمَةِ الْعَدَمِ كَانَ نُوْرُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَمَا قَالَ اَوَّلُ مَاخَلَقَ اللّٰهُ نُوْرِیْ ثُمَّ خَلَقَ الْعَالَمَ بِمَا فِيْهِ مِنْ نُوْرٍ بَعْضِهٖ بَعْضُهُ مِنْ بَعْضٍ فَلَمَّا ظَهَرَتِ الْمَوْجُوْدَاتُ مِنْ وُجُوْدِ نَوَّرَتْهُ سَمَّاهُ نُوْرًا وَكُلُّ مَاكَانَ اَقْرَبُ اِلٰهِیْ الْاِخْتِرَاعِ كَانَ اَوْلٰى بِسْمِ النُّوْرِ كَمَااَنَّ عَالَمَ الْاَرْوَاحِ اَقْرَبُ اِلَى اِخْتِرَاعِ مِنْ عَالَمِ الْاَجْسَامِ فَلِذَالِكَ سُمِّیَ عَالَمُ الْاَنْوَارِ وَالْعِلْوِيَّاتِ نُوْرًا نِبَابًا نِسْبَةُ اِلَى السِّفْلِيَّاتِ فَاَقْرَبُ الْمَوْجُوْدَاتِ اِلَى الْاِخْتِرَاعِ لَمَّا كَانَ نُوْرًا فَالنَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اَوْلٰى بِاسْمِ النُّوْرِ وَلِهٰذَا كَانَ يَقُوْلُ اَنَا مِنَ اللّٰهِ وَالْمُؤْمِنُوْنَ مِنِّیْ وَقَالَ تَعَالٰى قَدْ جَآءَ كُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّ رُوِیَ عَنِ النَّبِیِّ عَلَيْهِ السَّلَامُ اَنَّهُ قَالَ كُنْتُ نُوْرًا بَيْنَ يَدَیْ وَجْهٍ قَبْلَ خَلْقِ آدَمَ بِاَرْبَعَةَ عَشَرَ اَلْفَ عَامٍ وَ كَانَ يُسَبِّحُ ذَالِكَ النُّوْرُ وَتُسَبِّحُ الْمَلَائِكَةُ بِتَسْبِيْحِهٖ فَلَمَّا خُلِقَ آدَمُ اَلْقٰى ذَالِكَ النُّوْرَ فِیْ قَلْبِهٖ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ قَالَ لَمَّا خَلَقَ اللّٰهُ اٰدَمَ اَهْبَطَنِیْ فِیْ صُلْبِهٖ اِلَى الْاَرْضِ وَجَعَلَنِیْ فِیْ صُلْبِ نُوْحٍ فِی السَّفِيْنَةِ وَقَذَفَنِیْ فِیْ صُلْبِ اِبْرَاهِيْمَ ثُمَّ لَمْ يَزَلْ تَعَالٰى يَنْقُلُنِیْ مِنَ الْاَصْلَابِ الْكَرِيْهَةِ اِلَى الْاَرْحَامِ الطَّاهِرَةِ حَتّٰى اَخْرَجَنِیْ مِنْ اَبَوَیَّ لَمْ يَلْتَقِيَا عَلٰى سَفَّاحٍ ۔ (روح البیان)

13
13

ترجمہ: اور یاد رکھو کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو بحیثیت نور مبعوث فرمایا اور آپ ﷺ نے انسان کے لئے عطیہ الٰہی بیان کرتے ہوئے فرمایا اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کو اپنے قول "اللہ نور السموات والارض" میں نور سے موسوم فرمایا کیونکہ ارض و سماء ظلمت عدم میں مستور (پوشیدہ) تھے پس اللہ تعالیٰ نے صفت ایجاد سے انہیں ظاہر فرمایا اور نبی علیہ السلام کو نور فرمایا کیونکہ وہ پہلی مخلوق جسے اللہ تعالیٰ نے نور قدرت سے ظاہر فرمایا نور محمد ﷺ ہے۔ جس طرح آپ ﷺ نے خود فرمایا کہ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے میرے نور کو پیدا فرمایا پھر اللہ تعالیٰ نے عالم کے بعض انوار کو بعض سے پیدا فرمایا پس جب آپ ﷺ کے نور سے موجودات ظاہر ہو گئے تو آپ ﷺ کا نام نور رکھا اور ہر وہ شئے جو اقرب الی الایجاد (ایجاد کے زیادہ قریب) ہو وہ اسم نور کے زیادہ مناسب ہے کیونکہ عالمِ ارواح جب کہ ایجاد کے زیادہ قریب تھا تو اسی وجہ سے اسے عالمِ انوار کا نام دیا اور عالمِ علوی نورانی ہے بنسبت عالمِ سفلی کے پس نور نبی ﷺ جبکہ تمام موجودات کی نسبت ایجاد کے زیادہ قریب ہے لہٰذا نور کا نام سب سے زیادہ آپ ﷺ ہی کی ذات مقدسہ کے لئے مناسب ہے اسی لئے آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں اللہ تعالیٰ کے نور کی تجلی سے پیدا ہوا اور مومنین مجھ سے اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے بے شک تمہارے پاس اللہ کی جانب سے نور آیا ہے۔ اور نبی علیہ السلام سے مروی ہے میں اپنے ربّ کے پاس بحیثیت نور آدم علیہ السلام کی پیدائش سے چودہ ہزار برس پہلے موجود تھا اور یہ نور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کرتا تھا اور فرشتے اس حمد سے تسبیح کیا کرتے تھے پس اب آدم علیہ السلام پیدا ہوئے تو یہ نور ان کی پشت میں رکھا گیا اور ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے جب آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا تو مجھے ان کی پشت کے ضمن میں زمین پر اتارا پھر ان کی پشت کے ضمن میں کشتی نوح میں اتارا اور ابراہیم علیہ السلام کی پشت میں رکھا پھر اسی طرح مجھے کریمانہ پشتوں سے پاکیزہ ارحام کی طرف منتقل فرماتا رہا یہاں تک کہ مجھے میرے والدین کی طرف بھیجا جو کبھی زنا پر اکٹھے نہیں ہوئے۔ (ترجمہ توضیح البیان)

﴿امام شہاب الدین خفاجی رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ﴾

فَاِنْ فَہِمْتَ نُوْرٌ عَلٰی نُوْرٍ فَاِنَّ النُّوْرَ ھُوَ الظَّاھِرُ بِنَفْسِہٖ الْمُظْھِرُ ۔ (نسیم الریاض)

ترجمہ: پس اگر تم سمجھو تو آپ ﷺ نورٌ علیٰ نور ہیں کیونکہ نور وہی ہوتا ہے جو خود بھی ظاہر ہو اور دوسروں کو بھی ظاہر کر دے۔

﴾حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا عقیدہ﴿

قَدْ جَاءَ كُمْ مِنَ اللّٰهِ نُوْرٌ رسول (يَعْنِىْ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) ۔ (تفسیر ابن عباس)

ترجمہ: تحقیق اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمہارے پاس نور یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم آئے۔

﴾صاحب تفسیر مدارک رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ﴿

اَلنُّوْرُ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِاَنَّهٗ يَهْتَدِىْ بِهٖ كَمَا سُمِّىَ سِرَاجاً ۔ (تفسیر مدارک)

ترجمہ: نور سے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سبب ہی ہدایت حاصل ہوتی ہے جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سراج بھی کہا گیا۔

﴾امام عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ﴿

قَالَ يَآ اٰدَمُ اِرْفَعْ رَاْسَكَ فَرَفَعَ رَاْسَهٗ فَرَاٰى نُوْرَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِىْ سِرَارَقِ الْعَرْشِ فَقَالَ يَآ رَبِّ مَاهٰذَا النُّوْرُ قَالَ هٰذَا نُوْرُ نَبِىٍّ مِنْ ذُرِّيَّتِكَ اِسْمُهٗ فِى السَّمَآءِ اَحْمَدُ وَفِى الْاَرْضِ مُحَمَّدٌ لَوْ لَاهُ مَا خَلَقْتُكَ وَلَا خَلَقْتُ سَمَآءً وَلَا اَرْضًا ۔

(مواہب الدنیا ج ا ص ۹)

ترجمہ: فرمایا اللہ تعالیٰ نے اے آدم علیہ السلام اپنا سر اٹھائیں تو آپ علیہ السلام نے سر اٹھایا تو عرش کے پردوں میں ایک نور دیکھا۔ انہوں نے عرض کی اے میرے ربّ عزوجل یہ نور کیسا ہے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا یہ نور تیری اولاد میں سے ایک نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے آسمان میں اس کا نام احمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور زمین میں اس کا نام محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے (اے آدم علیہ السلام) اگر یہ نہ ہوتے تو میں تجھے پیدا نہ کرتا اور نہ آسمان وزمین پیدا کرتا۔ ایک اور مقام پر لکھتے ہیں:

اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى لَمَّا خَلَقَ نُوْرَ نَبِيِّنَا مُحَمَّداً صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَرَهٗ اَنْ يَنْظُرَ اِلٰى اَنْوَارِ الْاَنْبِيَآءِ فَغَشّٰهُمْ مِنْ نُوْرِهٖ فَاَنْطَقَ هُمُ اللّٰهُ بِهٖ فَقَالُوْا يَا رَبَّنَا مَنْ غَشّٰينَا نُوْرَهٗ فَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى هٰذَا نُوْرُ مُحَمَّدِ ابْنِ عَبْدِاللّٰهِ اِنْ اٰمَنْتُمْ بِهٖ جَعَلْنٰكُمْ اَنْبِيَآءَ ۔ (مواہب الدنیا ص ۸ ج ۱)

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ نے جب ہمارے نبی محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے نور کو پیدا فرمایا تو اس نور کو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ وہ انبیاء کرام علیہم السلام کے انوار کو دیکھیں پھر اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نور سے تمام انبیاء علیہم السلام کے نور کو ڈھانپ لیا پھر ان کو اللہ تعالیٰ نے بولنے کی قوت بخشی تو انہوں نے کہا اے ہمارے ربّ عزوجل کس کے نور نے ڈھانپ لیا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا یہ محمد

بن عبداللہ ﷺ کا نور ہے اگر تم ان پر ایمان لے آؤ تو میں تمہیں نبی بنا دوں۔

﴾علامہ شاہ عبدالغنی نابلسی رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ﴿

قَدْ خَلَقَ كُلَّ شَیْءٍ مِنْ نُوْرِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَمَا وَرَدَبِهِ الْحَدِيْثُ الصَّحِيْحُ ۔

(حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ)

ترجمہ: تحقیق ہر شے حضور نبی کریم ﷺ کے نور سے پیدا ہوئی جیسا کہ اس بارے میں حدیث صحیح وارد ہوئی ہے۔

﴾امام جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ﴿

عکس نور حق ہمہ نوری بود
عکس دُور از حق ہمہ دوری بود
ایں خورد گرد و پلید زین خدا
آں خورد گرد و ہمہ نورِ خدا

(مثنوی شریف)

اللہ کے نور کا سایہ بھی نور ہوتا ہے
جو خدا سے دُور ہوں ان کا سایہ بھی دُور ہوتا ہے
جو ہم کھاتے ہیں اس سے پلیدی نکلتی ہے
جو حضور ﷺ کھاتے ہیں وہ سب خدا کا نور ہوتا ہے

﴾امام زُرقانی رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ﴿

وَاِنَّمَا كَانَتِ الْحَقِيْقَةُ الْمُحَمَّدِيَّةُ هِيَ صُوْرَةُ الْحَقِيْقَةِ الْحَقَائِقِ لِاَجْلِ ثُبُوْتِ الْحَقِيْقَةِ الْمُحَمَّدِيَّةِ فِىْ خَلْقِ الْوَسِيْطَةِ هِيَ عَيْنُ النُّوْرِ الْاَحْمَدِىْ الْمُشَارُ اِلَيْهِ بِقَوْلِهٖ عَلَيْهِ السَّلَامُ اَوَّلُ مَاخَلَقَ اللّٰهُ نُوْرِىْ ۔ (شرح مواہب الدنیا)

ترجمہ: حقیقت محمدیہ ہی تمام حقائق کی حقیقت ہے کیونکہ حقیقت محمدیہ کا ثبوت خلق وسطیہ میں ہے جو کہ عین نور احمدی ﷺ ہے جس کی طرف نبی کریم ﷺ نے اپنے اس قول سے اشارہ فرمایا کہ "سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے میرے نور کو پیدا فرمایا"۔

﴿عبدالقادر جزائری کا عقیدہ﴾

وَقَدْ وَرَدَ فِی الْخَبَرِ اَوَّلَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ نُوْرَ نَبِیِّكَ یَا جَابِرُ ۔ (المواقف)

ترجمہ: اور تحقیق یہ حدیث میں وارد ہے کہ (رسول اللہ ﷺ نے فرمایا) اے جابر رضی اللہ عنہ مخلوق میں سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے تیرے نبی ﷺ کے نور کو پیدا فرمایا۔

﴿علامہ یوسف نبہانی رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ﴾

وَکَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ نُوْرًا فَکَانَ اِذَا مَشٰی بِالشَّمْسِ وَالْقَمَرِ لَا یُظْهِرُ ۔(وسائل الوصول ص ۲۱)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نور تھے پس جب آپ ﷺ دھوپ یا چاندنی میں چلتے تو آپ ﷺ کا سایہ ظاہر نہ ہوتا تھا۔

﴿علامہ قاضی عیاض مالکی رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ﴾

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْاٰیَةِ قَالَ کَعْبُ الْاَحْبَارِ وَ ابْنُ جُبَیْرٍ اَلْمُرَادُ بِالنُّوْرِ الثَّانِیْ هٰهُنَا مُحَمَّدٌ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَقَوْلُهٗ تَعَالٰی مَثَلُ نُوْرِهٖ اَیْ نُوْرُ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ۔ (الشفاء ص ۱۰)

ترجمہ: اور تحقیق ابن المبارک اور ابن جوزی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ جب بھی دھوپ میں کھڑے ہوتے تو آپ ﷺ کا نور سورج پر غالب ہوتا اور جب چاندنی میں کھڑے ہوتے تو آپ ﷺ کا نور چاند پر بھی غالب آ جاتا ہے۔

ایک اور جگہ لکھتے ہیں:

وَقَدْ سَمَّاهُ اللّٰهُ فِی الْقُرْاٰنِ فِیْ غَیْرِ هٰذَا الْمَوْضُوْعِ نُوْرًا وَّسِرَاجًا فَقَالَ تَعَالٰی قَدْ جَاءَکُمْ مِنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّ کِتَابٌ مُّبِیْنٌ وَقَالَ تَعَالٰی اِنَّا اَرْسَلْنَاکَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِیْرًا وَّ دَاعِیًا اِلَی اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِیْرًا ۔ (الشفاء ص ۱۰)

ترجمہ: اور تحقیق اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں آپ ﷺ کو اس جگہ کے علاوہ نور اور سراج کے نام سے موسوم فرمایا پس اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا تحقیق تمہارے پاس نور اور کتاب مبین اللہ تعالیٰ کی طرف سے آیا اور پھر فرمایا بے شک ہم نے آپ ﷺ کو گواہ بشارت دینے والا اور ڈر سنانے والا اور اللہ کے اذن سے اس کی طرف دعوت دینے والا اور روشن چراغ بنایا۔

﴿امام قسطلانی کا عقیدہ﴾

لَمَّا تَعَلَّقَتْ اَرَادَ اللّٰهُ تَعَالٰی بِاِیْجَادِ خَلْقِهٖ وَتَقْدِیْرِ رِزْقِهٖ اَبْرَزَ الْحَقِیْقَةَ الْمُحَمَّدِیَّةَ مِنَ الْاَنْوَارِ الصَّمَدِیَّةِ فِیْ اَطْفُرَةِ الْاَحَدِیَّةِ ۔ (مواہب الدنیا)

ترجمہ: جب اللہ تعالیٰ نے مخلوق اور اس کے رزق کے متعلق ارادہ فرمایا تو اللہ تعالیٰ نے حقیقت محمدیہ ﷺ کو انوار صمدیت سے بارگاہِ احدیت میں ظاہر فرمایا۔

﴿علامہ محمد بن قاسم جسوس کا عقیدہ﴾

وَقَدْ رَوَی ابْنُ الْمُبَارَكِ وَابْنُ الْجَوْزِیْ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّهٗ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَمْ یَقُمْ مَعَ الشَّمْسِ قَطُّ الْاَغْلَبَ ضَوْءُهٗ ضَوْءُ الشَّمْسِ وَلَمْ یَقُمْ مَعَ سِرَاجٍ قَطُّ الْاَغْلَبَ ضَوْءُهٗ ضَوْءُ الشَّمْسِ ۔ (شرح شمائل محمدیہ ج ۱ص ۱۰۶)

ترجمہ: تحقیق ابن المبارک اور ابن جوزی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ جب بھی دھوپ میں کھڑے ہوتے تو آپ ﷺ کا نور سورج پر غالب رہتا اور جب چاندنی میں کھڑے ہوتے تو آپ ﷺ کا نور چاند پر بھی غالب آ جاتا۔

ایک اور جگہ لکھتے ہیں:

وَهُوَ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ النُّوْرُ الْمُنِیْرُ فَلَا تُظْهِرُ مِنْهُ ظُلْمَةٌ ۔ (شرح شمائل محمدیہ ج ۱ص ۳۶)

ترجمہ: اور آپ ﷺ نور منیر ہیں تو آپ ﷺ کا سایہ کیسے ظاہر ہو سکتا ہے۔

﴿علامہ قاضی عیاض مالکی رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ﴾

وَذُکِرَ مِنْ اَنَّهٗ لَا ظِلَّ تَشَخُّصِهٖ فِیْ شَمْسٍ وَلَا قَمَرٍ لِاَنَّهٗ کَانَ نُوْرًا ۔ (الشفاء ج ۱ص ۲۴۳)

ترجمہ: اور ذکر کیا گیا ہے کہ آپ ﷺ کا سایہ سورج اور چاندنی کی روشنی میں نہیں پڑتا تھا کیونکہ آپ نور ہیں۔

﴿علامہ زُرقانی رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ﴾

وَقَدْ رَوَی ابْنُ الْمُبَارَكِ وَابْنُ الْجَوْزِیْ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا لَمْ یَکُنْ لِنَبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ظِلٌّ لَمْ یَقُمْ مَعَ الشَّمْسِ قَطُّ الْاَغْلَبَ ضَوْءُهٗ ضَوْءُ الشَّمْسِ ۔

(زُرقانی شرح مواہب ج ۴ص ۲۲)

ترجمہ: ابن مبارک اور ابن جوزی نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ نہیں تھا اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم سورج کی روشنی میں کھڑے ہوتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نور اس پر غالب آ جاتا۔

﴿شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ﴾

واما اوّل وه صلی اللہ علیہ وسلم اوست در ایجاد که اوّل ما خلق الله نوری واولست در نبوت که کنت نبیا و آدم لمنجدل فی طینة ۔ (مدارج النبوۃ)

ترجمہ: بہرحال حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مخلوق میں سے اوّل ہیں (جیسا کہ حدیث میں ہے) کہ سب سے پہلی چیز جسے اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمایا وہ میرا نور ہے اور نبوت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم اوّل اس لئے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں اس وقت بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم تھا جب حضرت آدم علیہ السلام مٹی میں تھے۔

ایک اور مقام پر تحریر فرماتے ہیں:

بدانك اوّل مخلوقات وواسطه صدور کائنات وواسطئه خلق عالم و آدم نور محمد صلی اللہ علیہ وسلم است چنانچه در حدیث صحیح وارشد که اوّل ما خلق الله نوری وسائر مکفوفات علوی وسفلی ازاں نور و ازاں جوهر پاك پیدا شده ۔

(مدارج النبوت)

ترجمہ: جان لو کہ مخلوقات میں سے اور واسطہ خلق کائنات وحدت آدم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا نور ہے جیسا کہ حدیث میں وارد ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے میرے نور کو پیدا فرمایا اور باقی عالمِ علوی و سفلی اسی نور سے پیدا فرمائے۔

ایک اور جگہ لکھتے ہیں:

ونور یکے از اسماء آنحضرت است و نور راسایه نمے باشد.

(مدارج النبوت ج ا ص ۱۲)

ترجمہ: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اسماء میں سے ایک نام نور بھی ہے اور نور کا سایہ نہیں ہوتا۔

﴿امام بوصیری رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ﴾

فَاِنَّكَ شَمْسُ فَضْلٍ هُمْ كَوَاكِبُهَا   يُظْهِرْنَ اَنْوَارُ هَا لِلنَّاسِ فِى الظُّلَمِ ۔

(قصیدہ بردہ شریف)

ترجمہ: پس بے شک آپ ﷺ فضیلت کے سورج ہیں اور وہ (یعنی انبیاء علیہم السلام) آپ ﷺ کے ستارے ہیں اور آپ ﷺ کے انوار کو لوگوں کے لئے اندھیروں میں ظاہر کرتے ہیں۔

﴿امام ابوالحسن اشعری رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ﴾

قَدْ قَالَ الْاَشْعَرِیُّ اِنَّهٗ تَعَالٰی نُوْرٌ لَیْسَ كَالْاَنْوَارِ وَرُوْحُ النَّبَوِیَّةِ الْقُدْسِیَّةِ لُمْعُهٗ مِنْ نُوْرِهٖ وَالْمَلَائِكَةُ اَشْرَارٌ تِلْكَ الْاَنْوَارُ وَقَالَ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰهُ نُوْرِیْ وَمِنْ نُوْرِیْ خَلَقَ كُلَّ شَیْءٍ وَغَیْرَهٗ مِمَّافِیْ مَعْنَاهُ ۔ (مطالع المسرات شرح دلائل الخیرات)

ترجمہ: تحقیق ابوالحسن اشعری رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ بے شک اللہ تعالیٰ نور ہے مگر دوسرے انوار کی مثل نہیں اور نبی کریم ﷺ کی رُوح انور اس نور کی تابش ہے اور ملائکہ علیہم السلام ان انوار کے پھول ہیں اور نبی کریم ﷺ نے فرمایا مخلوقات میں سے اللہ تعالیٰ نے پہلے میرے نور کو پیدا فرمایا اور میرے نور سے مخلوق وغیرہ کی ہر شئے کو پیدا فرمایا۔

﴿امام شہاب الدین خفاجی رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ﴾

وَمِنْ دَلَائِلِ نُبُوَّتِهٖ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَا ذُكِرَ مِنْ اَنَّهٗ لَا ظِلَّ لِشَخْصِهٖ اَیْ جَسَدِهِ الشَّرِیْفِ اللَّطِیْفِ اِذَا كَانَ فِیْ شَمْسٍ اَوْ قَمَرٍ لِاَنَّهٗ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ كَانَ نُوْرًا ۔

ترجمہ: اور نبی ﷺ کی نبوت کے دلائل سے ہے کہ جس وقت آپ سورج کی دھوپ یا چاند کی چاندنی میں ہوتے تو آپ ﷺ کے جسم شریف لطیف کا سایہ نہ تھا کیونکہ آپ ﷺ نور ہیں۔

﴿شاہ عبدالرحیم دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ﴾

از عرش تابغرش وملائکه علوی و جنس سفلی همه ناشی ازاں حقیقة محمدیه است و قول رسول مقبول اوّل ما خلق اللّٰه نوری و خلق اللّٰه ما خلق اللّٰه من نوری و قول لولاك لما خلقت الافلاك وقوله لولاك لما اظهرت ربوبیتی ۔ (انفاس رحیمیہ)

ترجمہ: فرش سے عرش تک اور اعلیٰ فرشتے اسفل کی جنس سب کی سب حقیقت محمدیہ ﷺ سے پیدا ہیں حضور ﷺ کا فرمان ہے سب سے پہلے اللہ نے میرا نور پیدا کیا اور اگر آپ ﷺ نہ ہوتے تو میں آسمانوں کو پیدا نہ کرتا اگر آپ ﷺ نہ ہوتے تو میں اپنی ربوبیت کو ظاہر نہ کرتا۔

﴿امام ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ﴾

وَمِمَّا يُؤَيِّدُ اَنَّهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَارَ نُوْرًا اِذْ كَانَ اِذَا مَشٰى فِى الشَّمْسِ وَالْقَمَرِ لَا يَظْهَرُ لَهُ ظِلٌّ لِاَنَّهُ لَا يَظْهَرُ اِلَّا بِكَثِيْفٍ وَهُوَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ خَلَّصَهُ اللّٰهُ مِنْ سَائِرِ الْكَثَافَاتِ الْجِسْمَانِيَّةِ وَصَيَّرَهُ نُوْراً صِرْفًا لَا يَظْهَرُ لَهُ ظِلٌّ اَصْلًا ۔ (افضل القریٰ)

ترجمہ: بے شک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نور ہونے کے دلائل میں سے یہ ہے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم دھوپ اور چاندنی میں چلتے تھے تو آپ کا سایہ ظاہر نہیں ہوتا تھا کیونکہ سایہ تو کثیف شئے کا ہوتا ہے جب کہ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام جسمانی کثافتوں سے پاک وصاف فرما دیا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خالص نور بنایا ہے جس کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ ظاہر نہیں ہوتا تھا۔

اکابرین دیوبند کے عقائد

﴿اشرف علی تھانوی کا عقیدہ﴾

حدیث پاک کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے میرے نور کو پیدا فرمایا کی تشریح کرتے ہوئے اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں:

اس حدیث سے نور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا اوّل الخلق ہونا بااولیت حقیقت ثابت ہوا کیونکہ جن اشیاء کی نسبت روایات میں اولیت کا حکم آیا ہے ان اشیاء کا نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم سے متاخر ہونا اس حدیث میں منصوص ہے۔

(نشر الطیب)

ایک اور جگہ حضور علیہ السلام کی شان و عظمت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

در شعاع بے نظیرم لا شوید
ورنہ پیش نور من رُسوا شوید
میرے بے مثال کے آگے فنا و گم ہو جاؤ
نہیں تو میرے نور کے آگے رُسوا ہو جاؤ

(ثلج الصدور)

پھر لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم خود نور اور قرآن ملا نور
نہ ہو پھر مل کے کیوں نورٌ علیٰ نور

﴿اسماعیل دہلوی کا عقیدہ﴾

که ل کسیکه بے بصر است البته از نور افشان اولے خبر است.

(منصب امامت ص ۱۶)

ترجمہ: ہاں جو اندھا ہے وہ حضور ﷺ کے نور افشاں سے بے خبر ہے۔
ایک جگہ اور لکھتے ہیں:

اما نزول برکت پس بیانس اانکه وجود انبیاء بمشابه آفتاب عالم تاب است که چوں نور او درتمام عالم منتشر شود لا بدظلمت شب بدرود.

(منصب امامت)

ترجمہ: لیکن برکت کا نازل ہونا تو اس کا بیان یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کا وجود دُنیا کو چمکانے والے سورج کی طرح ہے کہ جب اس کا نور دُنیا میں پھیلتا ہے تو رات کی تاریکی دُور ہو جاتی ہے۔

﴿مولوی حسین احمد مدنی کا عقیدہ﴾

ہمارے حضرات اکابر کے اقوال وعقائد کو ملاحظہ فرمائیے یہ جملہ حضرات ذات حضور پرنور علیہ السلام کو ہمیشہ سے اور ہمیشہ تک واسطہ فیوضات الٰہیہ وسراب رحمت غیر متناہیہ اعتقاد لئے بیٹھے ہوئے ہیں۔ ان کا عقیدہ یہ ہے کہ ازل سے اب تک جو رحمتیں عالم پر ہوئی ہیں اور ہوں گی عام ہے کہ وہ نعمت وجود کی ہو یا اور کسی قسم کی ان سب میں آپ ﷺ کی ذات پاک اسی پر واقع ہوئی ہے کہ پہلے آفتاب سے نور چاند میں آیا اور چاند سے نور ہزاروں آئینوں میں غرضیکہ حقیقت محمدیہ ﷺ واسطہ جملہ کمالات عالم و عالمیان ہے یہ ہی معنی الافلاک اور اوّل ماخلق اللہ نوری اور انا نبی الانبیاء ﷺ کے ہیں (سالولاک لما خلقت) یعنی اگر آپ ﷺ نہ ہوتے تو میں افلاک کو پیدا نہ کرتا اور سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے میرے نور کو پیدا فرمایا اور میں انبیاء کرام علیہم السلام کا نبی ﷺ ہوں۔

﴿رشید احمد گنگوہی کا عقیدہ﴾

آں ذات پاك ﷺ هم از جمله اولاد آدم اند مگر آنحضرت ﷺ خود راں چناں مظهر فرمود که نور خالص گشتة وحق تعالیٰ اننجاناب رانور فرمود.

(امداد السلوک ص ۸۶)

ترجمہ: ذاک پاک ﷺ حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں مگر آنحضرت ﷺ نے خود کو اس طرح پاک فرمالیا کہ آپ ﷺ خالص نور ہو گئے اور خود حق تعالیٰ نے آپ ﷺ کو نور فرمایا۔

﴿شبیر احمد عثمانی کا عقیدہ﴾

شائد نور سے خود نبی کریم ﷺ اور کتاب مبین سے قرآن کریم مراد ہے۔ (تفسیر عثمانی ص ۱۹۳)

﴿رشید احمد گنگوہی کا عقیدہ﴾

وبتواتر ثابت شد کہ آں حضرت علی سایہ نداشتند و ظاہر است کہ بجز نور ہمہ اجسام ظل مے دارند ۔ (امداد السلوک ص ۸۶)

ترجمہ: یہ بات متواتراً ثابت ہے کہ سرکار ﷺ کا سایہ نہ تھا یہ بات ظاہر ہے کہ جو چیز نور ہو اس کا سایہ نہیں ہوتا۔

﴿اشرف علی تھانوی کا عقیدہ﴾

اب لیجئے کہ نور کی حقیقت ہے ظاہر بنفسہٖ مظہر لغیرہ تو حضور ﷺ کی شان مظہر کے بہت مناسب ہے کہ مراد نور سے آپ ﷺ ہوں۔

﴿حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ﴾

سب دیکھو نور محمد ﷺ کا سب ہیچ ظہور محمد ﷺ کا
جبریل مقرب خادم ہے سب جا مشہور محمد ﷺ کا
وہ منشا سب اسماء کا ہے وہ مصدر ہر اشیاء کا ہے
وہ سر ظہور و خفا کا ہے سب دیکھو نور محمد ﷺ کا
کہیں رُوح مثال کہایا ہے کہیں جسم میں جا سمایا ہے
کہیں حسن و جمال دکھایا ہے سب دیکھو نور محمد ﷺ کا
کہیں عاشق وہ یعقوب علیہ السلام ہوا کہیں یوسف علیہ السلام وہ محبوب ہوا
کہیں صابر وہ ایوب علیہ السلام ہوا سب دیکھو نور محمد ﷺ کا
کہیں موسیٰ علیہ السلام وہ کلیم ہوا کہیں راز قدیم علیم ہوا
کہیں ہارون وہ ندیم ہوا سب دیکھو نور محمد ﷺ کا

کہیں ابراہیم خلیل علیہ السلام ہوا اس راز قدیم علیل ہوا
کہیں صادق اسماعیل علیہ السلام ہوا سب دیکھو نور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا
کہیں یار کہیں بیگانہ ہے کہیں شمع کہیں پروانہ ہے
کہیں نہ کہیں دیوانہ ہے سب دیکھو نور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا
کہیں غوث ابدال کہایا ہے کہیں قطب بھی نام دھرایا ہے
کہیں دین امام کہایا ہے سب دیکھو نور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا

﴿رشید احمد گنگوہی کا عقیدہ﴾

حق تعالیٰ درشان حبیب خود صلی اللہ علیہ وسلم فرمود کہ آمدہ ترد شما از طرف حق تعالیٰ نور و کتاب مبین و مراد از نور ذات پاک حبیب خدا اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم است ۔ (امداد السلوک ص ۸۶)

ترجمہ: حق تعالیٰ اپنے حبیب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں فرماتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمہارے پاس نور اور کتاب مبین آئی اور (آیت میں) نور سے حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پاک مراد ہے۔

﴿مشتاق احمد کا عقیدہ﴾

قَدْ جَاءَ كُمْ مِنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَ كِتَابٌ مُبِيْنٌ ۔ (تفسیر ثنائی پارہ ٦)

ترجمہ: تمہارے پاس اللہ کا نور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور روشن کتاب قرآن شریف آئی۔

﴿غیر مقلد وحید الزمان کا عقیدہ﴾

نور سے مراد حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم یا دین اسلام ہے۔ (تبویب القرآن ص ۱۴۹)

﴿حافظ لکھوی کا عقیدہ﴾

نور سے مراد محمد صلی اللہ علیہ وسلم یا اسلام جو دین ربانی ہے۔ (تفسیر محمدی ص ۲۳)

اعتراضات کے جوابات

حضور نبی کریم ﷺ کی نورانیت پر بعض حضرات اعتراض کرتے ہیں جن کے جوابات حکیم الامت کی تصنیف "رسالہ نور" سے لئے گئے ہیں ملاحظہ ہوں۔

اعتراض: حضور ﷺ نور نہیں کیونکہ ربّ تعالیٰ نے فرمایا:

قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ ۔

ترجمہ: فرمادو کہ میں تم جیسا بشر ہوں۔

جب حضور ﷺ بشر ہوئے تو نور نہ ہوئے۔ بشریت اور نورانیت جمع نہیں ہوسکتیں۔

جواب: حضور ﷺ نور بھی ہیں اور بشر بھی۔ یعنی نوری بشر ہیں۔ حقیقت حضور ﷺ کی نور ہے اور لباس بشری ہے۔

رب تعالیٰ نے حضرت جبریل کے بارے میں فرمایا:

فَاَرْسَلْنَا اِلَیْهَا رُوْحَنَا فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِیًّا ۔

ترجمہ: پس بھیجا اس کی طرف ہم نے رُوح وہ اس کے سامنے ایک تندرست بشر کے روپ میں ظاہر ہوا۔

حضرت جبریل علیہ السلام فرشتہ ہیں نور ہیں اور حضرت مریم علیہا السلام کے پاس بشری شکل میں ظاہر ہوئے اس وقت اس بشری شکل کی وجہ سے نورانیت سے علیحدہ نہیں ہو گئے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم علیہم الرضوان نے حضرت جبریل علیہ السلام کو بشری شکل میں دیکھا سیاہ زلفیں، سفید لباس، آنکھ، ناک اور کان وغیرہ سب موجود ہیں اس کے باوجود بھی وہ نور تھے۔

معلوم ہوا کہ فرشتے انبیاء کرام علیہم السلام کی خدمت میں انسانی شکل (بشری صورت) میں حاضر ہوتے تھے مگر اس کے باوجود نور بھی ہوتے تھے۔ غرضیکہ نورانیت و بشریت ضدیں نہیں۔

اعتراض: اگر حضور ﷺ نور ہیں تو کھاتے پیتے کیوں ہیں ان کی اولاد کیوں ہوتی ہے اور چاہیے کہ سارے سید نور ہوں۔

جواب: کسی آیت یا حدیث میں نہیں کہ نور کی اولاد نہیں ہوتی اگر ہے تو پیش کرو فرشتوں کی اولاد نہ ہونا اس لئے ہے کہ وہ فرشتہ ہے۔ فرشتوں کے اولاد نہیں۔ ہم حضور ﷺ کو نور مانتے ہیں فرشتہ نہیں مانتے۔ یہ تمام سوالات اس صورت میں ہو سکتے تھے جب حضور ﷺ کی بشریت کا انکار کیا جاتا حضور ﷺ نور بھی ہیں بشر

بھی ہیں اور تمام عوارض انسانی (یعنی اولاد جننا وغیرہ) بشریت کے ہیں نورانیت کے نہیں حضور ﷺ بشریت میں آدم علیہ السلام کی فرع ہیں اور ان کی اولاد ہیں اور نورانیت میں آدم علیہ السلام کی اصل ہیں۔

نور میں توالد وتناسل (اولاد جننا) نہیں۔ ایمان نور ہے مومن نورانی ہے عالم نورانی ہے نبوت نور ہے نبی نورانی ہیں اس کے باوجود مومن کی اولاد کافر، عالم کی اولاد جاہل، نبی کی اولاد کافر بھی ہو جاتی ہے جنتی لوگ نورانی ہوں گے حوریں نور ہیں مگر حدیث شریف سے ثابت ہے کہ بعض جنتی اولاد کی خواہش کریں گے اور انہیں اولاد ہو گی۔

فرماؤ اگر نور کے اولاد نہیں ہو سکتی تو ان جنتی لوگوں کی اولاد کیسے ہو گی؟

اعتراض: حدیث شریف میں ہے کہ نبی کریم ﷺ یہ دُعا مانگتے تھے کہ اے اللہ میری آنکھ میں، کان میں، گوشت میں، ہڈی میں نور کر اور مجھے نور بنا دے اب اگر حضور ﷺ خود پہلے ہی نور تھے تو اس دُعا کی کیا وجہ تھی نور تو وہ بنایا جاتا ہے جو پہلے سے نور نہ ہو۔

جواب: اس کے دو جواب ہیں۔ ایک الزامی اور دوسرا حقیقی۔

الزامی جواب تو یہ ہے کہ آپ ہمیشہ دُعا مانگتے ہیں "اھدنا الصراط المستقیم" اے اللہ ہمیں سیدھے راستے کی ہدایت دے تو کیا آپ اس وقت گمراہ تھے جب آپ پہلے ہی ہدایت پر ہیں پھر ہدایت کیوں مانگ رہے ہیں۔

رب عزوجل فرماتا ہے:

هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ ۔ ترجمہ: قرآن پرہیزگاروں کو ہدایت دینے والا ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اٰمِنُوْا ۔ ترجمہ: اے ایمان والو۔ ایمان لاؤ۔

بتاؤ جو پہلے ہی پرہیزگار بن چکے انہیں ہدایت دینے کے کیا معنی اور جو پہلے ہی ایمان لا چکے ان کے ایمان لانے کے کیا معنی؟

تحقیقی جواب یہ ہے کہ حضور انور ﷺ کا یہ دُعا مانگنا کہ خداوند میرے آنکھ، کان وغیرہ میں نور کر دے اُمت کو تعلیم دینے کے لئے ہے۔ نورانیت پر قائم رہنے کی دُعا ہے۔

اعتراض: اگر حضور ﷺ نور ہیں تو آپ ﷺ اولاد آدم کیسے ہوئے۔ نور کسی کی اولاد نہیں ہوتا۔ حضور ﷺ کو اسی لئے آدمی کہا جاتا ہے یعنی آدم والے۔

جواب: ہم پہلے عرض کر چکے ہیں کہ حضور ﷺ بشر بھی ہیں اور نور بھی یعنی نورانی بشر ہیں ظاہری جسم شریف بشر ہے اور حقیقت نور ہے۔ اولاد آدم علیہ السلام ہونا اس جسم بشری کی صفت ہے لیکن حقیقت کے لحاظ سے حضور ﷺ سارے عالم کی اصل ہیں اور سارا عالم حضور ﷺ سے ہے۔

اعتراض: اگر حضور ﷺ خدا عزوجل کا نور ہیں تو آپ ﷺ بھوک میں پیٹ پر پتھر کیوں باندھتے تھے اور آپ ﷺ کو بچھو کے زہر نے کیوں اثر کیا آپ ﷺ پر جادو کیوں چل گیا بعض پیغمبروں کو کفار نے قتل کیسے کر دیا جنگ اُحد میں حضور ﷺ کا دانت شریف کیوں شہید ہوا کیا نور بھی بھوکا ہو سکتا ہے کیا نور پر زہر اثر کر سکتا ہے؟

جواب: یہ اور اس قسم کے صدہا اعتراضات جب پڑ سکتے تھے کہ ہم ان کی بشریت کا انکار کرتے ہم تو کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نور بھی ہیں اور بشر بھی کبھی بشریت کی صفات آپ ﷺ پر ظاہر ہوتی ہیں کبھی نورانیت کی ربّ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو تمام صفات کا جامع بنا کر بھیجا۔ اگر عادتاً کھانا نہ ملاحظہ کریں تو شکم مبارک پر پتھر بھی باندھیں گے اور بھوک کے آثار بھی نمودار ہوں گے لیکن اگر روزہ وصال میں روزہ کی نیت سے کھانا چھوڑیں تو خواہ مہینوں نہ کھائیں کوئی اثر نہیں وہاں بشریت کا ظہور تھا اور یہاں نورانیت کی جلوہ گری ہے۔ یہاں بچھو کے زہر، تلوار اور آگ نے اثر دکھایا مگر معراج کی رات دوزخ کی سیر فرمائی وہاں آگ، سانپ، بچھو سب کچھ موجود مگر کسی کا اثر نہ ہوا وہ بشریت تھی یہ نورانیت ہے آج عیسیٰ علیہ السلام صدہا سال سے آسمان پر زندہ موجود ہیں جہاں نہ ہوا ہے نہ کھانا نہ پینا مگر زندہ ہیں یہ زندگی نورانیت کا ظہور ہے۔

اعتراض: اگر حضور ﷺ نور ہیں اور ہر جگہ حاضر و ناظر ہیں تو چاہیے کہ کسی جگہ اندھیرا نہ ہوا کرے ہر جگہ روشنی ہو لہٰذا یا تو حضور نور نہیں یا ہر جگہ حاضر و ناظر نہیں۔

جواب: اس سوال کے دو جواب ہیں ایک الزامی اور دوسرا تحقیقی۔

جواب الزامی تو یہ ہے کہ ربّ تعالیٰ نور ہے اور ہر وقت ہمارے ساتھ ہے مگر ہر جگہ روشنی نہیں ہوتی۔ قرآن شریف نور ہے اور ہر گھر میں رہتا ہے مگر روشنی نہیں ہوتی فرشتے نور ہیں اور ہمارے ساتھ رہتے ہیں مگر ان کی روشنی نہیں پڑتی۔

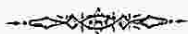
اب بتاؤ کہ یا تو ربّ تعالیٰ ہمارے ساتھ نہیں ہے یا وہ نور نہیں۔ اسی طرح یا تو فرشتے اور قرآن ہمارے پاس نہیں یا وہ نور نہیں اب اُن کے بارے میں کیا کہو گے؟

جواب تحقیقی یہ ہے کہ نور دو قسم کا ہے۔ (۱) نورِ حسی (۲) نورِ معنوی۔

نورِ حسی کے لئے محسوس ہونا ضروری ہے مگر نورِ معنوی کے دیکھنے کو قوۃ قدسیہ والی آنکھیں چاہیں۔ اگر اندھا آفتاب کو نہ دیکھے تو اسے چاہیے کہ دیکھنے والوں سے سُن کر اسے نور مان لے اسی طرح قوتِ قدسیہ والے اولیاء اللہ نور محمد ﷺ کو دیکھتے ہیں محسوس کرتے ہیں ان سے سُن کر قرآن کو مان کر حضور ﷺ کو نور مان لے۔

وما علینا الا البلاغ المبین





تیرا مسند ناز ہے عرش بریں تیرا محرم راز ہے رُوح امیں
تو ہی سرورِ ہر دو جہاں ہے شہا تیرا مثل نہیں ہے خدا کی قسم

کیا نبی ﷺ
ہماری طرح بشر ہیں؟

جب سے دیکھا ہے لباس بشری میں تم کو
ہر فرشتے کی تمنا ہے کہ انسان ہو جائے



14

عقیدۂ اہل سنت والجماعت

ہمارا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام علیہم السلام کو جنس بشر اور نوع انسان میں مبعوث فرمایا ہے لیکن انبیاء علیہم السلام کی بشریت بے شمار فضائل و کمالات پر مشتمل ہے اور ہمارے نبی پاک صاحب لولاک ﷺ بشریت اور نورانیت دونوں کے جامع ہیں چنانچہ ہمارے نزدیک آپ ﷺ نوری و بے مثل بشر ہیں۔

حضور نبی کریم ﷺ کو اپنے جیسا بشر یا بڑا بھائی کہنا بے ادبی و گستاخی ہے سابقہ امتوں کے کفار نے انبیاء علیہم السلام کو اپنے جیسا بشر کہا تو ان پر وعیدیں آئیں۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

نبی جنس بشر میں آتے ہیں اور انسان ہی ہوتے ہیں جن یا (محض) بشر یا فرشتہ نہیں ہوتے یہ دنیاوی احکام ہیں ورنہ بشریت کی ابتداء آدم علیہ السلام سے ہوئی کیونکہ وہ ہی ابوالبشر ہیں اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام خود فرماتے ہیں (کنت نبیا و آدم بین الماء والطین) میں اس وقت بھی نبی تھا جب آدم علیہ السلام پانی اور مٹی کے درمیان تھے۔

اس وقت حضور ﷺ نبی ہیں بشر نہیں سب کچھ صحیح لیکن ان کو بشر کہہ کر پکارنا یا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو یا محمد ﷺ یا کہ اے ابراہیم کے باپ یا اے بھائی، باوا وغیرہ برابری کے الفاظ سے یاد کرنا حرام ہے اور اگر توہین کی نیت سے پکارا تو کافر ہے عالم گیری وغیرہ کتب فقہ میں ہے کہ جو شخص حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو (ھذا الرجل) یہ مرد توہین کی نیت سے کہے تو کافر ہے بلکہ یارسول اللہ، یا حبیب اللہ، یا شفیع المذنبین ﷺ وغیرہ عظمت کے کلمات سے یاد کرنا لازم ہے۔

﴿انبیاء علیہم السلام کو اپنی طرح بشر کہنا کفار کا طریقہ ہے﴾

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فَقَالَ الْمَلَاُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ مَا نَرٰىكَ اِلَّا بَشَرًا مِّثْلَنَا ۔ (سورہ ہود پارہ ۱۲ آیت ۲۷)

ترجمہ کنز الایمان: تو اُس کی قوم کے سردار جو کافر ہوئے تھے بولے ہم تو تمہیں اپنے ہی جیسا

آدمی (بشر) دیکھتے ہیں۔

تشریح: معلوم ہوا کہ نبی کو اپنے جیسا بشر کہنا کفر کی جڑ اور گمراہی کی سیڑھی ہے۔ یاد رہے کہ انبیائے کرام علیہم السلام کو یا تو ربّ نے بشر فرمایا یا خود انبیاء کرام علیہم السلام نے یا کفار نے چوتھے کسی نے بشر نہ پکارا۔ اب جو حضور نبی کریم ﷺ کو بشر کہہ کر پکارے سمجھ لے کہ وہ کون ہے۔

اس آیت کریمہ کی وضاحت کرتے ہوئے مولانا نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں اس گمراہی (یعنی نبی کو اپنے جیسا بشر کہے) میں بہت سی اُمتیں مبتلا ہو کر اسلام سے محروم رہیں قرآن کریم میں جا بجا ان کے تذکرے ہیں اس اُمت میں بھی بہت سے بدنصیب سید الانبیاء ﷺ کو بشر کہتے ہیں اور ہمسری کا خیال فاسد رکھتے ہیں اللہ تعالیٰ انہیں گمراہی سے بچائے۔ آمین۔

﴿حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کے کفار نے آپ ﷺ کو اپنے جیسا بشر کہا﴾

ارشاد ہوتا ہے:

فَقَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِهٖ . . . مَا هٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يَاْكُلُ مِمَّا تَاْكُلُوْنَ مِنْهُ وَيَشْرَبُ مِمَّا تَشْرَبُوْنَ . (پارہ ۱۸ سورہ مومنون آیت ۳۳)

ترجمہ کنز الایمان: اور بولے اس قوم کے سردار کہ یہ تو نہیں مگر تم جیسا آدمی (بشر) جو تم کھاتے ہو اسی میں سے کھاتا ہے اور جو تم پیتے ہو اسی میں سے پیتا ہے۔

تشریح: اس آیت کی تشریح کرتے ہوئے مولانا نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں (کفار نے سمجھا کہ) اگر یہ (یعنی حضرت نوح علیہ السلام) نبی ہوتے تو ملائکہ کی طرح کھانے پینے سے پاک ہوتے ان باطن کے اندھوں نے کمالات نبوت کو نہ دیکھا اور کھانے پینے کے اوصاف دیکھ کر نبی کو اپنی طرح بشر کہنے لگے۔ جیسا کہ آج کل بعض لوگوں نے نبی ﷺ کے کھانے پینے وغیرہ کے اوصاف دیکھ کر اپنی طرح بشر سمجھ لیا اور حضور علیہ السلام کے کمالات نبوت پر آنکھیں بند کر لیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ نبی کو اپنے جیسا بشر کہنا اور ان کے ظاہری کھانے پینے کو دیکھنا، باطنی اسرار کو نہ دیکھنا ہمیشہ سے کفار کا کام رہا ہے۔ سب سے پہلے شیطان نے نبی کو بشر کہا پھر ہمیشہ کفار نے کہا۔ قرآنی جزدان کو دیکھنا غافل کا کام ہے اور جزدان کے اندر قرآن کو دیکھنا مومن کا شیوہ ہے۔ ابوجہل صحابی نہ ہوا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ صحابی ہو گئے اگرچہ دونوں نے حضور ﷺ کو دیکھا کیونکہ ابوجہل نے صرف بشریت کو دیکھا اور صدیق نے بشریت کے غلاف میں نور کو دیکھا کفار نے نبی کے کھانے پینے کی ابتداء دیکھی انتہا کا فرق نہ دیکھا بھڑ اور شہد کی مکھی ایک ہی پھول چوستی ہے مگر یہ پھول کا رس بھڑ کے پیٹ میں پہنچ کر زہر اور شہد

کی مکھی کے پیٹ میں پہنچ کر شہد بنتا ہے ایسے ہی ہمارا کھانا غفلت کا باعث ہے انبیائے کرام علیہم السلام کی خوراک نورانیت کے ازدیاد کا ذریعہ ہے۔

﴿فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام و حضرت ہارون علیہ السلام کو اپنے جیسا بشر کہا﴾

قرآن میں ارشاد ہوتا ہے:

ثُمَّ اَرْسَلْنَا مُوْسٰی وَاَخَاهُ هَارُوْنَ بِاٰیٰتِنَا وَسُلْطَانٍ مُّبِیْنٍ اِلٰی فِرْعَوْنَ وَمَلَائِهٖ فَاسْتَکْبَرُوْا وَکَانُوْا قَوْمًا عَالِیْنَ فَقَالُوْا اَنُؤْمِنُ لِبَشَرَیْنِ مِثْلِنَا ۔ (پارہ ۱۸ سورہ مومنون آیت ۴۵، ۴۶، ۴۷)

ترجمہ کنز الایمان: پھر ہم نے موسیٰ علیہ السلام اور اس کے بھائی ہارون علیہ السلام کو اپنی آیتوں اور روشن سند کے ساتھ بھیجا فرعون اور اس کے درباریوں کی طرف تو انہوں نے غرور کیا اور لوگ غلبہ پائے ہوئے تھے بولے کیا ہم ایمان لے آئیں اپنے جیسے دو آدمیوں (بشر) پر۔

تشریح: ثابت ہوا کہ نبی کی شان و عظمت میں تنقیص کر کے اسے اپنے جیسا بشر کہنا فرعون اور اس کے پیروکاروں کا طریقہ ہے۔

﴿کفار نے حضرت صالح علیہ السلام کو اپنی طرح بشر کہا﴾

وَقَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِهِ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا وَکَذَّبُوْا بِلِقَآءِ الْاٰخِرَةِ وَاَتْرَفْنٰهُمْ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا مَا هٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ یَاْکُلُ مِمَّا تَاْکُلُوْنَ مِنْهُ وَیَشْرَبُ مِمَّا تَشْرَبُوْنَ وَلَئِنْ اَطَعْتُمْ بَشَرًا مِّثْلَکُمْ اِنَّکُمْ اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ ۔ (پارہ ۱۸ سورہ مومنون آیت ۳۳، ۳۴)

ترجمہ کنز الایمان: اور بولے اس قوم کے سردار جنہوں نے کفر کیا اور آخرت کی حاضری کو جھٹلایا اور ہم نے انہیں دُنیا کی زندگی میں چین دیا کہ یہ تو نہیں مگر تم جیسا آدمی (بشر) جو تم کھاتے ہو اس میں سے کھاتا ہے اور جو تم پیتے ہو اس میں سے پیتا ہے اور اگر تم کسی اپنے جیسے آدمی (بشر) کی اطاعت کرو جب تو تم ضرور گھاٹے میں ہو۔

تشریح: حضرت صالح علیہ السلام کی قوم نے آپ علیہ السلام کے کھانے پینے کو اپنے کھانے پینے پر قیاس کر کے آپ علیہ السلام کو اپنے جیسا بشر کہا اور ہلاک ہوئے بدقسمتی سے آج بھی اسی طرح کی ایک قوم پیدا ہو چکی ہے جو حضور علیہ السلام کے کھانے پینے چلنے پھرنے شادی وغیرہ کرنے کو اپنے افعال پر قیاس کر کے آپ علیہ السلام کو اپنے جیسا بشر اور بڑا بھائی کہتے ہوئے نظر آتی ہے۔

﴾سب سے پہلے شیطان نے نبی کو بشر کہا﴿

قَالَ لَمْ اَكُنْ لِاَسْجُدَ لِبَشَرٍ خَلَقْتَهٗ مِنْ صَلْصَالٍ مِنْ حَمَاٍ مَسْنُوْنٍ ۔ (پارہ ۱۴ سورہ مومنون آیت ۳۳)

ترجمہ کنز الایمان: (شیطان) بولا مجھے زیبا نہیں کہ بشر کو سجدہ کروں جسے تو نے بجتی مٹی سے بنایا جو سیاہ بودار گارے سے تھی۔

تشریح: اس آیت کریمہ میں شیطان مردود نے حضرت آدم علیہ السلام کو تنقیص کے طور پر بشر کہا اور آپ علیہ السلام کے اندر نقائص ڈھونڈ کر بشر کہا تو اللہ تعالیٰ نے اسے ایسا راندہ درگاہ کیا کہ ہمیشہ کے لئے ملعون و معتوب ہو گیا لہٰذا نبی کو بشر کہنے والے شیطان سے عبرت حاصل کریں۔

﴾اصحاب قریہ کے کفار نے انبیاء علیہم السلام کو اپنی طرح بشر کہا﴿

اِذْ اَرْسَلْنَا اِلَیْهِمُ اثْنَیْنِ فَكَذَّبُوْهُمَا فَعَزَّزْنَا بِثَالِثٍ فَقَالُوْا اِنَّا اِلَیْكُمْ مُّرْسَلُوْنَ قَالُوْا مَا اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا ۔ (پارہ ۲۲ سورہ یٰسین آیت ۱۴، ۱۵)

ترجمہ کنز الایمان: جب ہم نے ان کی (یعنی اصحاب قریہ) کی طرف دو (رسول) بھیجے پھر انہوں (یعنی اصحاب قریہ کے کفار) نے جھٹلایا تو ہم نے تیسرے (نبی) سے زور دیا اب ان سے (انبیاء علیہم السلام) نے کہا ہم بے شک تمہاری طرف بھیجے گئے ہیں۔ کفار بولے تم تو نہیں مگر ہم جیسے آدمی (بشر)۔

تشریح: اس آیت کریمہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے انطاکیہ شہر کے بسنے والوں کی طرف اپنے تین ساتھی تبلیغ دین کے لئے بھیجے تو اہل انطاکیہ نے ان کو اپنے جیسا بشر کہہ کر ان کی دعوت کو ٹھکرا دیا جس پر انہیں عذاب الٰہی سے ہلاک کر دیا گیا۔

﴾خلاصہ کلام﴿

ان آیاتِ مبارکہ سے ثابت ہوا کہ انبیاء کرام علیہم السلام کو اپنے جیسا بشر کہنا کفار کا طریقہ ہے قرآن کریم سے کہیں بھی ثابت نہیں کہ مومنین نے انبیاء کرام علیہم السلام کو اپنے جیسا بشر کہا ہو۔

لہٰذا ان آیات سے وہ حضرات عبرت حاصل کریں جو آج بھی نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنے جیسا بشر سمجھتے ہیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات میں نقائص تلاش کر کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت و شان میں کمی پیدا کرنے کی ناکام کوشش کرتے ہیں۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات پاک بے مثل بشریت کے ساتھ متصف ہے اور ہر قسم کے نقائص سے

پاک ومنزہ ہے اس کے ثبوت پر قرآن مجید اور بے شمار احادیثِ مبارکہ سے اس کا ثبوت ذکر کیا جائے گا۔

قرآن سے حضور ﷺ کے بے مثل ہونے کا ثبوت

﴿رسول کو اس طرح نہ پکارو جیسے تم ایک دوسرے کو پکارتے ہو﴾

لَا تَجْعَلُوْا دُعَاءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَاءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا ۔ (پارہ۱۸سورہ نور آیت ۶۳)

ترجمہ کنز الایمان: رسول اللہ ﷺ کے پکارنے کو آپس میں ایسا نہ ٹھہرا لو جیسا تم میں ایک دوسرے کو پکارتا ہے۔

تشریح: اس آیت کریمہ میں عام بشر اور نبی کے ساتھ کلام کرنے میں واضح فرق بیان کیا گیا ہے کہ جس طرح عام انسان کو اپنے جیسا بشر جان کر اسے بڑا بھائی وغیرہ کہہ کر پکارتے ہو۔ رسول ﷺ کو اس طرح مت پکارو کیونکہ رسول ﷺ عام بشر یا محض بشر نہیں بلکہ رسول اللہ ﷺ اور عام بشر میں بہت فرق ہے۔

﴿کسی بشر میں اللہ کا کلام سننے کی طاقت نہیں مگر انبیاء علیہم السلام کو ہے﴾

وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْيًا اَوْ مِنْ وَّرَآئِ حِجَابٍ اَوْ يُرْسِلَ رَسُوْلًا فَيُوْحِيَ بِاِذْنِهٖ مَا يَشَآءُ اِنَّهٗ عَلِيٌّ حَكِيْمٌ ۔ (پارہ۲۵ سورہ شوریٰ آیت ۵۱)

ترجمہ کنز الایمان: اور کسی آدمی (بشر) کو نہیں پہنچتا کہ اللہ تعالیٰ اس سے کلام فرمائے مگر وحی کے طور پر یا یوں کہ وہ بشر پردہ عظمت کے ادھر ہو یا کوئی فرشتہ بھیجے کہ وہ اس کے حکم سے وحی کرے جو وہ چاہے بے شک وہ بلندی وحکمت والا ہے۔

تشریح: اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس آیت کریمہ میں عام بشر اور نبی کے درمیان یہ فرق بیان فرمایا کہ عام بشر کے اندر اتنی طاقت نہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ سے ہم کلام ہو سکے جب کہ اللہ تعالیٰ کا نبی اس سے ہم کلام ہوتا ہے۔

اور نبی کے ہم کلام ہونے کی تین صورتیں بیان فرمائیں کہ نبی یا تو براہ راست (ڈائریکٹ) اللہ تعالیٰ سے ہم کلام ہوتا ہے یا پردہ کے پیچھے یا بذریعہ فرشتے کے۔ جیسا کہ حضور نبی کریم ﷺ نے اپنے ربّ عزوجل سے براہ راست کلام فرمایا پردہ کی اوٹ میں فرشتہ کے واسطے سے بھی اللہ تعالیٰ سے کلام فرمایا لہٰذا ثابت ہوا کہ عام بشر اور نبی میں بہت فرق ہے اور کوئی نبی محض بشر نہیں ہوتا جیسا کہ بعض لوگوں نے گمان کیا۔

احادیث سے بے مثلیت کا ثبوت

﴿تم میری مثل نہیں﴾

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاصَلَ فِیْ رَمَضَانَ فَوَاصَلَ النَّاسُ فَنَھَاھُمْ قِیْلَ لَہٗ اَنْتَ تُوَاصِلُ قَالَ اِنِّیْ لَسْتُ مِثْلَکُمْ اِنِّیْ اُطْعَمُ وَاُسْقٰی ۔ (مسلم شریف ج ا ص ۳۵۱۔ کتاب الصیام)

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ماہ رمضان میں وصال کے روزے رکھے تو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے بھی وصال کے روزے رکھنے شروع کر دیئے (وصال وہ روزے ہوتے ہیں جو بغیر افطار کے رکھے جائیں) تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کو منع کیا۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی تو وصال کے روزے رکھتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں تمہاری مثل نہیں ہوں کیونکہ مجھے کھلایا اور پلایا جاتا ہے۔

﴿میرا ربّ مجھے کھلاتا پلاتا ہے﴾

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ نَھٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَنِ الْوَصَالِ فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ فَاِنَّکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ تُوَاصِلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاَیُّکُمْ مِثْلِیْ اِنِّیْ اَبِیْتُ یُطْعِمُنِیْ رَبِّیْ وَ یَسْقِیْنِیْ ۔ (مسلم شریف ج ا ص ۳۵۱۔ کتاب الصیام)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وصال کے روزے رکھنے سے منع فرمایا تو مسلمانوں میں سے ایک شخص نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ بھی تو وصال کے روزے رکھتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے میری مثل کون ہے۔ بے شک میرا ربّ عزوجل مجھے کھلاتا پلاتا ہے۔

تشریح: وصال کا روزہ ایسا روزہ ہے جس میں افطار نہیں ہوتا اور مسلسل رات دن روزہ کی حالت میں رہنا پڑتا ہے۔ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم بعض اوقات وصال کا روزہ رکھتے تو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت

میں روزہ وصال رکھنا شروع کر دیا جس سے کمزوری غالب آئی اور جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا دشوار ہو گیا۔ جماعت میں کمی کو دیکھ کر حضور نبی کریم ﷺ نے وجہ دریافت فرمائی تو معلوم ہوا کہ روزہ وصال کی وجہ سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کمزور و بیمار ہو گئے ہیں جس کی وجہ سے جماعت میں شامل ہونا دشوار ہو گیا ہے۔تو آپ ﷺ نے اپنی حقیقت بیان فرماتے ہوئے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر واضح فرمایا کہ خبردار تم میری مثل نہیں ہو سکتے کہ وصال کے روزے رکھو۔

حضراتِ محترم! ان احادیثِ مبارکہ میں پیارے آقا مدنی مصطفیٰ ﷺ خود اپنے بے مثل ہونے کا اعلان فرما رہے ہیں اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی آپ ﷺ کو بھی بے مثل تسلیم کیا یہی وجہ تھی کہ ساری زندگی کسی صحابی نے آپ ﷺ کو اپنے جیسا بشر یا اپنا بھائی نہیں کہا۔

﴿حضور ﷺ کے بے مثل جسم انور کی خوشبو مبارک﴾

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عجیب صفات میں سے ایک صفت پاکیزہ خوشبو ہے یہ آپ ﷺ کی ذاتی خوشبو تھی بغیر دوسری کسی خارجی خوشبو کے استعمال کے اور کوئی خوشبو آپ ﷺ کی خوشبو کا مقابلہ نہیں کر سکتی تھی حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے ہر ایک خوشبو کو سونگھا ہے خواہ مشک ہو یا عنبر لیکن کوئی خوشبو بھی حضور ﷺ سے بڑھ کر ہرگز نہ تھی۔ اور عاصم کے والد عتبہ بن فرقد سلمی رضی اللہ عنہ کی زوجیت میں ہم چار عورتیں تھیں اور ہم میں سے ہر بیوی زیادہ سے زیادہ خوشبو لگا کر عتبہ کے پاس جانے کی کوشش کرتی تھیں لہٰذا ہم سب بہت خوشبو استعمال کرتی تھیں باوجود اس کے ہم میں سے کسی کی خوشبو بھی عتبہ رضی اللہ عنہ کی خوشبو کا مقابلہ نہ کر سکتی تھی جب کہ عتبہ رضی اللہ عنہ صرف اتنا کرتے تھے کہ تیل کو اپنے ہاتھ سے چھو کر اپنی داڑھی میں مل لیتے تھے پھر بھی ان کی خوشبو ہم سب کی خوشبو سے بڑھ کر ہوتی تھی عتبہ رضی اللہ عنہ باہر جاتے تھے تو لوگ کہتے تھے کہ باوجود اس کے کہ ہم خوشبو استعمال کرتے ہیں لیکن عتبہ رضی اللہ عنہ کی خوشبو سے بڑھ کر کوئی خوشبو نہیں تو عاصم کی والدہ کہتی ہیں کہ میں نے ایک روز عتبہ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ کیا وجہ ہے کہ ہماری خوشبو تمہاری خوشبو پر غالب نہیں آتی جب کہ ہم خوشبو استعمال کرتے ہیں تو عتبہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کے وقت میں مجھے گرمی کے دانے نکلے تھے میں نے بارگاہِ رسالت میں مرض کی شکایت کی تا کہ آپ ﷺ علاج فرما دیں آپ ﷺ نے مجھے کپڑے اتارنے کے لئے حکم فرمایا میں نے (ستر عورت کے علاوہ) کپڑے اتارے اور آپ ﷺ کے روبرو بیٹھ گیا آپ ﷺ نے اپنا ہاتھ مبارک میرے جسم پر ملا اس وقت سے میرے پشت اور پیٹ سے خوشبو جاری ہو گئی۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہ بھی روایت منقول ہے کہ جب کوئی صحابی رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کی بارگاہ کی حاضری

کے لئے جاتا تو آپ ﷺ گھر میں موجود نہ ہوتے تو جس راہ سے حضور ﷺ کہیں گئے ہوتے اس راہ سے خوشبو آیا کرتی لہٰذا وہ صحابی رضی اللہ عنہ اسی راہ پر چلا جاتا اور جو کوئی بھی مدینہ طیبہ کی گلیوں میں سے گزرتا ہوا خوشبو پاتا وہ جان جاتا تھا کہ اس راستہ سے حضور ﷺ گزرے ہیں اور ابھی تک مدینہ طیبہ کی در و دیوار سے خوشبو آتی ہے۔اسی طرح حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے اپنا ہاتھ مبارک میرے چہرے پر پھیرا پس میں نے آپ ﷺ کے ہاتھ سے ٹھنڈک اور خوشبو پائی جیسے کہ ابھی آپ ﷺ نے اپنا ہاتھ طبلہ عطار سے باہر نکالا ہے اور جو کوئی بھی آپ ﷺ سے مصافحہ کرتا تمام دن اپنے ہاتھ سے خوشبو پاتا رہتا اور جس کسی بچے کے سر پر آپ ﷺ اپنا ہاتھ پھیرتے وہ بچہ تمام بچوں میں آپ ﷺ کی خوشبو کی وجہ سے ممتاز اور معروف ہو جاتا تھا۔

﴿ بے مثل لعاب دہن ﴾

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ:

آپ ﷺ کا لعاب دہن شکستہ حالوں اور عشاق کے لئے شفاء تھا روز خیبر علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ کی آنکھوں میں لعابِ دہن لگایا اور وہ ٹھیک ہوگئی ایک ڈول پانی سرکار ﷺ کے سامنے لایا گیا آپ ﷺ نے ایک گھونٹ بھرا اور کلی کر دی دوبارہ اس ڈول کے پانی کو کنویں میں انڈیلا گیا تو کنویں سے کستوری کی طرح خوشبو پھیل گئی۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کے گھر کنویں میں آپ ﷺ نے اپنا لعاب دہن ڈالا تو وہ مدینہ منورہ کے تمام کنوؤں سے زیادہ شیریں تھا۔

ایک دفعہ کچھ شیر خوار بچوں کو آپ ﷺ کے سامنے لایا گیا آپ ﷺ نے اپنا لعاب دہن ان کے مونہوں میں ڈال دیا وہ اس طرح سیراب ہو گئے کہ وہ تمام دن انہوں نے دودھ نہ پیا۔

ایک دن امام حسن مجتبٰی رضی اللہ عنہ بڑے پیاسے تھے آپ ﷺ نے اپنی زبان مبارک ان کے منہ میں ڈالی وہ زبان کو چوستے رہے اس کے بعد سارا دن سیراب رہے۔

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کی آنکھ کا ڈھیلا باہر نکل آیا تو آپ ﷺ نے اس ڈھیلے کو اپنی جگہ رکھ کر ایسا لعاب دہن لگایا کہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس آنکھ سے پہلے کبھی ایسا دکھائی نہیں دیتا تھا جتنا آپ ﷺ کے لعاب دہن لگانے کے بعد دکھائی دیتا ہے۔

حضرت رافع رضی اللہ عنہ کی ٹانگ ٹوٹ گئی آپ ﷺ نے لعاب دہن لگایا ٹانگ دوبارہ جڑ گئی۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی زہر خوردہ ایڑی پر لعاب دہن لگایا زہر کا اثر فوراً ختم ہوگیا۔

حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ کی ٹوٹی پنڈلی کو لعاب سے جوڑ دیا۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی دعوت طعام میں ہنڈیا کے اندر لعاب مبارک ڈالا تو ایسی برکت ہوئی کہ پانچ سات بندوں کا کھانا پورے لشکر نے کھایا۔

قصہ حدیبیہ میں ہے کہ ایک ہزار چار سو آدمی تھے اور حدیبیہ کا کنواں پچاس بکریوں کو پانی پلانے کے قابل نہ تھا پس لوگوں نے اس میں سے پانی کھینچ لیا اور اس میں ایک قطرہ بھی نہ چھوڑا پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے وضو کیا اور اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعاب دہن ڈالا اور دُعا فرمائی پس پانی جوش مار مار کر اُوپر کو اُٹھنے لگا سب لوگوں نے اپنے اونٹوں کو پانی پلایا۔

ایک سفر کے دوران پانی نہیں تھا۔ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ دھوپ تیز تھی اور ہر چیز گرم ہو گئی تو ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم تو بوجہ پیاس مر رہے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں تم پیاس کی وجہ سے ہرگز نہ مرو گے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے چھاگل منگوائی اس کے منہ پر اپنا منہ مبارک رکھا ہم نہیں جانتے کہ اس میں لعاب دہن پھینکا یا پھونک ماری تو چھاگل سے پانی بہہ نکلا۔

﴿بے مثل لعاب دہن﴾

اس باب میں مشہور حدیث جابر رضی اللہ عنہ کی ہے اسے بخاری اور مسلم نے غزوہ خندق کے سلسلہ میں روایت کیا ہے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں اپنی بیوی کے پاس آیا اور پوچھا کہ کیا کوئی کھانے کی چیز ہے؟ کیونکہ میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ مبارک پر بھوک کے آثار دیکھے ہیں وہ ایک تھیلا نکال لائی جس میں ایک صاع جو تھے اور گھر میں ایک بکری کا بچہ بھی تھا میں نے وہ ذبح کیا اور میری بیوی نے جو کا آٹا پیسا۔ پھر میں نے سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہو کر عرض کی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم میرے گھر میں کچھ آدمی صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے ساتھ لے کر تشریف لائیں۔ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے آواز دی کہ اے اہل خندق! آ جاؤ کہ جابر رضی اللہ عنہ نے تمہارے لئے کھانا تیار کیا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے پہنچنے تک دیگ کو چولہے پر رکھیں اور خمیر کو بھی اسی طرح رکھیں اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک ہزار صحابہ رضی اللہ عنہم کو ساتھ لے کر آ گئے۔ میں یہ دیکھ کر بہت پریشان ہوا کہ کھانا تو دس بارہ آدمیوں کا ہے اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اتنے کثیر صحابہ رضی اللہ عنہم کو بلا لیا ہے پس ہم نے دیگ اور آٹا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سامنے رکھا پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں لعاب دہن ڈالا اور برکت کی دُعا کی اور میری بیوی کو حکم دیا کہ اپنے ساتھ ایک عورت لے لو اور روٹیاں پکاؤ اور دیگ سے گوشت نکالتی رہو لیکن اس کے اندر نہ جھانکنا پس خدا کی قسم ایک ہزار آدمیوں نے کھانا کھایا اور سیر ہو گئے لیکن دیگ ابھی تک جوش مار رہی تھی اور خمیر بھی اسی طرح باقی تھا۔

﴿حضور ﷺ کا بے مثل دست انور﴾

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث بخاری و مسلم میں ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے سرکار ﷺ کو دیکھا جب کہ نماز عصر کا وقت آ گیا تھا اور ہر طرف لوگ پانی کی تلاش میں تھے لیکن ان کو نہ ملتا تھا۔ سرکار ﷺ کے پاس کچھ پانی لایا گیا آپ ﷺ نے اپنا ہاتھ پانی کے برتن میں رکھا اور حکم دیا کہ اس پانی سے وضو کریں۔ میں (یعنی حضرت انس رضی اللہ عنہ) نے خود دیکھا کہ سرکار ﷺ کی مبارک انگلیوں کے درمیان میں سے پانی ابل رہا تھا دوسری روایت میں آیا ہے کہ انگلیوں اور پوروں میں سے پانی نکلتا تھا۔ لوگوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ آپ کتنے آدمی تھے تو انہوں نے بتایا کہ ہم سب تین سو آدمی تھے۔

بخاری اور مسلم میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت آئی ہے کہ انہوں نے کہا کہ ہم روز حدیبیہ پیاسے ہو گئے اور آنحضرت ﷺ اپنے سامنے ایک چھاگل سے وضو فرما رہے تھے اور ان کے گردا گرد لوگ ہجوم کئے ہوئے تھے۔ آپ ﷺ نے پوچھا کہ تمہارا کیا حال ہے کیوں آ کھڑے ہوئے ہو انہوں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ ہمارے پاس وضو کرنے کے لئے پانی نہیں ہے اور نہ پینے کے لئے سوائے اس پانی کے جو آپ ﷺ کے پاس ہے۔ پس آنحضرت ﷺ نے اپنا دست مبارک چھاگل میں رکھ دیا تو پانی نے چشموں کی مانند جوش مارنا شروع کر دیا پس ہم سب نے پانی پیا اور وضو کیا لوگوں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ آپ کتنے آدمی تھے تو انہوں نے کہا کہ اگر سو ہزار آدمی بھی ہوتے تو پانی ان کے لئے کافی تھا لیکن ہم صرف پندرہ سو آدمی ہی تھے۔

ایک اور حدیث حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ غزوہ تبوک میں تھے پس لوگوں نے کہا کہ یارسول اللہ ﷺ اونٹ اور چارپائے سب پیاسے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا کیا کچھ تھوڑا پانی موجود ہے پس ایک شخص آپ ﷺ کے نزدیک آیا اس کے پاس ایک پرانے مشکیزہ میں تھوڑا سا پانی تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اپنے برتن لے آؤ پس پانی برتنوں میں گرنے لگا اور آپ ﷺ نے اپنی ہتھیلی پانی میں رکھ دی۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ پانی آپ ﷺ کی انگلیوں کے درمیان سے نکل رہا ہے پس ہم نے اپنے اونٹوں اور دوسرے جانوروں کو پانی پلایا اور باقی پانی ہم نے اپنے برتنوں میں بھر لیا۔

مسلم شریف میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے حدیث آئی ہے وہ کہتے ہیں کہ ہم غزوہ بواطہ میں تھے اور ہمارے پاس سوائے ایک مشکیزہ میں چند قطرے پانی کے کچھ بھی نہ تھا پس اس پانی کو پیالے میں جھاڑا اور آنحضرت ﷺ نے اپنی انگلیاں اس میں ڈال دیں۔ آپ ﷺ کی انگلیوں مبارک کے درمیان میں سے پانی جوش

مارنے لگا پس آپ ﷺ نے لوگوں کو حکم دیا کہ پانی پی لیں پس سب نے پانی پیا یہاں تک کہ سیراب ہو گئے۔ آپ ﷺ نے اپنا ہاتھ پیالے سے نکال لیا اور پیالہ ابھی پانی سے بھرا ہوا تھا۔

﴿حضور ﷺ کا بے مثل پسینہ مبارک﴾

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن رسول کریم ﷺ میرے گھر میں تشریف لے آئے اور دوپہر کے وقت آرام فرمایا آپ ﷺ کو خواب میں بہت پسینہ آتا تھا میری والدہ اُم سلیم رضی اللہ عنہا نے آپ ﷺ کا پسینہ ایک شیشی میں جمع کرنا شروع کیا آپ ﷺ بیدار ہوئے اور پوچھا کہ کیا کرتی ہے اے اُم سلیم؟ تو اُم سلیم رضی اللہ عنہا نے جواب دیا یارسول اللہ ﷺ آپ ﷺ کا پسینہ مبارک خوشبو کے طور پر استعمال کرنے کے لئے جمع کر رہی ہوں کیونکہ اس کی خوشبو سب خوشبوؤں سے بڑھ کر ہے۔

بعض حدیثوں میں آیا ہے کہ حضور ﷺ کے پسینہ مبارک سے گلاب کا پھول پیدا ہوا اور دوسری جگہ پر آیا ہے کہ معراج کی رات میرے پسینہ سے سفید پھول پیدا ہوا تھا اور گلاب کا پھول جبریل علیہ السلام کے پسینہ سے اور زرد رنگ کا پھول براق کے پسینہ سے پیدا ہوا ہے۔ نیز روایات میں ہے کہ معراج شریف سے واپسی پر میرے پسینہ کا ایک قطرہ زمین پر گر پڑا اور اس سے گلاب کا پھول پیدا ہوا جو کوئی چاہتا ہے کہ میری خوشبو کو سونگھے وہ گلاب کے پھول کو سونگھ لے اور ایک روایت میں ہے کہ جب میرے پسینہ کا قطرہ زمین پر گرا تو زمین ہنسی اور گلاب کا پھول اگ آیا۔

﴿حضور ﷺ کا بے مثل پیشاب مبارک﴾

آپ ﷺ کا بول شریف تو بہت لوگوں نے دیکھا ہے اور اس کو اُم ایمن رضی اللہ عنہا نے پیا بھی ہے جو آپ ﷺ کی خدمت کرتی تھیں اور علماء نے کہا ہے کہ رات کے دوران حضور ﷺ جہاں سویا کرتے تھے اس کے نیچے ایک برتن رکھا کرتے تھے جس مین آپ پیشاب فرماتے تھے ایک شب آپ ﷺ نے اس میں بول فرمایا تھا صبح ہوئی اُم ایمن رضی اللہ عنہا کو فرمایا کہ جو کچھ اس برتن میں ہے زمین پر انڈیل دو پس اس برتن میں کوئی چیز نہ پائی تو اُم ایمن رضی اللہ عنہا نے کہا کہ اللہ کی قسم مجھے پیاس لگی تھی تو میں نے اسے پی لیا تھا حضور ﷺ مسکرائے اور نہ منہ دھونے کے لئے کہا اور نہ دوبارہ ایسا کرنے سے منع فرمایا اور فرمایا کہ تمہارے پیٹ میں کبھی درد نہ ہوگا۔

بعض روایات میں آیا ہے کہ ایک شخص نے آپ ﷺ کا بول پی لیا تھا تو اس سے خوشبو آتی تھی اور اس کی اولاد سے بھی چند پشتوں خوشبو آتی تھی۔ روایت میں ہے کہ لوگ آپ ﷺ کے بول شریف سے برکت حاصل کرتے تھے۔

﴿حضور ﷺ کے بے مثل براز مبارک سے خوشبو آتی تھی﴾

جب حضور ﷺ قضائے حاجت فرمانا چاہتے تھے تو زمین شق ہو جاتی تھی اور آپ ﷺ کا بول و براز زمین کے اندر چلا جاتا تھا اور وہاں پر خوشبو مہک اٹھتی تھی آپ ﷺ کے براز کو کبھی کسی نے نہ دیکھا تھا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ استنجا فرما کر باہر تشریف لاتے تو میں وہاں ہرگز کسی قسم کی پلیدی نہ دیکھتی تھی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ کیا تو نہیں جانتی کہ جو کچھ انبیاء علیہ السلام کے اندر سے خارج ہوتا ہے اسے زمین اپنے اندر اتار لیتی ہے پس اس میں کوئی چیز نہیں دیکھی جاتی۔

صحابہ کرام علیہم الرضوان میں سے ایک شخص نے کہا کہ ایک سفر میں میں سرکار ﷺ کی صحبت میں تھا آپ ﷺ ایک مقام پر قضائے حاجت کے لئے آئے آپ ﷺ کے واپس تشریف لانے کے بعد میں وہاں پر گیا جہاں سے حضور ﷺ باہر آئے تھے میں نے وہاں بول و براز کا نشان تک نہ پایا وہاں کچھ روڑے پڑے ہوئے تھے میں نے ایک ڈھیلا اٹھایا اس سے پاکیزہ خوشبو آ رہی تھی۔

﴿حضور ﷺ کا پاکیزہ و بے مثل خون مبارک﴾

روایت میں ہے کہ لوگ آپ ﷺ کے بول شریف اور لہو مبارک سے برکت حاصل کرتے تھے پیشاب کے متعلق پیچھے بیان ہو چکا لہو شریف کا پینا بھی کئی دفعہ واقع ہوا ہے ان میں سے ایک وہ حجام تھا جو آپ ﷺ کی حجامت بناتا تھا اس نے حضور ﷺ کو پچھنے لگائے خون نکلا تو پی گیا۔ سرکار ﷺ نے فرمایا تو نے خون کا کیا کیا ہے؟ اس نے کہا میں خون باہر لے گیا تھا تا کہ اسے پنہاں کر دوں میں نے نہ چاہا کہ آپ ﷺ کے خون مبارک کو زمین پر پھینکوں پس میں نے اسے اپنے پیٹ میں چھپا لیا ہے آپ ﷺ نے فرمایا بے شک تم نے بہانہ بنا کر اپنے نفس کی حفاظت کر لی ہے یعنی بیماریوں اور بلا سے۔ یعنی تو نے ہمیشہ کے لئے بیماریوں سے نجات حاصل کر لی ہے۔

روایت میں آیا ہے کہ جب سرکار ﷺ اُحد کے دن زخمی ہوئے تھے تو ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کے والد مالک بن سنان نے آپ ﷺ کے جسم شریف پر جراحت کی تا کہ زخموں کو مفید ہو۔ اسے لوگوں نے کہا کہ اپنے منہ سے خون کو پھینک دو اس نے کہا اللہ کی قسم ہرگز زمین پر نہیں پھینکوں گا پس وہ اسے پی گئے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص کسی جنتی مرد کو دیکھنا چاہتا ہے وہ اس آدمی کو دیکھ لے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک دن آنحضرت ﷺ نے حجامت بنوائی پس آپ ﷺ نے مجھے اپنے خون والا برتن دیا کہ اس خون کو کسی ایسی جگہ پوشیدہ کر دو جہاں کوئی نہ دیکھے پس میں نے اسے پی لیا کیونکہ اس سے زیادہ پوشیدہ کوئی جگہ میں نے نہ پائی حضور ﷺ نے فرمایا وائے تمہیں لوگوں سے اور وائے لوگوں کو تم سے۔

اس سے حضور ﷺ نے ان کی قوت و مردانگی اور شجاعت و شہامت کی طرف اشارہ کیا جو اس خون سے حاصل ہوئی اور آنحضرت ﷺ نے ان سے اس وقت فرمایا جب انہوں نے خون مبارک پی لیا تھا کہ "تمہیں دوزخ کی آگ مس نہ کرے گی سوائے قسم کے لئے جو حق تعالیٰ نے کھائی ہے"۔

﴿حضور ﷺ کی بے مثال قوّت مردانگی﴾

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث میں آیا ہے کہ نبی کریم ﷺ ایک رات کے دوران اپنی گیارہ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے پاس تشریف فرما ہوتے تھے۔ راوی کہتے ہیں میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا آیا حضور ﷺ کے پاس اتنی طاقت تھی؟ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہم آپس میں باتیں کیا کرتے تھے کہ آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے تیس مردوں کے برابر قوت عطاء کی تھی یہ روایت بخاری میں ہے اور دیگر ایک حدیث میں چالیس جنتی مردوں کی طاقت بتائی گئی اور ایک جنتی مرد کی طاقت سو مردوں کے برابر ہوتی ہے۔ ایک روایت میں آیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جبریل علیہ السلام کھانے کی ایک دیگ لے کر حاضر ہوئے اس میں سے میں نے کچھ کھالیا تو مجھ میں چالیس مردوں کی طاقت آ گئی۔ (مدارج النبوۃ)

﴿حضور ﷺ کی بے مثل قوّت باصرہ﴾

قوّت باصرہ (دیکھنے کی قوت) کے اعتبار سے رسول ﷺ کی خصوصیت کی یہ دلیل ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا میرے لئے روئے زمین سمیٹ دی گئی ہے اور میں نے اس کے تمام مشارق و مغارب کو دیکھ لیا۔

(مسلم شریف ج ۲ص ۳۹۰)

نیز رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اپنی صفوں کو قائم کرو اور مل کر کھڑے ہو کیوں کہ میں تمہیں پس پشت بھی دیکھتا ہوں اور ایک جگہ فرمایا کہ میرے لئے تمام آسمان اور زمین منکشف ہو گئے میں نے تمام آسمانوں اور زمین کو جان لیا۔

﴿رسول اللہ ﷺ کی بے مثل قوّت سامعہ﴾

رسول اللہ ﷺ کی سماعت تمام انسانوں سے زیادہ تھی کیونکہ آپ ﷺ نے فرمایا آسمان چرچراتا ہے اور اس کا چرچرانا بجا ہے آسمان میں ایک قدم کی جگہ بھی نہیں ہے مگر اس میں کوئی نہ کوئی فرشتہ سجدہ ریز ہو۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رسول ﷺ نے آسمان کے چرچرانے کی آواز سنی نیز آپ ﷺ نے فرمایا ایک پتھر جہنم میں گرایا جا رہا ہے جو ابھی تک جہنم کی تہہ تک نہیں پہنچا آپ ﷺ نے اس کی آواز سنی اس قوت کی نظیر حضرت سلیمان علیہ السلام کو بھی عطا کی گئی کیوں کہ انہوں نے چیونٹی کی آواز سنی۔ قرآن مجید میں ہے:

ایک چیونٹی نے کہا! اے چیونٹیو اپنے اپنے بلوں میں داخل ہو جاؤ کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو چیونٹی کا کلام سنایا اور یہ قوت نبی ﷺ کو بھی حاصل تھی کیونکہ آپ ﷺ نے بھیڑیئے اور اونٹ سے کلام کیا۔

آپ ﷺ کی بے مثل قوّت شامہ کی دلیل

نبی ﷺ کی قوت شامہ کی خصوصیت پر حضرت یعقوب علیہ السلام کا واقعہ دلیل ہے کیونکہ جب حضرت یوسف علیہ السلام نے حکم دیا کہ میری قمیض لے جاؤ اور حضرت یعقوب علیہ السلام کے چہرے پر ڈال دو اور قافلہ وہ قمیض لے کر روانہ ہوا تو حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا۔ مجھے حضرتِ یوسف علیہ السلام کی خوشبو آ رہی ہے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے حضرت یوسف علیہ السلام کی قمیض کی خوشبو کئی دن کی مسافت کے فاصلہ سے سونگھ لی۔

نبی کریم ﷺ کی بے مثل قوّت ذائقہ

نبی ﷺ کے چکھنے کی خصوصیت کی دلیل یہ ہے کہ جب نبی ﷺ کے پاس گوشت کا ٹکڑا بھیجا گیا تو فرمایا اس میں زہر ملا ہوا ہے۔

بے مثل قوّت لامسہ

نبی ﷺ کی قوت لامسہ کی خصوصیت کی دلیل یہ ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا گیا تو وہ آگ ان پر ٹھنڈی اور سلامتی والی ہوگئی۔ (شرح صحیح مسلم)

اعتراضات کے جوابات

بشر مصطفیٰ ﷺ کے تحت چند اعتراضات کئے جاتے ہیں جن کے جوابات مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف جاء الحق سے منقول ہیں۔

اعتراض: حضور ﷺ نے اپنے متعلق فرمایا "ولتکرموا اخاکم" تم اپنے بھائی کا (یعنی ہمارا) احترام کرو جس سے معلوم ہوا کہ حضور ﷺ ہمارے بھائی ہیں مگر بڑے بھائی نہ کہ چھوٹے۔

قرآن فرماتا ہے:

وَاِلٰی مَدْیَنَ اَخَاهُمْ شُعَیْبًا وَاِلٰی ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صٰلِحًا وَاِلٰی عَادٍ اَخَاهُمْ هُوْدًا ۔

ان آیات میں رب تعالیٰ نے انبیائے کرام علیہم السلام کو مدین ثمود اور عاد کا بھائی فرمایا ہے معلوم ہوا کہ

انبیاء علیہم السلام اُمتیوں کے بھائی ہوتے ہیں۔

جواب: حضور ﷺ نے اپنے کرم کریمانہ سے بطور تواضع و انکسار فرمایا اخاکم اس فرمانے سے ہم کو بھائی کہنے کی اجازت کیسے ملی؟

ایک بادشاہ اپنی رعایا سے کہتا ہے کہ میں آپ لوگوں کا خادم ہوں تو رعایا کو حق نہیں کہ بادشاہ کو خادم کہہ کر پکارے۔ اسی طرح ربّ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ حضرت شعیب و صالح و ہود علیہم السلام مدین، ثمود اور عاد قوموں میں سے تھے کسی اور قوم میں سے نہ تھے یہ بتانے کے لئے اخاھم فرمایا یہ کہاں فرمایا کہ ان کی قوم والوں کو بھائی کہنے کی اجازت دی گئی ہے انبیائے کرام علیہم السلام کو برابری کے القاب سے پکارنا حرام ہے اور لفظ بھائی برابری کا لفظ ہے باپ بھی گوارا نہیں کرتا کہ اس کا بیٹا اس کو بھائی کہے۔

اعتراض: قرآن کہتا ہے "انما المومنون اخوة" مومن آپس میں بھائی ہیں اور حضور ﷺ بھی مومن ہیں لہٰذا آپ ﷺ بھی ہم مسلمانوں کے بھائی ہوئے تو حضور ﷺ کو کیوں نہ بھائی کہا جاوے۔

جواب: پھر تو خدا عزوجل کو بھی اپنا بھائی کہو کیوں کہ وہ بھی مومن ہے۔ قرآن میں ہے:

"اَلْمُؤْمِنُ الْمُهَيْمِنُ الْعَزِيْزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ" اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے آپ کو مومن کہا لہٰذا خدا عزوجل بھی مسلمانوں کا بھائی معاذ اللہ نیز بھائی کی بیوی بھابی ہوتی ہے اور اس سے نکاح حلال اور نبی ﷺ کی بیویاں مسلمانوں کی مائیں ہیں ان سے نکاح کرنا حرام ہے لہٰذا نبی ﷺ ہمارے لئے مثل والد ہوئے والد کی بیوی ماں ہے نہ کہ بھائی کی بیوی ہم تو مومن ہیں اور حضور ﷺ عین ایمان۔ حضور علیہ السلام اور عام مومنین میں صرف لفظ مومن کا اشتراک ہے جیسے ربّ عزوجل اور عام مومنین میں نہ کہ حقیقت مومن میں۔

اعتراض: حضور ﷺ اولاد آدم علیہ السلام ہیں ہماری طرح کھاتے پیتے سوتے جاگتے اور زندگی گزارتے ہیں بیمار ہوتے ہیں موت آتی ہے اتنی باتوں میں شرکت ہوتے ہوئے بھی ان کو بشر یا اپنا بھائی کیوں نہ کہا جاوے۔

جواب: کفار نے کہا کہ ہم اور پیغمبر ﷺ بشر ہیں کیونکہ ہم اور وہ دونوں کھانے سونے میں وابستہ ہیں اندھوں نے یہ نہ جانا کہ انجام میں بہت بڑا فرق ہے بھڑ اور شہد کی مکھی ایک ہی پھول چوستی ہیں مگر اس (بھڑ) سے زہر اور اس (یعنی شہد کی مکی) سے شہد بنتا ہے۔ دونوں ہرن ایک ہی دانہ پانی کھاتے ہیں مگر ایک سے پاخانہ اور دوسرے سے مشک بنتا ہے یہ (یعنی عام بشر) جو کھاتا ہے اس سے پلیدی بنتی ہے نبی ﷺ کے کھانے سے نور خدا ہوتا ہے یہ تو سوال ایسا ہے جیسے کوئی کہے کہ میری کتاب اور قرآن یکساں ہیں کیونکہ یہ دونوں ایک ہی روشنائی سے ایک کاغذ پر ایک ہی قلم سے لکھی گئیں ایک حروف تہجی سے دونوں بنیں ایک ہی پریس میں چھپیں ایک ہی جلد ساز نے باندھیں ایک ہی الماری میں رکھی گئیں پھر ان میں فرق ہی کیا ہے مگر کوئی بے وقوف بھی

نہیں کہے گا کہ ان ظاہری باتوں سے ہماری کتاب قرآن کی طرح کیسے ہوگئی تو ہم صاحب قرآن ﷺ کی مثل کس طرح ہو سکتے ہیں۔ یہ نہ دیکھا کہ حضور ﷺ کا کلمہ پڑھا جاتا ہے ان کو معراج ہوئی ان کو نماز میں سلام کرتے ہیں ان پر درود بھیجتے ہیں تمام انبیاء علیہم السلام و اولیاء رحمہم اللہ ان کے خدام بارگاہ ہیں یہ اوصاف تو دوسرے کیا ملائکہ کو بھی نہ ملے۔

وما علینا الا البلاغ المبین





نثار تیری چہل پہل پر ہزار عیدیں ربیع الاول
سوائے ابلیس کے جہاں میں سبھی تو خوشیاں منا رہے ہیں

میلاد النبی ﷺ منانا

بدعت کیوں؟

دھوم ہے عطار ہر سو شاہ کے میلاد کی
جھوم کر تم بھی پکارو مرحبا یا مصطفیٰ ﷺ



میلاد شریف اور ہمارا عقیدہ

حکیم الامت حضرت علامہ مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

میلاد شریف کی حقیقت حضور ﷺ کی ولادت پاک کا واقعہ بیان کرنا، حمل شریف کے واقعات، نوری محمدی ﷺ کی کرامات، نسب نامہ یا شیر خوارگی اور حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا کے یہاں پرورش حاصل کرنے کے واقعات بیان کرنا اور حضور علیہ السلام کی نعت پاک نظم یا شعر میں پڑھنا سب اس کے تابع ہیں اب واقعہ ولادت خواہ تنہائی میں ہو یا مجلس جمع کر کے اور نظم میں پڑھ کر یا شعر میں کھڑے ہو کر یا بیٹھ کر جس طرح بھی ہو اس کو میلاد شریف ہی کہا جائے گا۔

حکم: محفل میلاد شریف منعقد کرنا اور ولادت پاک کی خوشی منانا، اس کے ذکر کے موقع پر خوشبو لگانا، گلاب چھڑکنا، شیرینی تقسیم کرنا غرضیکہ خوشی کا اظہار جس جائز طریقہ سے ہو وہ مستحب اور بہت ہی باعث برکت اور رحمت الٰہی کے نزول کا سبب ہے۔

اب جشن میلاد مصطفیٰ ﷺ کے ثبوت پر چند آیات قرآنیہ، احادیثِ مبارکہ اور بزرگانِ دین رحمہم اللہ کے نظریات پیش خدمت ہیں اور آخر میں دو مشہور اعتراضات کے جواب بھی دیئے گئے ہیں۔

اللہ تعالیٰ حق بات سمجھنے اور اسے دل سے قبول کر کے عمل پیرا ہونے کی توفیق مرحمت فرمائے۔

آمین بجاہ النبی الامین ﷺ

قرآن سے جشن ولادت کا ثبوت

﴿اللہ کی نعمتوں کا چرچہ کرو﴾

وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ ۔ (پارہ ۴ سورہ آل عمران آیت ۱۰۳)

ترجمہ کنز الایمان: اور یاد کرو اللہ تعالیٰ کی نعمت جو تم پر ہے۔

آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو یاد کرنا ایک دوسرے کو یاد دلانا بہتر عبادت ہے۔ لہٰذا

محفل میلاد بھی اچھی چیز ہے کہ اس میں حضور نبی کریم ﷺ کی تشریف آوری کا ذکر ہوتا ہے جو تمام نعمتوں سے اعلیٰ نعمت ہے۔

ایک اور جگہ ارشاد ہوتا ہے:

وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ ۔ (پارہ ۳۰ سورہ والضحیٰ آیت ۱۱)

ترجمہ کنز الایمان: اور اپنے رب کی نعمت کا خوب چرچا کرو۔

مزید ارشاد ہوتا ہے:

قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذَالِكَ فَلْيَفْرَحُوْا هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ ۔

(پارہ ۱۱ سورہ یونس آیت ۵۸)

ترجمہ کنز الایمان: تم فرماؤ اللہ ہی کے فضل اور اسی کی رحمت اور اسی پر چاہیے کہ خوشی کریں اور ان کے سب دھن دولت بہتر ہیں۔

تشریح: ان آیاتِ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ اپنے انعامات کثیرہ اور رحمت جلیلہ پر خوشیاں منانے کا حکم دے رہا ہے اور حضور نبی کریم ﷺ بھی اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی رحمت ہیں۔ جیسا کہ ارشاد ہوتا ہے:

وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِيْنَ ۔ (پارہ ۱۷ سورہ انبیاء آیت ۱۰۷)

ترجمہ کنز الایمان: اور ہم نے تمہیں نہ بھیجا مگر رحمت سارے جہاں کے لئے۔

تشریح: ثابت ہوا کہ حضور ﷺ کی آمد و دُنیا میں تشریف آوری پر خوشیاں منانے کا قرآن حکم دے رہا ہے کیونکہ سابقہ آیات میں رحمت کے نزول پر خوشی منانے کا حکم ہے اور اس آیت میں حضور ﷺ کے رحمت ہونے کا ثبوت ہے الحمد للہ اہل سنت والجماعت اللہ تعالیٰ کے اس فرمان عالی شان پر عمل کرتے ہوئے ہر سال اپنے پیارے آقا مدنی مصطفیٰ ﷺ کی ولادت کی خوشیاں مناتے ہیں۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

قرآن مجید کے نزول کے مہینے یعنی رمضان میں اور حضور کی ولادت کے مہینے یعنی ربیع الاول میں خوشی منانا عبادات کرنا بہتر ہے کیونکہ رب کی رحمت ملنے پر خوشی کرنی چاہیے اور حضور ﷺ تو رب کی بڑی اعلیٰ نعمت ہیں یہ خوشی رب کی نعمتوں کا شکر ہے یعنی یہ خوشی منانا دُنیا کی تمام نعمتوں سے بہتر ہے کیونکہ یہ خوشی عبادت ہے جس کا ثواب بے حساب ہے۔

اللہ تعالیٰ کی حلال چیزوں کو حرام سمجھنا بھی گمراہی ہے اور حرام چیزوں کو حلال سمجھنا بھی گمراہی ہے لہٰذا محفل میلاد شریف کو بلا دلیل شرعی حرام سمجھنا بے دینی ہے اس قسم کے لوگوں کے بارے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ لوگ رب تعالیٰ پر جھوٹ باندھتے ہیں۔

﴿مومنین پر اللہ تعالیٰ کا سب سے بڑا احسان﴾

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْبَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ ۔

(پارہ۴ سورہ آل عمران آیت ۱۶۴)

ترجمہ کنز الایمان: بے شک اللہ کا بڑا احسان ہوا مسلمانوں پر کہ ان میں انہیں میں سے ایک رسول بھیجا۔

تشریح: اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ اپنے محبوب کریم ﷺ کی بعثت پر احسان جتلا رہا ہے جس سے پتہ چلا کہ حضور نبی کریم ﷺ اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمت ہیں کیونکہ اتنی بے شمار نعمتیں عطا فرمانے کے باوجود کسی نعمت پر احسان جتلانے کا ذکر نہیں کیا لیکن جب اپنے حبیب ﷺ کی بعثت کا تذکرہ کیا تو احسان جتلانے کا اعلان ہو رہا ہے لہٰذا اللہ تعالیٰ کی اتنی عظیم الشان نعمت پر خوشی منانی چاہیے نہ کہ غم۔

﴿انبیاء علیہم السلام نے بھی ولادت کی بشارتیں دیں﴾

قرآن مجید میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام حضور نبی کریم ﷺ کی ولادت کی خوش خبری دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

وَمُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ يَّاْتِيْ مِنْ بَعْدِي اسْمُهٗ اَحْمَدُ ۔ (پارہ۲۸ سورہ صف آیت ۶)

ترجمہ کنز الایمان: اور ان رسول ﷺ کی بشارت سناتا ہوں جو میرے بعد تشریف لائیں گے ان کا نام احمد ﷺ ہے۔

تشریح: اس آیت کریمہ سے ثابت ہوا کہ ولادت مصطفیٰ ﷺ کے چرچے کرنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی سنت ہے اور الحمد للہ آج اہل سنت والجماعت بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی سنت پر عمل کرتے ہوئے حضور ﷺ کا جشن ولادت مناتے ہیں۔

احادیث سے جشن میلاد کا ثبوت

﴿جشن میلاد پر کافر کو بھی انعام ملا﴾

فَلَمَّا مَاتَ اَبُوْ لَهَبٍ اَرَهٗ بَعْضُ اَهْلِهٖ بِشَرِّ حِيْبَةٍ قَالَ لَهٗ مَاذَا لَقِيْتَ قَالَ اَبُوْلَهَبٍ لَمْ اَلْقِ بَعْدَ كُمْ خَيْرًا اِنِّيْ سُقِيْتُ فِيْ هٰذِهٖ بِعَتَاقَتِيْ ثُوَيْبَةَ ۔ (بخاری شریف ج ۲۔ کتاب النکاح)

ترجمہ: پس جب ابولہب مر گیا تو اس کے بعض اہل خانہ نے اسے خواب میں بری حالت میں

دیکھا تو اس سے پوچھا تیرا کیا حال ہے تو ابولہب نے کہا میں نے تمہارے بعد کوئی بھلائی نہیں پائی لیکن مجھے اس انگلی سے پانی دیا جاتا ہے جس سے میں نے (حضور نبی کریم ﷺ کی ولادت کی خوشی میں) ثویبہ (ابولہب کی لونڈی) کو آزاد کیا تھا۔

تشریح: اس حدیثِ پاک کی وضاحت کرتے ہوئے مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔ ابولہب حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کا بھائی تھا۔ اس کی لونڈی ثویبہ نے آ کر اس کو خبر دی کہ آج تیرے بھائی عبداللہ کے گھر فرزند (یعنی حضور نبی کریم ﷺ) پیدا ہوئے اس خوشی میں اس لونڈی کو انگلی کے اشارے سے کہا کہ جا تو آزاد ہے یہ سخت کافر تھا جس کی برائی قرآن میں آ رہی ہے مگر اس خوشی کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے اس پر کرم فرمایا کہ جب دوزخ میں وہ پیاسا ہوتا ہے تو اپنی اس انگلی کو چوستا ہے جس سے پیاس بجھ جاتی ہے حالانکہ وہ کافر تھا، ہم مومن، وہ دشمن تھا، ہم ان کے بندے بے دام، اس نے بھتیجے کے پیدا ہونے کی خوشی کی تھی نہ کہ رسول اللہ ﷺ کی، ہم رسول اللہ ﷺ کی ولادت کی خوشی کرتے ہیں تو وہ کریم ﷺ ہیں ہم ان کے بھکاری تو کیا وہ کچھ نہ دیں گے۔

اسی واقعہ کی تشریح کرتے ہوئے عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

"اس واقعہ میں میلاد منانے والوں حضور نبی کریم ﷺ کی ولادت کی خوشیاں منانے والوں اور میلادِ پاک پر مال خرچ کرنے والوں کے لئے بڑی دلیل ہے کہ جب ایک کافر کو انعام دیا گیا تو اس مسلمان کا کیا حال ہوگا جو محبت مصطفیٰ ﷺ میں بھرپور ہے اور محفل میلاد پر مال بھی خرچ کرتا ہے"۔

﴾رسول اللہ ﷺ بھی اپنا یوم ولادت مناتے﴿

سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ صَوْمِ يَوْمِ الْاِثْنَيْنِ فَقَالَ فِيْهِ وِلَادَةٌ وَفِيْهِ اَنْزَلَ عَلَيَّ ۔ (صحیح مسلم)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا گیا کہ آپ ﷺ پیر کے دن روزہ کیوں رکھتے ہیں تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کیونکہ اسی دن میں پیدا ہوا اور اسی دن مجھ پر قرآن نازل ہوا۔

تشریح: معلوم ہوا کہ جشن ولادت منانا خود حضور نبی کریم ﷺ کی سنت مبارکہ ہے کیونکہ اس حدیثِ پاک میں رسول اللہ ﷺ کی ولادت کی خوشی میں اظہارِ تشکر کے لئے روزہ رکھتے۔

﴾جشن ولادت مصطفیٰ ﷺ کی ابتداء﴿

بعض حضرات کہتے ہیں کہ محفل میلاد کی ابتداء اربل کے بادشاہ ابوسعید مظفر نے کی اور یہ شخص بہت بڑا

بد بخت اور فاسق بنفا جر تھا ابو سعید مظفر کے زمانہ سے پہلے محفل میلاد کا کہیں ثبوت نہیں للہذا یہ بدعت ہے۔لیکن ہم کہتے ہیں کہ یہ ان لوگوں کا بہت بڑا افتراء ہے جس کا حقیقت سے دُور کا بھی واسطہ نہیں محفل میلاد ابو سعید مظفر کے زمانے سے پہلے بھی منعقد ہوتی تھی جیسا کہ امام عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ "اہل اسلام میلاد کے مہینہ میں ہمیشہ سے محافل میلاد مصطفیٰ ﷺ منعقد کرتے آئے ہیں" ابو سعید مظفر بہت ہی نیک و پارسا اور عاشق رسول ﷺ تھے اور ہر سال محافل میلاد کا دھوم دھام سے اہتمام کرتے تھے جیسا کہ حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں:

اَلْمَلِكُ الْمُظَفَّرُ اَبُوْ سَعِيْدٍ كَوْ كَبْرِيْ اَحَدُ الْاَ جْوَدِ وَالسَّادَاتِ الْكُبَرَاءِ وَالْمَلِكُ الْاَ مُجَادِلَةِ اَشَارَ حَسَنَتِهٖ وَكَانَ يَعْمَلُ الْمَوْلِدَ الشَّرِيْفَ فِيْ رَبِيْعِ الْاَوَّلِ وَيَحْتَفِلُ بِهٖ اِحْتِفَالاً وَكَانَ مَعَ ذَالِكَ شَهْماً شُجَاعاً فَاتِكاً بَطْلاً عَاقِلاً عَالِماً عَادِلاً رَحْمَةُ اللّٰهِ وَاَكْرَمَ مَثْوَاهُ وَقَدْ صَنَّفَ الشَّيْخُ اَبُوالْخِطَابِ ابْنِ دِحْيَةَ لَهٗ مُجَلَّدٌ فِي الْمَوَادِ النَّبَوِيْ سَمَّاهُ التَّنْوِيْرُ فِيْ مَوْلِدِ الْبَشِيْرِ النَّذِيْرِ فَاجَازَهٗ بِاَلْفِ دِيْنَارٍ وَقَدْ طَالَتْ مَرَّةً فِي الْمُلْكِ فِيْ زَمَانٍ لِدَوْلَتِهِ الصَّلَاحِيَّتِهٖ وَقَدْ كَانَ مَحَاصِرُ عَكَّا وَاِلٰى هٰذِهِ السَّنَةِ مَحْمُوْدُ السَّيْرِيْرَةِ قَالَ الْبَسَطُ حَكٰى بَعْضُ مِنْ حَضْرِ سَمَاطُ الْمُظَفَّرُ فِيْ بَعْضِ الْمَوَالِدِ كَانَ يَمُدُّ فِيْ ذَالِكَ السَّمَاطِ الْاٰلَافِ رَاسُ مَثْوِىْ وَعَشَرَةَ الْاٰلَافِ رَجَاجَتِهٖ وَمِائَةُ الْفِ زَبَدِيَّهٖ وَثَلَاثِيْنَ الْفِ مِحْسَنٌ حَلْوٰى قَالَ وَكَانَ يَحْفِرُ عِنْدَهٗ، فِيْ ا "ع" دَاعِيَانِ الْعُلَمَاءَ وَالصُّوْفِيَّةَ وَكَانَتْ لَهٗ دَارٌ فَيَافَتُهُ لِلْوَافِدِيْذَمَنْ اَیِّ جِهَةٍ وَمِنْ اَیِّ صِفَةٍ وَكَانَتْ صَدَقَاتُ، فِيْ جَمِيْعِ الْقُرْبِ وَالطَّاعَاتِ عَلٰى الْحَرَمَيْنِ وَ غَيْرِهِمَا وَكَانَ يَعْرِفُ عَلٰى الْمَوْلِدِ فِيْ كُلِّ سَنَةٍ ثَلَاثَمِائَةِ دِيْنَارٍ وَ عَلٰى فِيْ كُلِّ سَنَةٍ مِائَةٌ اَلْفِ دِيْنَارٍ وَعَلٰى الْحَرَمَيْنِ وَالْمِيَارَةِ بِدَرْبِ الْحِجَازِ ثَلَاثِيْنَ اَلْفَ دِيْنَارٍ سِوٰى صَدَقَاتِ السِّرِّ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى وَكَانَتْ وَفَاتُهٗ بِقَلْعَةِ اَرْبَلَ وَ اَوْصٰى اَنْ يُحْمَلَ اِلٰى مَكَّةَ فَلَمْ يُنْفِقْ فَدُفِنَ بِمَشْهَدِ عَلِيٍّ ۔ (البدایہ والنہایہ ج ۱۳۲۰ص ۱۳۶۔مصنف حافظ ابن کثیر)

ترجمہ: بزرگ اور نیک بادشاہوں اور عظیم اور فیاض سرداروں میں سے ایک شخص ابو سعید مظفر بادشاہ تھے وہ ربیع الاول میں میلاد شریف کرتے تھے او بہت عظیم محفل منعقد کرتے تھے اس کے ساتھ ساتھ وہ بہت زیرک، بہادر، مدبر، پرہیزگار، عادل اور عالم دین تھے۔ شیخ ابوالخطاب ابن وحیہ سے میلاد شریف کے موضوع پر التنویر فی مولد البشیر النذیر نامی ایک کتاب جس پر انہوں نے شیخ مذکورہ کو ایک ہزار دینار انعام دیا۔ ان کی حکومت کافی عرصہ تک قائم رہی عکا کا محاصرہ

کرتے ہوئے واصل بحق ہوئے ان کی سیرت اور حکومت بہت عمدہ تھی جو لوگ مظفر بادشاہ کی محفل میلاد میں شریک رہے ان کا کہنا ہے کہ اس محفل میں پانچ ہزار بھنی ہوئی سریاں ہوتی تھیں، دس ہزار مرغیاں، ایک لاکھ پنیر کی ٹکیاں، تیس ہزار مٹھائی کی ڈلیاں اور ان کی محفل میلاد میں بہت بڑے بڑے علماء وصوفیاء شریک ہوتے تھے حرمین شریفین کی عبادات پر بہت خرچ کرتے تھے اور میلاد شریف کی محفل پر ہر سال تین لاکھ دینار خرچ کرتے تھے اور مہمان خانہ پر ہر سال ایک لاکھ دینار خرچ کرتے تھے اللہ تعالیٰ بادشاہ مظفر پر رحمت کرے جو صدقات وہ خفیہ طور پر کرتے تھے ان کی تعداد اس کے علاوہ ہے (۶۳۰ ھ میں) اربل کے قلعہ پر فوت ہو گئے انہوں نے مکہ مکرمہ میں مدفون ہونے کی وصیت کی تھی لیکن پوری نہ ہو سکی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پہلو میں انہیں دفن کر دیا گیا۔

تشریح: ابن کثیر کی اس روایت سے معلوم ہوا کہ مظفر بادشاہ محفل میلاد کے موجد (ایجاد کرنے والے) نہیں تھے بلکہ اس روایت سے اتنا ثابت ہوتا ہے کہ آپ محفل میلاد کا بڑی دھوم دھام کے ساتھ اہتمام کرتے تھے لہٰذا ثابت ہوا کہ محفل میلاد کا انعقاد عالمِ اسلام میں ہمیشہ سے ہوتا چلا آ رہا ہے اور بزرگوں کا اس پر عمل رہا ہے۔

بزرگانِ دین کا عقیدہ

﴿امام ابن جزری رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ﴾

قَالَ ابْنُ الْجَزَرِیُّ فَإِذَا كَانَ هٰذَا اَبُوْلَهَبِ الْكَافِرُ الَّذِیْ نُزِّلَ الْقُرْآنِ بِذَمِّهٖ جُوْزِیَ فِی النَّارِ بِفَرْحِهٖ لَيْلَةَ مَوْلِدِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهٖ فَمَا حَالَ الْمُسْلِمُ الْمُوَحِّدُ مَنْ اُمَّتِهٖ عَلَيْهِ السَّلَامُ الَّذِیْ يَسُرُّ بِمَوْلِدِهٖ وَيَبْذُلُ مَاتَّصَلَ اِلَيْهِ قُدْرَتُهٗ فِیْ مَحَبَّتِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَعُمْرَ اِنَّمَا يَكُوْنُ جَزَآءُ مِنَ اللّٰهِ الْكَرِيْمِ اَنْ يُدْخَلَهٗ بِفَضْلِهِ الْعَمِيْمِ جَنَّاتِ النَّعِيْمِ ۔ (مواہب الدنیاج ا ص ۲۷۔ مصنف امام قسطلانی)

ترجمہ: فرمایا امام ابن جزری رحمۃ اللہ علیہ نے کہ ابولہب جیسے کافر کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا میلاد منانے کی وجہ سے جزا دی گئی حالانکہ قرآن میں اس کی مذمت آئی ہے تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس مسلمان اُمتی کا کیا حال ہوگا جو اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی قدرت وطاقت کے مطابق جشن ولادت مناتا ہے مجھے اپنی عمر کی قسم کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس اُمتی (جو ولادت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم مناتا ہے) کے لئے یہی جزا ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے اپنے فضل عظیم اور جنت نعیم میں داخل فرمائے۔

﴾امام قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ﴿

وَلَا زَالَ اَهْلُ الْاِسْلَامِ يَحْتَفِلُوْنَ بِشَهْرِ مَوْلِدِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَيَعْمَلُوْنَ الْوَلَائِمَ وَلْيَتَصَدَّقُوْنَ الْوَلَائِمَ وَلْيَتَعَدَّقُوْنَ فِيْ لَيَالِيْهِ بِاَنْوَاعِ الصِّدَقَاتِ وَيَظْهَرُوْنَ السُّرُوْرَ يُرِيْدُوْنَ فِي الْمَبَرَّاتِ وَيَصِفُوْنَ بِقِرَاءَةِ مَوْلِدِ الْكَرِيْمِ وَيَظْهَرُ عَلَيْهِمْ مِنْ بَرَكَاتِهٖ كُلُّ فَضْلٍ عَمِيْمٍ وَمِمَّا جَرَّبَ مِنْ خَوَاصِهٖ اَنَّهٗ اَمَانٌ فِيْ ذٰلِكَ الْعَامِ وَبُشْرٰى عَاجِلَةٌ بِنَيْلِ الْبُغْيَةِ وَالْمَرَامِ فَرَحِمَ اللّٰهُ اَمْرًا اَخَذَ لَيَالِيْ شَهْرِ مَوْلِدِهِ الْمُبَارَكِ اِيْعَادُ لِيَكُوْنَ اَشَرُّ عِلَّتِهٖ عَلٰى مَنْ فِيْ قَلْبِهٖ مَرَضٌ وَعِنَّادٌ ۔ (مواہب الدنیا ج ۱ ص ۲۷)

ترجمہ: حضور نبی کریم ﷺ کے یوم ولادت کے مہینے میں اہل اسلام ہمیشہ سے محافل منعقد کرتے چلے آئے ہیں اور اس مسرت کے موقع پر کھانے پکاتے رہے ہیں اور شب ولادت میں مختلف قسم کی خیرات وغیرہ کرتے رہے ہیں اور سرور وخوشی کرتے رہے ہیں اور نیک کاموں میں ہمیشہ زیادتی کرتے رہے ہیں اور نبی کریم ﷺ کی ولادت کریمہ کے موقع پر قرأت کا اہتمام کرتے چلے آ رہے ہیں اس جشن ولادت سے ان پر اللہ تعالیٰ کا فضل نازل ہوتا رہا ہے اور اس کے خواص سے یہ امر مجرب ہے کہ انعقاد محفل میلاد اس سال میں موجب امن وامان ہوتا ہے اور ہر مقصود ومراد پانے کے لئے جلدی آنے والی خوش خبری ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس شخص پر بہت رحمتیں فرمائیں جس نے ماہ میلاد مبارک کی ہر رات کو عید بنا لیا تا کہ یہ عید میلاد اس شخص پر سخت ترین علت ومصیبت بن جائے جس کے دل میں مرض وعناد ہے۔

﴾علامہ اسماعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ﴿

قَالَ الْاِمَامُ السَّيُوْطِيْ قُدِّسَ سِرُّهٗ يَسْتَحِبُّ لَنَا اِظْهَارُ شُكْرٍ مَوْلِدِهٖ عَلَيْهِ السَّلَامُ ۔

(روح البیان ج ۹ ص ۵۶)

ترجمہ: امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہمارے نزدیک مستحب وافضل ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ کی ولادت باسعادت پر تشکر کا اظہار کیا جائے۔

﴾ابن حجر ہیتمی رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ﴿

فَقَدْ قَالَ ابْنُ الْحَجَرُ الْهَيْتَمِيْ اِنَّ الْبِدْعَةَ الْحَسَنَةَ مُتَّفَقٌ عَلٰى نُدْبِهَا وَعَمَلُ الْمَوْلِدِ وَاجْتِمَاعُ النَّاسِ لَهٗ كَذٰلِكَ بِدْعَةٌ حَسَنَةٌ ۔ (تفسیر روح البیان پارہ ۲۶)

ترجمہ: تحقیق ابن حجر ہیتمی فرماتے ہیں کہ بدعتِ حسنہ کے مندوب (مستحب) ہونے پر سب متفق ہیں اور مولود پاک کرنا اور اس کے لئے لوگوں کا اجتماع کرنا بھی اسی طرح بدعتِ حسنہ ہے یعنی اچھا طریقہ ہے۔

﴿امام سخاوی رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ﴾

قَالَ السَّخَاوِیُ لَمْ یَفْعَلْہ اَحَدٌ مِنَ الْقُرُوْنِ الثَّلَاثَةِ وَاِنَّمَا حَدَثَ بَعْدُ ثُمَّ لَا زَالَ اَھْلُ الْاِسْلَامِ مِنْ سَائِرِ الْاَقْطَارِ وَالْمُدُنِ الْکِبَارِ یَعْمَلُوْنَ الْمَوْلِدَ وَیَتَعَدَّقُوْنَ بِاَنْوَاعِ الصَّدَقٰتِ وَیَعْتَنُوْنَ بِقِرَآءَةِ عَلَیْھِمْ کُلَّ فَضْلٍ ۔ (تفسیر روح البیان پارہ ۲۶)

ترجمہ: فرمایا امام سخاوی رحمۃ اللہ علیہ نے کہ قرونِ ثلاثہ میں کسی نے بھی میلاد نہیں منایا بلکہ یہ بعد میں ایجاد ہوا پھر ہر طرف اور ہر شہر کے اہل اسلام ہمیشہ ولادت پاک مناتے رہے اور مختلف قسم کے صدقات کرتے رہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مولود پاک پڑھنے کا اہتمام کرتے رہے اور ان مجالس کی برکت سے ان پر اللہ تعالیٰ کا خصوصی فضل ہوتا ہے۔

﴿امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ﴾

قَالَ الْاِمَامُ السَّیُوْطِیْ قُدِّسَ سِرُّہٗ یَسْتَحِبُّ لَنَا اِظْھَارُ شُکْرٍ مَوْلِدِہٖ عَلَیْہِ السَّلَامُ ۔

(روح البیان ج ۱ ص ۵۶)

ترجمہ: امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مولد پاک پر اظہار تشکر کرنا ہمارے نزدیک افضل و مستحب ہے۔

﴿شیخ محمد طاہر محدث رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ﴾

مَظْھَرُ مَنْبَعِ الْاَنْوَارِ وَالرَّحْمَةِ شَھْرُ رَبِیْعِ الْاَوَّلِ وَاِنَّہٗ شَھْرٌ اُمِرْنَا بِاِظْھَارِ الْمُسَرَّتِ فِیْہِ کُلَّ عَامٍ ۔ (مجمع بحار الانوار ج ۳ ص ۵۵۰)

ترجمہ: ربیع الاول کا مہینہ منبع انوار اور رحمت کا مظہر ہے اور بے شک ربیع الاول ایک ایسا مہینہ ہے کہ جس میں ہمیں ہر سال خوشی و مسرت کے اظہار کا حکم دیا گیا ہے۔

﴿عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ﴾

وَلَا زَالَ اَھْلُ الْاِسْلَامِ یَحْتَفِلُوْنَ بِشَھْرِ مَوْلِدِہٖ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ۔

(ماثبت بالسنۃ ص ۷۹)

ترجمہ: اور ہمیشہ سے اہل اسلام نبی کریم ﷺ کے میلاد پاک کی ہر مہینے میں محافل منعقد کرتے آئے ہیں۔

﴿حضرت شیخ عبداللہ سراج حنفی رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ﴾

میلاد شریف پڑھتے وقت جب سرکارِ دو عالم ﷺ کی ولادت باسعادت کا ذکر آئے تو اس وقت کھڑا ہونا بڑے بڑے ائمہ سے ثابت ہے ائمہ اسلام اور حکام نے کسی انکار اور ردّ کے بغیر اسے برقرار رکھا لہٰذا یہ مستحسن کام ہے اور حقیقت یہ ہے کہ ان سے بڑھ کر تعظیم کا کون مستحق ہوسکتا ہے اس سلسلے میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت کافی ہے۔ فرماتے ہیں! جس چیز کو مسلمان اچھا جانیں وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی اچھی ہوتی ہے۔ (ماخوذ نوید سحر) (المستدرک علی الصحیحین للحاکم ج ۳ ص ۷۸)

﴿محمد عبداللہ بن عبداللہ بن حمید رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ﴾

میلاد النبی ﷺ سیرت مصطفیٰ ﷺ کا ایک حصہ ہے اور یہ بات معلوم ہے کہ سیرت رسول ﷺ کا مکمل یا کچھ حصہ بیان کرنا مستحب ہے اور آپ ﷺ کے ذکر ولادت کے وقت کھڑا ہونا تعظیم کا تقاضا ہے اور شریعت کے منافی نہیں ہے۔ (الدر المنظم ص ۱۳۹ تا ۱۴۲) (ماخوذ نوید سحر)

﴿مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ﴾

اس میں کیا حرج ہے کہ اگر محفل میلاد میں قرآن پاک کی تلاوت کی جائے اور نبی کریم ﷺ کی نعت مبارکہ اور صحابہ و اہل بیت رضی اللہ عنہم کی شان میں قصیدے پڑھے جائیں۔ (مکتوبات دفتر سوم ص ۱۶۹)

﴿شیخ زین الدین رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ﴾

ولی کامل شیخ زین الدین رحمۃ اللہ علیہ ہر جمعرات کو چند من چاول پکا کر رسول اللہ ﷺ کے حضور نذرانہ پیش کرتے۔ لطف یہ ہے کہ چاول کے ہر دانہ پر تین تین مرتبہ سورہ اخلاص پڑھی ہوتی۔ میلاد شریف کے ایام میں شیخ موصوف چاول کی اس مقدار پر ہر روز ایک ہزار پیمانہ زیادہ کرتے۔ یہاں تک کہ ۱۲ ربیع الاول شریف کو بارہ ہزار زیادہ فرماتے اندازہ کیجئے کہ ان بارہ دنوں کا مجموعی خرچ کہاں تک پہنچا ہوگا اور میلاد شریف کا لنگر کتنا وسیع ہوگا۔ (اخبار الاخیار ص ۲۲۷)

﴿شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ﴾

مکہ مکرمہ میں نبی ﷺ کے میلاد شریف کے دن میں آپ ﷺ کے مولود مبارک پر حاضر تھا جس میں

حاضرین نبی ﷺ پر درود شریف پڑھتے تھے اور وہ معجزات بیان کرتے تھے جو آپ ﷺ کی ولادت باسعادت پر ظاہر ہوئے۔ یہ میں نہیں کہہ سکتا کہ وہ انوار میں نے جسم کی آنکھ سے دیکھے یا رُوح کی آنکھ سے میں نے تامل کیا تو معلوم ہوا کہ یہ انوار ملائکہ کی جانب سے ہیں (جو میلاد شریف جیسے) اجتماعات و مجالس پر مقرر ہیں اور میں نے دیکھا کہ (انوار ملائکہ اور انوار رحمت کا باہم اختلاط ہے)۔ (فیوض الحرمین ص ۲۷)

﴿شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کا عقیدہ﴾

ربیع الاول شریف کی برکت نبی ﷺ کی میلاد شریف سے ہے جتنا اُمت کی طرف سے سرکار ﷺ کی بارگاہ میں وردوں اور طعاموں کا ہدیہ پیش کیا جاتا ہے اتنا ہی اُمت پر آپ ﷺ کی برکتوں کا نزول ہوتا ہے۔

(فتاویٰ عزیزی ج ۱ ص ۱۶۳)

﴿عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ﴾

دوریں جاسند است مراهل مواليد راكه دشب ميلاد آں سرور سرور كنند وبذل نمايند البولهب كه كافر بود چوں سرور ميلاد آں حضرت و بذل شير جاريه ے بجهت آں حضرت جزاداده شد تاحال مسلمان كه مملو است ببجهت آں حضرت جزاداده شد تاحال مسلمان كه مملواست بمحبت و سرور و بذل مال در ے چه باشد ليكن بيد كه از بدعت ياكه عوام احداش كرده انداز نغنى وآلات محترمه ومذكرات خالى باشد۔ (مدارج النبوت ج دوم)

ترجمہ: (ابولہب کا حضور ﷺ کی ولادت کی خوشی میں اپنی لونڈی کو آزاد کرنے کی وجہ سے قبر میں بھی پانی دیئے جانے والے) اس واقعہ میں میلاد منانے والوں، حضور نبی کریم ﷺ کی شب ولادت پر خوشیاں منانے والوں اور میلاد پاک پر مال خرچ کرنے والوں کے لئے بہت بڑی دلیل ہے کیونکہ ابولہب جو کہ پکا کافر تھا اور نبی کریم ﷺ کی ولادت کی خوشی میں اور ثویبہ لونڈی کے نبی کریم ﷺ کو دودھ پلانے کی وجہ سے آزاد کرنے پر جب اسے انعام دیا گیا تو اس مسلمان کا حال کیا ہوگا جو محبت مصطفیٰ ﷺ میں بھرپور اور محفل میلاد پر مال بھی خرچ کرتا ہے۔

لیکن اس بات کا ضرور خیال رکھا جائے کہ مولود شریف عوامی بدعتوں مثلاً گانے باجے اور حرام کاموں سے پاک ہو۔

ایک اور جگہ لکھتے ہیں:

شب میلاد مبارک لیلۃ القدر سے بلاشبہ افضل ہے اس لئے میلاد کی رات خود حضور ﷺ کے ظہور کی

رات ہے اور شب قدر حضور ﷺ کو عطا کی گئی ہے اور ظاہر ہے کہ جس رات کو ذات مقدسہ سے شرف ملا وہ اس رات سے ضرور افضل قرار پائے گی جو حضور ﷺ کو دیئے جانے کی وجہ سے شرف والی ہے نیز لیلۃ القدر نزول ملائکہ کی وجہ سے مشرف ہوئی اور لیلۃ المیلاد بنفس نفیس حضور ﷺ کے ظہور مبارک سے شرف یاب ہوئی اور اس لئے بھی کہ لیلۃ القدر میں حضور ﷺ کی اُمت پر فضل و احسان ہے اور لیلۃ المیلاد میں تمام موجودات عالم پر اللہ تعالیٰ نے فضل و احسان فرمایا کیونکہ حضور رحمۃ اللعالمین ہیں جن کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی نعمتیں تمام خلائق اہل سمٰوٰت والارضین پر عام ہو گئیں۔ (ماثبت بالسنۃ ص ۷۸)

﴿شاہ عبدالرحیم رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ﴾

میں (شاہ عبدالرحیم) ہر سال ایام مولد شریف میں کھانا پکا کر لوگوں کو کھلایا کرتا تھا ایک سال قحط سالی کی وجہ سے بھنے ہوئے چنوں کے سوا کچھ میسر نہ ہوا میں نے وہی چنے تقسیم کر دیئے رات کو حضور ﷺ کی زیارت سے مشرف ہوا تو کیا دیکھتا ہوں کہ وہی بھنے ہوئے چنے ﷺ کے سامنے رکھے ہوئے ہیں اور حضور ﷺ ان چنوں سے بہت خوش اور مسرور ہیں۔ (الدر الثمین انفاس العارفین ص ۸)

اکابرین دیوبند کے عقائد

﴿عبداللہ بن محمد بن عبدالوہاب نجدی کا عقیدہ﴾

وَرَضَعَتْهُ ثُوَيْبَةُ عَتِيْقَةُ اَبِىْ لَهَبٍ اِعْتَقَهَا حِيْنَ بَشَّرَتْهُ بِوِلَادَتِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ رُءِىَ اَبُوْلَهَبٍ بَعْدَ مَوْتِهٖ فِى النَّوْمِ فَقِيْلَ لَهٗ مَاحَالُكَ؟ فَقَالَ فِى النَّارِ اِلَّا اَنَّهٗ خُفِّفَ عَنِّىْ كُلَّ اِثْنَيْنِ وَاِنَّ ذَالِكَ بِاِعْتَاقِ ثُوَيْبَةَ عِنْدَ مَا بَشَّرَتْنِىْ بِوِلَادَةِ النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَبَارٌ عَنْهَا لَهٗ قَالَ ابْنُ الْجَوْزِىْ فَاِذَا كَانَ هٰذَا اَبُوْلَهَبٍ الْكَافِرُ الَّذِىْ نُزِّلَ الْقُرْآنُ بِذَمِّهٖ جُوْزِىْ بِفَرْحَتِهٖ لَيْلَةَ مَوْلِدِ النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهٖ فَمَا حَالُ الْمُسْلِمِ الْمُوَحِّدِ مِنْ اُمَّتِهٖ يُسَرُّ بِمَوْلِدِهٖ؟ (مختصر سیرۃ الرسول ص ۱۳)

ترجمہ: نبی کریم ﷺ کو ثویبہ جو ابولہب کی آزاد کردہ لونڈی تھی نے دودھ پلایا جب ثویبہ نے حضور ﷺ کی ولادت کی خوش خبری ابولہب کو دی تو اس نے ثویبہ کو مولد پاک کی خوشی میں آزاد کر دیا ابولہب کے مرنے کے بعد جب اسے خواب میں دیکھا گیا تو اس سے پوچھا گیا کہ تو کس حال میں ہے اس نے جواب دیا میں جہنم میں ہوں لیکن ہر پیر کے روز میرا عذاب ہلکا کر دیا جاتا ہے اور اپنی انگلی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ میں اس کو چوستا ہوں (جس سے مجھے پانی ملتا ہے) اور یہ اسی وجہ سے ہے کہ جب ثویبہ نے مجھے نبی کریم ﷺ کی ولادت کی خوش خبری دی

اور آپ ﷺ کو دودھ پلایا تھا تو میں نے اس خوشی میں اسے آزاد کر دیا تھا۔

ابن جوزی فرماتے ہیں کہ ابولہب جو کہ کافر تھا اور اس کی مذمت قرآن میں مذکور ہے جب اس کو ولادت مصطفیٰ ﷺ کی خوشی منانے پر جزا دی گئی ہے تو آپ ﷺ کی اُمت کا وہ مسلمان جو ولادت پر خوشی منائے وہ کیسے محروم رہ سکتا ہے۔

﴿حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ﴾

اور مشرب فقیر کا یہ ہے کہ محفل مولد میں شریک ہوتا ہوں بلکہ ذریعہ برکات سمجھ کر ہر سال منعقد کرتا ہوں اور قیام میں لطف ولذت پاتا ہوں۔ (فیصلہ ہفت مسئلہ ص ۵)

مزید لکھتے ہیں:

ہمارے علماء میلاد شریف میں بہت تنازعہ کرتے ہیں تاہم علماء جواز کی طرف بھی گئے ہیں جب صورت جواز کی موجود ہے پھر کیوں ایسا تشدد کرتے ہیں اور ہمارے واسطے اتباع حرمین کافی ہے البتہ وقت قیام کے اعتقاد تولد کا نہ کرنا چاہیے اگر احتمال تشریف آوری کا کیا جاوے تو مضائقہ نہیں کیونکہ عالمِ خلق مقید بزمان و مکان ہے لیکن عالمِ امر دونوں سے پاک ہے پس قدم رنجہ فرمانا ذات بابرکات کا بعید نہیں۔ (شمائم امدادیہ ص ۹۳)

مزید لکھتے ہیں:

مولد شریف تمام اہل حرمین کرتے ہیں اسی قدر ہمارے واسطے حجت کافی ہے اور حضرت رسالت پناہ ﷺ کا ذکر کیسے مذموم ہو سکتا ہے البتہ جو زیادتیاں لوگوں نے اختراع کی ہیں نہ چاہیں اور قیام کے بارے میں کچھ نہیں کہتا ہاں مجھ کو ایک کیفیت قیام میں حاصل ہوتی ہے۔ (شمائم امدادیہ ص ۴۷)

ایک اور جگہ لکھتے ہیں:

اگر کسی عمل میں عوارض غیر مشروع لاحق ہوں تو ان عوارض کو دُور کرنا چاہیے نہ یہ کہ اصل عمل سے انکار کر دیا جائے ایسے امور سے انکار کرنا خیر کثیر سے باز رکھنا ہے جیسے قیام مولد شریف اگر بوجہ آنے نام آنحضرت ﷺ کے کوئی شخص تعظیماً قیام کرے تو اس میں کیا خرابی ہے جب کوئی آتا ہے تو لوگ اس کی تعظیم کے واسطے کھڑے ہو جاتے ہیں اگر سردار عالم و عالمیان ﷺ کے اسم گرامی کی تعظیم کی گئی تو کیا گناہ ہوا۔

(شمائم امدادیہ ص ۶۸)

﴿رحمت اللہ مہاجر مکی کا عقیدہ﴾

میرے اساتذہ کرام کا اور میرا عقیدہ مولد شریف کے باب میں قدیم سے یہی تھا اور یہی ہے کہ انعقاد مجلس میلاد شریف بشرطیکہ منکرات سے خالی ہو جیسے گانا بجانا اور کثرت سے روشنی بے ہودہ نہ ہو بلکہ روایات

صیحہ کے مطابق ذکر معجزات اور ذکر ولادت حضرت محمد ﷺ کیا جائے اور بعد اس کے اگر طعام پختہ شیرینی بھی تقسیم کی جائے اس میں کوئی حرج نہیں بلکہ اس زمانہ میں جو ہر طرف سے پادریوں کا شور اور بازاروں میں حضرت محمد ﷺ اور اہل کے دین کی مزمت کرتے ہیں اور دوسری طرف سے آریہ لوگ خدا ان کو ہدایت کرے پادریوں کی طرح ان سے زیادہ شور مچاتے ہیں ایسی محفل کا انعقاد ان شرائط کے ساتھ جو میں نے اُوپر پیش کیں اس وقت فرض کفایہ ہیں۔

مسلمان بھائیوں کو بطور نصیحت کہتا ہوں کہ ایسی مجلس کرنے سے نہ رکیں اور اقوال بے جا منکر کی طرح جو تعصب سے کرتے ہیں ہرگز نہ التفات کریں اور معین یوم میں اگر یہ عقیدہ نہ ہو کہ اس دن کے اور دن جائز نہیں تو کچھ حرج نہیں اور جواز اس کا بخوبی ثابت ہے اور قیام وقت ذکر میلاد کے چھ سو برس سے جمہور علماء صالحین متکلمین اور صوفیاء اور علماء محدثین نے جائز رکھا ہے۔ (انوار ساطعہ ص ۲۹۴)

﴿رشید احمد گنگوہی کا عقیدہ﴾

وحق آنست کہ نفس ذکر ولادت آنحضرت ﷺ سرور نالج نمودن یعنی ایصالِ ثواب بروح پر فتوح سید الثقلین از کمال سعادت انسان است۔

(شفاء السائل)

ترجمہ: اور حق یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کا ذکر ولادت کرنا اور آنحضرت ﷺ کی رُوح انور کو ایصالِ ثواب کرنے کے لئے فاتحہ خوانی کرنا انسان کے لئے بہت بڑی سعادت کی بات ہے۔

﴿غیر مقلدین کے پیشوا صدیق حسن بھوپالی کا عقیدہ﴾

(ولادت مبارکہ کے بارے میں) بعض نے کہا دہم (۱۰ ربیع الاول) اور بعض ہا دوازدہم (یعنی ۱۲ ربیع الاول) کو اہل مکہ کا عمل اسی پر ہے۔ طیبی نے کہا روز دوشنبہ دوازدہم (یعنی پیر کا دن ۱۲ ربیع الاول) کو پیدا ہوئے (بالاتفاق)۔ (الشمامۃ العنبریہ ص ۷۰)

مزید لکھتے ہیں:

عبارت سابقہ سے اظہار فرح میلاد نبوی ﷺ پر پایا جاتا ہے سو جس کو حضرات کے میلاد کا حال سُن کر فرحت حاصل نہ ہو اور شکر خدا کا حصول پر اس نعمت کا منکر ہے وہ مسلمان نہیں۔

اعتراضات کے جوابات

اعتراض: جشن مولود منانا بدعت و ناجائز ہے کیونکہ نہ تو یہ حدیث سے ثابت ہے اور نہ ہی کسی صحابی رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کا دن منایا۔

جواب: اوّل تو یہ کہ جشن ولادت مبارکہ بدعت نہیں کیونکہ سابق میں ہم نے قرآن وحدیث سے ثابت کیا اور اگر اسے بدعت تسلیم کر بھی لیا جائے تو ہر بدعت ناجائز وحرام نہیں۔ بلکہ بعض بدعت مستحب اور واجب بھی ہوتی ہے لہٰذا اس کے جواز کے لئے بدعت کے بارے میں جاننا ضروری ہے۔

﴿بدعت کی تعریف﴾

قَالَ النَّوَوِیُّ اَلْبِدْعَةُ کُلُّ شَیْءٍ عُمِلَ عَلٰی غَیْرِ مِثَالٍ سَبَقٍ وَفِی الشَّرْعِ اِحْدَاثُ مَالَمْ یَکُنْ فِی عَھْدِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ۔ (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ)

ترجمہ: امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ایسی شے کہ جس کی مثل زمانہ سابق میں نہ ہو اسے بدعت کہتے ہیں اور شریعت میں کسی ایسی چیز کا ایجاد کرنا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں نہ ہو بدعت کہلاتا ہے۔

ایک تعریف اس طرح بھی کی گئی ہے کہ وہ نیا کام جو زمانہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ایجاد ہوا یہ عام ہے کہ اس نئے کام کا تعلق اعتقاد سے ہو یا اعمال سے دینی ہو یا دنیاوی۔

﴿بدعت کی اقسام﴾

بدعت کی دو قسمیں ہیں۔ (۱) بدعتِ اعتقادی (۲) بدعتِ عملی

(۱) بدعتِ اعتقادی: وہ عقائد باطلہ جو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ ظاہری کے بعد ایجاد ہوئے جیسے دیوبندیوں کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جھوٹ بول سکتا ہے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد دوسرا نبی آ سکتا ہے یا نماز میں رسول اللہ کا خیال بیل گدھے وغیرہ کے خیال سے بدتر ہے یا نبی مر کر مٹی میں مل گئے ہیں (نعوذ باللہ من ذالک)

(۲) بدعتِ عملی: اس کی دو قسمیں ہیں: (الف) بدعتِ حسنہ (ب) بدعتِ سیئہ

(الف) بدعتِ حسنہ: وہ نیا کام جو نہ تو خلاف سنت ہو اور نہ ہی کسی سنت کو مٹانے والا ہو جیسے محفل میلاد شریف منانا یا گیارہویں شریف وعرس بزرگانِ دین رحمہم اللہ منانا، مدارس قائم کرنا اور درسِ نظامی وغیرہ رائج کرنا۔
(ب) بدعتِ سیئہ: وہ نیا کام جو خلاف سنت ہو یا کسی سنت کو مٹانے والا ہو جیسے مزارات پر ڈھول پیٹنا، پینٹ شرٹ پہننا وغیرہ۔

﴿حدیث سے بدعتِ حسنہ اور بدعتِ سیئہ کا ثبوت﴾

مَنْ سَنَّ فِی الْاِسْلَامِ سُنَّةً حَسَنَةً فَلَهٗ اَجْرُ هَا وَاَجْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا مِنْ بَعْدِهٖ مِنْ غَيْرِ اَنْ يُنْقَصَ مِنْ اُجُوْرِهِمْ شَيْءٌ وَمَنْ سَنَّ فِی الْاِسْلَامِ سُنَّةً سَيِّئَةً كَانَ عَلَيْهِ وِزْرُهَا وَوِزْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا مِنْ بَعْدِهٖ مِنْ غَيْرِ اَنْ يُنْقَصَ مِنْ اَوْزَارِهِمْ شَيْءٌ. (مسلم شریف۔ مشکوٰۃ شریف ۳۳)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جو شخص اسلام میں اچھے طریقے کو رائج کرے گا تو اس کو اس کا ثواب ملے گا اور ان لوگوں کے عمل کا بھی ثواب ملے گا جو اس کے بعد اس کے ایجاد کردہ فعل پر گامزن رہے اور عمل کرنے والوں کے اجر میں کچھ کمی واقع نہیں ہوگی اور جو شخص دین اسلام میں کسی برے عمل کو رائج کرے گا تو اس پر اس عمل کو رائج کرنے کا بھی گناہ ملے گا اور ان لوگوں کے عمل کا بھی جو اس کے بعد اس طریقے پر چلتے رہے اور عمل کرنے والوں کے گناہ میں کچھ کمی نہیں کی جائے گی۔

تشریح: اس حدیث سے پتہ چلا کہ اچھا طریقہ ایجاد کرنے پر ثواب ہے اور اسی اچھے عمل کو بدعتِ حسنہ کہتے ہیں اور جو برا عمل ایجاد کرے گا اسے اس کا گناہ ملے گا اور اسی کو بدعتِ سیئہ کہتے ہیں۔

بدعت کی مزید وضاحت کے لئے دیکھئے ہمارا رسالہ "شرک و بدعت کی شرعی حیثیت"۔

مذکورہ بالا سوال کے جواب کا خلاصہ یہ ہوا کہ جشن میلاد النبی ﷺ بدعت حسنہ ہے جو کہ ایک نہایت مستحسن وافضل فعل ہے۔ محفل میلاد میں حضور نبی کریم ﷺ کے سیرت و کردار، ذکر ونعت کی محافل سجائی جاتی ہیں اور خوب صدقات وخیرات کا اہتمام ہوتا ہے ولادت کی خوشی میں جلسے وجلوس کا انعقاد ہوتا ہے لہٰذا یہ ایک ایسا مستحسن فعل ہے کہ جس کا کوئی بھی مسلمان اور عشق مصطفی ﷺ سے لبریز سینہ رکھنے والا انکار نہیں کرسکتا مگر ہٹ دھرم لہٰذا میلاد شریف کو مطلقاً بدعت کہنا درست نہیں۔

اعتراض: رسول اللہ ﷺ کی ولادت ۹ ربیع الاول کو ہوئی اور آپ کا وصال ۱۲ ربیع الاول کو۔ ہوا چاہیے تو یہ تھا کہ ۱۲ ربیع الاول کو غم منایا جاتا لیکن تم لوگ خوشیاں مناتے ہو۔

جواب: حضور نبی کریم ﷺ کی ولادت مبارکہ ۹ ربیع الاول کو نہیں بلکہ ۱۲ ربیع الاول کو ہوئی اور اہل اسلام کا

اس پر اجماع ہے کہ آپ ۱۲ ربیع الاول ہی کو پیدا ہوئے۔ اس کے ثبوت پر چند علمائے کرام کے نظریات پیش خدمت ہیں:

﴿امام قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ کا نظریہ﴾

وَالْمَشْهُوْرُ اَنَّهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وُلِدَ يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ ثَانِيْ عَشَرَ رَبِيْعَ الْاَوَّلِ وَهُوَ قَوْلُ مُحَمَّدِ بْنِ اِسْحَاقَ وَغَيْرَهٗ وَقَالَ وَعَلَيْهِ عَمَلُ اَهْلِ مَكَّةَ قَدِيْمًا وَحَدِيْثًا فِيْ زِيَادَتِهِمْ مَوْضِعَ وَلْدِهٖ فِيْ هٰذَا الْوَقْتِ ۔ (زرقانی علی المواہب ص ۱۳۲)

ترجمہ: اور یہ بات مشہور ہے کہ بے شک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت مبارکہ بروز پیر ۱۲ ربیع الاول کو ہوئی اور محمد بن اسحاق اور دوسرے علماء کا بھی یہی قول ہے اور اہل مکہ کا بھی اسی پر عمل ہے کہ وہ آج تک ۱۲ ربیع الاول کو آپ کی ولادت کی جگہ کی زیارت کرتے ہیں۔

﴿امام محمد بن عبدالباقی مالکی رحمۃ اللہ علیہ کا نظریہ﴾

وَقَالَ ابْنُ كَثِيْرٍ وَهُوَ الْمَشْهُوْرُ عِنْدَ الْجَمْهُوْرِ وَبَالَغَ ابْنُ الْجَزَّارِ فَنَقُوْلُ فِيْهِ الْاِجْمَاعَ وَهُوَ الَّذِيْ عَلَيْهِ الْعَمَلُ ۔ (زرقانی ص ۱۳۲ ج ا)

ترجمہ: فرمایا ابن کثیر نے کہ جمہور علماء کے نزدیک یہی مشہور ہے (کہ آپ ۱۲ ربیع الاول کو پیدا ہوئے) اور ابن جزار نے اس پر عمل کیا ہے اور آپ نے اجماع نقل کیا ہے کہ اسی پر (یعنی ۱۲ ربیع الاوّل) پر عمل ہے۔

﴿علامہ ابن اثیر رحمۃ اللہ علیہ کا نظریہ﴾

وُلِدَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ لِاِ ثْنَتَيْ عَشَرَ لَيْلَةً خَلَتْ مِنْ شَهْرِ رَبِيْعِ الْاَوَّلِ ۔ (ابن اثیر ج ا ص ۲۰۵)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت مبارکہ بروز پیر ۱۲ ربیع الاول کو ہوئی۔

﴿ابو جعفر محمد بن جریر طبری رحمۃ اللہ علیہ کا نظریہ﴾

ومولود حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم آن سال بودکه ابرهه سپاه دپیل بدر کعبه آورده بود هلاك گشت و رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم در امسال بوجود آمده بوددرروز دو شنبه دوازدهم غزوه شهر ربیع الاول ۔ (تاریخ طبری ج ۳ ص ۳۳۹)

ترجمہ: اور حضرت رسالت مآب ﷺ کی ولادت مبارکہ اس سال ہوئی جس سال ابرہہ اپنے لشکر و ہاتھیوں سمیت خانہ کعبہ پر حملہ آور ہونے کے لئے آیا اور ہلاک کر دیا گیا اور ۱۲ ربیع الاول بروز پیر کو آپ ﷺ کی ولادت ہوئی۔

﴿علامہ طیبی ؒ کا نظریہ﴾

وَاتَّفَقُوْا عَلٰی اَنَّهٗ یَوْمَ الْاِثْنَیْنِ ثَانِیْ عَشَرَ رَبِیْعِ الْاَوَّلِ ۔ (شرح مشکوٰۃ)

ترجمہ: علماء کرام نے اس بات پر اتفاق کیا ہے کہ آپ ﷺ کی ولادت مبارکہ ۱۲ ربیع الاول کو ہوئی۔

﴿مولانا جامی ؒ کا نظریہ﴾

ولادت وے ﷺ روز دوشنبہ دوازدھم ۔ (شواہد النبوۃ ص ۲۲)

ترجمہ: نبی کریم ﷺ کی ولادت مبارکہ واقعہ اصحابہ فیل کے پچپن (۵۵) دن بعد پیر کے دن ۱۲ ربیع الاول کو ہوئی۔

﴿شاہ عبدالحق محدث دہلوی ؒ کا نظریہ﴾

بداں کہ جمہور اہل سیرو تواریخ برآنند کہ تولد آنحضرت ﷺ درعام الفیل بود بعد از چھل روز یا پنچاہ پنج روز وایں قول اصح اقوال است و مشہور ائست کہ درربیع الاول بود و بعفے گفتہ اند بدو شبے کہ گزشتہ بودند ازوے وبعفے ھشت شے کہ گزشتہ بودہ اختیار بسیارے از علماء برایں است ونزد بعفے دہ نیز آمد و قول اوّل اشھر و اکثر و اکثر است و عمل اھل مکتہ برایں است و زیارت کردن ایشاں موضع ولادت شریف رادین شب و خواندن مولدو ۔ (مدارج النبوت ج ۲ ص ۱۴)

ترجمہ: جمہور اہل سیر و تواریخ اسی پر متفق ہیں کہ آنحضرت ﷺ کی ولادت شریفہ عام الفیل میں ہوئی تھی آپ ﷺ چالیس دن یا پچپن دن بعد یہ قول اصح (زیادہ صحیح) ہے اور مشہور یہ ہے کہ ربیع الاول میں ہوئی تھی اور بعض علماء نے اسی قول پر اتفاق کیا ہے کہ ربیع الاول کی بارہ تاریخ تھی بعض کہتے ہیں کہ ابھی اس ماہ کی دو راتیں ہی گزری تھیں اور بعض کے نزدیک آٹھ راتیں بھی آئی ہیں اور پہلا قول (۱۲ ربیع الاول) اشہر (زیادہ مشہور) اور اکثر ہے اور اہل مکہ کا جائے

ولادت شریفہ کی زیارت اور مولود پڑھنے میں اور جو کچھ بھی اس کے آداب واوضاع ہیں ادا کرنے میں اسی قول یعنی بارہویں رات اور پیر کے دن پر عمل ہے۔

﴿دیوبندیوں کے مفتی محمد شفیع کا نظریہ﴾

الغرض جس سال اصحاب فیل کا حملہ ہوا اس کے بارہ ربیع الاول کی بارہویں تاریخ روز دوشنبہ (پیر کا دن) دُنیا کی عمر میں ایک نرالا دن ہے کہ آج پیدائش عالم کا مقصد لیل ونہار کے انقلاب کی اصلی غرض آدم اور اولاد آدم کا فخر کشتی نوح کی حفاظت کا راز ابراہیم کی دُعا اور موسیٰ وعیسیٰ کی پیشن گوئیوں کا مصداق یعنی ہمارے آقائے نامدار محمد رسول اللہ ﷺ رونق افروز عالم ہوتے ہیں۔ (سیرت خاتم الانبیاء ص ۹-۸)

اس عبارت پر حاشیہ بیان کرتے ہوئے آپ لکھتے ہیں:

اس پر سب کا اتفاق ہے کہ ولادت باسعادت ماہ ربیع الاول میں ہوئی دوشنبہ کے دن ہوئی لیکن تاریخ کے تعین میں چار اقوال مشہور ہیں۔

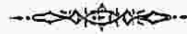
(۱) دوسری تاریخ (۲) آٹھویں تاریخ (۳) دسویں تاریخ (۴) بارہویں تاریخ۔

حافظ مغلطائی نے دوسری تاریخ کو اختیار فرما کر دوسرے اقوال کو مرجوح قرار دیا۔ مگر مشہور قول بارہویں تاریخ کا ہے یہاں تک کہ ابن الجزار نے اس پر (یعنی بارہ تاریخ پر) اجماع نقل کر دیا ہے اور اسی (یعنی بارہ تاریخ) کو کامل ابن اثیر میں اختیار کیا ہے اور محمود پاشا فلکی مصری نے جونویں تاریخ کو بذریعہ حساب اختیار کیا ہے یہ جمہور کے خلاف ہے۔ (سیرت خاتم الانبیاء ص ۸)

خلاصہ: معتبر ومستند علماء کرام اور بزرگانِ دین کے فتاویٰ جات سے ثابت ہوا کہ حضور نبی کریم ﷺ کی ولادت مبارکہ بارہ ربیع الاول کو ہوئی اور دوسری، نویں یا دسویں تاریخ کے اقوال غیر مستند اور ضعیف ہیں۔

وآخر دعانا ان الحمد للہ ربّ العالمین





ایصالِ ثواب اور
ہمارا عقیدہ



ایصالِ ثواب اور ہمارا عقیدہ

ہمارا عقیدہ ہے کہ ہر انسان اپنے نیک اعمال کا ثواب زندہ و مُردہ دونوں کو ایصال کر سکتا ہے بشرطیکہ اس کی موت ایمان پر ہوئی ہو اب چاہے ان اعمال کا تعلق خالص بدنی عبادات مثلاً نماز، روزہ وغیرہ سے ہو یا فقط مالی عبادات مثلاً صدقات وغیرہ سے یا بدنی و مالی عبادات کے مرکب سے اس کا تعلق ہو مثلاً حج وغیرہ اور ان عبادات کا ثواب دوسروں کو پہنچتا ہے اور اس سے انہیں نفع بھی حاصل ہوتا ہے اس کے بارے میں قرآن پاک بے شمار احادیثِ مبارکہ اور بزرگانِ دین کے اقوال و افعال موجود ہیں۔

﴿قرآن پاک سے ایصالِ ثواب کا ثبوت﴾

وَالَّذِیْنَ جَآءُوْ مِنْۢ بَعْدِهِمْ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْلَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِیْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِیْمَانِ ۔

ترجمہ کنز الایمان: اور جو ان کے بعد آئے عرض کرتے ہیں اے ہمارے ربّ ہمیں بخش دے اور ہمارے بھائیوں کو جو ہم سے پہلے ایمان لائے۔

تشریح: اس آیت کریمہ سے واضح ہوا کہ فوت شدہ کے لئے بعد میں آنے والے ان کے لئے دعائے مغفرت کریں تو اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرما دے گا۔ جس سے ثابت ہوا کہ وفات یافتہ لوگوں کو اپنے اعمال کے علاوہ زندوں کی دُعا سے نفع حاصل ہوتا ہے اور ایصالِ ثواب کا مقصد بھی یہی ہوتا ہے کہ کچھ پڑھ کر مردوں کو اس کا ثواب پہنچایا جائے تا کہ انہیں اس سے نفع حاصل ہو اور ان کی بخشش و مغفرت کا سامان ہو۔

﴿حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعائے مغفرت﴾

قرآن کریم میں ارشاد ہوتا ہے:

رَبَّنَا اغْفِرْلِیْ وَلِوَالِدَیَّ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ یَوْمَ یَقُوْمُ الْحِسَابُ ۔ (پارہ ۱۳ سورہ ابراہیم آیت ۴۱)

ترجمہ کنز الایمان: اے ہمارے ربّ مجھے بخش دے اور میرے ماں باپ کو اور سب مسلمانوں کو جس دن حساب قائم ہوگا۔

تشریح: ثابت ہوا کہ وفات یافتہ لوگوں کے لئے دعائے مغفرت کرنا تا کہ اللہ تعالیٰ ان کے گناہوں کی بخشش فرمادے اور انہیں نفع حاصل ہو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت مبارکہ ہے۔

احادیث سے ایصالِ ثواب کا ثبوت

﴿تین اعمال کا سلسلہ منقطع نہیں ہوتا﴾

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا مَاتَ الْاِنْسَانُ اِنْقَطَعَ عَنْهُ عَمَلُهٗ اِلَّامِنْ ثَلَاثَةٍ اِلَّامِنْ صَدَقَةٍ جَارِیَةٍ اَوْعِلْمٍ یُنْتَفَعُ بِهٖ اَوْ وَلَدٍ صَالِحٍ یَدْعُوْلَهٗ ۔ (مسلم شریف ج ۲ ص ۴۱) (ابوداؤد ج ۲ ص ۴۲) (ترمذی شریف ج ۱ ص ۱۶۵)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب انسان فوت ہو جاتا ہے تو اس کا عمل منقطع ہو جاتا ہے مگر تین اعمال منقطع نہیں ہوتے۔

(۱) صدقہ جاریہ (۲) ایسا علم جس کے ساتھ نفع حاصل کیا جائے (۳) ایسی صالح اولاد جو اس میت کے لئے دُعا کرے۔

تشریح: اس حدیث پاک سے ثابت ہوا کہ انسان کے مرنے کے بعد بھی اس کے اپنے اعمال کے علاوہ دوسرے کے عمل سے فائدہ پہنچایا جا سکتا ہے جیسا کہ لڑکے کی دُعا سے فوت شدہ والدین کو فائدہ حاصل ہوتا ہے اور ایصالِ ثواب کا بھی یہی مقصد ہوتا ہے کہ کچھ پڑھ کر میت کو اس کا ثواب پہنچایا جائے تا کہ اسے نفع حاصل ہو۔

﴿صدقہ سے میت کو فائدہ ہوتا ہے﴾

عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّ رَجُلًا اَتَی النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ یَا رُسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اُمِّیْ اِفْتَلَتَتْ نَفْسَهَا وَلَمْ تُوْصِ وَاَظُنُّهَا لَوْ تَكَلَّمَتْ تَصَدَّقَتْ اَفَلَهَا اَجْرٌ اِنْ تَصَدَّقْتُ عَنْهَا قَالَ نَعَمْ ۔

(صحیح بخاری ص ۳۸۶) (مسلم شریف ج ۲ ص ۴۱) (سنن ابی داؤد ص ۴۳) (مشکوۃ شریف)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری ماں فوت ہو گئی ہے اور انہوں نے کسی قسم کی وصیت نہیں کی اور میرا گمان ہے کہ اگر انہیں کلام کرنے کا موقع ملتا تو وہ صدقہ دیتی پس کیا اگر میں اس کی جانب سے صدقہ کروں تو اسے ثواب حاصل ہو گا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں۔

تشریح: اس حدیثِ پاک سے بھی ثابت ہوا کہ میت کی طرف سے صدقہ کرنے سے ثواب حاصل ہوتا ہے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اس پر معمول رہا اور خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایصالِ ثواب کی اجازت مرحمت فرمائی۔

﴿ایصالِ ثواب سے میت کا درجہ بلند ہوتا ہے﴾

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ لَيَرْفَعُ الدَّرَجَةَ لِلْعَبْدِ الصَّالِحِ فِى الْجَنَّةِ فَيَقُوْلُ يَا رَبِّ اَنّٰى لِىْ هٰذِهٖ فَيَقُوْلُ بِاِسْتِغْفَارِ وَلَدِكَ لَكَ ۔ (مشکوٰۃ شریف ص ۲۰۶)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ کسی شخص کے درجہ کو جنت میں بلند کرتا ہے تو وہ بندہ عرض کرتا ہے یا ربّ عزوجل مجھے یہ مقام کیسے ملا تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تیرے بیٹے نے تیرے لئے مغفرت کی دُعا کی تھی۔

تشریح: معلوم ہوا کہ انسان کو مرنے کے بعد اپنے اعمال کے علاوہ دوسرے کے اعمال سے بھی فائدہ حاصل ہوتا ہے۔

﴿میت دُعا وثواب کی منتظر رہتی ہے﴾

عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا الْمَيِّتُ فِى الْقَبْرِ اِلَّا كَالْغَرِيْقِ الْمُتَغَوِّثِ يَنْتَظِرُ دَعْوَةً تَلْحَقُهُ مِنْ اَبٍ اَوْ اُمٍّ اَوْ اَخٍ اَوْ صَدِيْقٍ فَاِذَا لَحِقَتْهُ كَانَ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِنَ الدُّنْيَا وَمَافِيْهَا وَاِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى لَيُدْخِلُ عَلٰى اَهْلِ الْقُبُوْرِ مِنْ دُعَآءِ اَهْلِ الْاَرْضِ كَاَمْثَالِ الْجِبَالِ وَاِنَّ هَدِيَّةَ الْاَحْيَآءِ اِلَى الْاَمْوَاتِ الْاِسْتِغْفَارُ لَهُمْ ۔ (مشکوٰۃ شریف ص ۲۰۶) (بیہقی شریف فی شعب الایمان)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "میت قبر میں ڈوبنے والے شخص کی مثل ہوتی ہے جو فریاد کرتا ہے اس وقت میت اپنے باپ، ماں، بھائی یا دوست کی دُعا کی منتظر ہوتی ہے اور جب اسے ان کی دُعا وثواب پہنچتا ہے تو اس وقت میت کو ان کی بھیجی ہوئی دُعا دُنیا کی تمام چیزوں سے زیادہ عزیز اور محبوب ہوتی ہے اور اللہ تبارک وتعالیٰ ان پر پہاڑوں کی مثل رحمت داخل فرما دیتا ہے اور بے شک مُردوں کے لئے زندوں کا تحفہ یہ ہے کہ وہ ان کے لئے استغفار کرتے رہیں۔

﴿بندے کی دُعا سے میت کے درجات بلند ہوتے ہیں﴾

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ لَیَرْفَعُ الدَّرَجَةَ لِلْعَبْدِ الصَّالِحِ فِی الْجَنَّةِ فَیَقُوْلُ یَا رَبِّ اَنّٰی لِیْ هٰذِهٖ فَیَقُوْلُ بِاِسْتِغْفَارِ وَلَدِكَ لَكَ ۔ (مشکوۃ شریف باب التوبہ ص ۲۰۶۔۲۰۵) (مسند امام احمد)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا بے شک اللہ تعالیٰ جنت میں کسی بندے کا درجہ بلند فرماتا ہے تو وہ بندہ عرض کرتا ہے اے میرے ربّ عزوجل یہ درجہ مجھے کیسے ملا تو ارشاد باری تعالیٰ ہوگا تیری اولاد کے تیرے لئے استغفار کرنے کی وجہ سے۔

تشریح: ثابت ہوا کہ اولاد کی دُعا سے والدین کو قبر کے اندر فائدہ حاصل ہوتا ہے اور اولاد کی دُعا والدین کے لئے بلند درجات کا سبب بنتی ہے۔

﴿والدین کے ایصالِ ثواب کے لئے نفلی نماز پڑھو﴾

اِنَّ مِنَ الْبِرِّ بَعْدَ الْبِرِّ اَنْ تُصَلِّیَ لِاَ بَوَیْكَ مَعَ صَلَاتِكَ وَتَصُوْمَ لَهُمَا مَعَ صَوْمِكَ ۔

(مسلم شریف ج ۱ ص ۱۲)

ترجمہ: بے شک نیکی کے بعد نیکی یہ ہے کہ تم اپنی نماز کے ساتھ (ایصالِ ثواب کی نیت سے) اپنے والدین کے لئے بھی نماز پڑھو اور اپنے روزوں کے ساتھ (ایصالِ ثواب کی نیت سے) والدین کے لئے بھی روزے رکھو۔

تشریح: اس حدیث سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ نفلی عبادات چاہے نفل نماز ہو یا نفل روزے مردوں کو ایصالِ ثواب کر سکتے ہیں۔

ایک اور حدیث میں ہے:

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ رَجُلًا قَالَ لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اَبِیْ مَاتَ وَتَرَكَ مَالًا وَلَمْ یُوْصِ فَهَلْ یُكَفِّرُ عَنْهُ اَنْ تَصَدَّقَ (اَنْ اَتَصَدِّقَ عَنْهُ) قَالَ نَعَمْ ۔

(مسلم شریف ج ۲ ص ۴۱)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں عرض کی کہ میرا باپ فوت ہو گیا ہے اور انہوں نے مال چھوڑا ہے اور وصیت نہیں کی تو کیا ان کا کفارہ ادا ہو جائے گا اگر میں ان کی طرف سے صدقہ کروں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! ہاں۔

﴿سورہ اخلاص اور سورہ تکاثر ایصالِ ثواب کرو﴾

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ مَنْ دَخَلَ الْمَقَابِرَ ثُمَّ قَرَاَ فَاتِحَةَ الْكِتَابِ وَقُلْ هُوَاللّٰهُ اَحَدٌ وَاَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ ثُمَّ قَالَ اِنِّیْ جَعَلْتُ ثَوَابَ مَاقَرَاْتُ مِنْ كَلَامِكَ لِاَ هْلِ الْمَقَابِرِ وَالْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ كَانُوْا شُفَعَآءَ لَهٗ اِلَی اللّٰهِ تَعَالٰی۔ (مرقات ج ۴ ص ۸۱)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص قبرستان میں داخل ہو پھر سورۃ فاتحہ قُلْ هُوَاللّٰهُ اَحَد اور وَاَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ پڑھے پھر کہے کہ میں نے جو کچھ پڑا اس کا ثواب اہل قبرستان کو مومنین و مومنات کو پہنچاتا ہوں تو تمام لوگ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اس کی شفاعت کریں گے۔

﴿باپ کی طرف سے حج ادا ہو گیا﴾

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ اِمْرَاَةً سَاَلَتِ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَنْ اَبِیْهَا مَاتَ وَلَمْ یَحُجَّ قَالَ حَجِّیْ عَنْ اَبِیْكِ۔ (نسائی شریف ج ۲ ص ۳)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک عورت نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہِ بے کس پناہ میں اپنے باپ کے بارے میں سوال کیا کہ وہ فوت ہو گیا ہے اور اس نے حج ادا نہیں کیا تو آپ نے ارشاد فرمایا تو اپنے باپ کی طرف سے حج کر لے۔

تشریح: سبحان اللہ! معلوم ہوا کہ نبی کریم رؤف الرحیم صلی اللہ علیہ وسلم خود اس بات کی تلقین فرما رہے ہیں کہ اولاد کی نیکی اور اس کے عمل سے فوت شدہ والدین کو نفع حاصل ہوتا ہے اور ان کے فرائض بھی ساقط ہو جاتے ہیں۔

﴿قبر پر تسبیح پڑھنے سے عذاب دُور ہو گیا﴾

سَبَّحَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَسَبَّحْنَا طَوِیْلًا ثُمَّ كَبَّرَ فَكَبَّرْ نَافَقِیْلَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لِمَ سَبَّحْتَ ثُمَّ كَبَّرْتَ قَالَ لَقَدْ تَضَایَقَ عَلٰی هٰذَا الْعَبْدِ الصَّالِحِ قَبْرُهٗ حَتّٰی فَرَّجَ اللّٰهُ عَنْهُ۔ (رواہ احمد۔ مشکوۃ شریف)

ترجمہ: (حضرت جابر رضی اللہ عنہ) حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی تدفین کا واقعہ بیان کرتے ہیں حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی تدفین کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تسبیح پڑھی تو ہم نے بھی ایک طویل تسبیح پڑھی پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تکبیر پڑھی تو ہم نے بھی تکبیر پڑھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں عرض کیا گیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے تسبیح اور تکبیر کیوں پڑھی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس نیک و صالح بندے (یعنی

حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ) پر قبر تنگ ہو گئی تھی حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے اسے (تسبیح کی برکت سے) کھول دیا۔

تشریح: ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے ذکر سے میت کو نفع حاصل ہوتا ہے اور ایصالِ ثواب میں بھی ذکر واذکار اور تلاوت کلامِ پاک وغیرہ کا اہتمام کیا جاتا ہے تاکہ میت کو فائدہ حاصل ہو۔

﴿موت کے بعد میت کو نفع دینے والے اعمال﴾

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ مِمَّا یَلْحَقُ الْمُؤْمِنَ مِنْ عَمَلِهٖ وَحَسَنَاتِهٖ بَعْدَ مَوْتِهٖ عِلْمًا عَلَّمَهٗ وَوَلَدًا صَالِحًا تَرَكَهٗ اَوْمُصْحَفًا وَرَّثَهٗ اَوْ مَسْجِدًا بَنَاهُ اَوْبَیْتًا لِاِبْنِ السَّبِیْلِ بَنَاهَا وَنَهْرًا اَجْرَاهَا وَصَدَقَةً اَخْرَجَهَا مِنْ مَالِهٖ فِیْ صِحَّتِهٖ وَحَیَاةً تَلْحَقُهٗ مِنْ بَعْدِ مَوْتِهٖ ۔ (مشکوٰۃ شریف۔ ابن ماجہ۔ بیہقی شریف)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مومن کے اعمال و حسنات جو اسے موت کے بعد بھی پہنچتے رہتے ہیں اس کا وہ علم ہے جو اس نے دوسروں کو سکھایا اور اولاد صالح جو اس نے پیچھے چھوڑی اور کلامِ پاک جس کا اس نے وارث بنایا اور مسجد جو اس نے بنائی اور سرائے جو اس نے مسافروں کے لئے تعمیر کی اور نہر جو اس نے جاری کی اور وہ صدقہ جو اس نے صحت اور اپنے مال سے ادا کیا موت کے بعد بھی اس کو پہنچتے رہتے ہیں۔

﴿بعد دفن قبر پر سورہ بقرہ پڑھو﴾

عَنْ عَبْدَاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اِذَا مَاتَ اَحَدُكُمْ فَلَا تَحْبَسُوْهُ وَاَسْرِعُوْا بِهٖ اِلٰی قَبْرِهٖ وَلْیُقْرَءْ عِنْدَ رَاْسِهٖ فَاتِحَةَ الْبَقَرَةِ وَعِنْدَ رِجْلَیْهِ بِخَاتِمَةِ الْبَقَرَةِ ۔ (مشکوٰۃ شریف ص ۱۴۹ باب دفن للمیت۔ بیہقی شریف)

ترجمہ: حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی ایک فوت ہو جائے تو اس کو روکے نہ رکھو اور اسے قبر تک جلدی لے چلو اور اس میت کے سر کی طرف سے سورہ بقرہ کی ابتدائی آیات اور اس کے پاؤں کی طرف سے سورہ بقرہ کی آخری آیات تلاوت کرو۔

تشریح: اس حدیثِ پاک سے یہ مسئلہ روز روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ میت کو اس کے اپنے عمل کے سوا دوسرے کی تلاوت سے نفع حاصل ہوتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اس کا حکم ارشاد فرمایا ہے۔ اگر نفع حاصل نہ ہوتا تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم قبر پر تلاوت قرآن پاک کی اجازت ارشاد نہ فرماتے۔

﴾فدیہ ادا کرنے سے میت کو ثواب ملتا ہے﴿

عَنْ اِبْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ مَاتَ وَ عَلَيْهِ صِيَامُ شَهْرِ رَمَضَانَ فَلْيُطْعِمْ عَنْهُ مَكَانَ كُلِّ يَوْمٍ مِسْكِيْنٌ ۔ (ترمذی شریف۔ مشکوٰۃ شریف ص ۱۷۸)

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص اس حالت میں فوت ہو جائے کہ اس پر ماہ رمضان کے روزے ہوں تو اس کی طرف سے ایک روزہ کے بدلے ایک مسکین کو کھانا کھلایا جائے۔

تشریح: اس حدیث سے بھی ثابت ہوا کہ میت پر اگر کوئی فرائض باقی ہوں تو اس کی طرف سے روزوں کا فدیہ ادا کرنے سے اس کو ثواب بھی حاصل ہوگا اور روزہ بھی ساقط ہوگا لہٰذا ثابت ہوا کہ میت کو اپنے عمل کے علاوہ دوسرے کے عمل سے جو اسے ایصالِ ثواب کیا جائے نفع حاصل ہوتا ہے۔

﴾ثواب ایصال نہ کرنے سے مردے غمگین ہوتے ہیں﴿

عَنْ اَنَسٍ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَا مِنْ اَهْلِ بَيْتٍ يَمُوْتُ مِنْهُ وَ يَتَصَدَّقُوْنَ عَنْهُ بَعْدَ مَوْلَا اُهْدِىَ لَهٗ جَبْرِيْلُ عَلٰى طَبَقٍ مِنْ نُوْرٍ ثُمَّ يَقِفَ عَلٰى شَفْرِ الْقَبْرِ يَا صَاحِبَ الْقَبْرِ الْعَمِيْقِ هٰذِهٖ هَدِيَّةٌ اَهْدَا هَا اِلَيْكَ اَهْلُكَ فَقْبَلْهَا فَيَدْخُلُ عَلَيْهِ فَيَفْرَحُ بِهَا فَيَسْتَبْشِرُ وَلْيَحْزَنْ جِيْرَانُهُ الَّذِيْنَ لَا يُهْدِىْ اِلَيْهِمْ شَيْءٌ ۔ (تفسیر مظہری)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ جب اہل خانہ میں سے کوئی شخص فوت ہو جائے اور اہل خانہ اس کی وفات کے بعد اس کی طرف سے صدقہ کریں تو حضرت جبرائیل علیہ السلام اس صدقہ کو نور کے طباق میں لے کر اس قبر والے کے سرہانے کھڑے ہو جاتے ہیں اور کہتے ہیں اے گہری قبر والے یہ ہدیہ ہے تیرے اہل خانہ نے تیری طرف بھیجا ہے تو اس کو قبول کر لے پس وہ ہدیہ اس کے پاس پہنچتا ہے اور اس سے وہ خوش ہوتا ہے اور اس مردے کے وہ پڑوسی جن کی طرف کوئی ہدیہ نہیں پہنچتا وہ غمگین ہو جاتے ہیں۔

﴾ثواب ایصال کرنیوالے کے اجر میں کمی نہیں آتی﴿

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا تَصَدَّقَ اَحَدُكُمْ بِصَدَقَةٍ تَطَوُّعًا فَلْيَجْعَلْهَا عَنْ اَبَوَيْهِ فَيَكُنْ لَهُمَا اَجْرَهَا وَلَا يَنْقُصُ مِنْ اَجْرِهٖ

شَیْءٌ". (مراقی الفلاح ص ۳۷۶)

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب تم میں کوئی شخص نفلی صدقہ کرے اور اس کا ثواب والدین کو بھیجے تو اس کے والدین کو بھی اس کا ثواب ملے گا اور بھیجنے والے کے ثواب میں بھی کوئی کمی نہیں آئے گی۔

﴿صحابی رضی اللہ عنہ نے ایصالِ ثواب کے لئے باغ صدقہ کر دیا﴾

عَنْ اِبْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا اَنَّ رَجُلًا قَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اِنَّ اُمِّیْ تَوَفَّیَتْ اَفَیَنْفَعُھَا اَنْ تَصَدَّقْتُ عَنْھَا قَالَ نَعَمْ قَالَ فَاِنَّ لِیْ مَغْرِفًا فَاَشْھَدُكَ اِنِّیْ قَدْصَدَّقْتُ بِهٖ عَنْھَا ۔

(تحفۃ الاحوذی شرح ترمذی شریف ج ۲ ص ۳۵)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک شخص نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری ماں وفات پا گئی ہے تو کیا میں اگر اس کی طرف سے صدقہ کروں تو اس کو اس کا نفع پہنچے گا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں تو اس نے عرض کیا کہ میرا ایک باغ ہے پس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ وہ باغ میں نے اپنی ماں کی طرف سے صدقہ کر دیا ہے۔

﴿ایصالِ ثواب سے میت خوش ہوتی ہے﴾

وَعَنْ اَنَسٍ اَنَّهٗ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اِنَّا نَتَصَدَّقُ عَنْ مَوْتَانَا وَنَحُجُّ عَنْھُمْ وَنَدْعُوْالَھُمْ یَصِلُ اِلَیْھِمْ (یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ) فَقَالَ نَعَمْ اِنَّهٗ لَیَصِلُ وَیَفْرَحُوْنَ بِهٖ كَمَا یَفْرَحُ اَحَدُكُمْ بِالطَّبَقِ اِذَا اُھْدِیَ اِلَیْهِ رَوَاهُ اَبُوْ حَفْصٍ ۔ (حاشیہ مراقی الفلاح ص ۳۷۲)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں عرض کی کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم اپنے مردوں کی طرف سے صدقہ کرتے ہیں ان کی طرف سے حج ادا کرتے ہیں ان کے لیے دُعا کرتے ہیں تو کیا انہیں یہ ثواب پہنچتا ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ وہ مردے اس طرح خوش ہوتے ہیں جیسے تم میں سے کوئی دُنیا میں جب اس کے لئے کوئی تحفہ پیش کرتا ہے تو وہ خوش ہوتا ہے اسے ابوحفص نے روایت کیا ہے۔

بزرگانِ دین کے نظریات

﴿حضرت علی رضی اللہ عنہ کا نظریہ﴾

عَنْ عَلِيٍّ مَرْفُوْعًامَنْ مَرَّ عَلَى الْمَقَابِرِ وَقَرَاَ (قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ) اِحْدٰى عَشَرَةَ مَرَّةً ثُمَّ وَهَبَ اَجْرَهٗ لِلْاَمْوَاتِ اُعْطِيَ مِنَ الْاَجْرِ بَعَدَدِالْاَمْوَاتِ ۔ (مرقات ج۴ص۸۱)

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت ہے کہ جو شخص قبرستان میں سے گزرے اور قل ھو اللّٰہ احد گیارہ مرتبے پڑھے پھراس کا ثواب مردوں کو ہبہ کرے تو اسے مردوں کی تعداد کے برابر ثواب ملے گا۔

﴿امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا نظریہ﴾

قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ اَحْمَدَ الْمَرُوْزِیْ سَمِعْتُ اَحْمَدَ بْنَ حَنْبَلَ يَقُوْلُ اِذَادَخَلْتُمُ الْمَقَابِرَ فَاقْرَاُ وْا فَاتِحَةِ الْكِتَابِ وَالْمُعَوَّذَتَيْنِ وَقُلْ هُوَا اللّٰهُ اَحَدٌ وَاجْعَلُوْا ثَوَابَ ذٰلِكَ لِاَهْلِ الْمَقَابِرِ فَاِنَّهٗ يَصِلُ اِلَيْهِمْ وَالْمَقْصُوْدُ مِنْ زِيَارَةِ الْقُبُوْرِ لِلزَّائِرِ الْاِ عْتِبَارُوَ لِلْمَزُوْرِ الْاِنْتِفَاعُ بِدُعَائِهٖ ۔ (مرقات ج۴ص۸۱)

ترجمہ: محمد بن احمد مروزی نے فرمایا کہ میں نے امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ سے سنا آپ نے فرمایا کہ جب تم قبرستان میں داخل ہوتو سورہ فاتحہ، معوذتین (سورہ فلق اور سورہ والناس) اور قل ھو اللّٰہ احد پڑھواوراس کا ثواب اہل قبرستان کوایصال کرواس لئے کہ اس کا ثواب انہیں پہنچتا ہے اور قبروں کی زیارت سے مقصود یہی ہوتا ہے کہ زائر عبرت حاصل کرے اور جن کی زیارت کی جائے انہیں اس کی دُعا سے نفع حاصل ہو۔

﴿علی بن ابوبکر فرغانی رحمۃ اللہ علیہ کا نظریہ﴾

اَلْاَصْلُ فِیْ هٰذَا الْبَابِ اَنَّ الْاِنْسَانَ لَهٗ اَنْ يَّجْعَلَ ثَوَابَ عَمَلِهٖ بِغَيْرِهٖ صَلٰوةً اَوْ صَوْمًا اَوْ صَدْقَةً اَوْ غَيْرَهَا عِنْدَ اَهْلِ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ ۔ (ہدایہ باب الحج)

ترجمہ: اصل اس بات میں یہ ہے کہ بے شک انسان کے لئے جائز ہے کہ وہ اپنے عمل کا ثواب کسی دوسرے کوایصال کردے چاہے اس عمل کا تعلق نماز سے ہو یا روزہ سے صدقہ سے ہو یا اس

کے علاوہ اہل سنت والجماعت کے نزدیک یہ جائز ہے۔

﴾علامہ نسفی رحمۃ اللہ علیہ کا نظریہ﴿

وَفِیْ دُعَاءِ الْاَحْیَاءِ لِلْاَمْوَاتِ نَفْعٌ لَّهُمْ ۔ (شرح عقائد)

ترجمہ: زندوں کی دُعا سے مردوں کو نفع حاصل ہوتا ہے۔

﴾امام طاؤس رحمۃ اللہ علیہ کا نظریہ﴿

قَالَ الْاِمَامُ اَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلَ فِیْ کِتَابِ الزُّهْدِ حَدَّثَنَا هَاشِمُ بْنُ الْقَاسِمِ قَالَ ثَنَا الْاَشْجَعِیْ عَنْ سُفْیَانَ قَالَ طَاءُوْسُ اِنَّ الْمَوْتٰی یُفْتَنُوْنَ فِیْ قُبُوْرِهِمْ سَبْعًا فَکَانُوْا یَسْتَحِبُّوْنَ اَنْ یُّطْعِمُوْا عَنْهُمْ تِلْكَ الْاَیَّامَ ۔ (الحاوی للفتاوی ج ۲ ص ۱۸۷)

ترجمہ: امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ کتاب زہد میں فرماتے ہیں کہ ہم کو ہاشم بن قاسم نے خبر دی انہوں نے فرمایا اشجعی نے سفیان سے روایت کیا اور انہوں نے فرمایا کہ حضرت طاؤس رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ بے شک مردے اپنی قبروں میں سات دن تک آزمائش میں مبتلا ہوتے ہیں تو علمائے کرام نے مردوں کی طرف سے ان سات دنوں میں (ایصالِ ثواب کے لئے) کھانا کھلانا مستحب و افضل قرار دیا ہے۔

﴾علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کا نظریہ﴿

قَالَ السَّیُوْطِیْ وَاَمَّا الْقِرَاءَةُ عَلَی الْقَبْرِ فَجَزَمَ بِمَشْرُوْعِیَّتِهَا اَصْحَابُنَا وَغَیْرُهُمْ ۔

(مرقات ج ۴ ص ۲۸)

ترجمہ: امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ قبر پر قرآن پڑھنا ہمارے اصحاب اور ان کے علاوہ نے اس کے جائز ہونے کا یقین کیا ہے۔

﴾احمد بن محمد بن اسماعیل طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ کا نظریہ﴿

وَیَسْتَحِبُّ لِلزَّائِرِ سُوْرَةُ یٰسٓ لِمَا وَرَدَ عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ (مَنْ دَخَلَ الْمَقَابِرَ فَقَرَاَ) سُوْرَةَ (یٰسٓ) یَعْنِیْ وَاَهْدٰی ثَوَابَهَا لِلْاَمْوَاتِ (خَفَّفَ اللّٰهُ عَنْهُمْ یَوْمَئِذٍ) الْعَذَابَ وَرَفَعَهُ (وَکَانَ لَهُ) اَیْ لِقَارِیْ بَعْدَ مَا فِیْهَا ۔ (شرح نور الایضاح)

ترجمہ: قبور کی زیارت کرنے والے کے لئے مستحب ہے کہ وہ سورہ یٰسین پڑھے بسبب اس کے جو حضرت انس رضی اللہ عنہ سے وارد ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص قبرستان میں آئے اور سورہ یٰسین پڑھ کر مردوں کو اسے ہدیہ کرے تو اللہ تعالیٰ اس دن ان سے عذاب اٹھا لے گا اور قرأت کرنے والے کو بھی اتنا ہی ثواب ملے گا جتنے مردے قبرستان میں ہوں گے۔

﴿ابو علی محمد عبدالرحمٰن مبارک پوری رحمۃ اللہ علیہ کا نظریہ﴾

وَاِنَّ الْمُسْلِمِیْنَ مَازَالُوْا فِیْ کُلِّ مِصْرٍ وَعَصْرٍ یَجْتَمِعُوْنَ وَیَقْرَئُوْنَ لِمَوْتَاھُمْ مِنْ نَکِیْرٍ فَکَانَ ذٰلِکَ کُلُّہُ الْحَافِظُ شَمْسُ الدِّیْنِ عَبْدُالْوَاحِدِ الْمُقَدَّسِیْ ۔ (تحفۃ الاحوذی ج ۲ ص ۲۷)

ترجمہ: بے شک ہر زمانے اور علاقے میں مسلمانوں کا ہمیشہ یہ طریقہ رہا ہے کہ وہ جمع ہو کر اپنے وفات یافتہ لوگوں کے لئے قرآن کی قرأت کرتے تھے اور کسی نے اس پر انکار نہیں کیا اور اس کا تمام علماء اُمت نے ذکر کیا اور حافظ شمس الدین عبدالواحد مقدسی نے بھی اسی طرح کہا۔

﴿علامہ علاؤ الدین رحمۃ اللہ علیہ کا نظریہ﴾

فِی الْحَدِیْثِ مَنْ قَرَاَ الْاِخْلَاصَ اَحَدَ عَشَرَ مَرَّۃً ثُمَّ وَھَبَ اَجْرَھَا لِلْاَمْوَاتِ اُعْطِیَ مِنَ الْاَجْرِ بِعَدَدِ الْاَمْوَاتِ ۔ (درمختار باب قرأت)

ترجمہ: حدیث میں ہے کہ جو شخص سورہ اخلاص گیارہ مرتبہ پڑھے اور اس کا ثواب مردوں کو ہبہ کرے تو تمام مردوں کی تعداد کے برابر اسے ثواب ملے گا۔

﴿امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کا نظریہ﴾

قَالَ الْاِمَامُ اَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلَ فِیْ کِتَابِ الزُّھْدِ اَبُوْ نُعَیْمٍ فِی الْحِلْیَۃِ عَنْ طَاءُ وْسٍ قَالَ اِنَّ الْمَوْتٰی یَفْتِنُوْنَ فِیْ قُبُوْرِھِمْ سَبْعًا فَکَانُوْا یَسْتَحِبُّوْنَ اَنْ یُطْعِمُوْا عَنْھُمْ تِلْکَ الْاَیَّامِ ۔

(شرح الصدور)

ترجمہ: امام احمد بن حنبل "زھد میں" اور ابونعیم نے "حلیہ" میں حضرت طاؤس رضی اللہ عنہ سے بیان فرمایا ہے کہ مردوں سے سات دن تک ان کی قبروں میں سوالات کئے جاتے ہیں (تو صحابہ کرام) اس بات کو محبوب رکھتے تھے کہ ان دنوں میں (ایصالِ ثواب کے لئے) ان کی طرف سے کھانا کھلایا جائے۔

﴿امام نووی رحمۃ اللہ علیہ کا نظریہ﴾

وَفِی الْحَدِیْثِ جَوَازُ الصَّدَقَةِ عَنِ الْمَیِّتِ وَاِسْتِحْبَابُهَا وَاِنَّ ثَوَابَهَا یَصِلُهُ وَیَنْفَعُهُ الْمُتَصَدِّقَ اَیْضًا وَهٰذَا کُلُّهُ اَجْمَعَ عَلَیْهِ الْمُسْلِمُوْنَ ۔ (شرح مسلم)

ترجمہ: حدیث میں میت کی طرف سے صدقہ کرنے کا جواز اور اس کا استحباب موجود ہے اور بے شک میت کو اس کا ثواب ملتا ہے اور میت اس ثواب سے نفع حاصل کرتی ہے اور صدقہ کرنے والے کو بھی نفع ملتا ہے اور اس بات پر (کہ میت کو ایصالِ ثواب جائز ہے) تمام مسلمانوں کا اجماع ہے۔

﴿علامہ ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ علیہ کا نظریہ﴾

صَرَّحَ عُلَمَاءُ نَا فِیْ بَابِ الْحَجِّ عَنِ الْغَیْرِ بِاَنَّ لِلْاِنْسَانِ اَنْ یَّجْعَلَ ثَوَابَ عَمَلِهٖ لِغَیْرِهٖ صَلٰوۃً اَوْ صَوْمًا اَوْ صَدَقَةً اَوْ غَیْرَ کَذَا فِی الْهِدَایَةِ بَلْ فِیْ ذَکَاةِ التَّاتَارْخَانِیَةِ مِنَ الْمُحِیْطِ الْاَفْضَلُ لِمَنْ یَتَصَدَّقَ نَفْلًا اَنْ یَنْوِیَ لِجَمِیْعِ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ لِاَنَّهَا تَصِلُ اِلَیْهِمْ وَلَا یَنْقُصُ مِنْ اَجْرِهٖ شَیْءٌ وَهُوَ مَذْهَبُ اَهْلِ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ ۔

(رد المحتار ص ۶۶۶)

ترجمہ: ہمارے علماء کرام نے غیر کی طرف سے حج ادا کرنے کے بارے میں تصریح فرمائی ہے کہ انسان کے لئے جائز ہے کہ وہ اپنے عمل کے ثواب کو ایصال کرے چاہے وہ نماز ہو یا روزہ صدقہ ہو یا اس کے علاوہ کوئی چیز، ہدایہ اور تاتارخانیہ میں بحوالہ محیط ہے کہ جو آدمی صدقہ کرے وہ تمام مومنین و مومنات کی طرف صدقہ کرنے کی نیت کرے کیوں کہ ان کا ثواب تمام مومنین و مومنات کو پہنچتا ہے اور صدقہ کرنے والے کے ثواب میں بھی کسی قسم کی کمی نہیں ہوتی اور یہ اہل سنت والجماعت کا مذہب ہے۔

﴿شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا نظریہ﴾

ومستحب است که تصدق کرده شود از میت بـ   ـش اور از عالم تا هفت روز و تصدق از میت نیع کیند اور اے خلاف میاں اهل علم و وارد شده است دراس احادیث صحیحه خصوصا ۔ (اشعۃ اللمعات ج ا ص ۷۱۶)

ترجمہ: مستحب یہ ہے کہ مُردہ کے عالم دُنیا سے پردہ فرمانے کے بعد سات دن تک اس کی طرف

سے صدقہ کیا جائے کیوں کہ اس سے میت کو فائدہ حاصل ہوتا ہے اور اس پر تمام اہل علم کا اتفاق ہے اور اس پر بالخصوص احادیث صحیحہ وارد ہوئی ہیں۔

مزید لکھتے ہیں:

ودر بعض روایات آمدہ است کہ رُوح میت می آید خانہ خود راشب جمعہ پس نظر میکند کہ تصدیق میکند ازوئے یا نہ۔ (اشعۃ اللمعات ج ۱ ص ۷۱۷)

ترجمہ: بعض روایات میں آیا ہے کہ شب جمعہ میت کی رُوح اپنے گھر آتی ہے اور اہل خانہ کی طرف دیکھتی ہے کہ لوگ میرے لئے صدقہ کرتے ہیں یا نہیں۔

﴿محدث دہلوی شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کا نظریہ﴾

طعا میکعہ ثواب آں نیاز حضرت امامین نمایند برآں فاتحہ وقل ودرود خواندن تبرک میشودو خوردن بسیار خوب ست۔ (فتاویٰ عزیزیہ ج ۱ ص ۷۸)

ترجمہ: جو کھانا حضرات حسنین (امام حسن و امام حسین) رضی اللہ عنہما کو نیاز کریں اس کھانے پر سورہ فاتحہ، قل شریف اور درود شریف پڑھنا باعث برکت ہے اور ایسے کھانے کا کھانا بھی بہت اچھا ہے۔

ایک اور جگہ لکھتے ہیں:

اگر الیدہ وشیر برائے فاتحہ بزرگ بقصد ایصالِ ثواب بروح ایشاں پختہ بخور اند جائز است مضائقہ نیست۔ (فتاویٰ عزیزیہ ص ۴۱)

ترجمہ: بزرگوں کی ارواح کو ثواب پہنچانے کے لئے دودھ اور مالیدہ پکانا جائز ہے اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔

﴿شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا نظریہ﴾

وشیر برنج بنا فاتحہ بزرگ بقصد ایصالِ ثواب بروح ایشاں یزند و بخورند مضائقہ نیست و اگر فاتحہ بنام بزرگ وادہ شود اغنیار اھم خوردن جائز است۔ (زبدۃ النصائح ص ۱۳۲)

ترجمہ: دودھ چاول پر کسی بزرگ کو فاتحہ دی ان کی رُوح کو ثواب پہنچانے کی نیت سے پکائیں اور کھائیں اور اگر کسی بزرگ کی فاتحہ دی جائے تو مالداروں کو بھی کھانا جائز ہے۔

علماء دیوبند کے نظریات

﴿اشرف علی تھانوی کا نظریہ﴾

ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت مکان سے میت کا جنازہ اٹھانے سے قبل مکان ہی پر ایصالِ ثواب کے لئے کچھ کر دیا جائے کیسا ہے؟

فرمایا بہت مناسب ہے۔ عرض کیا کہ ہمارے یہاں رسم ہے کہ نماز جنازہ سے فارغ ہو کر کچھ تقسیم کرتے ہیں اور نماز جنازہ ایک خاص مقام پر ہوتی ہے وہاں تقسیم کرتے ہیں فرمایا ہاں! تقسیم کرنا اکثر ریا و تفاخر کی نیت سے ہوتا ہے اس لئے مکان پر ہی تقسیم کرنا مناسب ہے۔

﴿حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کا نظریہ﴾

بلکہ اگر کوئی باعث تقلید ہیت کذائیہ ہے تو کچھ حرج نہیں جیسا کہ بمصلحت نماز میں سورہ خاص معین کرنے کو فقہائے محققین نے جائز رکھا ہے اور تہجد میں اکثر مشائخ کا معمول ہے اور تامل سے یوں معلوم ہوتا ہے کہ سلف میں تو یہ عادت تھی مثلاً کھانا پکا کر مسکین کو کھلا دیا اور دل سے ایصالِ ثواب کی نیت کر لی متاخرین نے یہ خیال کیا کہ جیسے نماز میں نیت ہر چند دل سے کافی ہے مگر موافقت قلب ولسان کے لئے عوام کو زبان سے کہنا بھی مستحسن ہے اسی طرح اگر یہاں زبان سے کہہ لیا جائے کہ یا اللہ اس کھانے کا ثواب فلاں شخص کو پہنچ جائے تو بہتر ہے پھر کسی کو خیال ہوا کہ لفظ اس کا مشارالیہ اگر روبرو موجود ہو تو زیادہ استحضار قلب ہو تو کھانا روبرو لانے لگے کسی کو یہ خیال ہوا یہ ایک دُعا ہے اس کے ساتھ اگر کچھ کلام الٰہی بھی پڑھا جائے تو قبولیت دُعا کی بھی امید ہے کہ اس کلام کا ثواب بھی پہنچ جائے کہ جمع بین العبادتین ہے۔

گیارہویں شریف حضور غوث پاک قدس سرہ اور دسواں، بیسواں، چہلم و ششماہی و سالانہ وغیرہ اور توشہ حضرت شیخ احمد عبدالحق رودولوی رحمۃ اللہ علیہ اور سہ منی حضرت شاہ بوعلی قلندر رحمۃ اللہ علیہ وحلوائے شب برات و دیگر ثواب کے کام اسی قاعدہ پر مبنی ہیں۔ (فیصلہ ہفت مسئلہ ص ۶۔۷)

﴿اسماعیل دہلوی کا نظریہ﴾

یہ نہ سمجھا جائے کہ مردوں کو کھانے اور فاتحہ خوانی کے ساتھ نفع پہنچانا اچھا نہیں ہے (یعنی فاتحہ خوانی کے ساتھ نفع پہنچانا اچھا ہے) بلکہ نفع پہنچانا ہی مقصود ہو تو کھانے پر ہی موقوف نہیں کرنا چاہیے اگر میسر ہو تو بہتر

ورنہ صرف سورہ فاتحہ اور اخلاص کا ثواب بہترین ثواب ہے۔ (صراط مستقیم)

﴿رشید احمد گنگوہی کا نظریہ﴾

رشید احمد گنگوہی سے کسی نے سوال کیا:

سوال: ایصالِ ثواب میں نیت سب اموات کی کرے تو سب کو برابر پہنچے گا یا تقسیم ہو کر پہنچے گا؟

جواب: یہ ثواب سب پر حصہ رسد تقسیم ہو گا جیسا کہ ظاہر ہے اور سب کو ہر ہر واحد کو پورا ثواب جیسا مشہور ہے۔

ایک اور سوال کے جواب میں لکھتے ہیں:

سوال: ایک شخص کے جس وقت دل میں آتا ہے تو یوں کہتا ہے کہ الٰہی جس قدر مجھ سے نیکیاں تمام عمر میں ہوئی ہیں میں نے ان کا ثواب اپنے والدین کو بخشا ایک شخص نے یہ بات سُن کر اس سے کہا کہ یوں اموات کو ہرگز ثواب نہیں پہنچتا تاوقتیکہ کوئی چیز خاص ایصالِ ثواب کے واسطے نہ پڑھی جاوے تو یہ کہنا اس شخص کا صحیح ہے یا نہیں اور اس طرح سے ثواب بھی پہنچتا ہے یا نہیں۔

جواب: ثواب ہر طرح پہنچ جاتا ہے قول مانع (ایصالِ ثواب سے روکنے والے کا قول) صحیح نہیں۔

(فتاویٰ رشیدیہ ص ۲۷۹)

﴿انور شاہ کشمیری کا نظریہ﴾

میت کی طرف سے قرضوں کو ادا کرنا صدقات کرنا اور دیگر تمام عبادات معتبر ہیں۔ (فیض الباری)

﴿شبیر احمد عثمانی کا نظریہ﴾

ان احادیث اور آثار کے علاوہ آثار ہیں جو حد تواتر تک پہنچتے ہیں اور ان سے ایصالِ ثواب ثابت ہے خلاصہ یہ کہ جو شخص اپنی عبادات کا ثواب دوسروں کو پہنچاتا ہے اس سے دوسروں کو نفع ہوتا ہے۔

﴿غیر مقلدین کے پیشوا نواب صدیق حسن بھوپالی کا نظریہ﴾

زندہ انسان نماز، روزہ، تلاوتِ قرآن، حج اور دیگر عبادات کا جو ثواب میت کو ہدیہ کرتا ہے وہ میت کو پہنچتا ہے اور زندہ انسان کا اپنے فوت شدہ بھائی کے لئے یہ عمل نیکی، احسان اور صلہ رحمی کے قبیل سے ہے اور تمام مخلوقات میں جس کو نیکی اور احسان کی سب سے زیادہ ضرورت ہے وہ میت ہے جو تحت الثریٰ میں رہتے ہیں اور اب نیک اعمال کرنے سے عاجز ہیں۔ پھر اپنے فوت شدہ بھائی کے لئے عبادات کا ہدیہ پیش کرنا ایک نیکی ہے اور ہر نیکی پر دس گناہ اجر ملتا ہے سو جو شخص میت کے لئے ایک دن کے روزے یا قرآن پاک کے

ایک پارہ کی تلاوت کا ہدیہ پیش کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو دس روزوں اور دس پاروں کا اجر عطا فرمائے گا اور اس سے یہ معلوم ہوا کہ اپنی عبادات کو دوسروں کے لئے ہدیہ پیش کرنا اس سے بہتر ہے کہ انسان ان عبادات کا اپنے لئے ذخیرہ کرے۔ (السراج الوہاج ج ۲ ص ۵۵)

اعتراضات کے جوابات

اعتراض: قرآن پاک میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ترجمہ: اور یہ کہ انسان کو وہی ملتا ہے جس کی وہ کوشش کرتا ہے۔

اس آیت سے ثابت ہوا کہ انسان صرف اپنے ہی اعمال کا اجر پائے گا دوسرے انسان کا عمل اسے کچھ نفع نہیں پہنچا سکتا۔

جواب: اللہ تعالیٰ نے کلامِ پاک کے اندر بے شمار مقام پر مسلمانوں کے لئے مغفرت طلب کرنے کا حکم ارشاد فرمایا ہے۔ خود اللہ تعالیٰ کے معصوم فرشتے مسلمانوں کے لئے دعائے مغفرت کرتے رہتے ہیں اور انبیائے کرام علیہم السلام اپنی اُمت اور والدین واہل خانہ کے لئے استغفار کرتے رہے اب اگر آپ کے اعتراض کو پیشِ نظر رکھا جائے تو لازم آئے گا کہ فرشتے اور انبیاء نے لوگوں کے لئے مغفرت کی دعائیں مانگ کر قرآن کی (معاذ اللہ) خلاف ورزی کی اور اپنا وقت ضائع کرتے رہے۔ لہٰذا تسلیم کرنا پڑے گا کہ آیت کا حقیقی معنی و مفہوم کچھ اور ہے۔

علامہ عبدالرزاق بھترالوی صاحب نے اس کے پانچ جواب ارشاد فرمائے ہیں:

جواب (۱): یہ آیت کریمہ (جو اعتراض میں مذکور ہوئی) دوسری آیت کریمہ سے منسوخ ہے۔ اس دوسری آیت کا ترجمہ یہ ہے۔ "اور جو ایمان لائے اور ان کی اولاد نے ایمان کے ساتھ ان کی پیروی کی ہم نے ان کی اولاد ان سے ملا دی اور ان کے عمل میں انہیں کچھ کمی نہ دی سب آدمی اپنے کئے میں گرفتار ہیں"۔

اس آیت کریمہ سے واضح ہوا کہ آباء کی نیکیوں کی وجہ سے ان کی اولاد کو بھی جنت میں داخل کر دیا جائے گا جب کہ ان کے اعمال میں کوئی کمی نہیں ہوگی۔

جواب (۲): اس آیت کریمہ کا حکم قوم ابراہیم علیہ السلام اور قوم موسیٰ علیہ السلام سے خاص ہے کہ انہیں صرف اپنے ہی اعمال کا فائدہ ہوتا تھا اس آیت سے پہلے قوم ابراہیم علیہ السلام اور قوم موسیٰ علیہ السلام کا ذکر ہے لیکن اُمت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے اعمال کا بھی فائدہ حاصل ہوتا ہے دوسرے لوگ جو اپنی عبادات کا ثواب انہیں پہنچاتے ہیں اس کا فائدہ بھی انہیں حاصل ہوتا ہے۔ حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ کا اس آیت کریمہ کے متعلق یہی قول

ہے۔

جواب (۳): اور آیت کریمہ (جو اعتراض میں مذکور ہوئی) میں جو انسان کا ذکر ہے اس سے مراد کافر ہے کہ کافر کو کسی شخص کے عمل کا کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوگا لیکن مومن کو اپنے اعمال کا بھی فائدہ ہوگا اور دوسروں کے اعمال کا بھی جن کا ثواب اسے پہنچایا گیا ہو اس آیت کریمہ کی وضاحت میں حضرت ربیع بن انس رضی اللہ عنہ کا یہی قول ہے۔

جواب (۴): آیت کریمہ میں جو یہ ذکر کیا گیا ہے کہ انسان صرف وہی پائے گا جو اس نے خود کوشش کی اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کے نظام میں صرف عدل کی بات ہوتی تو یہ شخص کسی دوسرے کے عمل کا فائدہ حاصل نہ کرسکتا لیکن نظام قدرت میں فضل کو بھی عظیم دخل ہے اس لئے وہ اپنے فضل سے انسان کو اس کے اپنے اعمال کا فائدہ بھی دے گا اور دوسروں سے پہنچائے گئے ثواب کا فائدہ بھی دے گا وہ اپنے فضل سے جتنا چاہے انسان کے مراتب کو زیادہ کرے۔ اس آیت کریمہ کی تفسیر میں یہی قول حضرت حسین بن فضل رضی اللہ عنہ کا ہے۔

جواب (۵): (آیت میں) للانسان میں لام بمعنی علی کے ہے اب آیت کریمہ کا معنی یہ ہوگا کہ انسان کو نقصان صرف اپنے برے اعمال کا ہوگا کسی دوسرے کی بداعمالیوں کا اسے نقصان نہیں ہوگا۔

اعتراض: ارشاد ہوتا ہے:

ترجمہ: ان کو وہ ملے گا جو انہوں نے کمایا اور تم کو وہ جو تم نے کیا۔

تشریح: اس آیت سے بھی ثابت ہوا کہ ہر انسان کو صرف اپنے ہی عمل سے نفع حاصل ہوگا دوسرے کا عمل اسے نفع نہیں پہنچا سکتا۔

جواب: اس آیت کریمہ کا جو مطلب آپ نے بیان کیا وہ صحیح نہیں بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ جو دُنیا کے اندر جس قسم کا عمل اختیار کرے گا اسے اسی قسم کا بدلہ دیا جائے گا اگر دُنیا میں نیکی کی تو اس کا بدلہ بھی اچھا ہوگا اور اگر برائی کی تو اس کا بدلہ بھی جہنم ہوگا اس آیت میں ایصالِ ثواب کی ممانعت کہاں سے آ گئی لہٰذا ثابت ہوا کہ یہ آیت ایصالِ ثواب کے عدم جواز پر دلالت نہیں کرتی۔

وما علینا الا البلاغ المبین





ہم تقلید کیوں کرتے ہیں؟



عقیدۂ اہل سنت والجماعت

﴿ہم تقلید کیوں کرتے ہیں؟﴾

ہر شخص اس بات کی اہلیت نہیں رکھتا کہ وہ شرعی احکام کو قرآن وحدیث سے اخذ کر سکے لہٰذا ضروری ہے کہ وہ مجتہدین کی پیروی کرے۔

فقہائے کرام کا اس بات پر اجماع ہو گیا ہے کہ اصول اجتہاد وضع کرنے کی ضرورت ختم ہوگئی ہے لہٰذا اب اگر کوئی شخص اجتہاد کرنا چاہے گا تو ائمہ اربعہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ میں سے کسی امام کے اجتہادی اصولوں کو سامنے رکھ کر اجتہاد کرے گا۔

کیونکہ قرآن وحدیث کے اندر جتنی دقت نظری، باریک بینی اور وسعت نظری متقدمین فقہاء میں تھی وہ وسعت علمی متاخرین میں نہیں پائی جاتی۔ قرآن وحدیث سے مسائل کو مستنبط کرنے کی جو مہارت متقدمین کو عطا ہوئی وہ مہارت متاخرین کے حصہ میں نہ آ سکی لہٰذا ہر عام وخاص کے لئے ضروری ہے کہ وہ ایک امام کی تقلید کرے۔

﴿ایک ضروری بات﴾

جو شخص جس امام کی تقلید کرتا ہے اسے اس بات کو پیش نظر رکھنا ضروری ہے کہ ہم حقیقت میں قرآن و سنت ہی پر عمل کر رہے ہیں اور اپنے امام کی تقلید اس لئے کرتے ہیں کہ اس نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے احکامات کو منظم اور آسان فہم کر کے ہم تک پہنچائے کیوں کہ شریعت نافذ کرنے والا تو اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ﷺ ہیں امام تو ایک مبلغ ہے۔ جیسا کہ امام اعظم کے بارے میں منقول ہے:

فَقَدْ جَآءَ عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ مِنْ طُرُقٍ کَثِیْرٍ اَنَّهٗ اَوَّلاً یَاْخُذُ بِمَا فِی الْقُرْاٰنِ فَاِنْ لَّمْ یَجِدْ فَبِالسُّنَّةِ فَاِنْ لَّمْ یَجِدْ فَبِقَوْلِ الصَّحَابَةِ فَاِنِ اخْتَلَفُوْا اَخَذَ بِمَا کَانَ اَقْرَبَ اِلَی الْقُرْاٰنِ اَوِ السُّنَّةِ مِنْ اَقْوَالِهِمْ وَلَمْ یَخْرُجْ عَنْهُمْ فَاِنْ لَّمْ یَجِدْ لِاَحَدٍ مِّنْهُمْ قَوْلاً لَمْ یَاْخُذْ بِقَوْلِ اَحَدٍ مِنَ التَّابِعِیْنَ بَلْ یَجْتَهِدُ کَمَا اجْتَهَدُوْا۔ (الخیرات الحسان ص ۲۹)

ترجمہ: حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں کثیر طرق (روایات) سے آیا ہے کہ آپ جب کوئی مسئلہ اخذ کرتے تو قرآن سے لیتے اور اگر اس میں نہ پاتے تو سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف رجوع کرتے اور اگر اس میں بھی نہ پاتے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے قول کو لیتے اور اگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں بھی اختلاف پاتے تو جو قول قرآن اور حدیث کے زیادہ قریب ہوتا اسے پکڑتے اور اس سے خروج نہ کرتے اور اگر ایسا بھی ممکن نہ ہوتا تو تابعین کے قول کو لینے کی بجائے خود اجتہاد کرتے جیسا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اجتہاد کیا۔ اور اگر بالفرض کسی مقام پر امام کا قول قرآن اور حدیث کے خلاف ہو تو ہم اپنے امام کے قول کو چھوڑ کر قرآن وحدیث پر عمل کریں گے کیوں کہ بتقاضائے بشریت یہ ممکن ہے کہ امام سے خطا سرزد ہوئی ہو اور حدیث میں مجتہدین کی خطا پر بھی ثواب ہے۔

﴿تقلید کی تعریف﴾

اَلتَّقْلِيْدُ اِتِّبَاعُ الرَّجُلِ غَيْرَهٗ فِيْمَا سَمِعَهٗ يَقُوْلُ اَوْ فِيْ فَصْلِهٖ عَلٰى زَعْمِ اَنَّهٗ مُحَقِّقٌ بِلَا نَظْرٍ فِي الدَّلِيْلِ ۔ (نور الانوار)

ترجمہ: کسی شخص کا اپنے علاوہ شخص کے قول یا فعل کی دلیل میں بغیر نظر کئے اس لئے اطاعت کرنا کہ یہ محقق ہے تقلید کہلاتا ہے۔

یعنی آسان لفظوں میں یوں سمجھ لیں کہ کسی مجتہد کے قول وفعل کو اپنے اُوپر اس طرح لازم وضروری سمجھنا کہ اس مجتہد کا قول میرے لئے شرعی حجت ہے کیوں کہ اُس کی قرآن وحدیث میں نظر دقیق ہے اور قرآن و حدیث کے رموز واسرار سے واقف ہے۔

﴿تقلید کی اقسام﴾

تقلید کی دو قسمیں ہیں۔ (۱) تقلید شرعی (۲) تقلید غیر شرعی

(۱) تقلید شرعی: شرعی احکام میں کسی مجتہد کی پیروی کرنا تقلید شرعی ہے جیسے نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، وضو، نکاح، طلاق کے مسائل کہ ان میں مجتہدین ائمہ دین کی اطاعت کی جاتی ہے۔

(۲) تقلید غیر شرعی: دنیاوی معاملات میں کسی شخص کی اطاعت کرنا تقلید غیر شرعی ہے جیسے علم طب میں طبیب حضرات بوعلی سینا کی پیروی کرتے ہیں اور علم نحو میں امام سیبویہ اور امام خلیل کی پیروی کی جاتی ہے۔

حکم: تقلید غیر شرعی اگر شریعت سے ٹکرا رہی ہو تو تقلید کرنا حرام ہے اور اگر شریعت کے خلاف نہیں تو جائز و مباح ہے۔

﴿عقائد میں تقلید جائز نہیں﴾

عقائد میں کسی امام کی تقلید جائز نہیں مثلاً یوں نہیں کہہ سکتے کہ توحید و رسالت امام اعظم کے کہنے سے مانی بلکہ یہ عقیدہ رکھنا پڑے گا کہ توحید و رسالت کو دلائل سے تسلیم کیا۔

﴿صریح احکام میں بھی تقلید جائز نہیں﴾

صریح احکام مثلاً پانچ نمازیں، تیس روزے، زکوٰۃ و حج کی فرضیت میں تقلید جائز نہیں کیونکہ یہ مسائل قرآن و حدیث سے صراحت کے ساتھ ثابت ہیں چنانچہ کوئی شخص یوں نہیں کہہ سکتا کہ نماز کی فرضیت تیس روزے امام اعظم، امام شافعی، امام مالک اور امام احمد بن حنبل کے کہنے سے تسلیم کئے ہیں بلکہ یوں کہنا پڑے گا کہ قرآن و حدیث میں اس پر صراحتاً دلائل موجود ہیں۔

﴿غیر مجتہدین پر تقلید واجب ہے مجتہدین پر نہیں﴾

مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

مکلّف مسلمان دو طرح کے ہوتے ہیں ایک مجتہد اور دوسرے غیر مجتہد۔ مجتہد وہ ہے جس میں اس قدر علمی لیاقت اور قابلیت ہو کہ قرآنی اشارات و رموز سمجھ سکے اور کلام کے مقصد کو پہچان سکے اس سے مسائل نکال سکے ناسخ و منسوخ کا پورا علم رکھتا ہو علم صرف و نحو بلاغت وغیرہ میں اس کو پوری مہارت حاصل ہو احکام کی تمام آیتوں اور احادیث پر اس کی نظر ہو اس کے علاوہ ذکی و خوش فہم ہو جو اس درجہ پر نہ پہنچا ہو وہ غیر مجتہد یا مقلد ہے۔

غیر مجتہد پر تقلید ضروری ہے مجتہد کے لئے تقلید منع۔

قرآنِ پاک سے تقلید کا ثبوت

﴿اہل علم سے پوچھو﴾

فَاسْئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۔ (پارہ ۱۷ سورہ انبیاء آیت ۷)

ترجمہ کنز الایمان: تو اے لوگو علم والوں سے پوچھو اگر تمہیں علم نہ ہو۔

تشریح: اس آیت کریمہ میں ربّ تعالیٰ خود ارشاد فرمارہا ہے کہ وہ مسائل جن کو سمجھنے یا قرآن سے اخذ کرنے کی تمہارے اندر طاقت نہیں اہل علم و مجتہدین سے پوچھو کیونکہ عام آدمی میں اتنی استعداد نہیں ہوتی کہ وہ ہر

مسئلہ قرآن و حدیث سے آسانی کے ساتھ مستنبط کر سکے لہٰذا اسے چاہیے کہ وہ کسی قرآن و حدیث کے اندر کامل مہارت رکھنے والے کلام الٰہی اور فرمان رسول ﷺ کے رموز و اسرار سے واقفیت رکھنے والے مجتہد کی بارگاہ میں حاضر ہو کر ان کی اتباع و پیروی کرے اور اسی کا نام تقلید ہے۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی اس آیت کے تحت فرماتے ہیں کہ اس آیت سے تقلید کا وجود ثابت ہوا کیونکہ جو چیز معلوم نہ ہو وہ جاننے والے سے پوچھنا لازم ہے۔ لہٰذا غیر مجتہد کو اجتہادی مسائل مجتہدین سے پوچھنا اور ان پر عمل کرنا ضروری ہے انہیں خود اجتہاد کرنا حرام ہے۔

﴿اللہ والوں کی اتباع کرو﴾

وَاتَّبِعْ سَبِيْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَيَّ ۔ (پارہ ۲۱ سورہ لقمان آیت ۱۵)

ترجمہ کنز الایمان: اور اس کی راہ چل جو میری طرف رجوع لایا۔

تشریح: اس آیت کریمہ میں بھی اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے والوں کی اتباع کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور اس اتباع کا نام ہی تقلید کہلاتا ہے۔

﴿اے اللہ ہمیں مقربین کی راہ چلا﴾

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۔ (سورہ فاتحہ آیت ۵)

ترجمہ کنز الایمان: ہم کو سیدھا راستہ چلا راستہ ان کا جن پر تو نے انعام کیا۔

تشریح: اس آیت کریمہ میں بھی اللہ تعالیٰ اپنے پیاروں اور انعام یافتہ لوگوں کی راہ چلنے کا درس دے رہا ہے اور انعام یافتہ لوگ اس اُمت کے اولیاء کرام ہیں حضور داتا علی ہجویری، سید الاولیاء حضور غوث اعظم، حضرت معین الدین چشتی اجمیری، خواجہ غلام فرید، حضرت صابری کلیری، حضرت بختیار کاکی، حضرت نظام الدین اولیاء، حضرت سلطان باہو، حضرت شاہ عبداللطیف بھٹائی، حضرت بایزید بسطامی، حضرت جنید بغدادی، حضرت پیر مہر علی شاہ رحمہم اللہ تعالیٰ وغیرہ ہی ہیں اور ان تمام بزرگانِ دین نے ائمہ مجتہدین کی تقلید کی لہٰذا ثابت ہوا کہ تقلید ہی صراط مستقیم ہے اور یہی فلاح و کامیابی کا بہترین راستہ ہے اور تقلید سے ہٹ کر علیحدہ راہ اختیار کرنے میں گمراہی ہے۔

﴿مجتہدین کی بارگاہ میں رجوع کرو﴾

وَلَوْ رَدُّوْهُ اِلَى الرَّسُوْلِ وَاِلٰى اُولِى الْاَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِيْنَ يَسْتَنْبِطُوْنَهُ مِنْهُمْ ۔

(پارہ ۵ سورہ النساء آیت ۸۳)

ترجمہ کنز الایمان: اور اگر اس میں رسول اور اپنے ذی اختیار لوگوں کی طرف رجوع لاتے تو ضرور ان سے اس کی حقیقت جان لیتے یہ جو بعد میں کاوش کرتے ہیں۔

تشریح: معلوم ہوا کہ قرآن کریم کو مجتہدین پر پیش رکو اور ان سے سمجھ کر عمل کرو خود اپنی رائے پر نہ اڑو ورنہ گمراہ ہو جاؤ گے لہٰذا اس آیت کریمہ سے واضح ہوا کہ جب بھی کسی عام شخص کو کوئی مسئلہ درپیش آئے تو وہ مجتہدین کی بارگاہ میں حاضر ہو اور جس طرح وہ حکم ارشاد فرمائیں اسی پر عمل کرے۔

﴿بروز قیامت ہر شخص کو اس کے امام کے ساتھ بلایا جائے گا﴾

یَوْمَ نَدْعُوْا کُلَّ اُنَاسٍ بِاِمَامِهِمْ ۔ (پارہ ۱۵ سورہ بنی اسرائیل آیت ۷۱)

ترجمہ کنز الایمان: جس دن ہم ہر جماعت کو اس کے امام کے ساتھ بلائیں گے۔

تشریح: اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ دُنیا میں کسی صالح کو شریعت میں تقلید کر کے اور طریقت میں بیعت کر کے اپنا امام بنا لینا چاہیے تا کہ حشر اچھوں کے ساتھ ہو بزرگانِ دین فرماتے ہیں اگر کسی کا کوئی صالح امام نہیں ہوگا تو اس کا امام شیطان ہوگا۔

علامہ اسماعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ بروز قیامت لوگوں کو اے حنفی، اے شافعی وغیرہ کہہ کر بلایا جائے گا۔ لہٰذا اس آیت کریمہ سے ثابت ہوا کہ ائمہ مجتہدین کا دامن پکڑنا لازم و ضروری ہے اور ان ائمہ مجتہدین کے طریقہ شریعت پر چلنا ہی تقلید کہلاتا ہے اس آیت میں تقلید اور بیعت سب کا ثبوت ہے۔

﴿جو مسلمانوں کی راہ سے جدا ہوا اس کا ٹھکانہ دوزخ ہے﴾

وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا ۔ (پارہ ۵ سورہ نساء آیت ۱۱۵)

ترجمہ کنز الایمان: اور جو رسول کا خلاف کرے بعد اس کے کہ حق کا راستہ اس پر کھل چکا اور مسلمانوں کی راہ سے جدا راہ چلے ہم اسے اس کے حال پر چھوڑ دیں گے اور اسے دوزخ میں داخل کریں گے اور کیا ہی بری جگہ پلٹنے کی۔

تشریح: معلوم ہوا کہ تقلید کرنا ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے کہ یہ ہی عام مسلمانوں کا راستہ ہے اور جو اس راستے سے انحراف کرے گا جہنم میں ڈال دیا جائے گا لہٰذا غیر مقلدین کو اس آیت سے عبرت حاصل کرنی چاہیے۔

﴿تم میں سے ایک گروہ علم دین کے حصول کے لئے نکلے﴾

فَلَوْ لَا نَفَرَمِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَائِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ وَلِيُنْذِرُوْ اقَوْمَهُمْ اِذَا رَجَعُوْا اِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ ۔ (پارہ ۱۱ سورہ توبہ آیت ۱۲۲)

ترجمہ کنز الایمان: تو کیوں نہ ہوا کہ ان کے ہر گروہ میں سے ایک جماعت نکلے کہ دین کی سمجھ حاصل کریں اور واپس آ کر اپنی قوم کو ڈر سنائیں اس امید پر کہ وہ بچیں۔

تشریح: اس آیت کریمہ سے ثابت ہوا کہ بعض لوگوں پر اللہ تعالیٰ نے یہ ذمہ داری عائد کی ہے کہ وہ علم دین حاصل کر کے اُمت مسلمہ کے تمام لوگوں کو اللہ اور رسول کے احکامات پہنچائیں اور دین میں غور وفکر کر کے قرآن واحادیث کے رموز واسرار کو اور دقیق مسائل کو آسان فہم کر کے لوگوں کو بتائیں اور ہر جدید قسم کے مسائل کو قرآن وسنت پر قیاس کر کے ان کا حل عوام الناس تک پہنچائیں اور عوام الناس کو چاہیے کہ وہ ان فقہاء کرام کے اقوال پر عمل کریں یہی تقلید ہے۔

احادیث سے تقلید کا ثبوت

﴿بڑی جماعت کی پیروی کرو﴾

اِتَّبِعُوا السَّوَادَ الْاَعْظَمَ فَاِنَّهٗ مَنْ شَذَّ شُذَّ فِي النَّارِ ۔ (مشکوۃ شریف ص ۳۰ باب الاعتصام)

ترجمہ: اتباع کرو بڑے گروہ کی کیوں کہ جو جماعت سے الگ رہا وہ علیحدہ ہی جہنم میں ڈالا جائے گا۔

تشریح: اس حدیث میں سواد اعظم (بڑے گروہ) کی پیروی کرنے کا حکم ہوا ہے اور الحمد للہ اُمت محمدیہ کے ہر دور میں اہل سنت والجماعت ہی واحد گروہ ہے جو اکثریت میں ہے اور تمام اہل سنت والجماعت ائمہ اربعہ (امام اعظم ابوحنیفہ، امام شافعی، امام مالک اور امام احمد بن حنبل) کے مذہب سے الگ رہا حدیث کی رو سے الگ ہی جہنم میں جائے گا لہٰذا ثابت ہوا کہ مقلدین ہی سواد اعظم ہیں کیوں کہ ہر دور میں یہ ہی اکثریت میں رہے۔

﴿جو جماعت کو متفرق کرے اسے قتل کر دو﴾

مَنْ اَتَاكُمْ وَاَمْرُكُمْ جَمِيْعٌ عَلٰى رَجُلٍ وَّاحِدٍ يُرِيْدُ اَنْ يَشُقَّ عَصَاكُمْ وَيُفَرِّقَ جَمَاعَتَكُمْ فَاقْتُلُوْهُ ۔ (مسلم شریف۔ مشکوۃ شریف ص ۳۲۰ باب الامارہ)

ترجمہ: وہ شخص جو تمہارے پاس آئے حالانکہ تم کسی شخص کے حکم کی پیروی میں ہو اور آنے والا شخص ارادہ کرے کہ تمہاری لاٹھی توڑ دے اور تمہاری جماعت کو منتشر کرنا چاہے تو تم اس کو قتل کر دو۔

﴿جس کا امام نہیں وہ جہالت کی موت مرا﴾

مَنْ مَاتَ وَلَيْسَ فِيْ عُنُقِهٖ بَيْعَةٌ مَاتَ مِيْتَةً جَاهِلِيَّةً ۔ (مشکوٰۃ شریف ص ۳۲۰ کتاب الامارہ۔ مسلم شریف)

ترجمہ: جو شخص اس حالت میں مرا کہ اس کی گردن میں کسی بیعت نہیں وہ جہالت کی موت مرا۔

تشریح: الحمد للہ عزوجل اہل سنت والجماعت سواد اعظم اس حدیث کا مصداق ہیں کہ جس نے طریقت کے میدان میں حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی بیعت کا پٹا اپنے گلے میں ڈال رکھا ہے اور شریعت کے میدان میں حضور سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی بیعت کا ہار گلے میں سجایا ہے۔

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے تقلید کا ثبوت

﴿میرے صحابہ کی تقلید کرو﴾

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَصْحَابِيْ كَالنُّجُوْمِ فَبِاَيِّهِمْ اِقْتَدَيْتُمْ اِهْتَدَيْتُمْ ۔

(مشکوٰۃ شریف ص ۵۵۴)

ترجمہ: (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا) میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں جس نے ان کی اقتداء (تقلید) کی اس نے ہدایت پائی۔

تشریح: اس حدیث پاک میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خود صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی پیروی و تقلید کا حکم ارشاد فرما رہے ہیں۔

ایک اور حدیث میں ہے:

عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ سَاَلْتُ رَبِّيْ عَنْ اِخْتِلَافِ اَصْحَابِيْ مِنْ بَعْدِيْ فَاَوْحٰى اِلَيَّ يَا مُحَمَّدُ اِنَّ اَصْحَابَكَ عِنْدِيْ بِمَنْزِلَةِ النُّجُوْمِ فِي السَّمَآءِ بَعْضُهَا اَقْوٰى مِنْ بَعْضٍ وَلِكُلٍّ نُوْرٌ فَمَنْ اَخَذَ بِشَيْءٍ مِّمَّا هُمْ عَلَيْهِ مِنْ اِخْتِلَافِهِمْ فَهُوَ عِنْدِيْ عَلٰى هُدًى ۔ (مشکوٰۃ شریف ص ۵۵۴)

ترجمہ: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ نے فرمایا کہ میں نے اپنے رب عزوجل سے اپنے وصال ظاہری کے بعد اپنے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے

اختلاف کے بارے میں سوال کیا تو اللہ تعالیٰ نے میری طرف وحی فرمائی اور فرمایا اے محمد ﷺ بے شک آپ کے صحابہ میرے نزدیک آسمان کے ستاروں کی مانند ہیں ان میں سے بعض صحابہ دوسرے بعض سے قوی ہیں ہر ایک کے پاس نور ہے تو جس شخص نے بھی ان سے جو حاصل کیا پس وہ میرے نزدیک ہدایت یافتہ ہے۔

تشریح: اس حدیث میں بھی روز روشن کی طرح واضح ہوگیا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا آپس میں مسائل کے اندر اختلاف کے باوجود انہیں آسمان کے ستارے کہا گیا اور ان کی اطاعت وتقلید کرنے والے کو بھی ہدایت کی نفید سنائی گئی جس سے ثابت ہوا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا آپس میں فقہی مسائل پر اختلاف اجتہادی مسائل میں ہوتا تھا جس میں فقیہ صحابہ خود اجتہاد کر کے مسائل مستنبط کرتے تھے اور عوام الناس ان کی تقلید کرتے تھے جیسا کہ آئندہ احادیث میں آرہا ہے۔

﴿صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ایک دوسرے کی تقلید کرتے تھے﴾

عَنْ هُزَيْلِ بْنِ شُرَحْبِيْلٍ يَقُوْلُ سُئِلَ اَبُوْ مُوْسىٰ فَاَتَيْنَا اَبَا مُوْسىٰ (وَفِيْهِ) فَاَخْبَرْنَاهُ بِقَوْلِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ فَقَالَ لَا تَسْئَلُوْنِیْ مَادَامَ هٰذَا الْحَبْرُ فِيْكُمْ ۔ (بخاری شریف ج ۲ ص ۹۹۷)

ترجمہ: حضرت ہزیل بن شرحبیل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے کسی مسئلہ کے بارے سوال کیا گیا (پھر یہی سوال حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے کیا گیا) تو آپ نے حضرت موسیٰ اشعری کے جواب کے خلاف فتویٰ دیا جب حضرت ابوموسیٰ اشعری کو حضرت عبداللہ بن مسعود کے فتویٰ سے آگاہ کیا گیا تو آپ (یعنی حضرت ابوموسیٰ اشعری) نے فرمایا کہ جب تک یہ معتبر شخصیت (یعنی حضرت عبداللہ بن مسعود) تم میں ہیں ان کے علاوہ کسی سے سوال نہ کیا کرو۔

تشریح: اس حدیث سے ثابت ہوا کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ایک دوسرے کی تقلید کرتے تھے اور کم علم صحابی اپنے سے زیادہ علم والے صحابی کی تقلید کرتا تھا جیسا کہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے اپنے فتویٰ سے رجوع فرما کر حضرت عبداللہ کی تقلید کی اور آپ نے خود لوگوں کو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی تقلید کرنے کا حکم فرمایا۔

﴿حضرت جابر رضی اللہ عنہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی تقلید کرتے تھے﴾

عَنْ جَابِرِ بْنِ زَيْدٍ وَعِكْرَمَةَ اَنَّهُمَا يَكْرَهَانِ الْبُسْرَ وَحْدَهٗ وَيَاْخُذَانِ ذٰلِكَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ ۔ (ابوداؤد شریف)

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ اور حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ دونوں نیم پختہ خرمے کو مکروہ جانتے تھے اور اس طرح کے مسائل میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے قول کو پکڑتے تھے (یعنی انہی

کے فتوے پر عمل کرتے تھے)۔

تشریح: اس حدیث سے ثابت ہوا کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ اور حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی تقلید کرتے تھے اور انہیں کے فتویٰ پر عمل کرتے۔

﴿اہل مکہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی تقلید کرتے تھے﴾

اِخْتَلَفَ فِیْ کَثِیْرٍ مِنَ الْاَحْکَامِ وَاتَّبَعَہٗ فِیْ ذٰلِکَ اَصْحَابُہٗ مِنْ اَھْلِ مَکَّۃَ ۔

ترجمہ: (حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے مکہ میں قیام فرمایا) تو کثیر مسائل میں آپ نے دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے اختلاف کیا اور اہل مکہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے قول کو ترجیح دیتے تھے (یعنی اہل مکہ آپ کی تقلید کرتے تھے)۔

﴿اہل مدینہ حضرت زید کی تقلید کرتے تھے﴾

عَنْ عِکْرَمَۃَ اَنَّ اَھْلَ مَدِیْنَۃَ سَاَلُوْ ابْنَ عَبَّاسٍ عَنْ اِمْرَاَۃٍ طَافَتْ ثُمَّ حَاضَتْ قَالَ لَھُمْ تَنْفِ قَالُوْ الَا نَاْخُذُ بِقَوْلِکَ وَنَدَعُ قَوْلَ زَیْدٍ ۔ (صحیح بخاری)

ترجمہ: حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بے شک اہل مدینہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سوال کیا کہ دوران طواف اگر عورت کو حیض آ جائے تو کیا حکم ہے (یعنی وہ طواف چھوڑ کر جا سکتی ہے؟) تو آپ نے جواب دیا کہ ہاں وہ طواف چھوڑ کر جا سکتی ہے تو اہل مدینہ نے کہا کہ ہم آپ کے قول یعنی فتویٰ پر عمل نہیں کریں گے بلکہ حضرت زید رضی اللہ عنہ (جو کہ مدینہ کے مفتی تھے) کے قول پر عمل کریں گے۔

تشریح: ثابت ہوا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دور میں تقلید کا عام رواج تھا اور عام لوگ اپنے معتمد فقیہ صحابی کے قول کو دوسرے صحابی کے قول پر ترجیح دے کر اس کی اطاعت و پیروی کرتے اور اسی کا دوسرا نام تقلید ہے۔

﴿حضرت ابراہیم نخعی رضی اللہ عنہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی تقلید کرتے﴾

وَکَانَ اِبْرَاھِیْمُ وَ اَصْحَابُہٗ یَرَوْنَ ابْنَ مَسْعُوْدٍ وَاَصْحَابُہٗ اَثْبَتَ النَّاسَ فِی الْفِقْہِ ۔

ترجمہ: حضرت ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ اور آپ کے ساتھی حضرت عبداللہ بن مسعود اور آپ کے شاگردوں کو فقہ کے اندر اثبت الناس سمجھتے تھے۔

تشریح: ثابت ہوا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے زمانہ اقدس میں تقلید کا عام رواج تھا اور جو مسئلہ قرآن و حدیث میں نہ ہوتا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اپنے قیاس سے اجتہاد کرتے اور عوام الناس ان کی تقلید کرتے تھے۔

بزرگانِ دین کے نظریات

﴿امام فخر الدین رازی کا نظریہ﴾

وَلَا يَجُوْزُ تَقْلِيْدُ مَاعَدَ الْمَذْهَبُ الْاَرْبَعَةِ وَافَقَ قَوْلُ الصَّحَابَةِ وَالْحَدِيْثِ الصَّحِيْحِ وَالْاٰيَةِ فَالْخَارِجُ عَنِ الْمَذَاهِبَ الْاَرْبَعَةِ ضَالٌ مُضِلٌّ وَرُبَمَا اَدَّاهُ ذَالِكَ لِلْكُفْرِ لَاَنَّ الْاَخْذَ بِظَوَاهِرِ الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ مِنْ اُصُوْلِ الْكُفْرِ ۔ (تفسیر صاوی)

ترجمہ: چاروں مذاہب کے علاوہ کسی کی تقلید جائز نہیں ہے چاہے وہ قول صحابہ اور احادیث صحیحہ اور آیت کے موافق ہو پس جو شخص ان چاروں مذاہب سے خارج ہے وہ خود بھی گمراہ اور دوسروں کو بھی گمراہ کرنے والا ہے اس لئے کہ قرآن و حدیث کے ظاہر سے کوئی مسئلہ اخذ کرنا کفر کے اصولوں میں سے ہے۔

﴿امام نووی کا نظریہ﴾

وَقَدْ يَتَنَاوَلُ ذَالِكَ عَلَى الْاَئِمَّةِ الَّذِيْنَ وَاَنَّ مِنْ نَصِيْحَتِهِمْ قَبُوْلِ مَادُوْنَ وَتَقْلِيْدِ هِمْ فِي الْاَحْكَامِ وَاِحْسَانُ الظَّنِّ بِهِمْ ۔ (اربعین نووی)

ترجمہ: (امام مسلم کی حدیث جو تقلید کے جواز پر دلالت کرتی ہے) ان ائمہ کرام کو بھی شامل ہے جو دین کے علماء ہیں ان کی وہ حدیثیں جو انہوں نے روایت کیں تو قبول کرنا اور احکام میں ان کی تقلید کرنا اور ان کے ساتھ اچھا گمان کرنا (ان کے لئے لازم و ضروری ہے)۔

﴿مولانا عبدالحیٔ لکھنوی کا نظریہ﴾

ترجمہ: ائمہ اربعہ (امام اعظم، امام شافعی، امام مالک اور امام حنبل) کے خلاف عمل نہ کرنے پر اجماع منعقد ہو گیا ہے۔

﴿صاحب شرح ہدایہ کا نظریہ﴾

وَاِذَا كَانَ الْمُفْتِيُ عَلٰى هٰذِهِ الصِّفَةِ فَعَلَى الْعَاصِ تَقْلِيْدُهٗ وَاِنْ كَانَ الْمُفْتِيُ خَطَآءَ ذَالِكَ وَلَا مُعْتَبَرَ بِغَيْرِهٖ ۔ (الکفایہ شرح ہدایہ کتاب الصوم)

ترجمہ: اور جب مفتی کے اندر یہ صفات ہوں (یعنی وہ مجتہد ہو) تو عام لوگوں پر ضروری ہے کہ اس کی تقلید کریں اگرچہ مفتی کو اس مسئلہ میں خطا ہی کیوں نہ ہو جائے اور اس کے علاوہ کا کوئی اعتبار نہیں۔

﴿امام طحاوی کا نظریہ﴾

مَنْ كَانَ خَارِجًا عَنْ هٰذِهِ الْاَرْبَعَةِ فِي الزَّمَانِ فَهُوَ مِنْ اَهْلِ الْبِدْعَةِ وَالنَّارِ ۔ (طحاوی شریف)

ترجمہ: فی زمانہ جو آدمی چاروں مذاہب سے خارج ہو تو وہ اہل بدعت اور اہل نار میں سے ہے۔

﴿امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کا نظریہ﴾

يَجِبُ عَلَى الْعَامِ وَغَيْرِهٖ مِمَّنْ لَمْ يَبْلُغْ مَرْتَبَةَ الْاِجْتِهَادِ الْتِزَامُ مَذْهَبٌ مُعَيَّنٌ مِنْ مَذَاهِبِ الْمُجْتَهِدِيْنَ ۔ (شرح جمع الجوامع)

ترجمہ: جو شخص مرتبہ اجتہاد تک نہ پہنچا ہو تو اس پر واجب ہے کہ وہ مجتہدین کے مذاہب میں سے کسی مذہب کو لازم پکڑے۔

﴿علامہ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کا نظریہ﴾

فَقَالَ اَئِمَّتُنَا لَا يَجُوْزُ تَقْلِيْدُ غَيْرِ الْاَئِمَّةِ الْاَرْبَعَةِ الشَّافِعِيِّ وَمَالِكٍ وَاَبِيْ حَنِيْفَةَ وَاَحْمَدَ بْنَ حَنْبَلَ ۔ (فتح المبین شرح اربعین)

ترجمہ: ہمارے ائمہ کرام فرماتے ہیں کہ ائمہ اربعہ یعنی امام شافعی، امام مالک، امام ابوحنیفہ اور امام احمد بن حنبل کے سوا کسی کی تقلید جائز نہیں۔

﴿علامہ محبّ اللہ بہاری رحمۃ اللہ علیہ کا نظریہ﴾

غَيْرُ الْمُجْتَهِدِ الْمُطْلَقِ وَلَوْ كَانَ عَالِمًا يَلْزَمُهُ التَّقْلِيْدُ الْمُجْتَهِدِ مَافِيْمَا لَا يَقْدِرُ عَلَيْهِ مِنَ الْاِجْتِهَادِ ۔ (فواتح الرحموت ص ۹۲۶)

ترجمہ: غیر مجتہد مطلق اگرچہ وہ عالم ہی کیوں نہ ہو اور اس کو اجتھاد پر قدرت حاصل نہ ہو تو لازم ہے کہ وہ کسی مجتھد کی تقلید کرے۔

﴿عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ کا نظریہ﴾

فَاِنْ قُلْتَ فَهَلْ يَجِبُ الْمَحْجُوْبِ عَنِ الْاِطْلَاعِ عَلَى الْعَيْنِ الْاُوْلٰى لِلشَّرِيْعَةِ التَّقْلِيْدُ

18/18

بِمَذْهَبٍ مُعَيَّنٍ فَالْجَوَابُ نَعَمْ يَجِبُ عَلَيْهِ ذٰلِكَ لَسُئِلَهٗ يُضِلُّ فِیْ نَفْسِهٖ وَيُضِلُّ غَيْرَهٗ ۔

(میزان کبریٰ ص ۲۴)

ترجمہ: پس اگر تو کہے کہ وہ شخص جو محجوب عن الاطلاع ہو شریعت کے معاملہ میں تو کیا اس پر تقلید کرنا واجب ہے تو جواب یہ ہے کہ ہاں اس پر تقلید کرنا واجب ہے تاکہ وہ خود اور دوسروں کو بھی گمراہ نہ کر سکے۔

﴿شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا نظریہ﴾

هٰذَا الْمَذَاهِبُ الْاَرْبَعَةُ الْمُدَوَّنَةُ الْمُحَرَّرَةُ قَدْ اِجْتَمَعَتِ الْاُمَّةُ اَوْ مُعْتَمَدٌ بِهَا مِنْهَا عَلٰى جَوَابِ تَقْلِيْدِ هَا اِلٰى يَوْمِنَا هٰذَا ۔ (حجۃ اللہ البالغۃ)

ترجمہ: ائمہ اربعہ کے چاروں مذاہب کی تقلید کے جواب کے بارے میں اُمت یا اُمت کے قابل اعتماد حضرات نے اجماع کرلیا ہے۔

ایک اور جگہ لکھتے ہیں:

يَجِبُ عَلٰى مَنْ لَّمْ يَجْمَعْ هٰذِهِ الشَّرَائِطِ تَقْلِيْدُهٗ فِيْمَا يَعْنِىْ لَهُ الْحَوَادِثُ ۔

(عقد الجید ص ۸)

ترجمہ: جس شخص میں یہ شرائط (یعنی مجتہدانہ شرائط) نہ ہوں اس پر واجب ہے کہ نئے درپیش مسائل میں کسی (مجتہد) کی تقلید کرے۔

﴿وہابیوں، دیوبندیوں کے امام ابن تیمیہ کے نظریات﴾

وَمَنْ خَالَفَ الْاَئِمَّةَ الْاَرْبَعَةَ مُخَالِفُ الْاِجْمَاعِ وَقَدْ صَرَّحَ فِى التَّحْرِيْرِ اَنَّ الْاِجْمَاعَ اِنْعَقَدَ عَلٰى عَدَمِ الْعَمَلِ بِمَذْهَبِ مُخَالِفِ الْاَرْبَعَةِ لِاِنْضِبَاطِ مَذَاهِبِهِمْ وَكَثْرَةِ اِتِّبَاعِهِمْ ۔

ترجمہ: جس شخص نے ائمہ اربعہ (امام اعظم ابوحنیفہ، امام شافعی، امام مالک اور امام احمد بن حنبل) کی مخالفت کی گویا اس نے اجماع کی مخالفت کی۔ (امام ابن الہمام) نے "تحریر" میں تصریح کی ہے کہ مذاہب اربعہ (یعنی چاروں اماموں کے مذاہب) کے علاوہ کسی مذہب پر عمل کرنا جائز نہیں ہے اس لئے کہ ان کے مذاہب اور ان کی اتباع کرنے والے کثیر ہیں۔

ایک اور جگہ لکھتے ہیں:

وَحُكِىَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْحَسَنِ وَغَيْرِهٖ اَنَّهٗ يَجُوْزُ لَهُ التَّقْلِيْدُ قِيْلَ مُطْلَقًا وَقِيْلَ يَجُوْزُ

تَقْلِیْدُ الْاَعْلَمِ ۔ (فتاویٰ ابن تیمیہ ج ۲ ص ۲۰۲)

ترجمہ: امام محمد بن حسن رضی اللہ عنہ وغیرہ سے حکایت کیا گیا ہے کہ اسے (یعنی مجتہد) کے لئے تقلید جائز ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ مطلقاً جائز ہے اور کہا گیا ہے کہ اپنے سے زیادہ عالم کی تقلید جائز ہے۔

اعتراضات کے جوابات

تقلید کے بارے میں بعض حضرات مختلف قسم کے جاہلانہ اعتراضات کرتے ہیں اور عام سادہ قسم کے لوگوں کو ہر ممکن طریقہ سے ورغلانے اور انہیں دھوکا دینے کی کوشش کرتے ہیں لہٰذا یہاں پر ان کے چند مشہور و معروف اعتراضات کے جوابات پیش کئے جائیں گے تاکہ ہمارے سادہ لوح مسلمان حضرات ان کے دھوکے میں آنے کی بجائے اپنا دفاع کرسکیں اور جماعت سے منتشر و بکھرنے کی بجائے قرآن وحدیث اور بزرگانِ دین کے طریقہ شریعت کو مضبوطی سے تھامے رہیں۔

ان تمام اعتراضات کے جوابات حکیم الامت حضرت علامہ مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ کی شہرۂ آفاق تصنیف "جاءالحق" سے ماخوذ ہیں ملاحظہ ہوں۔

اعتراض: رہبر کے لئے قرآن وحدیث کافی ہیں ان میں کیا نہیں جو کہ فقہ سے حاصل کریں (اللہ تعالیٰ قرآن میں) فرماتا ہے۔

ترجمہ: اور نہیں ہے کوئی تر اور خشک چیز جو ایک روشن کتاب میں لکھی نہ ہو اور بے شک ہم نے قرآن یاک کرنے کے لئے آسان فرمادیا تو ہے کوئی یاد کرنے والا۔

ان آیتوں سے معلوم ہوا کہ قرآن میں سب ہے اور قرآن سب کے لئے آسان بھی ہے پھر کس لئے مجتہد کے پاس جاویں؟

جواب: قرآن وحدیث بے شک رہبری کے لئے کافی ہیں اور ان میں سب کچھ ہے مگر ان سے مسائل نکالنے کی قابلیت ہونی چاہیے۔ سمندر میں موتی ہیں مگر ان کو نکالنے کے لئے غوطہ خور کی ضرورت ہے۔ ائمہ مجتہدین (امام ابوحنیفہ، امام شافعی، امام مالک اور امام احمد بن حنبل) اس سمندر کے غوطہ زن ہیں۔ طب کی کتابوں میں سب کچھ لکھا ہے مگر ہم کو حکیم کے پاس جانا اور اس سے نسخہ تجویز کرانا ضروری ہے ائمہ دین طبیب ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے آیت میں فرمایا ہے کہ ہم نے قرآن کو حفظ کرنے کے لئے آسان کیا ہے نہ کہ اس سے مسائل استنباط (نکالنے) کے لئے اگر مسائل نکالنا آسان ہیں تو پھر حدیث کی بھی کیا ضرورت۔ قرآن میں سب کچھ ہے اور قرآن آسان ہے نیز پھر قرآن سکھانے کے لئے نبی کیوں آئے۔

اعتراض: تقلید میں غیر خدا کو اپنا حکم بنانا ہے اور یہ شرک ہے لہٰذا تقلید شخصی شرک ہے قرآن میں ہے:

"ان الحکم الا للّٰہ"۔ ترجمہ: نہیں ہے حکم مگر اللہ کا۔

جواب: اگر غیر خدا کو حکم بنانا شرک ہے تو حدیث ماننا بھی شرک ہوا نیز سارے محدثین مفسرین مشرک ہو گئے کیونکہ ترمذی، ابوداؤد، مسلم وغیرہ حضرات تو مقلد ہیں اور امام بخاری وغیرہ مقلدوں کے شاگر (کیونکہ یہ تمام محدثین مثلاً امام بخاری، امام مسلم، امام ترمذی، امام ابوداؤد وغیرہ سب کے سب شافعی ہیں اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی تقلید کرتے ہیں۔

جس روایت میں ایک راوی فاسق آ جائے وہ روایت ضعیف یا موضوع ہے تو جس روایت میں کوئی مقلد آ جاوے تو مشرک آ گیا لہٰذا وہ بھی باطل پھر ترمذی و ابوداؤد تو خود مقلد ہیں مشرک ہوئے ان کی روایت ختم ہوئیں بخاری وغیرہ پہلے ہی ختم ہو چکے کہ وہ مشرکوں کے شاگرد ہیں اب حدیث کہاں سے لاؤ گے؟

قرآن پاک فرماتا ہے:

وَاِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَیْنِهِمَا فَابْعَثُوْا حَكَمًا مِّنْ اَهْلِهٖ وَحَكَمًا مِّنْ اَهْلِهَا ۔

ترجمہ: اور اگر تم کو میاں بیوی کے جھگڑے کا خوف ہو تو ایک حکم مرد والوں کی طرف سے بھیجو اور ایک پنچ عورت والوں کی طرف سے بھیجو۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے جنگ صفین میں حکم فرمایا۔ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی قریظہ کے معاملہ میں حضرت سعد ابن معاذ رضی اللہ عنہ کو حکم بنایا۔ آیت (جو اعتراض میں مذکور ہوئی) کے معنی یہ ہیں کہ حقیقی حکم خدائے پاک ہی کا اور جو اس کے سوا کے احکام ہیں علماء فقہاء اور مشائخ یا اسی طرح احکام حدیث یہ تمام بالواسطہ خدائے تعالیٰ ہی کے حکم ہیں اگر یہ معنی ہوں کہ کسی کا حکم سوائے خدا کے ماننا شرک ہے تو آج تمام دُنیا جج کا فیصلہ کچہریوں کے مقدمات کو مانتی ہے سب ہی مشرک ہو گئے۔

اعتراض: امام یوسف اور امام محمد حنفی ہیں لیکن اس کے باوجود امام ابوحنیفہ کی مختلف مقامات پر مخالفت کیوں کی؟

جواب: ہم نے پیچھے عرض کیا تھا کہ مجتہد کو تقلید کرنا حرام ہے لیکن اصول و قواعد میں امام کی تقلید کرنا ضروری ہے امام یوسف اور امام محمد اصول و قواعد میں تو امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی تقلید کریں گے لیکن فقہی مسائل میں یہ دونوں مجتہد ہیں لہٰذا ان مسائل میں یہ تقلید نہیں کریں۔

اعتراض: بعض مسائل میں تم لوگ امام یوسف اور امام محمد کے قول کو ترجیح دیتے ہو اور امام اعظم کے قول کو چھوڑ دیتے ہو پھر تم حنفی کیسے ہوئے لہٰذا چاہیے کہ اپنے آپ کو یوسفی یا محمدی کہلواؤ۔

جواب: کیونکہ امام یوسف اور امام محمد کے تمام اقوال و فتاوئ امام اعظم ابوحنیفہ کے اصول و ضوابط پر بنے ہیں لہٰذا ان دونوں میں کسی کے قول کو ترجیح دینا حقیقت میں امام اعظم کے قول کو لینا ہے مثال کے طور پر حدیث پر

عمل کرنا قرآن پر عمل کرنا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کا حکم ارشاد فرمایا۔

اسی طرح امام اعظم نے ارشاد فرمایا کہ اگر میرے قول کے مقابلے میں کوئی صحیح حدیث مل جائے تو وہی حدیث ہی میرا مذہب ہے اب اگر کوئی مجتہد امام صاحب کے قول کے مقابلہ میں صحیح حدیث پالے اور اس پر عمل کرے تو وہ اس سے حنفی ہی رہے گا کیونکہ اس نے حقیقت میں امام صاحب کے قاعدے ہی پر عمل کیا یعنی میرے قول کے مقابلہ میں اگر صحیح حدیث مل جائے تو وہ ہی مذہب ہے۔

﴿قیاس کے بارے میں اعتراضات کے جوابات﴾

قیاس کرنا مجتہد کا ظن ہوتا ہے اور قرآن کریم میں ظن کو گناہ کہا گیا ہے جیسا کہ ارشاد ہوتا ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِّنَ الظَّنِّ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ وَّلَا تَجَسَّسُوْا وَلَا يَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا ۔

ترجمہ: اے ایمان والو بہت گمانوں سے بچو بے شک کوئی گمان ہو جاتا ہے اور عیب نہ ڈھونڈو اور ایک دوسرے کی غیبت نہ کرو۔

جواب: قیاس کو مطلقاً جائز و گناہ کہنا غلط ہے قیاس کے جواز پر بے شمار احادیثِ مبارکہ موجود ہیں جس میں سے چند احادیث ذکر کی جاتی ہیں۔

﴿حضرت معاذ اور قیاس کا جواز﴾

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

جب حضرت معاذ ابن جبل کو حضور ﷺ نے یمن کا حاکم بنا کر بھیجا تو پوچھا کہ کس چیز سے فیصلہ کرو گے؟ عرض کیا کتاب اللہ سے فرمایا اگر اس میں نہ پاؤ تو عرض کیا کہ اس کے رسول کی سنت سے فرمایا اگر اس میں بھی نہ پاؤ؟ تو عرض کیا:

اَجْتَهِدُ بِرَاْيِيْ قَالَ فَضَرَبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَدْرَهٗ وَقَالَ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ وَفَّقَ رَسُوْلَ رَسُوْلِ اللّٰهِ لِمَا يَرْضٰى بِهٖ رَسُوْلُ اللّٰهِ ۔

(ترمذی شریف، ج ا، ابواب الاحکام) (مشکوٰۃ شریف، کتاب الامارہ)

ترجمہ: اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا راوی نے فرمایا کہ پس حضور ﷺ نے ان کے سینے پر ہاتھ مارا اور فرمایا کہ اس خدا کا شکر ہے جس نے رسول اللہ ﷺ کے قاصد کو اس کی توفیق دی جس سے رسول اللہ راضی ہیں۔

تشریح: اس حدیث سے قیاس کا جواز روز روشن کی طرح واضح ہے اور حضور نبی کریم ﷺ نے اس کی تائید

فرمائی اوراس پر رضامندی کا بھی اظہار کیا اور قیاس کے ذریعے صحیح مسئلہ اخذ کرنے پر دعائے خیر فرمائی۔

﴿حضرت عبداللہ بن مسعود سے قیاس کا جواز﴾

فَمَنْ عَرَضَ لَهُ مِنكُمْ قَضَاءٌ بَعْدَ الْيَوْمِ فَلْيَقْضِ بِمَا فِي كِتَابِ اللّٰهِ فَإِنْ جَاءَهُ أَمْرٌ لَيْسَ فِي كِتَابِ اللّٰهِ فَلْيَقْضِ بِمَا قَضَى بِهِ نَبِيُّهُ فَإِنْ جَاءَ أَمْرٌ لَيْسَ فِي كِتَابِ اللّٰهِ وَلَا قَضَى بِهِ نَبِيُّهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلْيَقْضِ بِمَا قَضَى فَإِنْ جَاءَ أَمْرٌ لَيْسَ فِي كِتَابِ اللّٰهِ وَلَا قَضَى بِهِ نَبِيُّهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا قَضَى بِهِ الصَّالِحُوْنَ فَلْيَجْتَهِدْ رَأْيَهُ ۔

(نسائی شریف ج ۲ص ۳۰۵)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود سے مروی ہے کہ آج کے بعد سے جس پر کوئی فیصلہ پیش آ جائے تو قرآن شریف سے فیصلہ کرے اگر ایسی شیز پیش آ گئی جو قرآن شریف میں نہیں ہے تو اس سے فیصلہ کرے جو اللہ کے نبی ﷺ نے فیصلہ کیا لیکن اگر ایسی شیز پیش آ جائے جو نہ قرآن شریف میں ہو اور نہ اللہ کے نبی ﷺ نے اس کا فیصلہ کیا ہو تو اس پر فیصلہ کرو جو نیک لوگوں نے فیصلہ کیا ہو لیکن اگر وہ چیز پیش آ گئی جو نہ تو قرآن شریف میں ہے نہ اس کا فیصلہ نبی ﷺ نے کیا نہ صالحین نے تو اپنے قیاس سے اجتہاد کرو۔

تشریح: اس حدیثِ مبارکہ میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے قیاس کے جواز پر مہر ثبت کر دی اور ارشاد فرمایا کہ اگر قرآن وحدیث اور اجماع اُمت سے کوئی مسئلہ اخذ نہیں ہو رہا تو اپنے قیاس سے اس کا حل تلاش کرو جس سے قیاس کا جواز بخوبی واضح وثابت ہوا۔

﴿حضرت عمر نے قیاس کا حکم فرمایا﴾

فَكَتَبَ إِلَيْهِ أَنْ اقْضِ بِمَا فِي كِتَابِ اللّٰهِ فَإِنْ لَّمْ يَكُنْ فِي كِتَابِ اللّٰهِ فَبِسُنَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ فَإِنْ لَمْ يَكُنْ فِي كِتَابِ اللّٰهِ وَلَا فِي سُنَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاقْضِ بِمَا قَضَى بِهِ الصَّالِحُوْنَ فَإِنْ لَّمْ يَكُنْ فِي كِتَابِ اللّٰهِ وَلَا فِي سُنَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَمْ يَقْضِ بِهِ الصَّالِحُوْنَ فَإِنْ شِئْتَ فَتَقَدَّمْ وَإِنْ شِئْتَ فَتَأَخَّرْ وَلَا أَرَى التَّأَخُّرَ إِلَّا خَيْرًا لَّكَ وَالسَّلَامُ عَلَيْكُمْ ۔ (نسائی شریف جلد۲ص ۳۰۵)

ترجمہ: حضرت قاضی رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ وہ فیصلے کس طرح کریں تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے آپ کو جواب لکھا کہ قرآن شریف سے فیصلہ کرو اگر اس میں نہ ہو تو سنت رسول اللہ ﷺ سے فیصلہ کرو اور اگر نہ کتاب اللہ میں ہو نہ سنت رسول اللہ میں تو اس سے

فیصلہ کرو جو اللہ کے نیک لوگوں نے فیصلہ کیا ہو (یعنی اجماع امت) لیکن اگر نہ تو وہ مسئلہ قرآن میں ہو نہ سنت میں اور نہ ہی اس کے متعلق صالحین کا فیصلہ ہو تو چاہو تو پیش قدمی کرو چاہو مہلت لو میں تمہارے لئے مہلت ہی کو بہتر جانتا ہوں۔

تشریح: اس حدیثِ پاک کی وضاحت کرتے ہوئے حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی لکھتے ہیں:

ان حدیثوں میں کتاب سنت، اجماع اُمت اور قیاس کا ایسا صریح ثبوت ہے کہ اس کا نہ انکار ہو سکتا ہے نہ کوئی تاویل۔

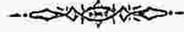
اب وہ اعتراض جو غیر مقلد کرتے ہیں "واجتنبوا کثیرًا من الظن" کہ بہت ظن سے بچو اس میں ظن سے مراد بدگمانیاں ہیں یعنی مسلمانوں پر بدگمانیاں نہ کیا کرو اسی لئے اس آیت میں اس کے بعد غیبت وغیرہ کی ممانعت ہے ورنہ قیاس اور غیبت میں کیا تعلق جیسے ربّ تعالیٰ فرماتا ہے "انما النجویٰ من الشیطٰن" مشورہ کرنا شیطان کی طرف سے ہے تو کیا ہر مشورہ شیطانی کام ہے نہیں بلکہ جو اسلام اور مسلمانوں کے خلاف مشورے ہوں وہ شیطانی ہیں ایسے ہی یہ ہے اور جس قیاس کی برائیاں آئی ہیں وہ قیاس ہے جو حکم خدا کے مقابلہ میں کیا جائے جیسا کہ شیطان نے حکم سجدہ پا کر قیاس کیا اور حکم الٰہی رد کر دیا یہ کفر ہے۔

خلاصہ کلام

قرآن وحدیث اور بزرگانِ دین کے اقوال وافعال کی روشنی میں تقلید کا ثبوت روز روشن کی طرح واضح ہو گیا بلکہ ہر خاص وعام کے لئے تقلید کے واجب وضروری ہونے پر بھی صراحت کے ساتھ دلائل مذکور ہوئے لہٰذا ہر شخص کے لئے ضروری ہے کہ وہ کسی امام کی تقلید و پیروی کرے۔

کیونکہ زمانے وحالات کے بدلنے سے نت نئے مسائل پیش آتے رہتے ہیں جن کا قرآن وحدیث سے صراحت کے ساتھ ثبوت نہیں ملتا اور ایسے مسائل کے حل کے لئے قرآن وحدیث کے رموز واسرار سے واقفیت رکھنا ہر شخص کے لئے ممکن نہیں لہٰذا مقلدین ومجتہدین حضرات ہی جو قرآن وحدیث میں وقت نظری اور باریک بینی کی صلاحیت رکھتے ہیں وہ ہی نت نئے مسائل کا حل تلاش کر سکتے ہیں۔ عوام الناس کو چاہیے کہ وہ ان کی تقلید و پیروی کریں۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو جدید مسائل کا اتنا زیادہ سامنا نہیں تھا لیکن پھر بھی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے دور میں تقلید کا عام رواج تھا اب فی زمانہ بے شمار نئے مسائل پیدا ہو رہے ہیں لہٰذا ان مسائل میں عوام الناس کے لئے لازم وضروری ہے کہ وہ مجتہدین علماء کی تقلید کریں اور جماعت کے ساتھ رہیں کیونکہ حدیث میں ہے کہ جو جماعت سے الگ رہا وہ الگ ہی جہنم میں ڈالا جائے گا۔

وما علینا الا البلاغ المبین



امام کے پیچھے قرأت کرنا کیسا؟



عقیدۂ اہل سنت والجماعت

قرآن کریم، کثیر احادیثِ مبارکہ اور بزرگانِ دین کے اقوال وافعال کی روشنی میں مقتدی کے لئے جائز نہیں کہ وہ امام کے پیچھے قرأت کرے نہ سورہ فاتحہ پڑھ سکتا ہے اور نہ ہی قرآن کی کوئی سورۃ یا آیت کیونکہ امام کی قرأت مقتدی کے لئے کافی ہے۔

نماز چاہے جہری ہو یا سری ہر صورت میں مقتدی پر واجب ہے کہ وہ امام کے پیچھے قرأت نہ کرے۔ امام جہری نماز پڑھ رہا ہو تو مقتدی کان لگا کر قرأت سنے اور اگر سری نماز پڑھ رہا ہو تو مقتدی خاموشی اختیار کرے۔ اس کے ثبوت کے لئے قرآن مجید، احادیثِ مبارکہ اور بزرگانِ دین کے فتاویٰ جات پیش خدمت ہیں اور پھر آخر میں معترضین کے سوالات کے جوابات اور عقلی دلائل بھی حاضر خدمت ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے امید ہے کہ مخالفین اپنی ہٹ دھرمی کو چھوڑ کر حق بات کے سامنے سرِ تسلیم خم کرکے اپنی اور عوام الناس کی نمازوں کو برباد ہونے سے بچانے میں کوئی عار محسوس نہیں کریں گے۔

وَاللّٰہُ یَھْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ

قرآن سے قرأت کے عدم جواز کا ثبوت

﴿جب قرآن پڑھا جائے تو خاموشی اختیار کرو﴾

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ۔ (پارہ ۹ سورہ اعراف آیت ۲۰۴)

ترجمہ کنز الایمان: اور جب قرآن پڑھا جائے تو اسے کان لگا کر سنو اور خاموش رہو کہ تم پر رحم ہو۔

تشریح: اس آیت کریمہ سے ثابت ہوا کہ جب امام قرأت کر رہا ہو تو مقتدی پر واجب ہے کہ وہ خاموشی اختیار کرے اور قرآن کو کان لگا کر سنے۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ امام کے پیچھے سورہ فاتحہ پڑھنا مقتدی کو منع ہے خواہ امام جہری قرأت کرے یا آہستہ۔ اگر مقتدی پر سورہ فاتحہ پڑھنا فرض ہوتا تو رکوع میں مل جانے سے اس کو

رکعت نہ ملتی امام کی قرأت مقتدی کی قرأت ہے۔ جمہور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا بھی یہی مذہب ہے۔

ایک جگہ ارشاد ہوتا ہے:

فَاقْرَءُوْا مَاتَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْآنِ ۔ (سورہ مزمل آیت ۲۰)

ترجمہ کنز الایمان: اب قرآن میں سے جوتم پر آسان ہوا اتنا پڑھو۔

تشریح: اس آیت کریمہ سے بھی واضح ہوا کہ نماز میں سورہ فاتحہ پڑھنا فرض نہیں بلکہ حکم عام ہے کہ قرآن میں سے جو بھی تمہیں آسان ہو وہی سورۃ یا آیت پڑھو۔ حدیث کی رو سے نماز میں سورہ فاتحہ پڑھنا واجب ضرور ہے لیکن قرآن کی اس آیت کے اندر حکم عام ہونے کی بناء پر فرض نہیں جیسا کہ غیر مقلدین سورہ فاتحہ کو فرض قرار دیتے ہیں۔

احادیث سے قرأت کے عدم جواز کا ثبوت

﴾امام کے ساتھ قرأت جائز نہیں﴿

اِنَّهُ سَاَلَ زَيْدُ ابْنُ ثَابِتٍ عَنِ الْقِرَآةِ مَعَ الْاِمَامِ فَقَالَ لَاقِرَآةَ مَعَ الْاِمَامِ فِیْ شَیْءٍ ۔

(صحیح مسلم جلد ا ص ۲۱۵)۔

ترجمہ: حضرت عطا بن یسار رضی اللہ عنہ نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے امام کے ساتھ قرأت کے بارے میں سوال کیا تو انہوں نے فرمایا کسی صورت میں امام کے ساتھ قرأت کرنا جائز نہیں۔

﴾امام کے پیچھے قرأت کرنا گویا اس سے جھگڑنا ہے﴿

عَنْ عِمْرَانَ قَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰى بِالظُّهْرِ فَقَرَءَ رَجُلٌ خَلْفَهٗ "سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰى "فَلَمَّا صَلّٰى قَالَ مَنْ قَرَءَ "سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰى" قَالَ رَجُلٌ اَنَا قَالَ قَدْ عَلِمْتَ اَنَّ بَعْضَكُمْ قَدْ خَاجَ نِيْهَا" ۔ (صحیح مسلم ج ا ص ۱۷۲)

ترجمہ: حضرت عمران رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر کی نماز پڑھائی تو ایک شخص نے امام کے پیچھے "سبح اسم ربك الاعلیٰ" پڑھی جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھائی تو فرمایا کس نے "سبح اسم" پڑھی ایک شخص نے کہا میں نے تو آپ نے فرمایا میں نے جان لیا کہ تم میں سے بعض نے مجھ سے جھگڑا کیا۔

﴿امام کے پیچھے سورہ فاتحہ نہ پڑھو﴾

مَنْ صَلّٰى رَكْعَةً لَمْ يَقْرَءْ بِاُمِّ الْقُرْآنِ فَلَمْ يَصِلْ اِلَّا اَنْ يَكُوْنَ وَرَآءَ الْاِمَامِ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ ۔ (دارقطنی)

ترجمہ: حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جس شخص نے کوئی رکعت نماز پڑھی اس حال میں کہ اس نے سورہ فاتحہ نہیں پڑھی تو اس کی نماز نہ ہوئی مگر یہ کہ وہ امام کے پیچھے ہو۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تشریح: مطلب یہ کہ جس نے اکیلے نماز پڑھے اس پر سورہ فاتحہ پڑھنا واجب ہے اور اگر امام کی اقتداء میں ہوتو سورہ فاتحہ نہ پڑھے۔

﴿جب امام پڑھے، تم خاموش رہو﴾

عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّمَا جُعِلَ الْاِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهٖ فَاِذَا كَبَّرَ فَكَبِّرُوْا وَاِذَا قَرَاَفَانْصِتُوْا ۔ (نسائی شریف ج ۱ ص ۱۴۶)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ امام تو محض اسی لئے ہوتا ہے کہ اس کی اقتداء کی جائے جب امام تکبیر کہے تم بھی تکبیر کہو اور جب وہ قرأت کرے تو تم خاموش رہو۔

﴿امام کی قرأت مقتدی کی قرأت ہے﴾

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ اَنَّ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ كَانَ لَهٗ اِمَامٌ فَقَرَاءَةُ الْاِمَامِ لَهٗ قَرَآءَةٌ ۔ (طحاوی شریف ج ۱ ص ۱۴۹)

ترجمہ: حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ بے شک نبی کریم ﷺ نے فرمایا جس کا امام ہوتو امام کی قرأت مقتدی کی قرأت ہے۔

﴿رسول اللہ ﷺ نے امام کے پیچھے قرأت سے منع کیا﴾

عَنْ اَنَسٍ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ صَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ اَقْبَلَ بِوَجْهِهٖ فَقَالَ اَتَقْرَءُوْنَ وَالْاِمَامُ يَقْرَءُ فَسَكَتُوْا فَسَاَلَهُمْ ثَلٰثًا فَقَالُوْا اِنَّا لَنَفْعَلُ قَالَ فَلَا تَفْعَلُوْا ۔

(طحاوی شریف ج ۱ ص ۱۵۰)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھائی پھر آپ متوجہ ہوئے اور فرمایا کیا تم قرأت کرتے ہو حالانکہ امام قرأت کر رہا تھا تو تمام لوگ خاموش رہے آپ نے تین مرتبہ پوچھا انہوں نے عرض کی ہم نے قرأت کی تھی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اب ایسا نہ کرنا۔

﴿امام کے پیچھے خاموش رہو﴾

عَنْ اَبِیْ مُوْسَی الْاَشْعَرِیِّ قَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ خَطَبَنَا فَبَیَّنَ لَنَا سُنَّتَنَا وَعَلَّمَنَا صَلَاتَنَا فَقَالَ اَقِیْمُوْا صُفُوْفَکُمْ ثُمَّ لِیَؤُمَّکُمْ اَحَدُکُمْ فَاِذَا کَبَّرَ فَکَبِّرُوْا وَاِذَا قَرَءَ فَانْصُتُوْا۔

(صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۷۴) (ابوداؤد ج ۱ ص ۱۴۷) (ابن ماجہ ص ۶۱) (مشکوۃ شریف ص ۷۹)

ترجمہ: حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں خطبہ ارشاد فرمایا پھر ہماری سنتیں بتائیں اور ہمیں ہماری نماز سکھائی پھر آپ نے فرمایا اپنی صفیں قائم کرو اور کوئی ایک تم میں سب کی امامت کرائے جب امام تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو اور جب وہ قرأت کرے تو تم خاموش رہو۔

﴿امام کی قرأت مقتدی کی قرأت ہے﴾

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِاللّٰہِ قَالَ صَلّٰی بِنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَخَلْفَہٗ رَجُلٌ مِنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا انْصَرَفَ تَنَازَعَنَا فَقَالَ اَتَنْہَانِیْ عَنِ الْقِرَآءَۃِ خَلْفَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَتَنَازَعَنَا حَتّٰی بَلَغَ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ صَلّٰی خَلْفَ الْاِمَامِ فَقِرَاءَۃُ الْاِمَامِ لَہٗ قِرَآءَۃٌ۔ (دارقطنی ص ۱۲۳)

ترجمہ: حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں نماز پڑھائی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے کسی مرد نے قرأت کی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے ایک مرد نے اسے قرأت کرنے سے منع کیا جب وہ شخص نماز سے فارغ ہوا تو دونوں نے جھگڑنا شروع کر دیا اور قرأت کرنے والا بولا کیا تو مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے قرأت کرنے سے منع کرتا ہے پھر دونوں جھگڑ پڑے یہاں تک کہ معاملہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں پہنچا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص امام کے پیچھے نماز پڑھے تو امام کی قرأت مقتدی کی قرأت ہے۔ (یعنی مقتدی قرأت نہ کرے)

﴿ظہر اور عصر میں بھی قرأت منع ہے﴾

قَالَ صَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الظُّهْرَ اَوِالْعَصْرَ فَجَعَلَ رَجُلٌ يَقْرَءُ خَلْفَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَجُلٌ يَنْهٰى فَلَمَّا صَلّٰى قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُنْتُ اَقْرَءُ وَهٰذَا يَنْهٰى فَقَالَ لَهُ اِمَامٌ فَاِنَّ قَرَاءَةَ الْاِمَامِ لَهُ قَرَاءَةٌ ۔

(مصنف عبدالرزاق ج ۲ ص ۱۳۶)

ترجمہ: (حضرت شداد بن ہاریشی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر یا عصر کی نماز پڑھائی تو ایک شخص نے آپ کے پیچھے قرأت کی اور دوسرے آدمی نے اس کو قرأت کرنے سے منع کیا نماز پڑھنے کے بعد اس نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں قرأت کرتا ہوں اور یہ شخص مجھے روکتا ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس کا کوئی امام ہو تو امام کی قرأت مقتدی کی قرأت ہے۔

﴿جب قرآن پڑھا جائے تو خاموش رہو﴾

قَالَ صَلَّيْنَا مَعَ اَبِىْ مُوْسَى الْاَشْعَرِىْ فَذَكَرَ الْحَدِيْثَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَفِيْهِ فَاِذَا كَبَّرَ الْاِمَامُ فَكَبِّرُوْا وَقَرَءَ فَاَنْصِتُوْا ۔ (بیہقی شریف ج ۲ ص ۱۵۵)

ترجمہ: (حضرت حطان بن عبداللہ رقاشی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں) ہم نے حضرت موسی اشعری رضی اللہ عنہ کے ساتھ نماز ادا کی تو آپ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث بیان فرمائی جس میں کہ جب امام تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو اور جب وہ قرأت کرے تو تم خاموش رہو۔

﴿امام کے پیچھے قرأت کرنا گویا اس سے جھگڑنا ہے﴾

عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ لُحَيْنَةَ وَكَانَ مِنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ هَلْ قَرَءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ اٰنِفًا فِى الصَّلَاةِ قَالُوْا نَعَمْ قَالَ اِنِّىْ مَالِىَ اُنَازِعُ الْقُرْاٰنَ فَانْتَهَى النَّاسُ عَنِ الْقِرَاءَةِ حِيْنَ قَالَ ذٰلِكَ ۔

(بیہقی شریف ج ۲ ص ۱۵۸)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن لحینہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور یہ اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں سے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تم میں سے کسی نے اس وقت نماز میں قرأت کی ہے لوگوں نے عرض کی ہاں تو آپ نے فرمایا کہ مجھے کیا ہے کہ میں قرآن میں جھگڑا کروں آپ کا فرمان سننے

کے بعد لوگ قرأت کرنے سے رک گئے۔

﴿امام کے پیچھے خاموش رہو﴾

اَنَّهُ قَالَ قَالَ رَجُلُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَقْرَءُ خَلْفَ الْاِمَامِ اَوْ اَنْصُتُ قَالَ بَلْ اُنْصُتْ فَاِنَّهُ یَکْفِیْكَ ۔ (دارقطنی)

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی کہ میں امام کے پیچھے قرأت کروں یا چپ رہوں تو آپ نے فرمایا خاموش رہو کیونکہ امام کی قرأت تجھے کافی ہے۔

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے نظریات

﴿حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا نظریہ﴾

عَنْ عَائِشَةَ کُلُّ صَلٰوةٍ لَا یُقْرَءُ فِیْهَا بِاُمِّ الْکِتَابِ فَهِیَ خِدَاجٌ اِلَّا صَلَاةَ خَلْفِ الْاِمَامِ ۔

(کنز العمال ج ۴ ص ۴۴۴)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں ہر وہ نماز کہ جس میں سورہ فاتحہ نہ پڑھی جائے تو وہ نماز نامکمل ہے مگر وہ نماز جو امام کے پیچھے پڑھی جائے یعنی امام کے پیچھے سورہ فاتحہ نہ پڑھی جائے۔

﴿حضرت جابر بن عبداللہ کا نظریہ﴾

عَنْ جَابِرٍ اِذَا قَرَءَ الْاِمَامُ فَاَنْصُتُوْا ۔ (کنز العمال ج ۴ ص ۴۴۱)

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب امام قرأت کرے تو تم خاموش رہو۔

﴿حضرت عبادہ بن صامت کا نظریہ﴾

عَنْ عُبَادَةَ مَنْ کَانَ لَهُ اِمَامٌ فَقِرَاةُ الْاِمَامِ لَهُ قِرَآةٌ ۔ (کنز العمال ج ۴ ص ۴۴۱)

ترجمہ: حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جس کا کوئی امام ہو تو امام کی قرأت مقتدی کی قرأت ہے یعنی مقتدی قرأت نہ کرے۔

﴿حضرت علی رضی اللہ عنہ کا نظریہ﴾

عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بِنْ اَبِیْ لَیْلٰی قَالَ سَمِعْتُ عَلِیًّا یَقُوْلُ مَنْ قَرَءَ خَلْفَ الْاِمَامِ فَقَدْ خَطَاءَ

اَلْفِطْرَةَ ۔ (مصنف عبدالرزاق ج ۲ ص ۱۳۷)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن ابی لیلیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے سنا کہ جس نے امام کے پیچھے قرأت کی تو تحقیق اس نے فطرت میں خطاء کی (یعنی سنت کی خلاف ورزی کی)۔

﴿حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا نظریہ﴾

عَنْ اَبِیْ وَائِلٍ اَنَّ رَجُلًا سَئَلَ ابْنَ مَسْعُوْدٍ عَنِ الْقِرَاۃِ خَلْفَ الْاِمَامِ فَقَالَ اُنْصُتْ لِلْقُرْآنِ فَاِنَّ فِی الصَّلٰوۃِ شُغْلًا وَّ سَیَکْفِیْکَ ذَاکَ الْاِمَامَ ۔ (بیہقی شریف جلد ۲ ص ۱۶۰)

ترجمہ: حضرت ابووائل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرد نے حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے امام کے پیچھے قرأت کے بارے میں سوال کیا تو آپ نے فرمایا کہ قرآن کے لئے خاموش رہے (یعنی قرآن سمجھنے کے لئے خاموش رہے) پس بے شک نماز میں توجہ ضروری ہے اور تجھے امام کی قرأت کفایت کرے گی۔

﴿حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا نظریہ﴾

عَنْ اِبْنِ عُمَرَ اَنَّہٗ کَانَ یَقُوْلُ مَنْ صَلّٰی وَرَآءَ الْاِمَامِ کَفَاہُ قِرَاۃُ الْاِمَامِ ۔

(بیہقی شریف ج ۲ ص ۱۶۱)

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ جس نے امام کے پیچھے نماز ادا کی تو اس کے لئے امام کی قرأت کافی ہے۔

﴿حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کا نظریہ﴾

قَالَ مُحَمَّدٌ اَخْبَرَنَا دَاؤُدُ بْنُ قَیْسٍ الْفَرَّاءِ الْمَدَنِیْ اَخْبَرَنِیْ بَعْضُ وَلَدِ سَعْدِ بْنِ اَبِیْ وَقَّاصٍ اَنَّہٗ ذَکَرَ لَہٗ اَنَّ سَعْدًا قَالَ وَدِدْتُّ اَنَّ الَّذِیْ یَقْرَأُ خَلْفَ الْاِمَامِ فِیْ فِیْہِ جَمْرَۃٌ ۔

(موطا امام محمد ص ۱۰۱)

ترجمہ: امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہمیں داؤد بن قیس الفراء مدنی نے خبر دی کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے کسی نے کہا کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ جس شخص نے امام کے پیچھے قرأت کی میں پسند کرتا ہوں کہ اس کے منہ میں انگارہ ہو۔

﴿حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کا نظریہ﴾

عَنْ نَافِعٍ اَنَّ عَبْدَاللّٰہِ بْنَ عُمَرَ کَانَ اِذَا سُئِلَ ھَلْ یَقْرَأُ اَحَدٌ خَلْفَ الْاِمَامِ قَالَ اِذَا صَلّٰی

اَحَدُکُمْ خَلْفَ الْاِمَامِ فَحَسْبُہٗ قِرَاۃُ الْاِمَامِ وَاِذَا صَلّٰی وَحْدَہٗ فَلْیَقْرَأْ وَقَالَ وَکَانَ عَبْدُاللّٰہِ بْنُ عُمَرَ لَایَقْرَأُ خَلْفَ الْاِمَامِ ۔ (موطاامام مالک ص ۶۸)

ترجمہ: حضرت نافع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بے شک حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے سوال کیا گیا کہ امام کے پیچھے قرأت کرنا کیسا؟ تو آپ نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی امام کے پیچھے نماز پڑھے تو امام کی قرأت اسے کافی ہے اور جب تم میں سے کوئی اکیلی نماز پڑھے تو چاہیے کہ قرأت کرے اور فرمایا کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما امام کے پیچھے قرأت نہ کرتے تھے۔

بزرگانِ دین کے نظریات

﴿امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کا نظریہ﴾

قَالَ مُحَمَّدٌ لَا قِرَاۃَ خَلْفَ الْاِمَامِ لَا فِیْمَا یَجْھَرُ فِیْہِ وَلَا فِیْمَا یَجْھَرُ فِیْہِ بِذَالِکَ جَاءَتْ عَامَّۃُ الْاَخْبَارِ وَھُوَ قَوْلُ اَبِیْ حَنِیْفَۃَ ۔ (فتح القدیر ج۱ص ۲۴۱)

ترجمہ: امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ امام کے پیچھے قرأت جائز نہیں چاہے نماز جہری ہو چاہے سری بسبب اس کے جو احادیث کثیرہ میں آیا ہے اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہی قول ہے۔

﴿امام سرخسی رحمۃ اللہ علیہ کا نظریہ﴾

وَقَالَ السَّرْخَسِیْ تَفْسُدُ صَلَاتُہٗ فِیْ قَوْلِ عِدَّۃٍ مِنَ الصَّحَابَۃِ ۔ (فتح القدیر ج ۱ ص ۲۴۱)

ترجمہ: امام سرخسی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے قول کے مطابق (امام کے پیچھے قرأت کرنے والے کی) نماز فاسد ہو جائے گی۔

﴿شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا نظریہ﴾

گفت ابوهریره گفت انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم گرانیده نشده است امام مگر برای آنکه اقتدا کرده شود بوے و پیش دوی کرده شود مر اور اپس باید موافقت کرد باولے و متابعت نمود مرا ورپس چوں تکبیر گوید امام تکبیر گونید شمار چون قرأت کند امام خاموش شوید شما و گوش نهید قرأت اور اکه متابعت در قرأت ابن است و خواندن باولے مخالفت و نزع کردن باوے۔

(اشعۃ اللمعات ص ۳۸۵)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! امام صرف اس لئے بنایا جاتا ہے کہ اس کی اقتداء کی جائے اور اسی کو ہی پیشوا بنایا جائے لہٰذا چاہیے کہ اس کی موافقت کی جائے اور اس کی اتباع کرے چنانچہ جب امام تکبیر لگائے تو تم بھی تکبیر لگاؤ اور جب امام قرأت کرے تو تم خاموشی اختیار کرو اور اُس کی قرأت کو کان لگا کر سنو کیوں کہ قرأت میں اتباع یہی ہے اور قرأت کرنا اس کی مخالفت اور اس سے جھگڑنا ہے۔

﴿علامہ اسماعیل حقی کا نظریہ﴾

اِسْتَدَلَّ اِمَامُ اَبُوْحَنِيْفَةَ بِهٰذِهِ الْاٰيَةِ عَلٰى اَنْ اِنْصَاتَ الْمُقْتَدِيْ وَاجِبٌ وَاَنَّ قَرَاْتَ الْاِمَامَ قَرَاْتُ الْمَاْمُوْمِ فَلَا يَقْرَءُ خَلْفَ الْاِمَامِ سَوَآءٌ اِتَّسَرَ الْاِمَامُ اَمْ جَهَرَ ۔

(تفسیر رُوح البیان)

ترجمہ: امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے اس آیت (یعنی واذ قرا القرآن ۔ ۔ ۔) سے دلیل پکڑی ہے کہ بے شک مقتدی پر خاموش رہنا واجب ہے کیوں کہ امام کی قرأت مقتدی ہی کی قرأت ہے چنانچہ مقتدی امام کے پیچھے قرأت نہ کرے برابر ہے کہ امام سری نماز پڑھ رہا ہو یا جہری۔

﴿عبداللہ بن احمد بن محمود نسفی کا نظریہ﴾

واذ اقرئ القرآن کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ظَاهِرُهٗ وُجُوْبُ الْاِسْتِمَاعِ وَالْاِ نْصَاتِ وَقْتَ قَرَاْتِ الْقُرْاٰنِ فِي الصَّلَاةِ وَغَيْرِهَا ۔

(تفسیر نسفی)

ترجمہ: اس آیت کریمہ (واذا قرا القرآن) کے ظاہر سے قرآن کی نماز میں اور غیر نماز میں قرأت کے وقت خاموش رہنے کا وجوب ثابت ہوتا ہے۔

﴿علاؤ الدین علی بن محمد ابراہیم بغدادی کا نظریہ﴾

وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ اَنَّهٗ سَمِعَ نَاسًا يَقْرَءُوْنَ مَعَ الْاِمَامِ اِنْصَرَفَ قَالَ اَفْلَانٌ لَكُمْ تَفَقَّهُوْا اِذًا ۔ (تفسیر خازن)

ترجمہ: حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے سنا کہ لوگ امام کے پیچھے قرأت کرتے ہیں تو نماز سے فراغت کے بعد آپ نے فرمایا کیا تم نے ابھی "واذا قرء القرآن و استمعو الہ دان صتوا" کو نہیں سمجھا (یعنی جب قرآن میں امام کے پیچھے خاموش رہنے کا حکم

ہے تو تم نے قرأت کیوں کی؟)۔

﴿علامہ شہاب الدین محمود آلوسی کا نظریہ﴾

وَلَآيَةُ دَلِيْلٌ لِاَبِىْ حَنِيْفَةَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ فِىْ اَنَّ الْمَامُوْمَ لَا يَقْرَءُ فِىْ سِرٍّ وَّلَا جَهْرٍ لِاَنَّهَا تَقْضِىْ وُجُوْبَ الْاِسْتِمَاعِ عِنْدَ قَرَاتِ الْقُرْآنِ فِى الصَّلَاةِ وَغَيْرِهَا ۔ (تفسیر روح المعانی)

ترجمہ: اور یہ آیت (واذا اقرا القرآن) امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے لئے دلیل ہے اس بارے میں کہ مقتدی قرأت نہ کرے چاہے نماز سری ہو یا جہری۔ کیوں کہ یہ آیت نماز اور غیر نماز میں قرأت کے وقت خاموش رہنے کے وجوب کا تقاضہ کرتی ہے۔

﴿صاحب تفسیر ابن کثیر کا نظریہ﴾

وَقَالَ شُعْبَةُ عَنْ مَنْصُوْرٍ سَمِعْتُ الْاِبْرَاهِيْمَ بْنِ اَبِىْ حَمْزَةَ يُحَدِّثُ اَنَّهُ سَمِعَ مُجَاهِدًا يَقُوْلُ فِىْ هٰذِهِ الْآيَةِ وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهُ فَانْصِتُوْا فِى الصَّلَاةِ وَالْخُطْبَةِ ۔

(تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۴۴۴)

ترجمہ: حضرت شعبہ رضی اللہ عنہ حضرت منصور رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابراہیم بن حمزہ سے سنا، انہوں نے کہا کہ میں نے مجاہد کو اس آیت کریمہ "اور جب قرآن پڑھا جائے تو کان لگا کر سنو اور خاموشی اختیار کرو" کے حکم کے بارے میں سنا انہوں نے فرمایا کہ یہ حکم نماز اور جمعہ دونوں میں ہے۔

﴿صاحب تفسیر در منثور کا نظریہ﴾

وَاَخْرَجَ ابْنُ مَرْدَوِيَّةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ صَلَّى النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَرَءَ خَلْفَهُ قَوْمٌ فَنَزَلَتْ وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهُ فَانْصِتُوْا ۔ (درمنثور)

ترجمہ: ابن مردویہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھائی تو آپ کے پیچھے کسی نے قرأت کی پس یہ آیت نازل ہوئی یعنی جب قرآن پڑھا جائے تو اسے کان لگا کر سنو اور خاموش رہو۔

﴿صاحب حاشیۃ الجمل کا نظریہ﴾

وَاخْتَلَفَ الْعُلَمَاءُ فِى الْحَالِ النَّبِىِّ اَمَرَ اللّٰهُ بِالْاِسْتِمَاعِ الْقَارِى الْقُرْآنَ وَالْاِنْصَاتِ لَهُ اِذَا قُرِءَ لِاَنَّ قَوْلَهُ فَاسْتَمِعُوْا لَهُ وَانْصِتُوْا اَمْرٌ وَظَاهِرُ الْاَمْرِ الْوُجُوْبُ فَمَقْضَى اَنْ يَكُوْنَ

اَلْاِسْتِمَاعُ وَالسُّكُوْتُ وَاجِبَیْنِ ۔ (حاشیۃ الجمل علی تفسیر الجلالین)

ترجمہ: علمائے کرام کا اس بارے میں اختلاف ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے قرآن کی قرأت کے سننے اور خاموش رہنے کا حکم فرمایا کیونکہ اللہ تعالیٰ کا قول "فاستمعوا لہ وانصتوا" امر کا صیغہ ہے اور امر کا معنی ظاہری وجوب ہے جس کا تقاضا یہ ہے کہ قرآن سننا اور خاموش رہنا دونوں واجب ہیں۔

﴿صاحب تفسیر قرطبی کا نظریہ﴾

فَلَا قِرَاءَۃَ بِفَاتِحَۃِ الْکِتَابِ وَلَا غَیْرِھَا فِیْ مَذْھَبِ مَالِكٍ لِقَوْلِ اللّٰہِ تَعَالٰی وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَہٗ وَاَنْصِتُوْا وَقَوْلُ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَالِیْ اُنَازِعُ الْقُرْاٰنَ وَقَوْلُہٗ فِی الْاِمَامِ قَرَءَ فَاَنْصِتُوْا وَقَوْلُہٗ مَنْ کَانَ لَہٗ اِمَامٌ فَقِرَاءَۃُ الْاِمَامِ لَہٗ قِرَاءَۃٌ ۔

(تفسیر قرطبی ج ۱ص ۱۱۸)

ترجمہ: (امام کے پیچھے) قرأت ناجائز ہے چاہے سورہ فاتحہ ہو یا اس کے علاوہ کوئی سورۃ۔ امام مالک کے مشہور مذہب کے مطابق اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی وجہ سے "اور جب قرآن پڑھا جائے تو اسے کان لگا کر سنو اور خاموش رہو" اور رسول اللہ ﷺ کے اس قول کی وجہ سے کہ "مجھے کیا ہے کہ میں قرآن میں جھگڑا کروں" اور آپ ﷺ کے ایک اور قول کے سبب کہ "امام کی قرأت مقتدی کی قرأت ہے"۔

تشریح: کثیر احادیثِ مبارکہ، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور بزرگانِ دین کے نظریات سے روز روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ امام کے پیچھے کسی صورت بھی قرأت جائز نہیں اور رسول اللہ ﷺ نے واضح ارشاد فرمایا کہ امام کے پیچھے قرأت کرنا اس سے جھگڑنے کے مترادف ہے اور امام سے جھگڑنا نماز کو برباد کرنے کے مترادف ہے لہٰذا نماز کی حفاظت کے لئے ضروری ہے کہ امام کے پیچھے خاموشی اختیار کی جائے چاہے نماز جہری ہو چاہے سری ہر حال میں مقتدی خاموشی اختیار کرے۔

چند عقلی دلائل

ایک عام دنیاوی اصول ہے کہ جب بھی کوئی وفد بادشاہ کی بارگاہ میں حاضر ہوتا ہے تو صرف وفد کا منتخب نمائندہ ہی بادشاہ کی خدمت میں عرض گزار ہوتا ہے اور اگر وفد کے تمام افراد بیک وقت بولنا شروع کر دیں تو یہ بے ادبی و گستاخی تصور کی جائے گی لہٰذا عقل کا تقاضا یہی ہے کہ صرف نمائندہ ہی بولے۔

تو امام بھی تمام مقتدیوں کی طرف سے ایک نمائندے کی حیثیت رکھتا ہے لہٰذا اللہ عزوجل کی بارگاہ میں صرف امام ہی معروضات پیش کرے تمام مقتدیوں کا بولنا بے ادبی ہے چنانچہ مقتدیوں کو چاہیے کہ دوران قرأت خاموشی اختیار کریں۔

دوسرا یہ کہ غیر مقلدین خود کہتے ہیں کہ بعد میں آنے والا نمازی دوران رکوع اگر امام کے ساتھ مل جائے تو اسے رکعت حاصل ہو جائے گی۔

اب اگر غیر مقلدین کے قاعدہ کے مطابق سورہ فاتحہ امام کے پیچھے پڑھنی فرض ہے تو اس بعد میں آنے والے نمازی کو رکعت نہیں ملنی چاہیے کیوں کہ اس نے الحمد شریف پڑھی ہی نہیں۔

تیسرا یہ کہ مقتدی نے ابھی آدھی سورہ فاتحہ پڑھی کہ امام رکوع میں چلا گیا اب مقتدی گمان کرتا ہے کہ اگر سورہ فاتحہ مکمل پڑھی تو امام رکوع سے کھڑا ہو جائے گا اب اس صورت میں مقتدی کیا کرے؟ اس سوال کا جواب حدیث میں نہیں لہٰذا قیاس ہی کرنا پڑے گا جو کہ غیر مقلدین کے نزدیک حرام ہے۔ لہٰذا ہم غیر مقلدین کو دعوت دیتے ہیں کہ آؤ اور امام اعظم کے دامن کرم کو پکڑ لو اسی میں ان کی نجات ہے۔

چوتھا یہ کہ شرعی ضابطہ ہے کہ اگر ضامن کسی کا قرض ادا کر دے تو قرض ادا ہو جاتا ہے چونکہ امام بھی مقتدیوں کا ضامن ہوتا ہے جیسے کہ حدیث میں ہے کہ "امام مقتدیوں کا ضامن ہے" لہٰذا امام کی قرأت بھی مقتدی کی طرف سے ادا ہو جائے گی۔

ان چند عقلی دلائل سے بھی واضح ہو جاتا ہے کہ امام کے پیچھے قرأت ایک عام دنیاوی اصول کے تحت بھی جائز نہیں اور یہ بات عقل کے بھی بالکل خلاف ہے لہٰذا ہمارا موقف الحمد للہ ہر لحاظ سے مضبوط و مقبول ہے اور یہی بزرگوں کا طریقہ ہے۔

اعتراضات کے جوابات

اعتراض: لَا صَلٰوۃَ لِمَنْ لَّمْ یَقْرَءْ بِفَاتِحَۃِ الْکِتَابِ ۔

ترجمہ: جس نے سورہ فاتحہ نہیں پڑھی اس کی نماز نہیں۔

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ امام کے پیچھے سورہ فاتحہ پڑھنا ضروری ہے ورنہ نماز باطل ہو جائے گی پھر تم امام کے پیچھے سورہ فاتحہ نہ پڑھ کر اپنی اور لوگوں کی نمازیں کیوں برباد کرتے ہو؟

جواب: اس حدیثِ پاک میں مقتدی سورہ فاتحہ کے حکم سے خارج ہے مراد یہ کہ جب تم اکیلے نماز پڑھو تو سورہ فاتحہ ضرور پڑھو امام کے پیچھے نہیں ورنہ قرآن پاک اور کثیر احادیثِ مبارکہ اور بزرگانِ دین سے اختلاف لازم آئے گا اور یہ تو ہم بھی تسلیم کرتے ہیں کہ جب کوئی شخص اپنی علیحدہ نماز ادا کر رہا ہو تو اس پر سورہ فاتحہ پڑھنا

واجب ہے اگر نہیں پڑھے گا تو نماز واجب الاعادہ ہو جائے گا لیکن امام کے پیچھے خاموش رہنا واجب ہے جیسا کہ احادیث سے ہم نے ثابت کیا۔

اعتراض: قَالَ اِنِّیْ اَرَاکُمْ تَقْرَئُوْنَ وَرَآءَ اِمَامِکُمْ قَالَ قُلْنَا بَلٰی قَالَ لَا تَقْرَئُوْ اِلَّا بِاُمِّ الْقُرْآنِ ۔

ترجمہ: (رسول اللہ ﷺ نے فرمایا) میں دیکھتا ہوں کہ تم امام کے پیچھے قرأت کرتے ہو عرض کی ہاں تو آپ ﷺ نے فرمایا سورہ فاتحہ کے سوا قرأت نہ کرو۔

تشریح: اس حدیث سے یہ مسئلہ اظہر من الشمس (سورج سے بھی زیادہ روشن) ہوا کہ امام کے پیچھے سورہ فاتحہ پڑھنا ضروری ہے اور رسول اللہ ﷺ نے خود اس کا حکم فرمایا ہے۔

جواب: اس اعتراض کے بعض مندرجہ ذیل جواب ہیں:

(۱) ضابطہ شرعیہ ہے کہ جب کسی کے بارے میں امر (حکم) بھی اور نہی (منع کرنا) بھی ثابت ہو تو نہی کو فوقیت حاصل ہوتی ہے۔

پیچھے ہم نے قرأت کے عدم جواز پر آیت کریمہ اور احادیث مبارکہ پیش کیں جن میں قرأت کرنے سے منع کیا گیا ہے اور آپ کی پیش کردہ روایت میں قرأت کا ثبوت ہے لہٰذا مذکورہ قاعدہ کی بنا پر ہماری نفی والی روایت کو فوقیت حاصل ہے جس سے ثابت ہوا کہ آپ کی روایت منسوخ ہے۔

(۲) آپ کی پیش کردہ روایت صرف عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے منقول ہے جب کہ ہماری روایات کثیر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے منقول ہیں لہٰذا ہماری کثیر روایات کو ترجیح حاصل ہو گی تو ثابت ہوا کہ امام کے پیچھے قرأت کسی صورت جائز نہیں۔

اعتراض: عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ صَلّٰی صَلٰوةً لَمْ یَقْرَءْ فِیْهَا بِاُمِّ الْقُرْآنَ فَهِیَ خَدَاجٌ ثَلٰثًا غَیْرُ تَمَامٍ ۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے تین بار فرمایا جس نے نماز پڑھی اور سورہ فاتحہ نہیں پڑھی تو وہ نماز ناقص ہے نامکمل ہے۔

تشریح: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سورہ فاتحہ نہ پڑھنا نماز کو باطل کر دیتا ہے۔

جواب: اس حدیث کا مقصود بھی وہی ہے جو پہلی حدیث کے جواب میں بیان ہوا یعنی جو شخص انفرادی طور پر نماز پڑھ رہا ہو تو اس پر سورہ فاتحہ پڑھنا ضروری ہے جب کہ امام کے پیچھے خاموش رہنا ضروری ہے۔ اس حدیث سے امام کے پیچھے سورہ فاتحہ کا جواز کہاں سے ثابت ہو رہا ہے؟

اعتراض: وَلَقَدْ آتَیْنَاكَ سَبْعًا مِنَ الْمَثَانِیْ وَالْقُرْآنِ الْعَظِیْمِ ۔

ترجمہ: اور البتہ تحقیق ہم نے آپ ﷺ کو سات آیتیں عطا فرمائیں جو دہرائی جاتی ہیں اور

قرآن عظیم۔

تشریح: اس آیت کریمہ سے ثابت ہوا کہ سورہ فاتحہ وہ واحد سورت ہے جسے کثرت کے ساتھ تلاوت کیا جاتا ہے لہٰذا اس کا نماز میں پڑھنا بھی فرض ہے۔

جواب: اس آیت پاک میں سورہ فاتحہ کی فضیلت تو ثابت ہو رہی ہے یہ کہاں سے ثابت ہو رہا ہے کہ اسے نماز میں امام کے پیچھے بھی پڑھنا فرض ہے لہٰذا آپ کا اعتراض درست نہیں۔

اعتراض: امام کی قرأت اگر مقتدی کی قرأت ہے جیسا کہ تم نے پہلے ذکر کیا تو پھر چاہیے کہ مقتدی امام کے پیچھے رکوع و سجود میں تسبیح بھی نہ کہے، التحیات بھی نہ پڑھے، رکوع و سجود میں جاتے وقت اللہ اکبر بھی نہ کہے۔ پھر تم کیوں کہتے ہو؟

جواب: سوال میں مذکورہ بالا تسبیحات قرأت میں داخل نہیں قرأت کا تعلق سورہ فاتحہ اور قرآن کی کسی سورت کو تلاوت کرنے سے ہے یعنی الحمد شریف پڑھنا یا قرآن کی کوئی سی آیات یا سورت پڑھنا قرأت ہے۔ تسبیح پڑھنا "سبحان ربی الاعلٰی"، "سبحان ربی العظیم"، "اللّٰہ اکبر" یا "التحیات" پڑھنا قرأت میں داخل نہیں لہٰذا امام جب یہ تسبیحات پڑھے تو مقتدی بھی پڑھے کیوں کہ اس دوران امام قرأت نہیں کرتا۔

وما علینا الا البلاغ المبین





رفع یدین کا شرعی حکم



عقیدۂ اہل سنت والجماعت

ہمارا عقیدہ ہے کہ تکبیر اولیٰ کے علاوہ رفع یدین کرنا خلاف سنت ہے ابتدائی اسلام میں رسول اللہ ﷺ کا تکبیر اولیٰ سے پہلے اور رکوع کے بعد نیز دوسری رکعت کے بعد رفع یدین پر معمول رہا لیکن بعد میں تکبیر اولیٰ کے علاوہ رفع یدین منسوخ ہوگیا جس کے ثبوت پر کثیر احادیثِ مبارکہ، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اقوال و افعال موجود ہیں۔

نماز میں جب تک سکون و اطمینان حاصل نہ ہو خشوع وخضوع پیدا نہیں ہوتا یہی وجہ ہے کہ نماز میں عمل کثیر یعنی بلاضرورت داڑھی یا کپڑوں وغیرہ سے کھیلنا یا پاؤں کا ہلانا انگلیوں وغیرہ کو نماز میں جنبش دینا یا چٹخانا ممنوع قرار دیا گیا ہے اور رفع یدین میں بھی بلاضرورت ہاتھوں یا بازوؤں کو جنبش دینے سے نماز میں سکون و اطمینان حاصل نہیں ہوتا جس سے خشوع وخضوع بھی حاصل نہیں ہوتا لہٰذا رفع یدین ایک خلاف عقل فعل ہے جو نماز میں جائز نہیں۔ رفع یدین کے عدم جواز پر احادیثِ مبارکہ وصحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اقوال و افعال اور پھر آخر میں اعتراضات و جوابات پیش خدمت ہیں۔

احادیث سے رفع یدین کی ممانعت

﴿سرکش گھوڑوں کی دموں کی مانند رفع یدین نہ کرو﴾

عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَالِيَ اَرَاكُمْ رَافِعِيْ اَيْدِيْكُمْ كَاَنَّهَا اَذْنَابُ خَيْلٍ شُمُسٍ اُسْكُنُوْا فِي الصَّلَاةِ ۔

(صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۸۱)

ترجمہ: حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے (اس دوران ہم رفع یدین کر رہے تھے) ارشاد فرمایا کہ کیا بات ہے میں تمہیں سرکش گھوڑوں کی دموں کی طرح رفع یدین کرتے ہوئے دیکھ رہا ہوں نماز سکون کے ساتھ ادا کرو۔

﴿رفع یدین صرف پہلی تکبیر میں ہے﴾

عَنْ مُجَاهِدٍ قَالَ صَلَّيْتُ خَلْفَ ابْنِ عُمَرَ فَلَمْ يَكُنْ يَرْفَعُ يَدَيْهِ اِلَّا فِي التَّكْبِيْرَةِ الْاُوْلٰى مِنَ الصَّلَاةِ ۔ (شرح معانی الآثار ج ا ص ۱۳۳)

ترجمہ: حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرمایا کہ میں نے حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کے پیچھے نماز ادا کی تو انہوں نے نماز کی صرف پہلی رکعت میں رفع یدین کیا۔

﴿حضرت عبداللہ بن مسعود رفع یدین نہ کرتے تھے﴾

عَنْ عَلْقَمَةَ قَالَ قَالَ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ مَسْعُوْدٍ اَلَا اُصَلِّيْ بِكُمْ صَلَاةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصَلّٰى فَلَمْ يَرْفَعْ يَدَيْهِ اِلَّافِيْ اَوَّلِ مَرَّةٍ ۔ (ابوداؤد ج ا ص ۱۰۹) (ترمذی شریف ص ۶۴ ـ ۶۵) (شرح معانی الآثار ج ا ص ۱۳۲) (المصنف ج ا ص ۲۳۶)

ترجمہ: حضرت علقمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ کیا میں تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز نہ بتاؤں پھر انہوں نے نماز پڑھائی اور صرف ایک مرتبہ رفع یدین کیا۔

﴿رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صرف پہلی تکبیر میں رفع یدین کرتے﴾

عَنِ الْبَرَّاءِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا افْتَتَحَ الصَّلَاةَ رَفَعَ يَدَيْهِ اِلٰى قَرِيْبٍ مِّنَ اُذُنَيْهِ ثُمَّ لَا يَدَيْهِ اِلٰى قَرِيْبٍ مِّنْ اُذُنَيْهِ ثُمَّ لَا يَعُوْدُ ۔

(سنن دارقطنی ج ا ص ۲۹۴) (سنن ابوداؤد ج ا ص ۱۰۹) (شرح معانی الآثار ج ا ص ۱۳۲)

ترجمہ: حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز شروع فرماتے تو پہلی مرتبہ اپنے کانوں تک رفع یدین کرتے پھر ہاتھ نہ اٹھاتے۔

﴿حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا رفع یدین﴾

عَنِ الْاَسْوَدِ قَالَ رَاَيْتُ عُمَرَ بْنَ خَطَّابٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَرْفَعُ يَدَيْهِ فِيْ اَوَّلِ مَرَّةٍ ثُمَّ لَا يَعُوْدُ وَرَاَيْتُ اِبْرَاهِيْمَ وَالشَّعْبِيَّ يَفْعَلَانِ ذٰلِكَ ۔ (شرح معانی الآثار ج ا ص ۱۳۳)

ترجمہ: حضرت اسود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ نماز میں پہلی مرتبہ رفع یدین کرتے تھے پھر نہیں کرتے اور میں نے حضرت ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ اور امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ

کو بھی اسی طرح ایک مرتبہ رفع یدین کرتے دیکھا۔

رسول ﷺ، ابوبکر رضی اللہ عنہ اور فاروق رضی اللہ عنہ کا رفع یدین

عَنْ عَبْدِاللّٰهِ قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَعَ اَبِيْ بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَمَعَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَلَمْ يَرْفَعُوْا اَيْدِيَهُمْ اِلَّا عِنْدَ التَّكْبِيْرَةِ الْاُوْلٰى فِيْ اِفْتِتَاحِ الصَّلٰوةِ ۔ (دارقطنی ج۱ص ۲۹۵)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ساتھ نماز ادا کی تو ان سب نے صرف پہلی تکبیر کے علاوہ کہیں رفع یدین نہیں کیا۔)

ایک اور حدیث میں ہے:

عَنْ عَبْدِاللّٰهِ قَالَ اَلَا اُخْبِرُكُمْ بِالصَّلَاةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَقَالَ يَرْفَعُ اَوَّلَ مَرَّةٍ ثُمَّ لَمْ يَعُدْ ۔ (نسائی شریف ج۱ص ۱۵۸)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیا میں تم کو رسول اللہ ﷺ کی نماز کے بارے میں خبر نہ دوں۔ پھر آپ کھڑے ہو گئے رفع یدین کیا پھر دوبارہ رفع یدین نہیں کیا۔

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کا رفع یدین

عَنْ مُجَاهِدٍ قَالَ مَا رَاَيْتُ ابْنَ عُمَرَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ اِلَّا فِيْ اَوَّلَ مَا يَفْتَتِحُ ۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج۱ص ۲۳۷)

ترجمہ: حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کو ابتدائے نماز کے علاوہ رفع یدین کرتے نہیں دیکھا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا رفع یدین

عَنِ الْاَسْوَدِ قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ عُمَرَ فَلَمْ يَرْفَعْ يَدَيْهِ فِيْ شَيْءٍ مِّنَ الصَّلٰوةِ اِلَّا حِيْنَ افْتَتَحَ الصَّلٰوةَ ۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج۱ص ۲۳۷)

ترجمہ: حضرت اسود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ساتھ نماز ادا کی پس آپ نے نماز کی ابتداء کے علاوہ رفع یدین نہیں کیا۔

﴿رفع یدین صرف تکبیر اولیٰ میں ہے﴾

عَنْ بَرَّاءِ ابْنِ عَازِبٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا كَبَّرَ لِإِفْتِتَاحِ الصَّلٰوةِ رَفَعَ يَدَيْهِ حَتّٰى يَكُوْنَ إِبْهَامَاهُ قَرِيْبًا شَحْمَتِيَ اُذُنَيْهِ ثُمَّ لَا يَعُوْدُ .

(طحاوی شریف ج ۱ص ۱۴۵)

ترجمہ: حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب نبی کریم ﷺ نماز کے شروع میں تکبیر لگاتے تو رفع یدین کرتے حتیٰ کہ آپ ﷺ کے انگوٹھے کانوں کی لو کے قریب ہو جاتے پھر رفع یدین نہ کرتے۔

﴿رفع یدین منسوخ ہو چکا ہے﴾

اَنَّهُ رَاٰى رَجُلًا يَرْفَعُ يَدَيْهِ فِي الصَّلٰوةِ عِنْدَ الرُّكُوْعِ وَعِنْدَ رَفْعِ رَاْسِهٖ مِنَ الرُّكُوْعِ فَقَالَ لَهُ لَا تَفْعَلْ فَاِنَّهُ شَيْءٌ فَعَلَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ تَرَكَهُ .

(عینی شرح بخاری)

ترجمہ: (حضرت عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہما) نے دیکھا کہ ایک شخص رکوع میں جاتے اور رکوع سے واپس لوٹتے وقت رفع یدین کر رہا ہے تو آپ اسے فرمایا کہ رفع یدین نہ کر کیونکہ یہ ایسا فعل ہے کہ جسے رسول اللہ ﷺ نے پہلے کیا پھر چھوڑ دیا تھا۔

﴿رفع یدین سات مواقع میں ہے﴾

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَرْفَعْ الْاَيْدِيْ اِلَّا فِيْ سَبْعِ مَوَاقِعَ حِيْنَ يَفْتَتِحُ الصَّلٰوةَ وَحِيْنَ يَدْخُلُ الْمَسْجِدَ الْحَرَامِ وَيَنْظُرُ اِلَى الْبَيْتِ وَحِيْنَ يَقُوْمُ عَلَى الصَّفَا وَحِيْنَ يَقُوْمُ عَلَى الْمَرْوَةَ وَحِيْنَ يَقِفُ مَعَ النَّاسِ عَشِيَّةَ عَرْفَةَ وَبِجَمْعَ وَالْمَقَامِيْنَ حَتّٰى حِيْنَ يَرْمِي الْجِمَارَ .

(مجمع الجواہر ج ۳ ص ۲۳۸) (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ص ۲۳۶-۲۳۷)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ بے شک نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ رفع یدین صرف سات مقامات پر کیا جاتا ہے۔

(۱) نماز کی ابتداء میں (۲) مسجد حرام میں جب خانہ کعبہ پر نظر پڑے (۳) صفا پر کھڑے ہونے کے وقت (۴) مروہ پر کھڑے ہونے کے وقت (۵) میدان عرفات میں لوگوں کے ساتھ کھڑے ہونے کے دوران،

(۶) مزدلفہ میں (۷) رمی کے وقت۔

﴾رکوع سے پہلے اور بعد رفع یدین نہیں ہے﴿

عَنْ عَبْدَاللّٰهِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا افْتَتَحَ الصَّلَاةَ رَفَعَ يَدَيْهِ حَذْوَ مَنْكِبَيْهِ وَاِذَا اَرَادَ اَنْ يَرْكَعَ وَبَعْدَ مَا يَرْفَعَ رَاْسَهُ مِنَ الرُّكُوْعِ فَلَا يَرْفَعُ وَلَا بَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ۔ (مسند ج ۲ ص ۲۷۷)

ترجمہ: حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز شروع فرماتے تو اپنے ہاتھوں کو کندھوں تک بلند کرتے (یعنی رفع یدین کرتے) اور دوران رکوع اور بعد رکوع رفع یدین نہ کرتے اور نہ ہی سجدوں کے درمیان رفع یدین کرتے۔

﴾حضرت علی رضی اللہ عنہ کا رفع یدین﴿

عَنْ عَاصِمِ بْنِ كُلَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّ عَلِيًّا كَانَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ اِذَا افْتَتَحَ الصَّلَاةَ ثُمَّ لَا يَعُوْدُ۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۳۶)

ترجمہ: حضرت عاصم بن کلیب رضی اللہ عنہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ جب نماز پڑھتے تو نماز کے شروع میں رفع یدین کرتے اس کے علاوہ نہ کرتے تھے۔

خلاصہ: ان کثیر احادیثِ مبارکہ سے روز روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ رفع یدین تکبیر اولیٰ کے علاوہ جائز نہیں اور حضرت عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہما کی روایت سے بھی واضح ہوا کہ رفع یدین پہلے تھا لیکن اب منسوخ ہے۔

بزرگانِ دین کے نظریات

﴾امام شعبی کا نظریہ﴿

عَنِ الشَّعْبِيْ اَنَّهُ كَانَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ فِيْ اَوَّلِ التَّكْبِيْرِ ثُمَّ لَا يَرْفَعُهُمَا۔ (المصنف ص ۲۳۶)

ترجمہ: حضرت امام شعبی رضی اللہ عنہ تکبیر کے شروع میں رفع یدین کرتے تھے پھر اپنے ہاتھ نہ اٹھاتے تھے۔

﴾ابراہیم نخعی کا نظریہ﴿

عَنْ اِبْرَاهِيْمَ اَنَّهُ كَانَ يَقُوْلُ اِذَا كَبَّرْتَ فِيْ فَاتِحَةِ الصَّلَاةِ فَارْفَعْ يَدَيْكَ ثُمَّ لَا تَرْفَعْهُمَا

فِیْ مَابَقِیَ ۔ (المصنف ج ۱ ص ۲۳۶)

ترجمہ: حضرت ابراہیم نخعی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب تم نماز کی ابتداء میں تکبیر (اللہ اکبر) کہو تو رفع یدین کرو پھر بقیہ نماز میں رفع یدین نہ کرو۔

ایک اور جگہ فرماتے ہیں:

عَنْ اِبْرَاهِیْمَ اَنَّهٗ قَالَ اِرْفَعْ یَدَیْكَ فِی التَّکْبِیْرَةِ الْاُوْلٰی فِیْ اِفْتِتَاحِ الصَّلَاةِ وَلَا تَرْفَعْ یَدَیْكَ فِیْ مَا سِوَاهَا ۔ (کتاب الآثار ص ۲۰)

ترجمہ: حضرت ابراہیم نخعی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ابتدائے نماز میں تکبیر اولیٰ کے وقت رفع یدین کرو اور اس کے علاوہ رفع یدین مت کرو۔

﴿علی بن حسن کا نظریہ﴾

لَا یَرْفَعُ یَدَیْهِ اِلَّا فِی التَّکْبِیْرَةِ الْاُوْلٰی ۔ (ہدایہ اولین باب صفۃ الصلوٰۃ)

ترجمہ: دوران نماز تکبیر اولیٰ کے علاوہ رفع یدین نہ کرو۔

﴿صاحب بحر الرائق کا نظریہ﴾

فَلَا یَرْفَعُ یَدَیْهِ عِنْدَ الرُّکُوْعِ وَلَا عِنْدَ الرَّفْعِ مِنْهُ وَلَا فِیْ تَکْبِیْرَاتِ الْجَنَائِزَةِ حَدِیْثُ اَبِیْ دَاءُوْدَ عَنِ الْبَرَّاءِ قَالَ رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَرْفَعُ یَدَیْهِ حِیْنَ اِفْتَتَحَ الصَّلَاةَ ثُمَّ لَمْ یَرْفَعْهُمَا ۔ (بحر الرائق ج ۱ ص ۳۲۳)

ترجمہ: پس رکوع میں جاتے وقت اور رکوع سے اٹھتے وقت آپ رفع یدین نہیں کرتے تھے نہ نماز جنازہ کی تکبیرات میں ابوداؤد کی اس حدیث کی وجہ سے جسے براء بن عازب رضی اللہ عنہ نے روایت کیا۔ فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا اس کے بعد کہیں پر بھی رفع یدین نہیں کیا۔

اعتراضات کے جوابات

غیر مقلدین رفع یدین کے جواز پر مندرجہ ذیل دلائل پیش کرتے ہیں جن کے جوابات حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ کی شہرہ آفاق تصنیف جاء الحق سے منقول ہے لیکن اس سے پہلے ایک اہم بات ضرور ذہن نشین کر لیں کہ ابتدائے اسلام میں رفع یدین کا ثبوت تھا لیکن بعد میں یہ فعل منسوخ ہو گیا کیوں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال ظاہری کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا رفع یدین کے ترک پر معمول رہا ہے اور کسی صحابی سے رفع یدین کا ثبوت نہیں اگر رفع یدین منسوخ نہ ہوتا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کبھی بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس

سنت کو ترک نہ کرتے جیسا کہ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ خود فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ابتداء رفع یدین کرتے تھے لیکن بعد میں اسے آپ نے ترک فرما دیا اور یہ بات ہم بھی تسلیم کرتے ہیں کہ ابتداء میں رفع یدین پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا لیکن بعد میں اسے ترک کر دیا گیا۔

اعتراض: حدیث میں ہے:

اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ حَذْوَ مَنْكِبَيْهِ اِذَا افْتَتَحَ الصَّلٰوةَ وَاِذَا كَبَّرَ لِلرُّكُوْعِ وَاِذَا رَفَعَ رَاْسَهٗ مِنَ الرُّكُوْعِ رَفَعَهُمَا كَذٰلِكَ وَقَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ وَكَانَ لَا يَفْعَلُ ذٰلِكَ فِي السُّجُوْدِ ۔

ترجمہ: بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رفع یدین کرتے تھے جب نماز شروع فرماتے اور جب رکوع کے لئے تکبیر فرماتے اور جب رکوع سے سر اٹھاتے تھے تب بھی اسی طرح رفع یدین کرتے تھے اور فرماتے تھے "سمع اللّٰہ لمن حمدہ ربنا لک الحمد" اور سجدہ میں رفع یدین نہ کرتے تھے۔

یہ حدیث بخاری و مسلم کی ہے نہایت صحیح الاسناد ہے جس سے رفع یدین رکوع کے وقت بھی ثابت ہے اور بعد رکوع بھی۔

جواب: اس حدیث میں تو یہ ذکر ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم رفع یدین کرتے تھے مگر یہ ذکر نہیں کہ آخر وقت تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فعل شریف رہا ہم بھی کہتے ہیں کہ رفع یدین ابتدائے اسلام میں تھا بعد میں منسوخ ہو گیا۔

دوسرے یہ کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے رفع یدین کرنا چھوڑ دیا اس کی وجہ صرف یہی ہے کہ ان کی نظر میں رفع یدین منسوخ ہے چنانچہ دار قطنی میں (ص ۱۱۱) سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی گئی ہے۔ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ساتھ نمازیں پڑھیں ان حضرات نے شروع نماز پہلی تکبیر کے سوا اور کسی وقت رفع یدین نہ کیا بتاؤ اگر رفع یدین سنت باقیہ ہے تو ان بزرگوں نے اس پر عمل کرنا کیوں چھوڑ دیا۔

تیسرا یہ کہ اس حدیث کے راوی سیدنا عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما ہیں اور ان کا خود اپنا عمل اس کے خلاف ہے کہ آپ رفع یدین نہ کرتے تھے جیسا کہ پہلے حدیث میں گزر چکا اور جب راوی کا اپنا عمل اپنی ہی روایت کے خلاف ہو تو معلوم ہو گا کہ یہ حدیث خود راوی کے نزدیک منسوخ ہے۔

اعتراض: بخاری نے حضرت نافع سے روایت کی:

عَنِ ابْنِ عُمَرَ كَانَ اِذَا دَخَلَ فِي الصَّلٰوةِ كَبَّرَ رَفَعَ يَدَيْهِ وَاِذَا قَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ رَفَعَ يَدَيْهِ وَاِذَا قَامَ مِنَ الرَّكْعَتَيْنِ رَفَعَ يَدَيْهِ وَرَفَعَ ذٰلِكَ ابْنُ عُمَرَ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما جب نماز میں داخل ہوتے تو تکبیر کہتے اور رفع یدین کرتے اور جب سمع اللہ لمن حمدہ کہتے جب بھی رفع یدین کرتے اور جب دو رکعتوں سے کھڑے ہوتے تب بھی دونوں ہاتھ اٹھاتے تھے اور اس فعل کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کرتے تھے دیکھو سیدنا عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما بوقت رکوع بھی رفع یدین کرتے تھے لہٰذا ثابت ہوا کہ رفع یدین سنت صحابہ بھی ہے۔

جواب: ہم پیچھے حدیث بیان کر چکے ہیں کہ حضرت مجاہد فرماتے ہیں میں نے حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کے پیچھے نماز پڑھی وہ صرف تکبیر تحریمہ کے وقت ہاتھ اٹھاتے تھے اب حضرت عمر کے دو فعل نقل ہوئے بوقت رکوع ہاتھ اٹھانا اور نہ اٹھانا اب ان دونوں حدیثوں کو اس طرح جمع کیا جا سکتا ہے کہ نسخ کی خبر (یعنی منسوخ شدہ حدیث) سے پہلے آپ ہاتھ اٹھاتے تھے اور نسخ کی خبر (یعنی منسوخ شدہ حدیث) کے بعد نہ اٹھاتے تھے کیوں کہ اس حدیث (جو اعتراض میں مذکور ہوئی) میں وقت کا ذکر نہیں کہ کب اور کس زمانہ میں اٹھاتے تھے لہٰذا دونوں حدیثیں جمع ہو گئیں چنانچہ اعتراض نہ رہا۔

اعتراض: مسلم نے حضرت وائل ابن حجر سے روایت کی جس کے بعض الفاظ یہ ہیں:

فَلَمَّا قَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ رَفَعَ يَدَيْهِ فَلَمَّا سَجَدَ بَيْنَ كَفَّيْهِ ۔

ترجمہ: جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سمع اللہ لمن حمدہ فرمایا تو رفع یدین کیا اور جب سجدہ کیا تو اپنے دونوں ہاتھوں کے بیچ میں کیا اس سے بھی رفع یدین ثابت ہوا۔

جواب: حضرت وائل ابن حجر کی یہ روایت سیدنا عبداللہ ابن مسعود کی روایت کے مقابلہ میں معتبر نہیں حضرت وائل ابن حجر صرف ایک بار رفع یدین کی روایت کرتے ہیں کیونکہ ابن حجر دیہات کے رہنے والے تھے جنہوں نے ایک آدھ بار حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھی انہیں نسخ احکام (منسوخ شدہ احکام کے بارے میں شرعی حکم) کی خبر بمشکل ہوتی تھی مگر حضرت عبداللہ ابن مسعود ہمیشہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہتے تھے بڑے عالم وفقیہ صحابی تھے نیز حضرت وائل ابن حجر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے آخری صف میں کھڑے ہوتے تھے جب کہ حضرت عبداللہ ابن مسعود صف اوّل میں خاص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے کھڑے ہونے والے صحابی ہیں کیوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے علماء، فقہاء وصحابہ کھڑے ہوتے تھے خود سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا تھا کہ تم میں سے مجھ سے قریب وہ رہے جو علم وعقل والا ہو۔

خلاصہ یہ کہ عالم وفقیہ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہمیشہ رہنے والے صحابی کی روایت کو ترجیح ہوتی ہے لہٰذا حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت قابل عمل ہے اور اس روایت کا مقابل سیدنا وائل ابن حجر کی روایت ناقابل عمل ہے انہوں نے رفع یدین کے منسوخ ہونے سے پہلے کا فعل ملاحظہ کیا اور وہی نقل فرما دیا۔

اعتراض: اگر تکبیر تحریمہ کے سوا رفع یدین نہ کرنا چاہیے تو آپ لوگ نماز عید اور نماز وتر میں رکوع کے وقت رفع یدین کیوں کرتے ہو؟

جواب: جناب یہاں گفتگو اس رفع یدین کے بارے میں ہے جسے آپ سنت نماز یا سنت رکوع سمجھے بیٹھے ہیں عیدین اور وتر کے رفع یدین سنت رکوع نہیں بلکہ نماز عید اور دعائے قنوت سے پہلے ہوتا ہے جیسے نماز عید میں خطبہ جماعت وغیرہ نماز وتروں میں دعائے قنوت تین رکعت وغیرہ خصوصی صفات ہیں ایسے ہی چھ تکبیریں اور چھ دفعہ رفع یدین نماز عید کی خصوصیت ہے اگر نماز پنجگانہ کو نماز عید یا نماز وتر پر قیاس کرتے ہو تو ہر رکوع پر تین دفع رفع یدین کیا کرو اور ہر نماز میں دعائے قنوت پڑھا کرو۔

﴿خلاصہ کلام﴾

الحمد للہ ہماری اس بحث سے یہ مسئلہ روز روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ نماز میں تکبیر تحریمہ کے علاوہ رفع یدین کرنا ناجائز و ممنوع ہے جیسا کہ ہم نے پہلے عرض کیا کہ ابتداء رفع یدین پر رسول اللہ ﷺ کا معمول رہا لیکن بعد میں یہ منسوخ ہو گیا جس پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اقوال و افعال ثابت و موجود ہیں اور بزرگانِ دین کا بھی اس پر عمل رہا لیکن اس کے باوجود غیر مقلدین حضرات ابھی تک منسوخ شدہ احادیث و روایات پر کاربند ہیں اور اس فعل یعنی رفع یدین پر عمل کرنے کے ساتھ ساتھ اسے سنت بتاتے ہیں جو کہ احادیث و اقوال صحابہ اور علمائے اُمت کے خلاف ہے۔ اللہ تعالیٰ ہدایت نصیب فرمائے۔

آمین بجاہ النبی الامین ﷺ





ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کا حکم



20
20

عقیدۂ اہل سنت والجماعت

ہمارا عقیدہ ہے کہ دوران نماز حالت قیام میں ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا سنت مبارکہ ہے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین اور بزرگانِ دین کا اسی پر عمل رہا ہے مرد کے لئے سینے پر ہاتھ باندھنا خلاف سنت اور ادب کے منافی ہے لہٰذا مرد کو چاہیے کہ وہ اپنے ہاتھ ناف کے نیچے اور عورت سینے پر باندھے۔ الحمد للہ اس کے ثبوت پر احادیثِ مبارکہ موجود ہیں ملاحظہ ہوں۔

احادیث سے ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کا ثبوت

﴿ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا سنت مبارکہ ہے﴾

عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ اِنَّ مِنَ السُّنَّةِ فِي الصَّلَاةِ وَضْعُ الْكَفِّ عَلَى الْكَفِّ تَحْتَ السُّرَّةِ ۔ (مسند امام احمد ج ۱ ص ۱۱۰) (سنن ابوداؤد)

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ بے شک آپ نے فرمایا (حالت نماز میں دوران قیام) ناف کے نیچے ہاتھ کے اُوپر ہاتھ رکھنا سنت ہے۔

﴿ناف کے نیچے دایاں ہاتھ بائیں پر رکھنا سنت ہے﴾

عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهٗ كَانَ يَقُوْلُ اِنَّ مِنَ السُّنَّةِ فِي الصَّلَاةِ وَضْعُ الْيَمِيْنِ عَلَى الشِّمَالِ تَحْتَ السُّرَّةِ ۔ (دار قطنی ج ۱ ص ۲۸۶)

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بے شک نماز میں دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھنا سنت ہے۔

ایک اور حدیث میں ہے:

عَنْ اَبِيْ حُذَيْفَةَ اَنَّ عَلِيًّا قَالَ مِنَ السُّنَّةِ فِي الصَّلَاةِ وَضْعُ الْكَفِّ عَلَى الْكَفِّ تَحْتَ السُّرَّةِ ۔ (ابوداؤد شریف)

ترجمہ: حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ بے شک حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہاتھ کو ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھنا سنت ہے۔

﴿رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ناف کے نیچے ہاتھ رکھتے﴾

عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ وَائِلِ بْنِ حَجَرٍ عَنْ اَبِیْهِ قَالَ رَاَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَضَعَ یَمِیْنَهٗ عَلٰی شَمَالِهٖ فِی الصَّلٰوةِ تَحْتَ السُّرَّةِ ۔ (مصنف ابن شیبہ ج اص ۳۹)

ترجمہ: حضرت علقمہ بن وا صلی اللہ علیہ وسلم ابن حجر رضی اللہ عنہ سے اور وہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ناف کے نیچے ہاتھ پر ہاتھ رکھے نماز میں دیکھا۔

﴿حضرت ابراہیم نخعی رضی اللہ عنہ ناف کے نیچے ہاتھ رکھتے﴾

عَنْ اِبْرَاهِیْمَ قَالَ یَضَعُ یَمِیْنَهٗ عَلٰی شَمَالِهٖ فِی الصَّلٰوةِ تَحْتَ السُّرَّةِ ۔

(المصنف ابن ابی شیبہ ج اص ۳۹)

ترجمہ: حضرت ابراہیم نخعی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ دوران نماز اپنے سیدھے ہاتھ کو الٹے ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھتے تھے۔

﴿دوران نماز ہاتھ ناف کے نیچے رکھو﴾

عَنْ حَجَّاجِ بْنِ حَسَّانٍ قَالَ اَبَا مِجْلَزٍ قَالَ کَیْفَ یَضَعُ قَالَ یَضَعُ بَاطِنَ کَفِّ یَمِیْنِهٖ عَلٰی کَفِّ شَمَالِهٖ یَجْعَلُهَا اَسْفَلَ مِنَ السُّرَّةِ ۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج اص ۳۹۱)

ترجمہ: حجاج بن حسان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ فرماتے ہیں کہ میں نے ابا مجلز سے سوال کیا کہ وہ نماز میں ہاتھ کیسے رکھیں تو انہوں نے فرمایا کہ اپنی ناف کے نیچے دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھو۔

﴿حضرت علی رضی اللہ عنہ ناف کے نیچے ہاتھ رکھتے﴾

عَنْ عَلِیٍّ قَالَ مِنْ سُنَّةِ الصَّلٰوةِ اَنْ تُوْضِعَ الْاَیْدِیْ عَلَی الْاَیْدِیْ تَحْتَ السُّرَّةِ ۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج اص ۳۹۱)

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نماز میں سنتیہ ہے کہ ہاتھ کو ہاتھ کے اُوپر اور ناف کے نیچے رکھے۔

ایک اور روایت میں ہے:

اَنَّهٗ كَانَ يَضَعُ يَدَهُ الْيُمْنٰى عَلٰى يَدِهِ الْيُسْرٰى تَحْتَ السُّرَّةِ ۔ (کتاب الآثار)

ترجمہ: بے شک حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنا سیدھا ہاتھ الٹے ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھتے تھے۔

﴿حضرت ابووائل ہاتھ ناف کے نیچے رکھتے﴾

قَالَ اَبُوْ وَائِلٍ اَخْذُ الْكَفِّ فِي الصَّلَاةِ تَحْتَ السُّرَّةِ ۔ (ابوداؤد)

ترجمہ: حضرت ابووائل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نماز میں ناف کے نیچے ہاتھ کے اُوپر ہاتھ رکھنا چاہیے۔

﴿ناف کے نیچے ہاتھ رکھنا اخلاق نبوت ہے﴾

عَنْ اَنَسٍ قَالَ ثَلَاثٌ مِنْ اَخْلَاقِ النُّبُوَّةِ تَعْجِيْلُ الْاِفْطَارِ وَتَاخِيْرُ السَّحُوْرِ وَ وَضْعُ الْيُمْنٰى عَلَى الْيُسْرٰى فِي الصَّلَاةِ تَحْتَ السُّرَّةِ ۔ (بیہقی شریف ج ۲ ص ۳۲)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ تین چیزیں نبوت کے اخلاق میں سے ہیں۔ افطاری میں جلدی کرنا سحری میں تاخیر کرنا اور دوران نماز ناف کے نیچے ہاتھ پر ہاتھ رکھنا۔

اعتراض کا جواب

سینے پر ہاتھ باندھنے والے غیر مقلدین کی طرف سے ایک غیر مستند روایت اور اس کا جواب ملاحظہ ہو۔

اعتراض: قَالَ رَاَيْتُ عَلِيًّا يُمْسِكُ شَمَالَهٗ بِيَمِيْنِهٖ عَلَى الرُّسْغِ فَوْقَ السُّرَّةِ ۔ (ابوداؤد شریف)

ترجمہ: (حضرت ابن جریر رضی اللہ عنہ نے) فرمایا کہ میں نے دیکھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے دوران نماز اپنے دائیں ہاتھ کے ساتھ بائیں ہاتھ کو کلائی سے ناف کے اُوپر پکڑا جس سے ثابت ہوا کہ ناف کے اُوپر ہاتھ باندھنا سنت ہے نہ کہ ناف کے نیچے۔

جواب: بہت تعجب کی بات ہے غیر مقلدین نے ابوداؤد کی روایت کو بطور دلیل پیش کیا کیوں کہ بخاری و مسلم کے بغیر یہ لوگ بات ہی نہیں کرتے لیکن پھر بھی ہم ان کی طرح انشاء اللہ بھاگیں گے نہیں۔ آپ نے حدیث پوری بیان نہیں کی اصل میں آپ کا قصور نہیں ڈنڈی مارنا آپ کی عادت مبارکہ بن چکی ہے۔ اس حدیث کے بعد اگلی بات یہ ہے:

قَالَ اَبُوْدَاءُوْدَ رَوٰى عَنْهُ سَعِيْدُ ابْنُ جُبَيْرٍ فَوْقَ السُّرَّةِ وَقَالَ اَبُوْ جَلَادٍ تَحْتَ السُّرَّةِ

وَرُوِیَ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ ۔ (ابوداؤد شریف)

ترجمہ: ابوداؤد فرماتے ہیں کہ سعید ابن جبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ناف کے اُوپر ہاتھ باندھے اور ابوجلاد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ناف کے نیچے ہاتھ باندھے اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے کہ ناف کے نیچے ہاتھ باندھے اور یہ قوی نہیں۔

خلاصہ: اس روایت سے ثابت ہوا کہ اعتراض میں مذکورہ حدیث اور جواب میں مذکورہ ہماری حدیث میں تعارض (ٹکراؤ) پیدا ہو گیا ہے اور ابوداؤد نے خود اسے ضعیف کہا ہے جس سے ثابت ہوا کہ آپ کی پیش کردہ دلیل قابل قبول نہیں۔

قارئین کرام! غیر مقلدین کی طرف سے ابوداؤد کی یہ حدیث جس میں انہوں نے ناف کے اُوپر ہاتھ باندھنے کا ذکر کیا ہے اس حدیث کو خود امام ابوداؤد نے ضعیف قرار دیا اور ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے والی احادیث بھی ذکر کیں جیسا کہ پیچھے مذکور ہوئیں۔ اس وقت غیر مقلدین کوئی بھی ایسی صحیح حدیث نہیں دکھا سکتے جو سینے پر ہاتھ باندھنے پر دلالت کرتی ہو جب کہ ہماری طرف سے پیش کردہ احادیث کثیر ہیں اور ان میں کسی کا کوئی تعارض نہیں لہٰذا ثابت ہوا کہ ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا سنت ہے اور یہی بزرگوں کا طریقہ ہے۔

وما علینا الا البلاغ المبین





بلند آواز سے آمین کہنے کا حکم



عقیدۂ اہل سنت والجماعت

ہمارا نظریہ یہ ہے کہ ہر نمازی کے لئے ضروری ہے کہ وہ دوران نماز آہستہ آمین کہے۔ چاہے نماز جہری ہو یا سری اور یہی سنت رسول ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم و بزرگانِ دین کا طریقہ ہے۔ اونچی آواز میں آمین کہنا خلاف سنت اور نماز کے اندر خشوع وخضوع میں رکاوٹ پیدا کرتا ہے۔

احادیثِ مبارکہ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے افعال واقوال اس بات پر ناطق وگواہ ہیں کہ آمین آہستہ کہی جائے نہ کہ بلند آواز سے۔ لہٰذا اس کے ثبوت پر سب سے پہلے احادیثِ مبارکہ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اقوال اور بعد میں مخالفین کے دلائل کا ردّ ذکر کیا جائے گا۔

احادیث سے آہستہ آمین کہنے کا ثبوت

﴿فرشتوں کی طرح آمین کہو﴾

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا اَمَّنَ الْاِمَامُ فَاَمِّنُوْا فَاِنَّهٗ مَنْ وَافَقَ تَاْمِیْنُهٗ تَاْمِیْنَ الْمَلَائِکَةِ غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ ۔ (صحیح بخاری ج ا ص ۱۰۸)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بے شک رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب امام آمین کہے تو تم بھی آمین کہو اس لئے کہ جس شخص کی آمین فرشتوں کی آمین کے موافق ہو جائے تو اس کے سابقہ گناہوں کی بخشش ہو جائے گی۔

خلاصہ: اس حدیثِ پاک سے یہ مسئلہ بالکل واضح ہو گیا کہ آمین آہستہ کہنا ہی سنت مبارکہ ہے کیوں کہ حدیث شریف میں یہ کہا گیا ہے کہ اس طرح آمین کہو کہ جس طرح فرشتے آمین کہتے ہیں تا کہ تمہاری آمین فرشتوں کی آمین کے موافق ہو جائے اور فرشتوں کی آمین آہستہ ہوتی ہے نہ کہ چیخ کر لہٰذا فرشتوں سے آمین میں موافقت تب ہوگی جب آہستہ آمین کہی جائے۔

﴿رسول اللہ ﷺ نے آہستہ آمین کہی﴾

عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ وَائِلٍ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَرَءَ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّيْنَ فَقَالَ آمِيْنَ وَخَفَضَ بِهَا صَوْتَهٗ ۔ (جامع ترمذی ص ۶۳) (ابوداؤد شریف)

ترجمہ: حضرت علقمہ رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ جب نبی کریم ﷺ نے غیر المغضوب علیہم ولا الضالین پڑھا تو آپ ﷺ نے آہستہ آمین کہی۔

خلاصہ: اس حدیثِ پاک سے بھی صراحتاً ثابت ہوا کہ آہستہ آمین کہنا نبی کریم ﷺ کی سنت مبارکہ ہے۔

﴿آہستہ آمین کہنا سنت مبارکہ ہے﴾

عَنْ وَائِلِ ابنْ حجر اَنَّهٗ صَلّٰى مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فَلَمَّا بَلَغَ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّيْنَ قَالَ آمِيْنَ وَاَخْفٰى بِهَا صَوْتَهٗ ۔ (امام احمد) (طبرانی شریف) (دار قطنی)

ترجمہ: حضرت وائل ابن حجر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ کے ساتھ نماز ادا فرمائی جب آپ ﷺ غیر المغضوب علیہم ولا الضالین پر پہنچے تو آپ ﷺ نے آمین کہی اور اپنی آواز آمین کے دوران آہستہ رکھی۔

﴿چار چیزیں آہستہ کہو﴾

عَنْ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ اَرْبَعٌ يَخَافَتُ بِهِنَّ الْاِمَامَ "سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ" اَلتَّعَوُّذُ مِنَ الشَّيْطٰنِ وَبِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ وَ آمِيْنَ ۔ (کتاب الآثار ص ۱۶)

ترجمہ: حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ امام چار چیزیں آہستہ کہے:

(۱) سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ (۲) اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ (۳) بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ (۴) آمین۔

خلاصہ: اس حدیثِ پاک سے بھی یہ مسئلہ روز روشن کی طرح واضح ہوگیا کہ جس طرح اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ، بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ اور سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ آہستہ کہنا سنت مصطفی ﷺ اور سنت صحابہ ہے اسی طرح آمین بھی آہستہ کہنا سنت رسول ﷺ وسنت صحابہ ہے۔

﴿امام چار چیزیں آہستہ کہے﴾

عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَخْفَى الْاِمَامُ اَرْبَعًا اَلتَّعَوُّذُ وَبِسْمِ اللّٰهِ وَ آمِيْنَ وَ

رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدَ ۔(عینی شرح ہدایہ)

ترجمہ: حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ امام چار چیزیں آہستہ کہے:

(۱) تعوذ (۲) بسم اللہ (۳) آمین (۴) ربنا لك الحمد۔

﴿حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ آہستہ آمین کہتے﴾

عَنْ وَائِلِ ابْنِ حَجَرٍ قَالَ لَمْ يَكُنْ عُمَرُ وَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا يَجْهَرَ انِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ وَلَا بِآمِيْنَ ۔(امام طبرانی فی تہذیب الآثار)(طحاوی شریف)

ترجمہ: حضرت وائل ابن حجر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ بسم اللہ شریف اور آمین میں جہر (یعنی اونچی آواز) نہیں کرتے تھے۔

خلاصہ: ان احادیثِ مبارکہ سے ثابت ہوا کہ دوران نماز ولا الضالین کے بعد مقتدی کو آہستہ آمین کہنی چاہیے۔ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس عمل کے ساتھ ساتھ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے عمل سے بھی واضح ہوا کہ وہ امام کے پیچھے آہستہ آمین کہتے جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے عمل سے ثابت ہوا۔

اعتراضات کے جوابات

آمین بالخفی پر معترضین کی طرف سے بعض اعتراضات کئے جاتے ہیں جو بالکل ضعف پر مشتمل ہیں اب ان کے اعتراضات مع جوابات پیش خدمت ہیں جو حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ کی شہرہ آفاق تصنیف "جاء الحق" سے منقول ہیں۔ ملاحظہ ہوں:

اعتراض: ترمذی شریف میں حضرت وائل ابن حجر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

قال سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم قرء المغضوب علیهم والاالضالین پڑھا اور آمین فرمایا اور اپنی آواز کو اس پر بلند کیا۔ معلوم ہوا کہ آمین بلند آواز سے کہنا سنت ہے۔

جواب: آپ نے حدیث کا ترجمہ غلط کیا۔ اس حدیث میں لفظ "مد" ارشاد ہوا ہے اس کے معنی بلند کرنا نہیں بلکہ آواز کھینچنا ہے مطلب یہ کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آمین بروزن کریم قصر سے نہ فرمائی بلکہ بروزن قالین، الف اور میم خوب کھینچ کر پڑھی لہٰذا اس میں آپ کی کوئی دلیل نہیں ترجمہ کی غلطی ہے۔ خیال رہے کہ مد کا مقابل قصر ہے خفاء کا مقابل جہر ہے رفع کا مقابل خفض ہے۔ اگر یہاں جہر ہوتا تو دلیل صحیح ہوتی جہر کسی روایت میں نہیں۔ رب فرماتا ہے:

اِنَّهٗ يَعْلَمُ الْجَهْرَ وَمَا يَخْفٰى ۔

ترجمہ: بے شک رب جانتا ہے بلند اور پست آواز کو۔

دیکھو رب نے یہاں خفا کا مقابل جہر فرمایا نہ کہ مد۔ مطلب یہ کہ آپ ﷺ نے آمین کے لفظ کو کھینچ کر یعنی لمبا کر کے پڑھا نہ کہ بلند آواز کے ساتھ۔ لہٰذا اس حدیث سے بلند آواز کے ساتھ آمین کا جواز پیش کرنا غلط ہے۔

اعتراض: ابوداؤد شریف میں حضرت وائل ابن حجر سے روایت ہے:

قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا قَرَءَ وَلَا الضَّآلِّيْنَ قَالَ آمِيْنَ وَرَفَعَ بِهَا صَوْتَهٗ ۔

ترجمہ: نبی ﷺ جب فرماتے ولا الضالین تو فرماتے تھے آمین اور اس میں آواز شریف بلند فرماتے تھے۔

یہاں رفع فرمایا جس کے معنی ہیں اونچا کیا، بلند کیا۔ معلوم ہوا کہ آمین اونچی آواز کے ساتھ کہنا سنت ہے۔

جواب: اس کے چند جواب ہیں:

ایک یہ کہ حضرت وائل کی اصل روایت میں مد ہے جیسا کہ ترمذی شریف میں وارد ہوا جس کے معنی کھینچنے کے ہیں نہ کہ بلند کرنا۔ یہاں اسناد کے کسی راوی نے روایت بالمعنی کی۔ مدکو رفع سے تعبیر فرمایا اور مراد وہ ہی کھینچنا ہے نہ کہ بلند کرنا روایت بالمعنی (یعنی حدیث کے الفاظ میں اس طرح تبدیلی کر دینا کہ معنی و مفہوم میں تبدیلی واقع نہ ہو) کا عام دستور تھا۔

دوسرے یہ کہ ترمذی اور ابوداؤد کی روایتوں میں نماز کا ذکر نہیں صرف حضور ﷺ کی قرأت کا ذکر ہے ممکن ہے کہ نماز کے علاوہ خارجی قرأت کا ذکر فرمایا مگر جو روایات ہم نے پیش کی ہیں ان میں نماز کا صراحتاً ذکر ہے لہٰذا احادیث میں تعارض نہیں اور یہ احادیث ہمارے خلاف نہیں۔

تیسرے یہ کہ آمین بالجہر (بلند آواز کے ساتھ آمین کہنا) اور آمین خفی (آہستہ آمین کہنے) کی حدیثوں میں تعارض (ٹکراؤ) ہے مگر جہر والی روایتیں قیاس و عقل کے خلاف ہیں۔

چوتھا یہ کہ آہستہ آمین کی حدیثیں قابل عمل ہیں اس کے خلاف قابل ترک پانچواں یہ کہ آمین جہری والی حدیثیں قرآن شریف سے اور ان احادیث سے جو ہم پیش کر چکے ہیں منسوخ ہیں اسی لئے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ہمیشہ آہستہ آمین کہتے تھے اور اسی کا حکم دیتے تھے اور اگر بلند آواز سے آمین کہنا سنت ہوتا تو صحابہ نے اس سنت پر عمل کرنا کیوں چھوڑ دیا۔ لہٰذا آپ کی روایت آمین بالجہر کے جواز پر دلیل نہیں بن سکتی۔

اعتراض: ابن ماجہ میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَالَ غَيْرَ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّيْنَ قَالَ آمِيْنَ حَتّٰى يَسْمَعَهَا اَهْلُ الصَّفِّ الْاَوَّلِ خَيْرٌ تُسَبِّحُ بِهَا الْمَسْجِدِ ۔

ترجمہ: حضور ﷺ جب غیر المغضوب علیہم ولا الضالین فرماتے تو آمین فرماتے یہاں تک کہ پہلی صف والے سن لیتے تو مسجد گونج جاتی تھی۔ اس حدیث میں کسی تاویل کی گنجائش نہیں یہاں تو مسجد گونج جانے کا ذکر ہے۔ گونج بغیر شور پیدا نہیں ہوتی۔

جواب: اس اعتراض کے چند جواب ہیں ایک یہ کہ آپ نے حدیث پوری ذکر نہیں کی اوّل عبارت چھوڑ دی وہ یہ ہے ملاحظہ ہو:

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ تَرَكَ النَّاسُ التَّامِیْنَ وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں لوگوں نے آمین کہنا چھوڑ دی حالانکہ حضور ﷺ (آگے حدیث کا ترجمہ ہی ہے جو تم نے اعتراض میں بیان کیا)۔

اس جملے سے معلوم ہوا کہ عام صحابہ نے بلند آواز سے آمین چھوڑ دی تھی جس پر سیدنا ابو ہریرہ یہ شکایت فرما رہے ہیں اور صحابہ کا کسی حدیث پر عمل چھوڑ دینا اس حدیث کے نسخ (ختم ہو جانے) کی دلیل ہے۔ حدیث تو ہماری تائید کرتی ہے نہ کہ تمہاری۔

دوسرے یہ کہ اگر یہ حدیث صحیح مان بھی لی جائے تو عقل اور مشاہدے کے خلاف ہے اور جو حدیث عقل و مشاہدے کے خلاف ہو وہ قابل عمل نہیں خصوصاً جب کہ تمام احادیث مشہورہ اور آیات قرآنیہ کے بھی خلاف ہو۔ کیوں کہ اس حدیث میں مسجد گونج جانے کا ذکر ہے حالانکہ گنبد والی مسجد میں گونج پیدا ہوتی ہے نہ کہ چھپر والی مسجد میں۔ حضور انور ﷺ کی مسجد شریف آپ کے زمانہ میں معمولی چھپر والی تھی وہاں گونج پیدا ہو ہی کیسے سکتی تھی؟

آج کوئی غیر مقلد صاحب کسی چھپر والے گھر میں شور مچا کر گونج پیدا کر کے دکھا دیں انشاء اللہ چیختے چیختے مر جائیں گے لیکن گونج پیدا نہ ہوگی۔

تیسرا یہ کہ یہ حدیث قرآن کریم کے بھی خلاف ہے۔ ربّ تعالیٰ فرماتا ہے:

لَا تَرْفَعُوْا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ ۔

ترجمہ: اپنی آوازیں نبی کی آواز سے اونچی نہ کرو۔

اگر صحابہ نے اتنی اونچی آمین کہی کہ مسجد گونج گئی تو سب کی آواز حضور نبی کریم ﷺ کی آواز سے اونچی ہوگئی اس لئے قرآن کریم کی صریح مخالفت ہوئی جو حدیث قرآن کے مخالف ہو وہ قابل عمل نہیں۔

اعتراض: ابوداؤد شریف میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ جب سورہ فاتحہ سے فارغ

ہوتے تو:

قَالَ آمِيْنَ حَتّٰى يَسْمَعَ مَنْ يَلِيْهِ مِنَ الصَّفِّ الْاَوَّلِ ۔

ترجمہ: اس طرح آمین کہتے کہ صف اوّل میں جو آپ ﷺ کے قریب ہوتا وہ سُن لیتا۔

جواب: اس حدیث کے دو جواب ہیں:

ایک یہ کہ یہ حدیث آپ کے بھی خلاف ہے کیوں کہ پہلی آپ کی روایت میں تھا کہ مسجد گونج جاتی تھی اور یہاں یہ آیا ہے کہ صرف پیچھے والے ایک دو آدمی ہی سُنتے تھے۔

دوسرا یہ کہ اس حدیث کی سند میں بشیر ابن رافع آ رہا ہے اسے ترمذی نے کتاب الجنائز میں حافظ ذہبی نے میزان میں سخت ضعیف فرمایا۔ احمد نے اسے منکر الحدیث کہا ابن معین نے اس کی روایت کو موضوع قرار دیا۔ امام نسائی نے اسے اقوی نہیں مانا (دیکھو آفتاب محمدی) لہٰذا یہ حدیث سخت ضعیف ہے قابل عمل نہیں۔

خلاصہ کلام

الحمد للہ عزوجل مذکورہ بالا دلائل کی روشنی میں یہ مسئلہ واضح ہوا کہ آمین آہستہ کہنا رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی سنت مبارکہ ہے اور عقل بھی اس بات کو تسلیم کرتی ہے کہ آمین آہستہ کہی جائے کیونکہ دوران نماز اس قسم کے افعال سے نماز میں خشوع وخضوع حاصل نہیں ہوتا اور نماز کے اندر وہ توجہ حاصل نہیں ہوتی جو نماز میں ہونا چاہیے لہٰذا آمین آہستہ کہنی چاہیے یہی رسول اللہ ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین اور بزرگوں کا طریقہ ہے۔





تراویح ۲۰ رکعت یا ۸ رکعت



عقیدۂ اہل سنت والجماعت

ہمارا اس بات پر اعتقاد ہے کہ ماہ رمضان المبارک میں ۲۰ رکعت نماز تراویح پڑھنا سنت مبارکہ اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا طریقہ ہے اور آٹھ رکعت نماز تراویح خلاف سنت اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے طریقہ کے خلاف ہے جیسا کہ غیر مقلدین کا عقیدہ ہے کہ نماز تراویح ۸ رکعت ہے۔

الحمد للہ ہم اس کے ثبوت پر احادیثِ مبارکہ، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور بزرگانِ دین کے اقوال وافعال پیش کریں گے تاکہ ہمارے مسلمان بھائی آسانی پسند حضرات کے کمزور وضعیف دلائل کے چکروں میں آکر کہیں خلاف سنت فعل کا ارتکاب نہ کر بیٹھیں۔ سب سے پہلے احادیثِ مبارکہ پیش خدمت ہیں۔

احادیثِ مبارکہ سے ۲۰ رکعت تراویح کا ثبوت

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّيْ فِيْ رَمَضَانَ عِشْرِيْنَ رَكْعَةً سِوَى الْوِتْرِ ۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۳۹۴)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان شریف میں وتروں کے علاوہ ۲۰ رکعت نماز (تراویح) ادا فرماتے تھے۔

﴿عہد فاروقی میں نماز تراویح ۲۰ رکعت تھی﴾

عَنْ يَزِيْدَ بْنِ رُوْمَانَ قَالَ كَانَ النَّاسُ يَقُوْمُوْنَ فِيْ زَمَانِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فِيْ رَمَضَانَ بِثَلَاثٍ وَّعِشْرِيْنَ رَكْعَةً ۔

(موطا امام مالک ص ۹۸) (سنن کبریٰ) (بیہقی ج ۲ ص ۴۹۴)

ترجمہ: حضرت یزید بن رومان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں لوگ رمضان شریف میں ۲۳ رکعت نماز ادا فرماتے تھے یعنی ۲۰ رکعت نماز تراویح اور ۳ وتر۔

ایک اور روایت میں ہے:

عَنْ سَائِبِ بْنِ يَزِيْدَ قَالَ كَانُوْا يَقُوْمُوْنَ عَلٰى عَهْدِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فِيْ شَهْرِ رَمَضَانَ بِعِشْرِيْنَ رَكْعَةً ۔ (سنن کبریٰ) (بیہقی شریف)

ترجمہ: حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں لوگ رمضان شریف میں ۲۰ رکعت نماز (تراویح) پڑھتے تھے۔

ایک اور حدیث میں ہے:

قَالَ كُنَّا نَقُوْمُ فِيْ عَهْدِ عُمَرَ بِعِشْرِيْنَ رَكْعَةً ۔ (موطا امام مالک) (بیہقی شریف)

﴿عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے خود ۲۰ رکعت کا حکم فرمایا﴾

عَنْ يَحْيَ بْنِ سَعِيْدٍ اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ اَمَرَ رَجُلًا اَنْ يُّصَلِّيَ بِهِمْ عِشْرِيْنَ رِكْعَةً ۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۳۹۳)

ترجمہ: حضرت یحیٰ بن سعید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو ۲۰ رکعت نماز (تراویح) پڑھائے۔

﴿حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ۲۰ رکعت کا حکم فرمایا﴾

ایک اور حدیث میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ۲۰ رکعت نماز تراویح کا حکم ارشاد فرماتے ہیں:

عَنْ اَبِيْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ سُلَمٰى عَنْ عَلِيٍّ قَالَ دَعَا الْقُرَّاءَ فِيْ رَمَضَانَ فَاَمَرَ مِنْهُمْ رَجُلًا اَنْ يُّصَلِّيَ النَّاسَ عِشْرِيْنَ رَكْعَةً وَكَانَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يُوْتِرُ بِهِمْ ۔

(بیہقی شریف ج ۲ ص ۴۹۶)

ترجمہ: حضرت ابوعبدالرحمٰن سلمی رضی اللہ عنہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے رمضان شریف میں قاریوں کو بلایا اور ان میں سے ایک شخص کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو ۲۰ رکعت نماز تراویح پڑھائی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ وتر پڑھاتے تھے۔

ایک اور روایت میں ہے:

عَنْ اَبِي الْحَسَنَاتِ اَنَّ عَلِيًّا اَمَرَ رَجُلًا اَنْ يُّصَلِّيَ بِهِمْ فِيْ رَمَضَانَ عِشْرِيْنَ رَكْعَةً ۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۳۹۳)

ترجمہ: حضرت ابوالحسنات رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو حکم دیا کہ وہ رمضان میں لوگوں کو ۲۰ رکعت نماز پڑھائے۔

ایک اور روایت میں ہے:

عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰہُ عَنْہُ أَنَّہُ أَمَرَ رَجُلًا يُصَلِّيْ بِہِمْ فِيْ رَمَضَانَ عِشْرِيْنَ رَكْعَةً وَھٰذَا أَيْضًا سِوَى الْوِتْرِ ۔(التمہید ج ۸ ص ۱۵)

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے ایک شخص کو حکم ارشاد فرمایا کہ وہ رمضان شریف میں لوگوں کو وتر کے علاوہ ۲۰ رکعت نماز (تراویح) پڑھائے۔

﴿صحابہ کا ہمیشہ ۲۰ رکعت پر معمول تھا﴾

عَنْ عَطَآ قَالَ أَدْرَكْتُ النَّاسَ وَھُمْ يُصَلُّوْنَ ثَلَاثَةً وَعِشْرِيْنَ رَكْعَةً وَثَلٰثُ رَكْعَاتِ الْوِتْرِ ۔(فتح الملہم شرح مسلم ج ۲ ص ۳۹۳)

ترجمہ: حضرت عطار رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے لوگوں کو بیس رکعت نماز (تراویح) اور تین رکعت وتر پڑھتے ہوئے پایا۔

عمدۃ القاری کی روایت میں ہے:

رَوَى الْحَارِثُ ابْنُ عَبْدِالرَّحْمٰنِ عَنْ سَائِبِ ابْنِ يَزِيْدَ قَالَ كَانَ الْقِيَامُ عَلٰى عَهْدِ عُمَرَ بِثَلٰثٍ وَ عِشْرِيْنَ رَكْعَةً ۔(عمدۃ القاری ج ۵ ص ۳۰۷)

ترجمہ: حضرت حارث بن عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ ہم حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں ۳ رکعت وتر اور ۲۰ رکعت نماز (تراویح) ادا کرتے تھے۔

خلاصہ: الحمد للہ احادیثِ مبارکہ کی روشنی میں بیس رکعت نماز تراویح کا ثبوت بالکل واضح اور روشن ہو گیا اور تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین رضوان اللہ علیہم اجمعین کا بیس رکعت نماز تراویح پر ہمیشہ معمول رہا اور خود حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ۲۰ رکعت نماز تراویح ادا کرنے کا حکم ارشاد فرمایا اور یہی وجہ ہے کہ آج اہل سنت والجماعت اپنے خلفائے راشدین کے ارشادات کے سامنے سرِ تسلیم خم کرتے ہوئے ۲۰ رکعت نماز تراویح ادا کر کے اپنے اکابرین کی غلامی کا حق ادا کر رہے ہیں۔

اب آیئے بیس رکعت نماز تراویح کے بارے میں مستند و معتبر بزرگانِ دین کے نظریات بھی ملاحظہ فرمایئے۔

۲۰ رکعت کے بارے بزرگانِ دین کے نظریات

﴿امام شافعی، ترمذی اور سفیان ثوری کا نظریہ﴾

وَاَكْثَرَ اَهْلُ الْعِلْمِ عَلٰى مَارُوِىَ عَنْ عَلِيٍّ وَعُمَرَ وَغَيْرَهُمَا مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ عِشْرِيْنَ رَكْعَةً وَهُوَ قَوْلُ سُفْيَانَ ثَوْرِىْ وَابْنِ مُبَارَكٍ وَالشَّافِعِىْ وَقَالَ الشَّافِعِىْ هٰكَذَا اَدْرَكْتُ مَكَّةَ يُصَلُّوْنَ عِشْرِيْنَ رَكْعَةً ۔ (ترمذی شریف باب سوم)

ترجمہ: امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ اپنی شہرہ آفاق تصنیف "ترمذی شریف" میں نقل فرماتے ہیں اکثر اہل علم کا طریقہ وہی ہے جو حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور دوسرے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے ثابت ہے یعنی بیس رکعت نماز تراویح اور یہی قول سفیان ثوری، ابن مبارک اور امام شافعی رحمہم اللہ کا ہے اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مکہ معظمہ میں انہوں نے یہی دیکھا کہ لوگ بیس رکعت نماز (تراویح) پڑھتے تھے۔

﴿علامہ بدر الدین عینی رحمۃ اللہ علیہ کا نظریہ﴾

قَالَ ابْنُ عَبْدِالْبَرِّ وَهُوَ قَوْلُ جُمْهُوْرِ الْعُلَمَاءِ بِهٖ قَالَ الْكُوْفِيُّوْنَ وَالشَّافِعِىْ وَاَكْثَرَ الْفُقَهَاءِ وَهُوَ صَحِيْحٌ ۔ (عمدۃ القاری ج ۵ ص ۳۵۵)

ترجمہ: ابن عبدالبر نے فرمایا کہ (۲۰ رکعت نماز تراویح) جمہور علماء کا قول ہے۔ کوفی و امام شافعی اور اکثر فقہائے کرام بھی اسی کے قائل ہیں اور یہ (یعنی ۲۰ رکعت نماز تراویح) ہی صحیح ہے۔

﴿ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کا نظریہ﴾

فَصَارَ اِجْمَاعًا لِمَا رَوَى الْبَيْهَقِىْ بِاَسْنَادٍ صَحِيْحٍ اَنَّهُمْ كَانُوْا يُصَلُّوْنَ عَلٰى عَهْدِ عُمَرَ بِعِشْرِيْنَ رَكْعَةً ۔ (شرح وقایہ)

ترجمہ: امام بیہقی کی صحیح اسناد کی رو سے اس پر اجماع ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں بیس رکعت نماز تراویح پڑھتے تھے۔

﴾مولوی عبدالحیٔ دیوبندی کا نظریہ﴿

اِجْمَاعُ الصَّحَابَةِ عَلٰی اَنَّ التَّرَاوِيْحَ عِشْرُوْنَ رَكْعَةً ۔

ترجمہ: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اس بات پر اجماع ہے کہ بے شک تراویح ۲۰ رکعت ہے۔

اعتراضات کے جوابات

اعتراض: حدیث میں ہے کہ:

مَا كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَزِيْدُ فِيْ رَمَضَانَ وَلَا فِيْ غَيْرِهٖ عَلٰی اِحْدٰی عَشَرَةَ رَكْعَةً ۔

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان اور غیر رمضان میں گیارہ رکعت سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے۔ جس سے ثابت ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ۸ رکعت نماز تراویح پڑھتے تھے کیوں کہ حدیث میں گیارہ رکعت کا تذکرہ ہے جس میں سے ۸ رکعت تراویح اور ۳ وتر ہیں۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ تراویح ۸ رکعت ہے ۲۰ نہیں۔

جواب: اس حدیث سے ۸ رکعت نماز تراویح کا استدلال اس لئے غلط ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رمضان اور غیر رمضان میں گیارہ رکعت نماز پڑھتے تھے جیسا کہ تمہاری مذکورہ حدیث سے ثابت ہے۔ تراویح کی نماز صرف رمضان میں ہوتی ہے غیر رمضان میں نہیں جب کہ تمہاری پیش کردہ حدیث میں غیر رمضان کا بھی ذکر ہے لہٰذا تسلیم کرنا پڑے گا کہ مذکورہ بالا حدیث میں گیارہ رکعت نماز کا تعلق نماز تہجد اور وتر کے ساتھ ہے نہ کہ نماز تراویح کے ساتھ کیوں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت مبارکہ تھی کہ آپ ۳ رکعت وتر کو ۸ رکعت نماز تہجد کے ساتھ ادا فرماتے تھے اور اس طرح یہ گیارہ رکعتیں بن جاتی تھیں لہٰذا تمہارا اس حدیث سے ۲۰ رکعت نماز تراویح کا استدلال غلط ہے۔

اعتراض: امام مالک حضرت سائب بن یزید سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ابی ابن کعب اور حضرت تمیم داری کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو گیارہ رکعت نماز پڑھائیں جس میں تین وتر اور ۸ رکعت تراویح ہے۔ جس سے ثابت ہوا کہ نماز تراویح ۸ رکعت ہے۔

جواب: آپ کی پیش کردہ روایت مضطرب ہے۔

حدیث مضطرب: ایسا راوی کہ جس کے قول و فعل میں اختلاف ہو اس کی روایت کو مضطرب کہتے ہیں۔

اس حدیث کے راوی محمد بن یوسف مضطرب ہیں کیوں کہ موطا امام مالک کی روایت میں ان سے گیارہ

رکعت نماز تراویح ثابت ہے اور عبدالرزاق نے انہی سے محمد بن اسحاق کے طرق سے تیرہ رکعت نماز تراویح ثابت ہے اور عبدالرزاق نے انہی (یعنی محمد بن یوسف) سے دوسری روایت میں اکیس رکعت نماز تراویح نقل کی ہے۔

لہٰذا ثابت ہوا کہ جب ایک ہی راوی ایک جگہ گیارہ رکعت نماز تراویح بیان کر رہا ہے دوسری جگہ ۱۳ رکعت اور تیسرے مقام پر ۲۱ رکعت نماز تراویح نقل کر رہا ہے تو اس کی روایت غیر مقبول ہوتی ہے کیوں کہ ایک ہی راوی کے قول میں اختلاف ہے۔ لہٰذا اس کی روایت سے کوئی حکم ثابت نہیں ہوسکتا۔ چنانچہ ۸ رکعت نماز تراویح کے ثبوت میں یہ روایت پیش کرنا غیر صحیح ہے۔

واللہ یھدی من یشاء الی صراط مستقیم





دیوبندیوں سے اختلاف کی اصل وجہ

کرے مصطفیٰ کی اہانتیں کھلے بندوں اس پہ یہ جراتیں
کہ میں کیا نہیں ہوں محمدی! ارے ہاں نہیں ارے ہاں نہیں



اسے ضرور پڑھیں

قارئین کرام ہماری پچھلی مذکورہ بحث کے بعد آپ کے ذہن میں یہ سوال ضرور پیدا ہوا ہوگا کہ جب ان تمام موضوعات مثلاً علمِ غیب، حیاتِ انبیاء، حاضر و ناظر، نور و بشر، استمداد غیر اللہ، مولود شریف اور ایصالِ ثواب میں بریلویوں اور دیوبندیوں میں کوئی اختلاف نہیں ہے تو پھر جھگڑا کس بات کا تو یقیناً آپ کا یہ سوال بالکل درست ہے اور یہ واقعی حقیقت ہے کہ علماء بریلوی اور علماء دیوبند کا ان مسائل میں کوئی اختلاف نہیں یہ نزاع تو سارا دیوبندیوں کے خطیبوں اور جاہل مولویوں کی پیداوار ہے۔ بریلویوں اور دیوبندیوں میں اختلاف کی اصل وجہ کیا ہے آیئے اس موضوع پر گفتگو کرتے ہیں لیکن اتنا ضرور ذہن نشین رکھ لیں کہ علمائے دیوبند کے لئے پہلے سے اگر کوئی نرم گوشہ آپ کے دل میں موجود ہے تو اس کتاب کے مطالعہ کا آپ پر قدرتی ردعمل یہ ہوگا کہ آپ غصے کی جھنجلاہٹ میں اسے بند کر کے کہیں ایک طرف رکھ دیں گے لیکن اگر آپ بردبار، معاملہ فہم اور صاحب فکر سلیم ہیں اور واقعات کی تہہ میں اتر کر حقائق کی تلاش کا جذبہ اعتدال کے ساتھ آپ کے اندر موجود ہے تو آپ یہ جاننے کی ضرورت کوشش کریں گے کہ علمائے دیوبند ایک ملک گیر محاذ جنگ کی بنیاد کیوں پڑی۔ بحث و مناظرہ کے وہ حقیقی اسباب و علل کیا تھے جن کے زیر اثر سالہا سال تک پورے ملک میں یہ معرکے گرم رہے۔

یہ نزاع دو چار آدمیوں تک محدود ہوتا تو اسے شخصی یا خاندانی مفادات کی آویزش کہہ کر نظر انداز کیا جا سکتا تھا لیکن علمائے دیوبند کے خلاف مذہبی پیکار کا دائرہ اتنا وسیع ہے کہ ملک ہی نہیں بیرون ملک کا بھی بہت بڑا خطہ اس کی لپیٹ میں ہے۔ مساجد سے لے کر مدارس تک مذہبی زندگی کے سارے شعبے اس اختلاف سے اس درجہ متاثر ہیں کہ دیہات سے آفاق تک پوری قوم دو ملتوں میں تقسیم ہوگئی اس لئے اس ہمہ گیر اختلاف کو دیوبند اور بریلی کا شخصی نزاع قرار دے کر اس کے حقیقی محرکات سے چشم پوشی ہیں کی جا سکتی۔

نہایت افسوس اور قلق کے ساتھ مجھے پاک و ہند کے مسلم مورخین سے شکوہ ہے کہ انہیں آج تک یہ توفیق

نہیں ہوئی کہ وہ غیر جانبداری کے ساتھ علمائے دیوبند کے خلاف ان مذہبی بے چینیوں کی صحیح بنیاد معلوم کرتے جو ملک و بیرون ملک کروڑ ہا کروڑ مسلمانوں کے درمیان نصف صدی سے پھیلی ہوئی ہیں اور جس کے نتیجے میں مسلم معاشرہ ایک نہ ختم ہونے والے رُوحانی کرب اور ذہنی وفکری انتشار کا شکار ہے۔ ہماری مظلومی کے ساتھ اس سے بڑھ کر دردناک مذاق اور کیا ہوسکتا ہے کہ عین بے خبری کی حالت میں ہمارے احتجاج کو فتنہ انگیزی سے تعبیر کیا حالانکہ اپنے غم و غصے اور اپنے جذبے کی تباہیوں کا اظہار ہر مظلوم کا واجبی حق ہے۔

اتنی تمہید کے بعد اب ہم اس مذہبی نزاع کی پوری تفصیل اس امید کے ساتھ اہل علم کے سامنے پیش کر رہے ہیں کہ وہ اس روشنی میں نزاع کے اصل محرکات کا پتہ چلائیں گے بالفرض نگاہوں پر بوجھ ہو جب بھی یہ سرگزشت صبر وتحمل کے ساتھ پڑھئے کہ حقیقت کا متلاشی کسی گروہ کا طرف دار نہیں ہوتا کچھ کم ایک صدی سے ساری دُنیا میں دیوبند اور بریلی کی مذہبی آویزش کا جو شور برپا ہے اور جس کے ناخوشگوار اثرات پریس سے لے کر اسٹیج تک پوری طرح نمایاں ہیں وہ بلاوجہ نہیں ہیں اگر اس حقیقت کی تلاش کے لئے آپ نے اپنے ذہن کا دروازہ کھلا رکھا تو ذیل میں اس مذہبی نزاع کی حقیقی بنیاد پڑھئے جس نے اُمت کو دو ملتوں میں تقسیم کر دیا ہے۔

اپنی مذہبی سرشت کے اعتبار سے مسلمان کا جو والہانہ تعلق اپنے رسول اللہ ﷺ کی محترم ذات سے ہے وہ کسی سے مخفی نہیں ہے اس کا ایمان اپنے رسول ﷺ کی بارگاہ میں اتنا مؤدب اور حساس ہے کہ رسول ﷺ کی حرمت پر ذرا سی خراش بھی اسے برداشت نہیں ناموس رسول ﷺ کے تحفظ کے لئے ہندوستان کے مسلمانوں نے ہر دور میں جس والہانہ جذبے کے ساتھ اپنی فداکاریوں کا مظاہرہ کیا وہ تاریخ کا جانا پہچانا واقعہ ہے۔

حب رسول ﷺ کی وابستگی کا یہ رخ بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ کسی گستاخ کے خلاف غم وغصہ اور نفرت وغضب کے اظہار کے سوال پر کبھی یہ نہیں دیکھا کہ نشانے پر کون ہے باہر کا ہو یا اندر کا جس نے بھی رسول ﷺ کی شان میں گستاخانہ جسارت کا اظہار کیا مسلمانوں کی غیرت ایمانی کی تلوار اس کے خلاف بے نیام ہوگئی۔

آج ملعون رشدی کی زندہ مثال آپ کے سامنے ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی حرمت پر حملہ کر کے اس نے سارے عالمِ اسلام کو اپنا دشمن بنا لیا ہے۔ قابل رشک ہیں وہ شہیدان محبت جو رشدی کے خلاف اپنی غیرت ایمانی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنے آقا ﷺ کی عزت پر قربان ہوگئے۔

علمائے دیوبند کے خلاف بھی ہمارے غم وغصے کی سب سے بڑی بنیاد وہی ہے کہ ان کے اکابر نے اپنی بعض کتابوں میں رسول محترم ﷺ کی شان اقدس میں سخت گستاخانہ کلمات استعمال کئے ہیں۔ قارئین کرام! اب اکابرین دیوبند کے کفریہ وگستاخانہ کلمات انہی کی کتابوں سے پیش کئے جائیں گے اور پھر ردعمل کے طور

پر انہی کے علماء کے فتاویٰ بھی ذکر کئے جائیں گے لیکن حیرت کی بات یہ ہے کہ آج تک ان کی مہمل عبارات اور کفریہ کلمات فقط چھپ ہی نہیں رہے بلکہ ان کے مصنفین کو ولی کامل، بانی اسلام، حکیم الامت، قاسم العلوم کے القابات سے بھی نوازا جارہا ہے۔

﴿پیغمبر کے بارے اسماعیل دہلوی کا عقیدہ﴾

جیسا ہر قوم کا چوہدری اور گاؤں کا زمیندار سوان معنوں میں ہر پیغمبر اپنی اُمت کا سردار ہے۔

(تقویۃ الایمان ص ۵۴)

ایک اور جگہ لکھتے ہیں:

ہر مخلوق بڑا (یعنی نبی) ہو یا چھوٹا (یعنی غیر نبی مثلاً ولی) وہ اللہ کی شان کے آگے چمار سے بھی ذلیل ہے۔ (تقویۃ الایمان ص ۹۱۴)

ایک اور جگہ لکھتے ہیں:

اولیاء و انبیاء، امام و امام زادہ، پیر و شہید یعنی جتنے اللہ کے مقرب بندے ہیں وہ سب انسان ہی ہیں اور بندے عاجز اور ہمارے بھائی مگر ا کو اللہ نے بڑائی دی وہ بڑے بھائی ہوئے۔ (تقویۃ الایما ص ۵۸)

مزید لکھتے ہیں:

یعنی انسان آپس میں سب بھائی ہیں جو بڑا بزرگ ہو وہ بڑا بھائی ہے سو اس کی بڑے بھائی کی سی تعظیم کیجئے۔ (تقویۃ الایمان ص ۵۸)

ایک اور جگہ لکھتے ہیں:

اولیاء و انبیاء کی تعظیم انسانوں کی سی کرنی چاہیے جو بشر کی سی تعریف ہو، سو وہی کرو، سو ان میں بھی اختصار (یعنی کمی) کرو۔ (تقویۃ الایمان ص ۶۱۔۵۹)

﴿خلیل احمد انبیٹھوی دیوبندی کا عقیدہ﴾

اسماعیل دہلوی کے مذکورہ بالا عقیدے کی تصدیق اور اس کی تصحیح پر مہر ثبت کرتے ہوئے خلیل احمد صاحب لکھتے ہیں:

اگر کسی نے بوجہ بنی آدم ہونے کے آپ (یعنی حضور نبی کریم ﷺ کو بھائی کہا تو کیا خلاف نص یعنی قرآن وحدیث کے خلاف) کہہ دیا وہ تو خود نص (یعنی قرآن وحدیث) کے موافق کہتا ہے اس پر طعن کرنا قرآن وحدیث پر طعن ہے اور اس کے خلاف کہنا نص (یعنی قرآن وحدیث) کی مخالفت ہے۔

(براہین قاطعہ ص ۳)

خلاصہ: قارئین کرام! آپ نے اسماعیل دہلوی اور خلیل احمد انبیٹھوی کے عقائد پڑھے۔ ان کے نزدیک پیغمبر ﷺ بڑے بھائی کی مثل ہیں اور ان کی تعظیم و تعریف بس اتنی ہی کرنی چاہیے جتنی ایک بڑے بھائی کی کی جاتی ہے اور اسماعیل دہلوی نے توتوحید و رسالت کی بھیانک صورت پیش کر کے ظلم کی انتہا کر دی کہ جیسا کسی گاؤں کا چوہدری یا زمیندار ہوتا ہے۔ نبی کا مرتبہ بھی اتنا ہی ہے اور نبی اللہ کے سامنے چمار سے بھی ذلیل ہوتا ہے۔ نیز یہ کہ انبیاء کی تعظیم اتنی کرو جتنی کہ ایک بشر کی کی جاتی ہے بلکہ اس میں بھی کمی کرو۔ (نعوذ باللہ من ذٰلك)

اب اسماعیل دہلوی اور خلیل احمد انبیٹھوی کے عقائد پر ردِّ عمل کا اظہار کرتے ہوئے علمائے دیوبند کا فتویٰ بھی پڑھئے۔

﴿دیوبندیوں کا متفقہ فتویٰ﴾

جو اس کا قائل ہو کہ نبی کریم ﷺ کو ہم پر بس اتنی ہی فضیلت ہے جتنی بڑے بھائی کو چھوٹے بھائی پر ہوتی ہے تو اس کے متعلق ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ وہ دائرہ ایمان سے خارج ہے۔ (المہند ص ۲۳)

﴿انور شاہ کاشمیری کا نظریہ﴾

تمام علماء کا اس بات پر اجماع ہے کہ نبی پاک ﷺ کی گستاخی و توہین، بے ادبی و تنقیص کرنے والا کافر ہے اور جو شخص اس کے کفر و عذاب میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔ کفر کے حکم کا دارومدار ظاہر پر ہے۔ قصد و نیت اور قرائن حال پر نہیں۔ علماء نے فرمایا کہ انبیاء علیہم السلام کی شان میں جرأت و دلیری کفر ہے اگرچہ توہین مقصود نہ بھی ہو۔ (اکفار الملحدین ص ۶۴۔۹۱)

خلاصہ: قارئین کرام! آپ نے اسماعیل دہلوی اور خلیل احمد انبیٹھوی کے عقائد ملاحظہ فرمائے جو نبی کریم ﷺ کی فضیلت کے بس اتنے ہی قائل ہیں جتنی ایک بڑے بھائی کو چھوٹے بھائی پر ہوتی ہے اور پھر دیگر علمائے دیوبند نے اس عقیدہ کے ردِّ عمل کے طور پر کفر کا فتویٰ صادر کیا۔

حضرات محترم! بوجہ بنی آدم ہونے کے حضور نبی کریم ﷺ کو بڑا بھائی کہنے والوں کو کوئی اس طرح کہہ دے کہ اے علمائے دیوبند بوجہ بنی آدم ہونے کے یعنی حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد ہونے کے اعتبار سے فرعون، نمرود، ابوجہل، ابولہب وغیرہ بھی تمہارے بھائی ہوئے کیوں کہ وہ بھی آدم علیہ السلام کی اولاد ہیں۔ یقیناً کوئی دیوبندی اپنے آپ کو فرعون و نمرود وغیرہ کا بھائی کہلوانے کا سوچ بھی نہیں سکتا۔

حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنا بھائی کہا لیکن حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنی زندگی میں کبھی بھی حضور ﷺ کو اپنا بھائی نہیں کہا۔ اسی طرح دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زندگیوں کا مطالعہ کریں کسی صحابی سے

ثابت نہیں کہ انہوں نے اپنی پوری زندگی میں نبی کریم ﷺ کو اپنا بھائی کہا ہو تو کیا اسماعیل دہلوی اور خلیل انبیٹھوی کا مقام صحابہ سے بھی بڑھ گیا ہے کہ وہ نبی ﷺ کو اپنا بھائی کہیں۔

﴿علم مصطفیٰ ﷺ اور علم شیطان کے بارے خلیل احمد انبیٹھوی کا عقیدہ﴾

حضور نبی کریم ﷺ اور شیطان لعین کے علم کے بارے میں خلیل احمد انبیٹھوی صاحب اپنا عقیدہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

الحاصل غور کرنا چاہیے کہ شیطان و ملک الموت کا حال دیکھ کر علم محیط زمین کا فخر عالم (یعنی حضور نبی کریم ﷺ) کو خلاف نصوص قطعیہ کے بلا دلیل محض قیاس فاسدہ سے ثابت کرنا شرک نہیں تو کون سا ایمان کا حصہ ہے۔ شیطان و ملک الموت کو یہ (یعنی علم) کی وسعت نص (یعنی قرآن و حدیث) سے ثابت ہوئی فخر عالم (یعنی حضور نبی کریم ﷺ) کی وسعت علمی کی کون سی نص (یعنی کون سا قرآن و حدیث سے ثبوت) قطعی ہے جس سے تمام نصوص کو رد کر کے ایک شرک ثابت کرتا ہے۔ (براہین قاطعہ ص ۵۱)

مطلب یہ کہ شیطان و ملک الموت کا علم قرآن و حدیث سے ثابت ہے جب کہ رسول اللہ ﷺ کے علم کے بارے میں قرآن وحدیث میں قطعیت کے ساتھ کوئی ثبوت نہیں۔

﴿علم مصطفیٰ ﷺ اور علم شیطان کے بارے حسین احمد ٹانڈوی دیوبندی کا عقیدہ﴾

ایک خاص علم کی وسعت آپ (یعنی حضور نبی کریم ﷺ) کو نہیں دی گئی اور ابلیس لعین کو دی گئی ہے۔

(شہاب ثاقب ص ۹۲)

<u>خلاصہ:</u> قارئین کرام! آپ نے علم مصطفیٰ ﷺ اور علم شیطان کے بارے میں خلیل احمد انبیٹھوی اور حسین احمد ٹانڈوی کے عقائد فاسدہ ملاحظہ فرمائے جن میں انہوں نے تسلیم کیا کہ شیطان و ملک الموت کا علم رسول اللہ ﷺ کے علم سے زیادہ ہے اور ساتھ یہاں تک کہہ دیا کہ شیطان کا علم قرآن وحدیث سے ثابت ہے جب کہ رسول اللہ ﷺ کے علم پر قطعیت کے ساتھ کوئی ثبوت نہیں۔

اب ان کے عقائد باطلہ کا جواب اگر ہم دیں گے تو شاید ہماری بات کو شدت پسندی یا دیوبندیوں کے خلاف بُغض وعناد سمجھ کر صرف نظر کا مظاہرہ کرتے ہوئے حقیقت سے منہ موڑ لیا جائے لہٰذا اس کا جواب انہی کے اکابرین کی زبانی سنئے۔

﴿مرتضیٰ حسن دربھنگی دیوبندی کا فتویٰ﴾

جو کوئی رسول اللہ ﷺ کی تنقیص شان کرے آپ ﷺ کے علم سے علم شیطان لعین کو زیادہ کہے یا آپ

ﷺ کے علم کے برابر کہے وہ کافر ہے، مرتد ہے، ملعون ہے، جہنمی ہے۔ فخر عالم ﷺ اعلم الخلق (مخلوق میں سب سے زیادہ علم رکھنے والے) ہیں۔ زیادہ کے کیا معنی آپ ﷺ کے علم کے برابر بھی کوئی نہیں ہوسکتا۔

(اشد العذاب ص ۱۴)

﴿رشید احمد گنگوہی دیوبندی کا فتویٰ﴾

میں اور میرے اساتذہ ایسے شخص کو کافر و مرتد و ملعون جانتے ہیں جو شیطان کیا کسی مخلوق کو بھی جناب سرورِ دوعالم ﷺ سے علم میں زیادہ کہے۔ (قطع الوتن ص ۷) (الختم علی لسان الخصم ص ۶)

﴿علمائے دیوبند کا متفقہ فتویٰ﴾

ہمارا یقین ہے کہ جو شخص یہ کہے کہ فلاں شخص نبی کریم ﷺ سے اعلم (زیادہ علم رکھنے والا) ہے وہ کافر ہے اور ہمارے حضرات اس شخص کے کافر ہونے کا فتویٰ دے چکے ہیں جو یوں کہے کہ شیطان ملعون کا علم نبی ﷺ سے زیادہ ہے۔ (المہند ص ۲۵)

﴿علمِ غیب کے بارے اسماعیل دہلوی کا عقیدہ﴾

غیب کا بات اللہ ہی جانتا ہے رسول اللہ ﷺ کو کیا خبر۔ (تقویۃ الایمان ص ۵۶)

ایک اور جگہ لکھتے ہیں:

کسی انبیاء و اولیاء، امام و شہید کے جناب میں ہرگز یہ عقیدہ نہ رکھے کہ وہ غیب کی بات جانتے ہیں بلکہ حضرت پیغمبر ﷺ کے بھی جناب میں یہ عقیدہ نہ رکھے اور نہ ان کی تعریف میں ایسی بات کہے۔

(تقویۃ الایمان ص ۲۵)

﴿علمِ غیب کے بارے رشید گنگوہی کا عقیدہ﴾

رشید احمد گنگوہی صاحب حضور نبی کریم ﷺ کے علمِ غیب کی نفی کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اور یہ عقیدہ رکھنا کہ آپ ﷺ کو علمِ غیب حاصل تھا، صریحاً شرک ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ ج ۲ ص ۱۴۱)

ایک اور جگہ لکھتے ہیں کہ علمِ غیب خاصہ حق تعالیٰ کا ہے اس لفظ کا کسی تاویل سے دوسرے پر اطلاق کرنا ایہام شرک سے خالی نہیں (یعنی علمِ غیب کا لفظ کسی بھی تاویل سے ثابت کیا جائے غیر اللہ کے لئے بولنا شرک ہے)۔ (فتاویٰ رشیدیہ ج ۳ ص ۳۲)

مزید بہتان تراشی کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

پس اس میں ہر چہار ائمہ مذاہب جملہ علماء متفق ہیں کہ انبیاء کرام علیہم السلام غیب پر مطلع نہیں ہیں۔

(مسئلہ در علم غیب ص ۲)

خلاصہ: رشید احمد گنگوہی اور اسماعیل دہلوی کے نزدیک ثابت ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کو علمِ غیب حاصل نہیں ہے اور آپ ﷺ کے لئے علمِ غیب ماننا شرک ہے بلکہ رشید صاحب نے تو یہاں تک کہہ دیا کہ کسی تاویل کے ذریعے بھی علمِ غیب ثابت کرنا موہم شرک ہے۔ مثلاً کوئی شخص یوں کہے کہ نبی کریم ﷺ کو اللہ کی عطاء سے علمِ غیب حاصل ہے اور آپ کا علم عطائی ہے یا یوں کہا جائے کہ آپ ﷺ کا علمِ غیب اللہ تعالیٰ کے علمِ غیب کے سامنے قطرے کے برابر بھی نہیں تو رشید صاحب کے نزدیک یہ بھی شرک ہے۔

اب ہم بولیں گے تو شائد شکایت ہو گی لہٰذا اس کا جواب بھی اکابرین علمائے دیوبند کی زبانی سنئے۔

﴿حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کا فتویٰ﴾

لوگ کہتے ہیں کہ علمِ غیب انبیاء و اولیاء کو نہیں ہوتا کہ اہل حق جس طرف نظر کرتے ہیں دریافت و ادراک غیبیات کا ان کو ہوتا ہے (یعنی انبیاء و اولیاء جس طرف نگاہ کرتے ہیں غیبوں کو جان لیتے ہیں)۔

(امداد المشتاق ص ۲۷) (شمائم امدادیہ ج ۲ ص ۱۱۵)

﴿شبیر احمد عثمانی کا فتویٰ﴾

یہ پیغمبر ﷺ ہر قسم کے غیوب کی خبر دیتا ہے، ماضی سے متعلق ہوں یا مستقبل سے یا اللہ کے اسماء و صفات سے یا احکام شرعیہ سے یا مذہب کی حقیقت و بطلان سے یا جنت و دوزخ کے احوال سے یا واقعات بعد الموت سے اور ان ہی چیزوں کے بتلانے میں (رسول اللہ ﷺ) ذرا بخل نہیں کرتا۔ (حاشیہ قرآن ص ۷۶۴)

ایک اور جگہ لکھتے ہیں:

وہ اللہ اپنے رسولوں کا انتخاب کر کے جس قدر غیوب کی یقینی اطلاع نہیں دی جاتی انبیاء علیہم السلام کو دی جاتی ہے۔ (حاشیہ قرآن ص ۹۵)

﴿مرتضیٰ حسن در بھنگی دیوبندی کا فتویٰ﴾

حفظ الایمان میں اس امر کو تسلیم کیا گیا ہے کہ سرکارِ دوعالم ﷺ کو علمِ غیب بعطائے الٰہی حاصل ہے۔

(توضیح البیان ص ۱۳)

﴿مہتمم مدرسہ دیوبند قاری طیب کا فتویٰ﴾

خلاصہ یہ کہ جیسے علمِ غیب اللہ کی ذات کے ساتھ مخصوص ہے جس میں کوئی غیر اللہ شریک نہیں ایسے ہی

اللہ کی جانب سے غیب پر مطلع ہونا رسولوں کے ساتھ مخصوص ہے جس میں کوئی رسول شریک نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہم نے رسول کو غیب پر مطلع کر دیا ہے۔ (علمِ غیب ص ۳۴)

﴾قاسم نانوتوی اور احسن گیلانی دیوبندی کا فتویٰ﴿

احسن گیلانی صاحب ایک معروضہ اور پھر قاسم نانوتوی صاحب کی طرف سے اس کا جواب نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

قرآن مجید میں ایک سے زیادہ جگہ پر فرمایا ہے کہ "الغیب" کا علم حق تعالیٰ کے سوا اور کسی کو نہیں ہے لیکن اسی کے ساتھ قرآن ہی میں ہے کہ اپنے رسولوں میں جسے چاہتا ہے اللہ تعالیٰ غیب سے مطلع فرماتا ہے اب سوال یہی ہے کہ غیر اللہ کو غیب کا علم جو عطا ہوتا ہے اس پر بھی علمِ غیب کا اطلاق ہوسکتا ہے یا نہیں۔ حضرت والا (یعنی قاسم نانوتوی صاحب) نے ارقام فرمایا یعنی لکھا ہے کہ پس غیر اللہ کی طرف علمِ غیب کو منسوب کرنے کا یہ مطلب کوئی نہیں سمجھتا کہ بالذات غیب کا علم ان کو حاصل ہے بلکہ یہی سمجھتے ہیں کہ غیب کے اس علم سے حق تعالیٰ نے ان کو سرفراز کیا ہے۔ (سوانح قاسمی ص ۵۸)

﴾علمِ غیب کے بارے اشرف علی تھانوی کا عقیدہ﴿

علم مصطفیٰ ﷺ کے بارے میں اشرف علی تھانوی صاحب یوں رقم طراز ہیں:

"پھر یہ کہ آپ ﷺ کی ذات مقدسہ پر علمِ غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل غیب، اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور ﷺ کی ہی کیا تخصیص یعنی خصوصیت ہے ایسا علمِ غیب تو زید و عمر بلکہ ہر صبی یعنی بچہ و مجنون یعنی پاگل بلکہ جمیع حیوانات و بہائم یعنی تمام جانوروں اور چوپایوں کے لئے بھی حاصل ہے"۔ (حفظ الایمان ص ۷)

خلاصہ: قارئین! اشرف علی تھانوی نے حضور نبی کریم ﷺ کے علمِ غیب کو زید و عمر و بچے بلکہ حیوانات و چوپایوں کے ساتھ تشبیہ دیتے ہوئے آپ کے علمِ غیب کو جانوروں و بچوں کے علمِ غیب کے برابر تسلیم کیا۔ اب اشرف علی تھانوی صاحب کے اس عقیدہ پر دیوبندیوں کے پیشواؤں کا ردِعمل بھی ملاحظہ فرمائیے۔

﴾علمائے دیوبند کا فتویٰ﴿

جو شخص نبی ﷺ کے علم کو زید و بکر و بہائم و مجانین کے علم کے برابر سمجھے یا کہے وہ قطعاً کافر ہے۔ (المہند ص ۳۰)

﴿مرتضیٰ حسن دربھنگی کا فتویٰ﴾

جو کوئی آپ ﷺ کے علم کے برابر صبیان و مجانین و بہائم کو کہے وہ کافر ہے، مرتد ہے، ملعون ہے، جہنمی ہے۔ (اشد العذاب ص ۱۴)

﴿تقویۃ الایمان کے بارے رشید احمد گنگوہی کا نظریہ﴾

کسی نے رشید احمد گنگوہی صاحب سے اسماعیل دہلوی کی کتاب تقویۃ الایمان کے بارے میں سوال کیا۔

سوال: کتاب تقویۃ الایمان کیسی کتاب ہے اس کو اچھا سمجھنا اور اس کا درس کرنا اور اس پر عمل کرنا کیسا ہے؟
جواب: کتاب تقویۃ الایمان نہایت عمدہ اور سچی کتاب اور موجب قوت و اصلاح ایمان کی ہے اور قرآن و حدیث کا مطلب پورا اس میں ہے اس کا مؤلف ایک مقبول بندہ ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ ص ۲۲۴ مطبع مکتبہ رحمانیہ)

﴿تقویۃ الایمان کے بارے اشرف علی تھانوی کا نظریہ﴾

اسماعیل دہلوی کی کتاب تقویۃ الایمان کے بارے میں اشرف علی تھانوی صاحب اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

(اسماعیل دہلوی کی کتاب) تقویۃ الایمان میں بعض الفاظ جو سخت واقع ہو گئے ہیں یہ بے شک بے ادبی اور گستاخی ہے تقویۃ الایمان کے ان الفاظ کو استعمال بھی نہ کیا جاوے گا۔ (فتاویٰ امدادیہ ج ۴ ص ۱۱۹)

خلاصہ: قارئین کرام! دیکھا آپ نے دیوبندیوں کی دوغلی پالیسی، ایک پیشوا تقویۃ الایمان کو عمدہ سچی کتاب اور ایمان کی تقویت و اصلاح کی ڈگری دے رہا ہے اور اس کے مصنف اسماعیل دہلوی کی شان و عظمت کے گن گاتے ہوئے اسے مقبولیت کی سند سے نواز رہا ہے لیکن دوسرا پیشوا ان الفاظ کو بے ادبی اور گستاخی پر مشتمل ہونے کا فتویٰ صادر کرنے کے ساتھ ساتھ اس کے استعمال یعنی مطالعہ نہ کرنے کی تلقین کر رہا ہے۔ لیکن افسوس کی بات یہ ہے کہ یہ کتاب آج تک مسلسل چھپ رہی ہے اور اس کی کفریہ عبارات اس میں ابھی تک درج ہیں۔

﴿عرس و میلاد کے بارے رشید احمد گنگوہی کا عقیدہ﴾

رشید احمد گنگوہی صاحب سے کسی نے سوال کیا۔

سوال: جس عرس میں صرف قرآن شریف پڑھا جاوے اور تقسیم شیرینی ہو اس میں شریک ہونا جائز ہے کہ

نہیں؟

جواب: کسی عرس اور مولود میں شریک ہونا درست نہیں اور کوئی سا مولود اور عرس درست نہیں۔

(فتاویٰ رشیدیہ ج ۳ ص ۹۴)

ایک اور جگہ لکھتے ہیں:

سوم، دہم اور چہلم، جملہ رسوم ہنود یعنی ہندیوں کی ہیں۔ (فتاویٰ رشیدیہ ج ا ص ۹۹)

مزید لکھتے ہیں:

انعقاد مجلس مولود ہر حال میں ناجائز ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ ج ا ص ۹۹)

﴿عرس و میلاد کے بارے خلیل احمد انبیٹھوی کا نظریہ﴾

جشن ولادت کے بارے میں انبیٹھوی صاحب اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

یہ ہر روز اعادہ ولادت کا مثل ہنود یعنی ہندوؤں کے سانگ کنہیا ولادت کا ہر سال کرتے ہیں (مطلب یہ کہ حضور نبی کریم ﷺ کے ولادت مبارکہ کا دن ہر سال منانا ہندوؤں کے سانگ کنہیا کا دن منانے کی مثل ہے کیونکہ وہ بھی ہر سال یہ دن مناتے ہیں)۔

خلاصہ: رشید احمد گنگوہی کے نزدیک محفل میلاد النبی ﷺ یا کسی بزرگ کا عرس وغیرہ منانا درست نہیں اور نہ ہی کسی محفل میلاد میں شریک ہونا جائز ہے اور فقط اسی پر ہی اکتفا نہیں کیا بلکہ یہاں تک کہہ دیا کہ اس قسم کی رسومات ہندوؤں کی ہیں اور ساتھ ہی خلیل احمد انبیٹھوی کے ملفوظات بھی پڑھیے۔ حضور نبی کریم ﷺ کے جشن ولادت کے بارے میں بُغض و عناد کا لاوہ کتنا شدید تھا کہ جب پھٹا تو نہ اپنوں کو دیکھا اور نہ پرائے کو۔ انبیٹھوی صاحب کی حسد کی انتہا دیکھیے کہ مولود مصطفیٰ ﷺ کو یہودیوں کے سانگ کنہیا کا دن منانے کے ساتھ تشبیہ دے ڈالی۔

اب گنگوہی صاحب اور انبیٹھوی صاحب کے بارے میں اگر ہم کچھ کہیں تو شاید شکایت ہوگی لہٰذا انہی کے علماء کے ملفوظات بھی سُن لیں۔

﴿میلاد کے بارے علمائے دیوبند کا متفقہ فتویٰ﴾

حضور نبی کریم ﷺ کے ولادت مبارکہ کو ہندوؤں کے فعل کے ساتھ تشبیہ دینے والے کے بارے میں علمائے دیوبند لکھتے ہیں:

(رسول اللہ ﷺ کے) ذکر ولادت شریفہ کو فعل کفار کے مشابہ کہنے والا مسلمان نہیں۔ (المہند ص ۳۰-۳۲)

﴿میلاد کے بارے امداد اللہ مہاجر مکی کا فتویٰ﴾

ہمارے علماء میلاد شریف میں بہت تنازع (جھگڑا) کرتے ہیں تاہم علماء جواز کی طرف بھی گئے ہیں جب صورت جواز موجود ہے پھر کیوں ایسا تشدد کرتے ہیں۔ (شمائم امدادیہ ص ۹۳)

مزید لکھتے ہیں:

اور مشرب فقیر کا یہ ہے کہ محفل مولود میں شریک ہوتا ہوں بلکہ ذریعہ برکات سمجھ کر ہر سال منعقد کرتا ہوں اور قیام میں لطف ولذت پاتا ہوں۔ (فیصلہ ہفت مسئلہ ص ۵)

﴿رحمت اللہ مہاجر مکی کا فتویٰ﴾

میرے اساتذۂ کرام کا اور میرا عقیدہ مولود شریف کے باب میں قدیم سے یہی ہے اور یہی تھا کہ انعقاد مجلس میلاد شریف بشرطیکہ منکرات سے خالی ہو جیسے گانا بجانا اور کثرت سے روشنی بے ہودہ نہ ہو بلکہ روایات صحیحہ کے مطابق ذکر معجزات اور ذکر ولادت حضرت محمد ﷺ کیا جائے اور بعد اس کے اگر طعام وشیرینی بھی تقسیم کی جائے اس میں کوئی حرج نہیں بلکہ اس زمانہ میں جو ہر طرف سے پادریوں کا شور اور بازاروں میں حضرت ﷺ اور ان کے دین کی مذمت کرتے ہیں اور دوسری طرف سے آریہ لوگ جو خدا ان کو ہدایت کرے پادریوں کی طرح ان سے زیادہ شور مچاتے ہیں اسی محفل کا انعقاد ان شرائط کے ساتھ جو میں نے اُوپر ذکر کیں اس وقت فرض کفایہ ہے۔ مسلمان بھائیوں کو بطور نصیحت کہتا ہوں کہ ایسی مجلس کرنے سے نہ روکیں اور اقوال بے جا جو منکر کی طرف جو تعصب سے کرتے ہیں ہرگز نہ التفات کریں اور معین یوم میں اگر یہ عقیدہ نہ ہو کہ اس دن کے سوا اور دن جائز نہیں تو کچھ حرج نہیں اور جو جواز اس کا جب بخوبی ثابت ہے اور قیام وقت ذکر میلاد کے چھ سو برس جمہور علمائے صالحین متکلمین اور صوفیاء اور علمائے محدثین نے جائز رکھا ہے۔ (انوار ساطعہ ص ۲۹۴)

<u>خلاصہ:</u> قارئین کرام! آپ نے ولادت مصطفیٰ ﷺ اور بزرگانِ دین کا عرس منانے کے بارے میں رشید احمد گنگوہی اور خلیل احمد انبیٹھوی کے عقائد پڑھے جس میں انہوں نے ولادت پاک کو فقط ناجائز ہی نہیں بتایا بلکہ اسے ہندوؤں کی رسم کے ساتھ تشبیہ دی جب کہ ان کے اکابرین نے ولادت مصطفیٰ ﷺ کی فقط تلقین ہی نہیں کی بلکہ اسے فرض کفایہ کا درجہ دیا۔ افسوس ہے کہ گنگوہی صاحب اور انبیٹھوی صاحب نے ولادت پاک کے عدم جواز کا فتویٰ صادر کرنے سے پہلے یہ بھی نہ سوچا کہ ان کے اپنے اکابرین جشن ولادت کے جواز کے قائل ہیں اور خود بھی مولود پاک مناتے رہے اب اگر بقول گنگوہی صاحب اور انبیٹھوی صاحب کے یہ ہندوؤں کی رسم ہے تو حاجی امداد اللہ صاحب اور رحمت اللہ مہاجر مکی اور دیگر علمائے دیوبند کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے کہیں آپ اس بات کا مصداق تو نہیں بن گئے۔

"گھر کو آگ لگی گھر کے چراغ سے"

﴾نداء غیر اللہ کے بارے اسماعیل دہلوی کا فتویٰ﴿

غیر اللہ سے مدد طلب کرنے کے بارے میں اسماعیل دہلوی صاحب لکھتے ہیں:

جو کوئی کسی کا نام اٹھتے بیٹھتے لیا کرے اور دُور و نزدیک سے پکار کرے بلا کے مقابلے میں اس کی دہائی دیوے اور دشمن پر اس کا نام لے کر حملہ اور اس کے نام کا ختم پڑھے یا شغل کرے یا اس کی صورت کا خیال باندھے کہ جو خیال و وہم میرے دل میں گزرتا ہے وہ سب سے واقف ہے سو ان باتوں سے مشرک ہو جاتا ہے خواہ یہ عقیدہ انبیاء و اولیاء سے رکھے خواہ پیر و شہید سے خواہ امام زادہ سے خواہ بھوت و پڑی سے پھر خواہ یوں سمجھے کہ یہ بات ان کو اپنی ذات سے ہے خواہ اللہ کے دینے سے غرض اس عقیدے سے ہر طرح شرک ثابت ہوتا ہے۔ (تقویۃ الایمان ص ۹)

خلاصہ: اسماعیل دہلوی کے نزدیک غیر اللہ کو دُور و نزدیک سے پکارنا یا اس سے کسی طرح کی مدد طلب کرنا شرک ہے یہاں تک کہ اگر کوئی اس نظریہ سے پکارتا ہے کہ جس کو پکار رہا ہوں وہ بعطائے الٰہی دینے پر قادر ہے تو پھر بھی شرک ہے۔

اسماعیل صاحب کے نظریہ کے بعد اب آیئے دیگر علمائے دیوبند سے اس نظریہ کے بارے میں سوال کرتے ہیں کہ آیا نداء غیر اللہ کے بارے میں وہ کیا کہتے ہیں اور دُور و نزدیک سے کسی مقبول بندہ کو نداء کرنا کیسا ہے؟

﴾حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کی نداء﴿

رسول اللہ ﷺ کی بارگاہِ بے کس پناہ میں نداء کرتے ہوئے حاجی صاحب لکھتے ہیں:

اے رسول ﷺ کبریا فریاد ہے
یا محمد مصطفیٰ ﷺ فریاد ہے
سخت مشکل میں پھنسا ہوں آج کل
اے میرے مشکل کشا فریاد ہے
قید غم سے اب چھڑا دیجئے مجھے
یا شہ ہر دو سرا فریاد ہے

(کلیاتِ امدادیہ ص ۹۸)

﴿قاسم نانوتوی کی نداء﴾

مدد کر اے کرم احمدی کہ تیرے سوا
نہیں ہے قاسم بے کس کا کوئی حامی کار
مگر کرے رُوح القدس میری مدد گاری
تو اس کی مدح میں، میں بھی کروں رقم اشعار

مزید لکھتے ہیں:

کروڑوں جرموں کے آگے یہ نام کا اسلام
کرے گا "یا نبی اللّٰہ" کیا میرے پہ پکار
یہ سُن کے آپ شفیع گناہ گاراں ہیں
کئے ہیں میں نے اکٹھے گناہ کے انبار
جو تو ہی ہم کو نہ پوچھے تو کون پوچھے گا
بنے گا کون ہمارا تیرے سوا غم خوار

(قصائد قاسمی ص ۵،۶،۷)

﴿اشرف علی تھانوی کی نداء﴾

یَا شَفِیْعَ الْعِبَادِ خُذْ بِیَدِیْ
اَنْتَ فِی الْاِضْطِرَارِ مُعْتَمَدِیْ
لَیْسَ لِیْ مَلْجَاءٌ سِوَاكَ اَغِثْ
مَسَّنِیَ الضُّرُّ سَیِّدِیْ سَنَدِیْ
یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بَابُكَ لِیْ
مِنْ غَمَامِ الْغُمُوْمِ مُلْتَحِدِیْ
لَیْتَنِیْ كُنْتُ تُرْبُ طَیْبَۃٍ كَمْ
فَالْتَمَبَتْ النِّعَالِ ذَاكَ قَدَمِیْ

(نشر الطیب ص ۱۶۴)

ترجمہ: اے بندوں کی شفاعت فرمانے والے میری دستگیری فرمائیں۔ آپ ہی میری ہر مشکل میں آخری امید ہیں۔ آپ کے سوا میرا کوئی ملجاء (پناہ) نہیں۔ میرے سردار میرے مولا میری

فریاد سنیں۔ مجھے ضرر نے گھیرا ہوا ہے یارسول اللہ ﷺ میں ہوں اور آپ ﷺ کا در ہے غم کے بادل مجھے کہیں گھیر نہ لیں اے کاش میں خاک ہو جاتا اور آپ ﷺ کی نعل بوسی میرے لئے کافی ہوتی۔

خلاصہ: علمائے دیوبند کے نظریات سے ثابت ہوا کہ ندائے غیر اللہ جائز و مستحسن ہے اور معتبر علمائے دیوبند نے حضور نبی کریم ﷺ کو نداء بھی کی اور آپ سے مدد بھی چاہی جبکہ اسماعیل دہلوی کے فتویٰ میں ندائے غیر اللہ کو شرک اور نداء کرنے والے کو مشرک کہا گیا ہے۔ اب یا تو اسماعیل دہلوی کے فتویٰ کی رو سے علمائے دیوبند مشرک ہوئے یا پھر اسماعیل دہلوی خود اپنے ایمان کی فکر کریں یا پھر ایسے فاسد نظریات سے اسماعیل دہلوی کے پیروکاروں کو توبہ کرنی چاہیے۔

﴿استمداد کے بارے اسماعیل دہلوی کا نظریہ﴾

اکثر لوگ پیروں کو اور پیغمبروں کو اور اماموں اور شہیدوں کو اور فرشتوں و پریوں کو مشکل کے وقت پکارتے ہیں اور ان سے مرادیں مانگتے ہیں اور ان کی منتیں مانتے ہیں حاجت برائے کے لئے ان کی نظر و نیاز کرتے ہیں سو وہ شرک میں گرفتار ہیں تمام زمین و آسمان میں کوئی کسی کا ایسا سفارشی نہیں ہے کہ اس کو ماننے اور اس کو پکارئیے تو کچھ فائدہ یا نقصان پہنچے۔ اللہ صاحب نے عالم میں کسی کو تصرف کرنے کی قدرت نہیں دی اور کوئی کسی کی حمایت نہیں کرسکتا مگر یہی پکارنا اور منتیں ماننی اور نظر و نیاز کرنی اور ان کو اپنا وکیل یا سفارشی سمجھنا یہی ان کا (مشرکین عرب) کا کفر و شرک تھا سو جو کوئی کسی سے ایسا معاملہ کرے گو کہ اس کو اللہ کا بندہ یا مخلوق سمجھے سو ابوجہل اور وہ شرک میں برابر ہے اور اس باب میں اولیاء و انبیاء میں اور جن و شیاطین میں اور بھت و پری میں کچھ فرق نہیں یعنی جو کوئی جس سے یہ معاملہ کرے گا وہ مشرک ہو جائے گا خواہ انبیاء و اولیاء سے کرے خواہ پیروں شہیدوں خواہ بھوت و پری سے یعنی اللہ جیسے زبردست کے ہوتے ہوئے ایسے عاجز لوگوں (یعنی انبیاء و اولیاء) کو پکارنا کہ کچھ فائدہ اور نقصان نہیں پہنچا سکتے۔ (تقویۃ الایمان ص ۵،۷،۸،۲۹)

ایک اور جگہ لکھتے ہیں:

رسول اللہ ﷺ کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا۔ (تقویۃ الایمان ص ۵۶)

﴿غلام خان دیوبندی کا نظریہ﴾

کوئی کسی کے لئے حاجت روا مشکل کشا و دستگیر کس طرح ہوسکتا ہے ایسے عقائد والے لوگ کافر ہیں ان کا کوئی نکاح نہیں ایسے عقائد باطلہ پر مطلع ہو کر جو انہیں کافر و مشرک نہ کہے وہ بھی ویسا ہی کافر ہے۔

(جواہر القرآن ص ۱۴۷)

خلاصہ: قارئین کرام! اسماعیل دہلوی اور غلام خان کے نظریات وعقائد آپ نے ملاحظہ فرمائے جن میں غیر اللہ سے مدد طلب کرنے یا غیر خدا کو مشکل کشا ماننے کو کفر وشرک کہا گیا اور مدد طلب کرنے والے کو کافر اور مشرک ثابت کیا گیا ہے۔

اب غیر اللہ سے مدد طلب کرنے اور اسے مشکل کشا ماننے کے بارے میں دیگر علمائے دیوبند کے نظریات بھی ملاحظہ کریں۔

﴿اشرف علی تھانوی کا فتویٰ﴾

جو استعانت واستمداد (مدد طلب کرنا) بالمخلوق (مخلوق کے ساتھ) بااعتقاد علم وقدرت مستقل مستمد منہ ہو (یعنی مخلوق کو مستقل ذات سمجھ کر مدد طلب کرنا) شرک ہے اور جو بااعتقاد غیر مستقبل ہو اور وہ علم وقدرت کسی دلیل سے ثابت ہو (یعنی کسی مخلوق کو غیر مستقل ذات سمجھ کر مدد طلب کرنا) جائز ہے خواہ وہ مستمد منہ (جس سے مدد طلب کی جائے) حی (یعنی زندہ) ہو یا میت۔ (فتاویٰ امدادیہ ص ۹۹ ج ۴)

﴿استمداد کے بارے شبیر عثمانی کا فتویٰ﴾

ہاں اگر کسی مقبول بندہ کو محض واسطہ رحمت الٰہی اور غیر مستقل سمجھ کر استعانت ظاہری اس سے کرے تو یہ جائز ہے کہ یہ استعانت درحقیقت حق تعالیٰ سے ہی استعانت ہے۔ (حاشیہ قرآن ص ۲)

﴿استمداد کے بارے حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کا عقیدہ﴾

حاجی صاحب اپنے پیرومرشد مولانا نور محمد صاحب کی وفات کے بعد ان سے مدد طلب کرتے ہوئے عرض کرتے ہیں:

تم ہو اے نور محمد خاص محبوب خدا
ہند میں ہو نائب حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ
تم مدد گار ہو امداد کو پھر خوف کیا
عشق کی برن کے باتیں کانپتے ہیں دست و پا
اے شہ نور محمد وقت ہے امداد کا
آسرا دُنیا میں ہے از بس تمہاری ذات کا

(شمائم امدادیہ ص ۸۳)

﴿قاسم نانوتوی کا نظریہ﴾

مدد کر اے کرم احمدی کہ تیرے سوا
نہیں ہے قاسم بے کس کا کوئی حامی کار
مگر کرے رُوح القدس میری مدد گاری
تو اس کی مدح میں ، میں بھی کرد رقم اشعار

(قصائد قاسمی ص ۵)

﴿تعظیم غیر اللہ کے بارے اسماعیل دہلوی کا عقیدہ﴾

کسی پیر پیغمبر کو یا کسی کی قبر کو یا کسی کے تھان کو یا کسی کے چلہ کو کسی کے مکان کو یا کسی کے تبرک کو یا نشان کو یا ہاتھ باندھ کر کھڑا ہووے یا ایسے مکانوں میں دُور دور سے قصد کر کے جاوے یا وہاں روشنی کرے غلاف ڈالے چادر چڑھاوے رخصت ہوتے وقت الٹے پاؤں چلے ان کی قبر کو بوسہ دے ہاتھ باندھ کر التجا کرے مراد مانگے وہاں کے گرد و پیش کے جنگل کا ادب کرے اور اسی قسم کی باتیں کرے سو اس پر شرک ثابت ہوتا ہے۔ (تقویۃ الایمان ص ۱۰۸)

خلاصہ: قارئین محترم! اسماعیل دہلوی کے عقیدہ کے مطابق کسی بزرگ کے مزار پر ادب سے کھڑا ہونا یا اس کے کسی تبرک کو بوسہ دینا یا کسی نبی یا ولی کے مزار کی زیارت کے لئے سفر کرنا یا بزرگ کے مقام اور تبرک کی تعظیم و ادب کرنا سب شرک ہے اور ایسا فعل کرنے والا مشرک ہے۔ آیئے اس بونگے عقیدے کے بعد دیگر علمائے دیوبند کے تاثرات پڑھیے اور پھر دیکھیے کہ کس طرح اسماعیل دہلوی کی زہر آلود شرکیہ تلوار نے اپنے کو دیکھانے پرائے کو گاجر مولی کی طرح گردنیں کاٹ کر عبد الوہاب نجدی کی وہ یاد تازہ کر دی جس نے عرب کے مسلمانوں کی گردنیں حقیقی تلوار سے کاٹیں تھیں۔

﴿تعظیم غیر اللہ کے بارے رشید احمد گنگوہی کا عقیدہ﴾

گنگوہی صاحب کے کسی چاہنے والے ان کی ایک آپ بیتی سناتے ہوئے لکھا ہے:

حضرت مولانا گنگوہی نے بیان فرمایا کہ جب میں ابتداء گنگوہ کی خانقاہ میں آ کر مقیم ہوا ہوں تو خانقاہ میں بول و براز نہ کرتا تھا بلکہ باہر جنگل جاتا تھا کہ شیخ (یعنی گنگوہی صاحب کے پیر و مرشد) کی جگہ ہے۔ حتیٰ کہ لیٹنے اور جوتے پہن کر چلنے پھرنے کی ہمت نہ ہوتی تھی۔ (آپ بیتی ص ۹۴۰) (ارواح ثلاثہ ص ۲۶۴)

خلاصہ: گنگوہی صاحب کی اپنے پیر و مرشد سے عقیدت و محبت کا اندازہ کیجئے کہ اپنے پیر کی رہائش گاہ پر

جوتے پہننا حتیٰ کہ لیٹنا تک گوارا نہیں کرتے کہ بے ادبی ہو جائے گی۔ حضرات گرامی یہ وہی گنگوہی صاحب ہیں جنہوں نے اسماعیل دہلوی کی تقویۃ الایمان کو عمدہ سچی کتاب اور ایمان کی تقویت و اصلاح کی ڈگری سے نوازہ تھا۔ اب اسماعیل دہلوی کے غیر اللہ کی تعظیم کے بارے میں مذکورہ بالا فتوے اور گنگوہی صاحب کے عقیدے کا خود موازنہ کر کے نتیجہ مرتب کر لیجئے گا۔

﴿تعظیم غیر اللہ کے بارے محمد زکریا کا عقیدہ﴾

مولانا محمد ذکریا صاحب، حسین احمد مدنی اور عبدالقادر رائے پوری سے محبت و عقیدت کا اظہار کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

میں (یعنی محمد ذکریا) نے عرض کی کہ حضرت آپ دونوں کی جوتیوں کی خاک اپنے سر پر ڈالنا باعث نجات اور فخر اور موجب عزت سمجھتا ہوں۔ (آپ بیتی ۳۸۹)

ایک اور جگہ اپنے مولانا محمد یعقوب دیوبندی صاحب کی قبر کی مٹی کو باعث برکت تسلیم کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

. ایک مرتبہ ہمارے نانوتہ میں جاڑا بخار کی کثرت ہوئی سو جو شخص مولانا (یعقوب صاحب) کی قبر سے مٹی لے جا کر باندھ لیتا اسے آرام ہو جاتا۔ (آپ بیتی ص ۹۸۲) (ارواح ثلاثہ ص ۲۹۵)

﴿تعظیم غیر اللہ کے بارے اشرف علی تھانوی کا عقیدہ﴾

خانہ کعبہ کے غلاف سے حصولِ برکت کے بارے میں اشرف علی تھانوی صاحب لکھتے ہیں:

غلاف کعبہ زادھا اللہ تنویرا کے تبرک ہونے اور اس کی تقبیل تبرک (یعنی حصولِ تبرک کے لئے بوسہ دینے) کے جواز میں تو کوئی کلام نہیں۔ اگر بوسہ دینے میں صرف اسی قدر اعتقاد ہو اور کسی کو ایذا بھی نہ ہو کچھ مضائقہ نہیں موجب ثواب و برکت ہے۔ (فتاویٰ امدادیہ ص ۷۵)

خلاصہ: قارئین کرام! آپ نے اسماعیل دہلوی کا فتویٰ ملاحظہ فرمایا جس میں انہوں نے کسی پیر پیغمبر کی قبر یا اس کے مکان یا تھان و چادر وغیرہ کی تعظیم و توقیر یا اس سے تبرک حاصل کرنے کا قصد و ارادہ کیا اسے مشرک کی ڈگری سے نوازہ اور پھر اکابرین دیوبند کے عقائد بھی پڑھے جنہوں نے اپنے پیروں کے مکان اور ان کی قبروں کی مٹی اور غلاف کعبہ کو باعث برکت اور مرض سے نجات کا ذریعہ تسلیم کیا اب ان دونوں کے عقائد و فتاویٰ سے ہر شخص نہایت بآسانی نتیجہ مرتب کر سکتا ہے لہٰذا اس نتیجہ کو آپ حضرات کی صوابدید پر چھوڑتا ہوں فیصلہ خود کر لیں۔

﴿حیاتِ انبیاء علیہم السلام کے بارے اسماعیل دہلوی کا عقیدہ﴾

ایک حدیث کی تشریح کرتے ہوئے اسماعیل دہلوی صاحب حضور نبی کریم ﷺ کے بارے میں ناپاک الفاظ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

یعنی میں (حضور نبی کریم ﷺ) بھی ایک دن مرکر مٹی میں ملنے والا ہوں۔ (تقویۃ الایمان ص ۲۳)

خلاصہ: افسوس اسماعیل دہلوی نے کتنے قبیح الفاظ میں حدیث کی تشریح کی کہ میں بھی ایک دن مرکر مٹی میں ملنے والا ہوں اس سے ثابت ہوا کہ اسماعیل دہلوی اس بات کے قائل ہیں کہ نبی ﷺ قبر میں زندہ نہیں بلکہ مر کر مٹی میں مل جاتا ہے۔ (نعوذ باللہ من ذالک)

اب آیئے حیات النبی ﷺ کے بارے میں اکابرین دیوبند کا عقیدہ بھی ملاحظہ فرمایئے۔

﴿علمائے دیوبند کا متفقہ فتویٰ﴾

ہمارے نزدیک اور ہمارے مشائخ کے نزدیک حضرت ﷺ اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں اور آپ ﷺ کی حیات دُنیا کی سی ہے بلا مکلف ہونے کے اور یہ حیات مخصوص ہے آنحضرت ﷺ اور تمام انبیاء علیہم السلام اور شہداء کے ساتھ برزخی نہیں ہے جو حاصل ہے تمام مسلمانوں بلکہ سب آدمیوں کو۔

(عقائد علمائے دیوبند ص ۲۲۱)

خلاصہ: قارئین کرام! دیکھا آپ نے دیوبندیوں کی دوغلی پالیسی ایک صاحب حضور ﷺ کے مرکر مٹی کے اندر مل جانے کا دعویٰ کر رہے ہیں اور دوسرے دیوبندی حضرات حیاتِ انبیاء کو فقط تسلیم ہی نہیں کر رہے بلکہ اس بات کے بھی قائل ہیں کہ انبیاء کی زندگی دُنیا کی سی زندگی ہے فرق یہ ہے کہ دنیاوی زندگی میں انسان مکلف ہے شرعی احکام اس پر مرتب ہوتے ہیں لیکن انبیاء اس طرح زندہ ہیں کہ غیر مکلف ہیں یعنی شرعی احکام کے پابند نہیں لیکن دوستو افسوس اس بات کا ہے کہ ان کے اقوال کے اندر اتنے بڑے تضاد کے باوجود آج تک اسماعیل دہلوی کا یہ فاسد عقیدہ مسلسل اس کی کتاب تقویۃ الایمان میں چھپ رہا ہے اور یہ کتاب ابھی تک دیوبندیوں کے مکاتب سے مسلسل شائع ہو رہی ہے۔

﴿ختم نبوت کے بارے قاسم نانوتوی کا عقیدہ﴾

حضور نبی کریم ﷺ کے خاتم النبیین یعنی آخری نبی ہونے کا انکار کرتے ہوئے دیوبندیوں کے پیشوا قاسم نانوتوی صاحب لکھتے ہیں:

اگر بالفرض آپ ﷺ کے زمانے میں بھی کہیں اور کوئی نبی ہو جب بھی آپ ﷺ کا خاتم ہونا بدستور

باقی رہتا ہے۔ (تحذیر الناس ص ۱۸)

ایک اور جگہ لکھتے ہیں:

اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی بھی کوئی نبی پیدا ہوتو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا۔

(تحذیر الناس ص ۳۴)

خلاصہ: آپ نے ختم نبوت کے بارے میں قاسم نانوتوی کے ملفوظات ملاحظہ فرمایئے جس میں انہوں نے تسلیم کیا ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ کے بعد بھی اگر کوئی نبی آ جائے تو خاتمیت محمدی میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ جس سے ثابت ہوا کہ حضور ﷺ کے بعد بھی کوئی نبی آ سکتا ہے۔ قاسم نانوتوی صاحب کے اس عقیدے نے قادیانیوں کا راستہ صاف کر دیا یہی وجہ ہے کہ آج قادیانی، قاسم نانوتوی کے اسی عقیدے کو بنیاد بنا کر اپنی جھوٹی نبوت کو ثابت کر رہے ہیں۔ حالانکہ قرآن وحدیث سے حضور نبی کریم ﷺ کا آخری نبی ہونا بالکل واضح وثابت ہے۔ قاسم نانوتوی صاحب کے اس عقیدے کے ردعمل کے طور پر اگر ہم نے کچھ کہا تو شائد شکایت ہو لہٰذا آیئے انہی کے دیوبندیوں کا فتویٰ ملاحظہ کریں۔

﴿علمائے دیوبند کا متفقہ فتویٰ﴾

ہمارا اور ہمارے مشائخ کا عقیدہ یہ ہے کہ ہمارے سردار وآقا اور پیارے شفیع محمد رسول اللہ ﷺ خاتم النبیین ہیں۔ آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں فرمایا۔ "اور لیکن محمد اللہ کے رسول اور خاتم النبیین ہیں" اور یہی ثابت ہے بکثرت حدیثوں سے جو معنیٰ حد تواتر تک پہنچ گئیں اور نیز اجماع اُمت سے۔ سو حاشا کہ ہم میں سے کوئی اس کے خلاف کہے کیونکہ جو اس کا منکر ہے وہ ہمارے نزدیک کافر ہے۔ (عقائد علمائے دیوبند ص ۲۳۲)

﴿عبدالوہاب نجدی کے بارے گنگوہی کا عقیدہ﴾

عبدالوہاب نجدی کے بارے میں رشید احمد گنگوہی اپنی عقیدت ومحبت کا اظہار کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

محمد بن عبدالوہاب نجدی کے معتقدین کو وہابی کہتے ہیں اور ان کے عقائد عمدہ ہیں۔ (فتاویٰ رشیدیہ ج ۱)

ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے گنگوہی صاحب لکھتے ہیں:

سوال: عبدالوہاب نجدی کیسے شخص تھے؟

جواب: محمد بن عبدالوہاب کو لوگ وہابی کہتے ہیں وہ اچھا آدمی تھا سنا ہے مذہب حنبلی کرتا تھا اور عامل بالحدیث تھا بدعت وشرک سے روکتا تھا مگر تشدد اس کے مزاج میں تھا۔ (فتاویٰ رشیدیہ ج ۳ ص ۷۹)

خلاصہ: دوستو! گنگوہی صاحب کی زبان سے عبدالوہاب نجدی کے فضائل ومنقبت آپ نے سنے اب اسی

عبدالوہاب نجدی کے بارے میں دیوبندیوں کے پیشوا حسین احمد مدنی کے تاثرات بھی ملاحظہ کیجئے۔

﴿عبدالوہاب نجدی کے بارے صدر دیوبند حسین احمد کا فتویٰ﴾

عبدالوہاب نجدی کے بارے میں صدر دیوبند صاحب یوں رقم طراز ہیں:

صاحبو! محمد بن عبدالوہاب نجدی ابتدائے ۱۳ صدی میں نجد عرب سے ظاہر ہوا اور چونکہ خیالات باطلہ اور عقائد فاسدہ رکھتا تھا اس لئے اس نے اہل سنت والجماعت سے قتل و قتال کیا ان کو جبراً اپنے خیالات کی تکلیف دیتا رہا (یعنی پابند کرتا رہا)۔ ان کے مال کو غنیمت کا مال اور حلال سمجھا گیا۔ ان یعنی اہل سنت کے قتل کو باعث ثواب و رحمت کا شمار کرتا رہا اہل حرمین کو خصوصاً اور اہل حجاز کو عموماً اس نے تکالیف شاقہ پہنچائیں۔ سلف و صالحین اور اتباع کی شان میں نہایت گستاخی اور بے ادبی کے الفاظ استعمال کئے بہت سے لوگوں کو بوجہ اُس کے تکالیف باشدیدہ کے مدینہ منورہ اور مکہ معظمہ چھوڑنا پڑا اور ہزاروں آدمی اس کی فوج کے ہاتھوں شہید ہو گئے۔ الحاصل وہ ایک ظالم و باغی خون خوار فاسق شخص تھا۔ (شہاب ثاقب ص ۵۰)

﴿عبدالوہاب نجدی کے بارے انور شاہ کاشمیری کا فتویٰ﴾

امام محمد بن عبدالوهاب نجدی فانه کان رجلا بلیدا قلیل العلم فکان یشارع الی الحکم بالکفر ۔ (مقدمہ فیض الباری)

ترجمہ: محمد بن عبدالوہاب نجدی بے شک ایک کم علم اور کم عقل شخص تھا اور اس کے لئے کفر کا حکم لگانے میں اسے کوئی باک نہیں۔

خلاصہ: کیا کہنا دیوبندیوں کی کارستانیوں کے بارے کہ رشید احمد گنگوہی کی محبت و عقیدت کا حال دیکھئے کہ عبدالوہاب نجدی کو گلے کا ہار بنالیا جبکہ حسین احمد مدنی صاحب نے عبدالوہاب نجدی کی بھیانک صورت کا ایسا پردہ چاک کیا کہ اس کے تصور سے خود دیوبندیوں کی اصلیت بھی روز روشن کی طرح واضح ہوگئی۔

﴿نام رکھنے کے بارے اسماعیل دہلوی کا عقیدہ﴾

علی بخش پیر بخش وغیرہ ناموں کے بارے میں اسماعیل دہلوی لکھتے ہیں:

کوئی نام رکھتا ہے علی بخش پیر بخش غلام محی الدین یہ سب جھوٹے مسلمان سچ شرک میں گرفتار ہیں۔

(تقویۃ الایمان ص ۵،۶)

ایک اور جگہ لکھتے ہیں:

کوئی نام رکھتا ہے نبی بخش، ستیلہ بخش، گنگا بخش سو یہ آدمی مردود ہو جاتے ہیں۔ (تقویۃ الایمان ص ۶۴)

خلاصہ: اسماعیل دہلوی کے نزدیک جو شخص علی بخش، پیر بخش، غلام محی الدین یا نبی بخش وغیرہ نام رکھتا ہے تو وہ مشرک ہو جاتا ہے اور ایسا شخص مردود ہے۔ جب کہ اسی کتاب تقویۃ الایمان کے بارے میں خود رشید احمد گنگوہی نے اس کی صحت کو تسلیم کیا ہے اور اسے مقبولیت کا درجہ دیا ہے لیکن بے چارے خود بھی اسی کے مذکورہ بالا فتوے کی زد میں آ گئے۔ ملاحظہ ہو:

﴿رشید احمد گنگوہی اسماعیل دہلوی کے فتویٰ کی زد میں﴾

رشید احمد گنگوہی صاحب کا پدری اور مادری نسب نامہ ملاحظہ ہو:

پدری نسب نامہ: رشید احمد ابن ہدایت احمد بن پیر بخش بن غلام حسین بن غلام علی۔

مادری نسب نامہ: رشید احمد بن کریم النساء بنت فرید بخش بن قادر بخش بن محمد صالح بن غلام محمد۔

خلاصہ: واہ گنگوہی صاحب واہ! دہلوی صاحب کی تقویۃ الایمان کو اصلاح ایمان اور عمدگی کی ڈگری عطاء کرنے سے پہلے کم از کم اس کا اچھی طرح مطالعہ تو کرلیا ہوتا کہ کہیں آپ کے باپ دادا بھی اسماعیل دہلوی کی شرکیہ مشین کی زد میں تو نہیں آ گئے تاکہ سند نوازنے سے پہلے اپنے باپ دادا کے ایمان کو تو بچا لیتے۔

﴿نماز میں نبی کے خیال کے بارے اسماعیل دہلوی کا عقیدہ﴾

بمقتضائے ظلمات بعضہا فوق بعض از وسوسہ زنا خیال مجامعت زوجہ خود بہتر است وصرف ہمت بسوی شیخ و امثال آں از معظمین گو جناب رسالت مآب باشند بچندیں مرتبہ بدتر از استغراق در صورت گاؤ خر خود است کہ خیال۔ (صراط مستقیم ص۸۴)

ترجمہ: بعض ظلمتیں بعض ظلمتیں پر فوقیت رکھتی ہیں کہ اقتضاء کے مطابق زناء کے وسوسہ سے اپنی بیوی سے مجامعت (ہم بستری) کرنے کا خیال بہتر ہے اور پیر یا اس کی مثل لوگوں کی طرف خیال کا چلے جانا بھی اگرچہ جناب رسالت مآب ﷺ ہوں بہت ہی زیادہ بدتر ہے اپنے بیل اور گدھے کے خیال میں ڈوب جانے سے۔

خلاصہ: قارئین! اس ناپاک عبارت کو غور سے پڑھئے کہ نماز کے اندر زناء کے وسوسہ سے اپنی بیوی کے ساتھ ہم بستری کرنے کا خیال لانا تو بہتر ہے لیکن بزرگانِ دین اور حضور نبی کریم ﷺ کی طرف خیال کا صرف چلے جانا بھی بیل گدھے کے خیال میں ڈوب جانے سے بدرجہا بدتر ہے۔ اب نماز میں غیر اللہ کے خیال کے بارے میں اشرف علی تھانوی کا فتویٰ پڑھئے۔

﴿نماز میں غیر اللہ کے خیال کے بارے اشرف علی تھانوی کا فتویٰ﴾

کسی نے خط میں لکھا کہ اگر آپ یعنی تھانوی صاحب کی صورت کا تصور کرلوں تو نماز میں جی لگتا ہے (تو اشرف علی تھانوی نے) فرمایا جائز ہے دو شرط سے۔ ایک یہ کہ اعتقاد میں مجھے حاضر و ناظر نہ سمجھے دوسری شرط یہ کہ اس کی اطلاع کسی کو نہ دے۔ یہ تصور خطرات کے علاج کے درجہ میں ہے کیونکہ یہ بھی توجہ الی اللہ ہونے کا ذریعہ ہے اس سے توجہ اور یکسوئی الی اللہ ہو گی پس مقصود کا مقدمہ ہے خود مقصود نہیں۔

(ملفوظات اشرف المعلوم بابت ماہ رمضان ۱۳۵۵ھ ص ۸۴ نمبر ۲۹۸)

خلاصہ: قارئین کرام! دیوبندیوں نے کیسی اندھیر نگری مچا دی کہ اگر دوران نماز حضور نبی کریم ﷺ کا خیال لانا بیل گدھے کے خیال سے معاذ اللہ بدتر ہے بلکہ نبی کے خیال کی بجائے اپنی بیوی سے ہم بستری کا خیال بہتر ہے مگر اشرف علی تھانوی کی صورت کا نماز میں تصور کرنا اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ کرنے کا ذریعہ قرار پائے۔ (انا للہ و انا الیہ راجعون)

قارئین کرام! یہ تھے دیوبندیوں کے چند مشہور و معروف وہ بھیانک نمونے جن کے تصور سے ہر درد دل رکھنے والے مسلمان کا انگ انگ لرز جاتا ہے اور یہی ہیں دیوبندیوں کے وہ دل خراش نظریات جس نے اُمتِ محمدیہ کے اندر ایک ایسی خلیج پیدا کر دی کہ عدم اتحاد و یگانگت کی بناء پر آج مسلمان اقوامِ عالم میں اتنی اکثریت کے باوجود ذلیل و خوار ہو گئے اور کفار کے ناپاک عزائم کا مقابلہ کرنے کی بجائے ایک دوسرے کے خون کے پیاسے بن گئے۔

اے علمائے دیوبند! ہم آپ کو دعوت فکر دیتے ہیں کہ اب اُمت کے اندر اتحاد و یگانگت پیدا کرنے میں آپ ایک عظیم کردار ادا کر سکتے ہیں۔ اپنے اکابرین کے گستاخانہ اور کفریہ نظریات کا بلا تامل اُمت پر اظہار کر دو اور اعلان کرو کہ یہ واقعی کفریہ اور گستاخانہ عبارات ہیں اور آئندہ کے لئے کوئی ادارہ ان کتابوں کو چھاپنے کا مجاز نہیں ہوگا۔ خدارا اُمتِ مسلمہ کو مزید بدنام اور تباہ و برباد ہونے سے بچا لو اور وسعت نظری اور وسعت قلبی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنے پیشوا عامر عثمانی صاحب کے اس دلیرانہ تبصرے پر عمل پیرا ہو جاؤ اسی میں اُمت کی بھلائی ہے۔

﴿دیوبندیوں کے مولانا عامر عثمانی کا غیر جانبدارانہ تبصرہ﴾

حضرت علامہ مولانا ارشد القادری کی کتاب "زلزلہ" جس میں دیوبندیوں کی کفریہ عبارات کا بڑے احسن انداز میں ردّ کیا گیا ہے۔ اس ردّ بلیغ کے بعد دیوبندیوں کے مستند و معتبر عالم دین عامر عثمانی صاحب لکھتے ہیں:

اگر چہ ہم حلقہ دیوبندی سے تعلق رکھتے ہیں لیکن ہمیں اس اعتراف میں تامل نہیں کہ اپنے ہی بزرگوں کے بارے میں ہماری معلومات میں اس کتاب (زلزلہ از علامہ ارشد القادری) نے اضافہ کیا اور ہم حیرت زدہ ہو گئے کہ دفاع کریں تو کیسے؟ دفاع کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کوئی بڑے سے بڑا منطقی اور علامہ الدہر بھی ان الزامات کو دفع نہیں کر سکتا جو اس کتاب کے مشتملات بزرگانِ دیوبند پر عائد کرتے ہیں ہم اگر عام روش کے مطابق اندھے مقلد اور فرقہ پرست ہوتے تو بس اتنا ہی کر سکتے ہیں کہ اس کتاب کا ذکر ہی نہ کریں لیکن خدا بچائے اشخاص پرستی اور گروہ بندی کی باطل ذہنیت سے ہم اپنا دیانت دارانہ فرض سمجھتے ہیں کہ حق کو حق کہیں اور حق یہی ہے کہ مقتدر علمائے دیوبند پر تضاد بیانی کا جو الزام اس کتاب میں دلیل وشہادت کے ساتھ عائد کیا گیا ہے وہ اٹل ہے اس کی توجیہہ آخر کیا کریں گے کہ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی یا حضرت مولانا اشرف علی تھانوی جیسے بزرگ جب اس فتوے کی زبان میں بات کرتے ہیں تو ان احوال وعقائد کو برملا شرک وکفر اور بدعت وگمراہی قرار دیتے ہیں لیکن جب طریقت وتصوف کی زبان میں بات کرتے ہیں تو یہی چیزیں کمال ولایت اور علامت بزرگی بن جاتی ہیں ہمارے نزدیک جان چھڑانے کی ایک ہی راہ ہے کہ یا تو تقویۃ الایمان، فتاویٰ رشیدیہ، فتاویٰ امدادیہ، بہشتی زیور اور حفظ الایمان جیسا کتابوں کو چوراہے پر رکھ کر آگ دے دی جائے اور صاف صاف اعلان کر دیا جائے کہ ان کے مندرجات قرآن وسنت کے خلاف ہیں یا پھر ان موخد الذکر کتابوں کے بارے میں اعلان فرمایا جائے کہ یہ تو محض قصے کہانیوں کی کتابیں ہیں جو رطب ویابس سے بھری ہوئی ہیں۔ (دعوت فکر ص۲۲)

خلاصۂ کلام

حضرات محترم! آپ نے علمائے دیوبند کے عقائد باطلہ اور پھر انہی کے اکابرین کے فتاویٰ ملاحظہ فرمائے۔ ایمانداری سے بتائیں یہ منافقانہ پن نہیں تو اور کیا ہے۔ وہ باتیں جو ان کی اپنی کتابوں میں موجود ہیں اور آج تک مسلسل چھپ رہی ہیں انہی کے اکابرین کے بالکل خلاف ہیں اور جس بات کو ان کے علماء نے جائز لکھا اسی کے خلاف انہوں نے شرک وبدعت اور کفر کا فتویٰ صادر کر دیا اور ساتھ آپ نے یہ بھی یقیناً محسوس کیا ہوگا کہ حضور نبی کریم ﷺ کی شان میں تنقیص کے طور پر کیسے کیسے قبیح وناپاک الفاظ استعمال کئے ہیں اسی سے ان کا بُغض وحسد اور عداوت مصطفیٰ ﷺ روز روشن کی طرح واضح ہو جاتی ہے۔

افسوس کہ آج ان لوگوں نے اُمتِ مسلمہ کو متحد کرنے کی بجائے اس کا شیرازہ بکھیر دیا اور اُمتِ محمدیہ کے اندر تفرقہ بازی پھیلانے میں کسی بات کا لحاظ تک نہ کیا جبکہ آج کفار بھی حضور نبی کریم ﷺ کی عظمت ورفعت کے قائل ہیں لیکن ان حضرات نے آپ ﷺ کی عظمت وشان کو کم کرنے کے لئے ایسے ناپاک الفاظ

استعمال کئے کہ کفار بھی شرما جائیں۔ اُمتِ محمدیہ میں انتشار پیدا کرنے کا سب سے بڑا سبب اسماعیل دہلوی کی کتاب تقویۃ الایمان ہے جس نے اُمت کا شیرازہ بکھیر کر رکھ دیا ہے لیکن افسوس کہ آج تک اس کی یہ کتاب مختلف مکاتب سے مسلسل چھپ رہی ہے۔ یقیناً جو لوگ بھی اس کتاب کی اشاعت میں جس قسم کا کردار ادا کر رہے ہیں وہ مسلمانوں کے کبھی خیر خواہ نہیں ہو سکتے۔ لہٰذا ہماری حکومت پاکستان سے اپیل ہے کہ اس کتاب کی اشاعت پر ہمیشہ ہمیشہ کے لئے پابندی لگائی جائے تاکہ مسلمانوں میں مزید انتشار پیدا نہ ہو اور اس کے ناشرین کو بھی سخت سزا دی جائے۔

حضرات محترم! آخر میں آپ سے یہی گزارش ہے کہ ایمان سب سے قیمتی دولت ہے اپنے اس قیمتی سرمائے کی حفاظت کریں اور اپنی آخرت برباد ہونے سے بچائیں۔ لیکن اس کی حفاظت تب ہی ممکن ہے کہ ایسے بدعقیدہ لوگوں سے دُور رہیں کیونکہ بزرگانِ دین فرماتے ہیں:

"بدمذہب کی صحبت ایمان کے لئے زہر قاتل ہے"

وَمَا عَلَيْنَا اِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِيْنَ



مآخذ

قرآن
کنزالایمان
خزائن العرفان
روح البیان
روح المعانی
تفسیر مظہری
فتاویٰ شامی
خزائن العرفان
معجم کبیر
تفسیر صاوی
تفسیر عزیزی
حاشیہ القرآن
مسلم شریف
مشکوٰۃ شریف
ابن ماجہ
ابوداؤد
دارمی
جامی ترمذی سنن
دارمی دلائل الخیرات
بخاری شریف
احمد-نسائی
مرقاۃ شرح مشکوٰۃ
القول البدیع
زرقانی علی المواہب
جلد الافہام
شواہد الحق
المواہب الدنیا
الروح
نورالایضاح
مدارج النبوت
فیض الباری
آب حیات
حاشیہ بخاری
جمال الاولیاء
مسئلہ حاضروناظر
فقہ اکبر
شفاء شریف
عوارف المعارف
انفاس العارفین
امدادالسلوک
القول الجمیل
بہجۃ الاسرار
امام بزار-کشف الاستار
المصنف-امام ابن ابی شیبہ
قصیدۂ نعمان
الحرزالسمین

فتح العزیز
ملفوظات حکیم الامت
امداد الفتاویٰ
شیم الطیب
شرح عقائد
بہار شریعت
مقالات کاظمی
خصائص کبریٰ
الحاوی للفتاویٰ
مراقی الفلاح
جمع الوسائل
الجواہر المعظم
احیاء العلوم
فیوض الحرمین
فتح الملہم
المہند
حاشیہ نور الایضاح
من عقائد اہل السنۃ
جامع کبیر
نسیم الریاض
انتباہ الاذکیا
اشعۃ اللمعات
سلوک اکبر
حفظ الایمان
درمختار
ابریز شریف
حصن حصین
طبرانی، مجمع الزوائد
الکتاب الاذکار
الانتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ
تحفۃ الذاکرین
امداد المشتاق
کلیات امدادیہ
نالہ امداد غریب
تفسیر جلالین
تفسیر جامع البیان
تفسیر حسنی
تفسیر کمالین
تفسیر قرطبی
تفسیر روح البیان
تفسیر نیشاپوری
تفسیر خازن
تفسیر بیضاوی
تفسیر جمل
تفسیر ابو سعود
تفسیر ابن عباس
تفسیر عثمانی
تفسیر ثنائی
تبویب القرآن
تفسیر نسفی
تفسیر ابن کثیر
حاشیۃ الجمل
فتاویٰ رشیدیہ
قصائد قاسمی

تحفۃ احوذی شرح ترمذی
ہدایہ شریف
شرح صدور
ردالمختار
زبدۃ النصائح
فیض الباری
السراج الوہاج
نورالانوار
الخیرات الحسان
الکفایہ
شرح جمع الجوامع
فتح المبین
فواتح الرحموت
میزان کبریٰ
حجۃ اللہ البالغہ
عقدۃ الجید
عینی شرح بخاری
مسند
بحرالرائق
عینی شرح ہدایہ
التمہید
حاکم
تاریخ طبری
ابن خذیمہ
الادب المفرد
مثنوی شریف
المواقف
وسائل الوصول
جمع البحارالانوار
ماثبت بالسنۃ
الدالمعظم
ماخوذ تعدیہ سحر
بیہقی شریف
اربعین نووی
طحاوی شریف
دارقطنی
مصنف عبدالرزاق
کنزالعمال
موطاامام محمد
موطاامام مالک
شرح معانی الآثار
کتاب الآثار
مسندامام احمد
عمدۃ القاری
جاءالحق
توضیح البیان
مقالات کاظمی
مقالات سعیدی
شرح صحیح مسلم
عصمت الانبیاء
رسائل نعیمیہ
الشفاءامام ابن سنی
مسندابویعلی
المطالب العالیہ

اخبار الاخیار
اطیب النغم فی مدح سید العرب العجم
بستان المحدثین
ضیاء القلوب
اصلاح مفاہیم
المستدرک
الوفاء
تاریخ خطیب بغدادی
شرح وقایہ
جزب القلوب
ہدیۃ المہدی
نیل الشفاء
تسلین الصدور
تحزیر الناس
جواہر البحار
التنزیل
مطالع المراۃ شرح دلائل الخیرات
افضل القراء
منصب امامت
مکتوبات دفتر
انوار الساطعہ
ابن ہشام
شواہد النبوۃ
سیرۃ خاتم الانبیاء
البدایہ والنہایہ
تاریخ ابن اثیر
الکامل فی التاریخ
فتاویٰ عالمگیری
قصیدہ زین العابدین
قصیدہ بردہ شریف
تبلیغی نصاب (فضائل اعمال)
شمائم امدادیہ
الشہاب الثاقب
عقائد علماء دیوبند
تبریض النواظر
فتح القدیر
فتاویٰ ابن تیمیہ
احسن الفتاویٰ
زاد السعید
صراطِ مستقیم
خطبہ حواشی میرزاہد
بسط البنان
شرح شفاء
شرح شمائل محمدیہ
انفاس رحیمیہ
نشر الطیب
ثلج الصدور
مختصر سیرۃ الرسول
فیصلہ ہفت مسئلہ